مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتب کا مجموعہ
القول المعتبر
فی
حیاۃ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حافظ عبد الجبار السلفی
ادارہ مظہر التحقیق

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتب کا مجموعہ

- تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین
- تنبیہ الناس علیٰ شر الوسواس الخناس
- لطمۃ الحق
- سوط العذاب علیٰ العنید الکذاب

القول المعتبر فی حیاۃ خیر البشر

حافظ عبد الجبار السلفی

ادارہ مظہر التحقیق لاہور
ملتان روڈ، لاہور۔ فون 0321-4145543

خوبصورت، تحقیقی اور معیاری مطبوعات کے ذریعے

علم کی خدمت میں مصروف

ادارہ مظہر التحقیق

نام کتاب.........القول المعتبر فی حیاتِ خیرِ البشر

تصنیف.........مولانا حافظ عبد الجبار سلفی

قیمت.........350 روپے

ناشر.........ادارہ مظہر التحقیق، لاہور 0321-4145543-0322-8464167

ملنے کے پتے

قاری عبد الرؤف نعمانی اچھرہ لاہور 0300-4273864

مکتبہ سید احمد شہید اُردو بازار لاہور، 0423-7228272

المکتبہ اہلسنت، رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد، 0321-7837313

دفتر تحریک خدام اہل سنت مدنی مسجد چکوال 0313-5128490

مکتبہ عشرہ مبشرہ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

دفتر ماہنامہ حق چار یار جامع مسجد میاں برکت علی مدینہ بازار اچھرہ لاہور

0423-7593080

مکتبۃ العرب دوکان نمبر 2 بنوری ٹاؤن کراچی 0321-2156159

مکتبہ الہادی، اُردو بازار لاہور 0300-6609226

اِنتساب

سیدی حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

کے نام،

جن کی پُر اثر نگاہوں نے اس کتاب کے مصنف جیسے

بونوں کو سچ کہنے کا سلیقہ دے دیا

خدا رکھے بہت اونچا ہے فیضانِ نظر اس کا

بوقتِ فیض جس نے اپنے بیگانے نہیں دیکھے

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

مضامین

صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

قیامِ پاکستان سے ٹھیک دس سال بعد مسلک دیوبند پر نظرِ بد اپنا اثر دکھا چکی تھی ..... ۱۹۵۷ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ کا اعلان کرتے وقت کسے علم تھا کہ یہ بد نصیب دن اہلِ حق کو تقسیم کر دے گا۔ ذی قدر اور ذی علم شخصیات بانی مدرسہ مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی دعوت پر پہنچ چکی تھیں۔ جوق در جوق قافلے جلسہ گاہ کی طرف بڑھ رہے تھے اور اپنی سماعتیں بچھا کر پُر مغز بیانات سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اس وقت اہل حق کی تبلیغی جماعت کے علاوہ تین بڑی جماعتیں تھیں۔

① عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ② جمعیت علماء اسلام ③ تنظیم اہل سنت پاکستان

اوّل الذکر مرزائیت کے تعاقب میں ثانی الذکر نفاذِ اسلام کی براستہ سیاست جدو جہد میں اور ثالث الذکر عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترویج ودفاع میں مشغول تھی۔ انہی جماعتوں میں سے وابستہ وہ لوگ جو شرک و بدعت، رسومات کی بیخ کنی اور علاقائی غیر شرعی روایات کے توڑنے میں مستعد تھے۔ انہوں نے ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ'' کا نام پایا، جن کی زمام شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے ہاتھ میں تھی۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تقریر میں ایک ایسا مسئلہ چھیڑ دیا جو اس سے پہلے کسی صدی یا کسی خطے میں زیر بحث نہ آیا تھا اور اس پر پوری امت کا اجماع تھا۔ شاہ صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ برزخی اور روضۂ اطہر پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کی سماعت کا انکار کیا اور پوری شدت کے ساتھ اس پر اپنی تقریر جاری رکھی۔ اس کے بعد بانی جلسہ مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ نے اسٹیج پر آ کر مسئلہ کی حقیقت اور شاہ صاحب کی اس سبقت لسانی پر لب کشائی کی۔ کیا پتہ تھا کہ یہ سبقت لسانی یا خطاء انسانی مستقل پریشانی ثابت ہوگی۔ اس مرکزی حیثیت کے حامل اجتماع میں چونکہ ملک بھر سے علماء حق پہنچے ہوئے تھے، چنانچہ سب نے شاہ صاحب کی اس تقریر سے اختلاف کیا۔ جب

یہ حضرات اسٹیج سے واپس قیام گاہ کی طرف آئے تو اب یہ مسئلہ علماء کے مابین مباحثے کی شکل اختیار کر گیا۔ شاہ صاحب کے مزاج میں حدت اور سختی بہت تھی۔ دوسری جانب مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ، مولانا سید امین شاہ صاحب رحمۃ اللہ (مخدوم پور، خانیوال)، مولانا لعل حسین اختر اور سیدی مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ موجود تھے۔ گفتگو کے دوران جانبین سے تلخ کلام کا تبادلہ ہوا اور اس وقت یہ تلخ کلامی باقاعدہ لڑائی میں تبدیل ہوگئی جب مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مجاہد ختم نبوت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ کے چہرے پر طمانچہ مار دیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اتنا بگاڑ مسئلے سے پیدا نہیں ہوا جتنا اس طمانچے سے، کیونکہ اہل علم کے ہاں علمی اختلافات چلے آ رہے ہیں، غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں، پھر زائل بھی ہو جاتی ہیں۔ شکوک پیدا ہوتے ہیں، مر بھی جاتے ہیں اور اختلافات بہر حال محبتوں میں کبھی نہ کبھی بدل جاتے ہیں۔ مگر جس بحث کا آغاز نفرت سے ہو اس کا خاتمہ ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔

مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی اس جارحانہ روش کو سند جواز بخشنے کے لیے ان کے معتقدین نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ نے چونکہ مولانا حسین علی واں بھچروی رحمۃ اللہ کی بے ادبی کی تھی اور مولانا واں بھچروی رحمۃ اللہ حضرت شاہ صاحب کے استاذ تھے اس لیے انہیں جلال آ گیا تھا۔

حالانکہ یہ محض افسانہ ہے جو بعد میں تراشا گیا، مولانا جالندھری رحمۃ اللہ کو مولانا حسین علی واں بھچروی رحمۃ اللہ کا بے ادب بنا کر پیش کرنا زیادتی ہے۔ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ تو خود حیات الانبیاء کے قائل تھے، بلکہ وہ تو قبر پر آنے والے زائرین کی شناخت بھی میت کے حق میں تسلیم کرتے تھے، جیسا کہ تحریراتِ حدیث میں موجود ہے۔

پھر یوں ہوا کہ شاہ صاحب نے یہ مسئلہ خیر المدارس ملتان کے ایک حجرے سے اُٹھا کر منبر و محراب پر بیان کرنا شروع کر دیا۔ آپ کے معتقدین بھی میدان میں اتر آئے اور توحید و سنت پر زمزمہ سنج اور نغمہ بار ہونے والے اب طعن و تشنیع کی ژالہ باری اسلافِ امت پر کرنے لگے۔ ارتقائی ادوار طے ہوتے رہے، افہام و تفہیم کی سر توڑ کوششیں ہوئیں۔ حکیم

الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کی خدمات بھی حاصل کی گئیں، مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ، غرضیکہ معاصرین میں کوئی ایک نام بھی ایسا نہیں پیش جاسکتا، جس نے اس شیرازے کو بکھرنے سے بچانے کے لیے ہمہ قسم کی توانائیاں صرف نہ کردی ہوں۔ مگر افسوس کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بدمزاجی اکابرین کے تمام تر خلوص پر غالب آ کر رہی۔ اب علانیہ یہ مسئلہ اسٹیج کی زینت بننے لگا، جو علمی مسئلہ خطباء کے ہاتھ چڑھ جائے وہ قیامت تک حل نہیں ہوسکتا...... چنانچہ تقریروں کے بعد مناظرے ہونے لگے، پھر مناظروں کے نتیجے میں فتویٰ بازی شروع ہوگئی اور فتویٰ بازی نے نفرت کو جنم دیا۔

پھر اسی دوران علماءِ حق نے نفسِ مسئلہ اور نفس مضمون کو واضح کرنے کے لیے کتاب و سنت، آثار صحابہ اور آراءِ امت میں کتابیں لکھیں۔ جب ہم دیوبندیت کی اس تفریق کو دیکھ کر سر پکڑ کر بیٹھتے ہیں اور مایوسیاں پریشان و سرگرداں کرتی ہیں تو پھر دلِ حزیں کو یہ کہہ کر تسلی دے دیتے ہیں کہ تکوینی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی حیات پر اللہ تعالیٰ نے اہلِ حق کے علوم و معارف کو آشکارا کرنا تھا، سو دنیاء اسباب میں یہ ایک ذریعہ بنا۔

تاریخ انسانی کو چھوڑیئے تاریخ اسلام ہی سے دیکھ لیجیے کہ جنگ صفین و جمل کے بعد اہل علم میں جتنے اختلافات رونما ہوئے۔ وہ دن بہ دن بڑھے تو ہیں، مگر ختم نہیں ہوئے۔ ایسا لگتا ہے کہ انسان کا پیدا ہو کر مرنا تو حقیقت ہے مگر انسانوں کے پیدا کردہ اختلافات شاید قیامت تک ختم نہ ہوں۔ اس لیے بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ اختلاف پیدا ہی نہ ہونے دیا جائے، کیونکہ اختلاف سے مخالفت، مخالفت سے مخاصمت، مخاصمت سے منافرت اور پھر یہ معاملہ خون ریزیوں تک بھی جا پہنچتا ہے۔ بہرکیف اختلاف ایک طبعی چیز ہے، اس سے انکار بھی ناممکن ہے۔ سو تحمل، رواداری، برداشت اور باسلیقہ اظہارِ رائے کا رجحان ہو تو اس سے جہانِ رنگ و بُو کی رونقیں دوبالا ہو جاتی ہیں۔

اہل سنت (دیوبند) نے اس نظریہ کے خلاف متفقہ آواز بلند کی۔ اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے منکر کو دیوبندی صفوں سے خارج قرار دیا اور نہایت علمی و تحقیقی انداز میں اس کا قلع قمع کیا۔

ان کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں۔ پیش نظر رہے کہ یہ ترتیب سنین کے اعتبار سے نہیں ہے۔ یہاں صرف کتب کے نام دینے کا ارادہ ہے۔ ان میں سے ہر کتب پر تبصرہ راقم الحروف نے ماہ نامہ ''حق چار یار'' لاہور میں چار قسطوں کے اندر کیا تھا، جو فروری تا مئی ۲۰۰۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ارباب ذوق ماہ نامہ حق چار یار ۲۰۰۸ء کی فائل سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

(۱) آب حیات..........مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ

(۲) دفع العجاج..........مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۳) مقام حیات..........علامہ ڈاکٹر خالد محمود

(۴) تسکین الصدور..........مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

(۵) عقیدۃ المحدثین علی حیات النبیین..........مولانا سید محمد میرک شاہ رحمہ اللہ

(۶) حیات النبیؐ اور مذاہب اربعہ..........مولانا اللہ یار خان رحمہ اللہ چکڑالوی

(۷) حیات الاموات لسید الکائنات..........مولانا نور الحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ

(۸) تنبیہ الاغبیاء علیٰ حیاۃ الانبیاء..........مولانا سید امین الحق شاہ رحمہ اللہ

(۹) دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف..........مولانا عبدالعزیز شجاعبادیؒ

(۱۰) حیات انبیاء کرام..........مولانا سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

(۱۱) رحمت کائناتؐ..........مولانا زاہد الحسینی رحمہ اللہ

(۱۲) نور الصدور..........حکیم محمود احمد ظفر

(۱۳) ارشاد العلماء الی تحقیق مسئلہ سماع موتی وحیات انبیاءؑ، شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیرؒ

(۱۴) القول النقی فی حیات النبیؐ..........شیخ طریقت مولانا محمد عبداللہؒ بہلوی

(۱۵) حیات النبی اور مذاہب اربعہ..........مولانا احمد سعید صاحب (سرگودھا)

(۱۶) تسکین الاتقیاء فی حیات الانبیاءؑ..........پروفیسر محمد مکی

(۱۷) حیات النبی نمبر......از ماہ نامہ الحنفیہ ، بابت فروری ۱۹۶۰ء، مولانا عبدالحلیم قاسمی رحمہ اللہ

(۱۸) کتاب حیاتِ الانبیاء یحتوی علی الرسائل الجلیۃ (مجموعۂ رسائل مترجم : بیہقی رحمہ اللہ ،

سیوطی رحمہ اللہ ، سبکی رحمہ اللہ)

(۱۹) الشہاب المبین علیٰ من انکر الحق الثابت بالا دلۃ والبراہین۔

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

(۲۰) المسلک المنصور فی رد الکتاب المسطور ، ایضاً

(۲۱) نعمتِ کبریٰ در بارۂ حیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، سید عون احمد پھلواری

(۲۲) اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور۔ مولانا عبدالقدوس خان قارن

(۲۳) عقیدۂ حیات النبیؐ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی۔ مولانا عبدالحق خان بشیر

(۲۴) حیات پاک رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم............حافظ نذیر احمد

(۲۵) رسالہ حیات النبی..........مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی

(۲۶) رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم..........مولانا سید ابوذر معاویہ رحمہ اللہ

(۲۷) رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم..........مولانا محمد انوری

(۲۸) سیف اویسیہ بر عقائد نا مرضیہ..........مولانا اللہ یار خان چکڑالوی رحمہ اللہ

(۲۹) البطش القوی علی القول الجلی..........مولانا قاضی عبداللطیف شجاعبادی رحمہ اللہ

(۳۰) انکارِ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایک خالص پاکستانی فتنہ

(۳۱) حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم..........مولانا عاشق الٰہی رحمہ اللہ بلند شہری

اس کے علاوہ بریلوی مسلک کے مولانا احمد سعید کاظمی، ڈاکٹر طاہر القادری کی کتب بنام ''حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' مولانا اشرف سیالوی کی ''جلاء الصدور'' اور مولوی سخاوت علی کی حیات انبیاء والشہداء اس موضوع پر مطبوعہ موجود ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ کتب

① تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین: اشاعت التوحید کی جانب سے ایک

کتاب ''المسلک المنصور'' کے نام سے شائع ہوئی تھی، جس کا جواب راقم نے ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' کے نام سے لکھا تھا۔ یہ کتاب اگرچہ بھاگ دوڑ اور افراتفری کی کیفیت میں لکھی گئی تھی۔ مگر جہاں بھی پہنچی، اپنا لوہا منوا گئی۔ ملک بھر سے لاتعداد خطوط کے ذریعہ اہل علم نے اس کی قدر کی، مگر بعض گوناگوں مسائل، اور مصروفیات کی بناء پر دوبارہ اس کی اشاعت کا انتظام ہوتے ہوئے پھر التواء میں پڑ تا گیا۔

۲ تنبیہُ الناس علیٰ شر الوسواس الخناس:

چنانچہ تعویذ المسلمین کی اشاعت کے چند ماہ بعد اشاعت التوحید کی جانب سے اس کا جواب ''الفتح المبین فی کشف مکائد الکاذبین'' شائع ہوا۔ یہ کتاب گالیوں اور فضول باتوں کا مجموعہ تھی۔ راقم کی جانب سے جوابی کارروائی کا قطعاً کوئی ارادہ نہ تھا مگر بعض علم دوست احباب نے مجبور کیا کہ کتاب میں موجود چند باتوں کا جواب ضروری ہے چنانچہ راقم نے جواب میں ''تنبیہُ الناس علیٰ شر الوسواس الخناس'' لکھا۔ اس کتاب نے بھی دُھوم مچا دی اور اہل تحقیق کے ہاں بے حد پسند کی گئی۔

۳ لطمۃ الحق

مولانا اسماعیل محمدی صاحب کی ایک تقریر کا جواب تحریری صورت میں ''کلمۂ حق'' کے نام سے شائع ہوا تھا، مولانا محمدی صاحب نے راقم الحروف سے کہا کہ آپ اس کا جواب لکھیں، چنانچہ راقم نے اس کا جواب ''لطمۃ الحق'' کے نام سے دیا تھا، یاد پڑتا ہے کہ اس وقت بڑے بڑے مدارس (بشمول اہل حدیث و بریلوی) کے شیوخ و مشاہیر نے سینکڑوں کی تعداد میں اس کی کاپیاں خرید کی تھیں۔

۴ سوط العذاب علی العنید الکذاب

منڈی بہاء الدین کے ایک حکیم صاحب (جواب انتقال فرما گئے ہیں) راقم کو بڑے جلے کٹے خطوط لکھتے تھے اور ایک خط انہوں نے طبع بھی کروا دیا تھا یہ حکیم صاحب مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے مرید تھے۔ چنانچہ ان کے اس مطبوعہ رسالہ کے جواب میں

عرض

''سوط العذاب علی العنید الکذاب'' لکھ کر شائع کیا گیا۔ یہ کتابچہ بھی ملک کے دور دور علاقوں میں پہنچا اور پسند کیا گیا۔

اظہارِ تشکر

بنیادی طور پر میرا موضوع ردّ رفض و بدعت ہے کیونکہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ سے ایک معمولی سی نسبت کی بناء پر اس فتنے کے توڑ کا جذبہ رکھتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ دیگر فرقہائے باطلہ کا تعاقب بھی حتی المقدور کرتا ہوں۔ اب جب کہ اہل تشیع کے ساتھ مسئلہ تکفیر پر میرا تحریری مباحثہ اپنے عروج پر ہے، ادارہ مظہر التحقیق کے نگران اعلیٰ مولانا عبدالرؤف نعمانی نے اچانک حکم دیا کہ ان چار کتب کا مجموعہ جلد از جلد شائع کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے، اس مجموعہ کا نام تجویز کریں اور ایک مقدمہ بھی لکھیں۔

مرتا کیا نہ کرتا کے تحت تعمیل ارشاد کی ''القول المعتبر فی حیاتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم'' نام تجویز کیا اور انتہائی عجلت میں یہ لکیریں گھسیٹ دیں۔

آخر میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ چونکہ یہ کتب فریق مخالف کے جواب میں ہیں اور جوابی کتب کا لب و لہجہ وقت کے تقاضے اور مخاطب کے تیوروں کے مطابق ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی لفظ، جملہ یا سطر طبیعت پر گرانی پیدا کرے تو معاف فرما دیجیے...... کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کی سوانح کا تیسرا اڈیشن، ان کی لاتعداد کتب کی تیاری، حضرت اقدس قاضی صاحب رحمہ اللہ کی کتب کی اشاعت، پروف خوانی اور جوڑ توڑ میں سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی۔ چہ جائیکہ اس پر نظر ثانی کی جاتی۔

دعاؤں میں یاد رکھیں.......... اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

عبدالجبار سلفی عفی عنہ

یکم جنوری ۲۰۱۴ء

ادارہ مظہر التحقیق، ملتان روڈ، لاہور

اَلْحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمین ۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْن ۔ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّد الانبیآءِ وَالْمُرْسَلِین ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اجمعین ۔ اما بعد فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غفور الرَّحیم ۔ صَدَقَ اللّٰہُ العظیم ۔ قال النبی ﷺ لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمعین ۔ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النبیُّ الکریم۔

قارئین کرام کی خدمت میں ایک کتاب ”تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین“ پیش کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں۔ اور شروفساد سے دامن بچا کر ہم سب کو حضور اقدس ﷺ آپ کے صحابہ کرامؓ اور جملہ مشائخ اہل سنت والجماعت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب کرے۔ جوں جوں زمانہ دورِ نبوت سے دور اور قیامت کے قریب ہوتا چلا جارہا ہے توں توں فتنے موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ ہر ایک قرآن مقدس اور احادیث رسول ﷺ کو اپنی سوچ اور چاہت کے مطابق بیان کررہا ہے، کہیں سے کوئی آواز اٹھتی ہے اور کہیں سے کوئی! ہر وہ انسان جو بصیرت سے کورا ہے، دیانت سے عاری ہے، علم سے تہی دامن ہے اور جسے زہدوتقویٰ کی ہوا ہی نہیں لگی وہ بظاہر علم وتحقیق کا مدعی بن کر قوم کا راہبر بنا بیٹھا ہے اور پس پردہ اپنی رہزنی کے جوہر دکھا رہا ہے۔ اور بھولے بھالے مسلمان ان مکار فتنہ پرداز لوگوں کے چکمہ میں آکر ایمان کی دولت ضائع کررہے ہیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر فرمایا لوگو! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تم دیکھ رہے ہو؟ صحابہ کرامؓ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کو موسلا دھار بارش کی طرح برستے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں (بخاری ومسلم) آج اس پُرفتن زمانہ میں فتنوں

کی یلغار سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ اپنے اسلاف کے ساتھ رشتہ مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے جو قومیں اپنے بزرگوں کو بھلا بیٹھتیں ہیں اور سلسلۃ الذہب سے کٹ جاتی ہیں وہ بدباطن، بدکردار، بداعمال وبدافعال اور بدنہاد وجودوں کی دسیسہ کاریوں کا شکار ہو کر ذلت ورسوائی کے گڑھے میں جاگرتی ہیں۔

﴿حیاتِ انسانی کے چار دور﴾

قارئین کرام! کتاب وسنت کی رُو سے حیاتِ انسانی کے کل چار دور ہیں۔

۱:عالم ارواح ۲:عالم دنیا ۳:عالم برزخ ۴:عالم آخرت

عالم ارواح وہ عالم ہے جہاں روحیں رہتی ہیں اور پھر اپنی باری پر باذن اللہ ابدان میں داخل ہو کر دنیا میں آتی ہیں عالم دنیا وہ ہے جہاں روح اور جسم مل کر ظاہر ہوتے ہیں۔قرآن مقدس میں اس کو ''الحیٰوۃ الدنیا'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔اس جہاں میں جسم کے احکام روح پر غالب آتے ہیں۔ عالم برزخ موت سے لے کر محشر تک مُحیط ہے۔اس جہان میں روح اور بدن کا ایک لطیف اور قوی تعلق قائم رہتا ہے،اس کو دوسرے لفظوں میں عالم قبر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ برزخ کا عالم دنیا اور آخرت کے عالم کے مابین ہے۔یعنی برزخ میں رہنے والے کا تعلق دونوں عالموں سے رہتا ہے،عالم دنیا سے بھی اور عالم آخرت سے بھی! چوتھے نمبر پر ہے عالم آخرت! یہ حیات انسانی کا آخری عالم اور مقام ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔وَاِنَّ الدَّارَ الْآخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ ، لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (سورت العنکبوت پارہ نمبر۲۱ آیت ۶۴)اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے زندہ رہنا،اگر اُن کو سمجھ ہوتی (ترجمہ شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ) شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس کے تحت فرماتے ہیں ''یعنی آدمی کو چاہیے یہاں کی چندروزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے کہ اصلی ودائی زندگی وہی ہے۔ دنیا کے کھیل تماشے میں غرق ہو کر

عاقبت کو بھول نہ بیٹھے۔ بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفر آخرت کے لئے توشہ درست کرے (فوائد عثمانیہ ص ۵۳۷) قارئین کرام! عالم ارواح میں صرف روح تھی جسم نہ تھا اور محض روح پر کوئی احکام مرتب نہیں ہوتے۔ لیکن عالم ارواح کے بعد جو تین عالم ہیں ان میں جسم اور روح دونوں میں ایک تعلق ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے احکام جسم اور روح کے تعلق کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں "انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم اور روح۔ اس کا مجموعہ ہی نفس انسانی کہلاتا ہے۔ اس نفس انسانی کو طبعاً تین جہانوں سے گذرنا ہوتا ہے۔ ایک دنیا جو دار العمل ہے ایک آخرت جو دار القرار ہے اور ایک برزخ جو عالم انتظار ہے۔ ان تینوں جہانوں کے احکامات مختلف ہیں اور ان کی نوعیت الگ الگ ہے۔

۱: دنیا میں جسم اور جسمانی زندگی اصل ہے۔ روح اس کے تابع ہو کر اس کے اثرات قبول کرتی ہے۔

۲: برزخ میں روح اور روحانی زندگی اصل ہے جسم اس کے تابع ہو کر اس کی نعمت و مصیبت کے اثرات قبول کرتا ہے، خواہ اپنی ہیئت پر ہو یا بکھر جائے۔

۳: اور آخرت میں روح اور جسم کا مکمل امتزاج ہے۔ جس میں ہر ایک اپنے اپنے تاثر میں مستقل ہے۔ اور ہر ایک کا اپنا اپنا ادراک اور اپنا اپنا انتفاع ہے (عالم برزخ ص ۱) اللہ تعالیٰ کا نظام ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اختتام عالم تک ہر شخص ارواح کے عالم سے بذریعہ پیدائش دنیا کے عالم میں آرہا ہے۔ اور یہاں اپنا اپنا عمل سرانجام دے کر بذریعہ موت برزخ کی طرف جارہا ہے۔ اور پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ سب کے سب عالم برزخ سے نکل کر خالق ارض و سمٰوٰت کے روبرو موجود ہوں گے۔ اور اس دن کا نام قیامت ہے۔

ہندو پاکستان میں مختلف فتنوں کا ظہور

یہ دنیا بھی عجیب گورکھ دھندا ہے۔ یہاں خوف خدا رکھنے والے سر بلندئ دین کے لئے ایسے کارنامے سرانجام دیتے ہیں کہ رہتی دنیا تک ان کا نام روشن رہتا ہے اور بعض ایسوں کو بھی یہ دنیا پاتی ہے جو اپنی ناقص عقل کے بل بوتے پر وہ شگوفے کھلاتے ہیں کہ خود عقل سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس دھرتی سے بھی بہت سے فتنوں نے جنم لیا۔ مجموعی طور پر برصغیر پاک و ہند کی سرزمین ہر نئے فتنے کے لئے زرخیز واقع ہوئی ہے۔ ہندوستان کی دھرتی ہی تو تھی جہاں شیعہ عالم قاضی نوراللہ شوستری ۱۶۰۷ء میں تقیہ کی چادر لپیٹتا ہوا قضاۃ کے منصب پر آتا ہے۔ اور شیعہ مذہب کی اشاعت کرتا ہوا، اہل سنت کے خلاف جہانگیر اور اس کی بیوی کو بھڑکاتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ قریب تھا کہ رفض و بدعت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اہل ہند سنت کی پٹڑی سے اتر جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو لاکھڑا کیا۔ آپؒ نے رفض کے آگے مضبوط بند باندھ کر سنت کی حفاظت کی۔ شیعی سازش ناکام ہوئی اور بالآخر قاضی نوراللہ شوستری کیفر کردار کو پہنچے۔ اسی دھرتی سے مرزا غلام احمد قادیانی جنم لیتا ہے اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ گورداسپور ہی سے غلام احمد پرویز اٹھتا ہے اور احادیثِ رسول اللہ ﷺ کے خلاف محاذ کھڑا کرتا ہے اور لاہور آکر باقاعدہ فتنے کو تنظیمی شکل دیتا ہے۔ پنجاب کے ضلع میانوالی کی تحصیل چکڑالہ سے غلام نبی نام کا بندہ سر اٹھاتا ہے اور حدیث کا منکر اور اہل قرآن کہلوا کر شہرت پاتا ہے اور حدیث کا بغض اسے ''غلام نبی'' سے ''عبداللہ'' نام تبدیل کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ہندوستان کے شہر دیوبند میں بزرگانِ اہل سنت پوری یکسوئی کے ساتھ خدمتِ دین میں مصروف تھے۔ اللہ کی محبت سے لبریز نورانی قلوب والے یہ سچے عاشقِ رسول ﷺ اپنے کام میں مگن تھے کہ اچانک بریلی سے ایک ''اعلیٰ'' نمودار ہو۔۔۔ اور انگریزی مشین سے ان بزرگوں پر کفر کے

فتووں کے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔اور انتشار کی وہ فضا پیدا کر دی جس کا خمیازہ آج تک یہ بدقسمت قوم بھگت رہی ہے۔ رہ گئی غیر تقلدیت! تو ان کی اپنی الگ اور انوکھی داستان ہے۔ یہ مختصری سرگذشت ان فتنوں کی ہے جو قیام پاکستان سے پہلے اپنے بال و پر نکال چکے تھے۔

سیّد عنایت اللہ شاہ صاحب اور فتنۂ مماتیّت

عنایت اللہ نام کے چار بزرگ ایسے ہیں جو فتنہ پردازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ان چاروں نے امت مسلمہ کے اندر اختلاف کی وہ دراڑ ڈالی کہ خدا کی پناہ! بالترتیب ان چاروں بزرگوں کے اسماء ملاحظہ ہوں۔

۱: عنایت اللہ المشرقی

۲: عنایت اللہ اثری غیر مقلد

۳: عنایت اللہ سانگلوی

۴: عنایت اللہ شاہ بخاری

پہلے بزرگ نے اپنی ''تذکرہ'' نامی کتاب میں عجیب گل کھلائے ہیں مثلاً قرآن مجید کی موجودہ ترتیب درست نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں (العیاذ باللہ) اور ایک جگہ رقمطراز ہیں ''شیعہ اور سنی، حنفی اور شافعی، مقلد اور غیر مقلد، صوفی اور وہابی میرے نزدیک کوئی شئ نہیں یہ سب جہنم کی تیاری ہے۔(تذکرہ، دیباچہ ص ٦٠) عنایت المشرقی کے رد میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے مستقل رسالہ شائع کیا تھا اور پشاور کے ایک بڑے اجتماع میں ان کے کفریہ عقائد کو بے نقاب کیا۔ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) فرماتے ہیں ''سنٹرل جیل لاہور میں چار پانچ خاکسار قید تھے، ان سے باتیں ہوئیں تو وہ حدیث کے

بالکل منکر تھے۔ (ماہ نامہ حق چار یار" کا حضرت جہلمیؒ نمبر ص ۴۴ نومبر ۱۹۹۸ء لاہور)
دوسرے نمبر کے عنایت اللہ اثری صاحب، یہ دراصل وزیر آباد کے رہنے والے تھے اور گجرات میں مقیم تھے، غیر مقلد عالم تھے۔ یہ موصوف جو تحقیق کے میدان میں کودے تو ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ایک کتاب "عیون زمزم فی میلاد عیسیٰ ابن مریم" لکھی اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد تھے (معاذ اللہ) اور آپ کے بن باپ پیدا ہونے والا واقعہ محض افسانہ ہے (لاحول ولاقوۃ الا باالله العلی العظیم) تیسرے نمبر کے عنایت اللہ سانگلوی، اہل بدعت کے سرخیل تھے قیام پاکستان کے بعد اگر مولوی سردار فیصل آبادی اور عنایت اللہ سانگلوی اس مملکت خداداد میں تشریف نہ لاتے تو یہاں شرک و بدعت کا وہ رنگ نہ ہوتا جو آج دیکھنے میں آرہا ہے۔ چوتھے نمبر کے سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب گجراتی ہیں، یہ بزرگ مشہور دیوبندی عالم تھے۔ مگر اچانک ان کا کانٹا بدلا اور ۱۹۵۸ء میں امت مسلمہ کے اتفاقی و اجماعی عقیدے حیات النبی ﷺ کا انکار کر دیا۔ عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور اقدس ﷺ پر حسب ضابطۂ خداوندی موت آئی ہے۔ مگر دنیاوی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو روضۂ اطہر میں حیات عطا فرمائی ہے۔ اور اسی حیات کی وجہ سے آنجناب ﷺ اپنے روضے پر پڑھا جانے والا صلوٰۃ و سلام سماعت فرماتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ ہمیں سب سے زیادہ افسوس انہی چار نمبر کے بزرگ پر ہے کیونکہ انہوں نے اس اجماعی عقیدے کا انکار دیوبندیت کے پلیٹ فارم سے کیا۔ حضور اقدس ﷺ کی حیات فی القبر کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطیؒ، امام بیہقیؒ، تقی الدین سبکیؒ، علامہ بدر الدین عینی حنفیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ سخاویؒ جیسے اہل علم وضاحت کرتے آئے ہیں۔ اور حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی الصدیقیؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) نے اس موضوع پر ایک نہایت علمی و

تحقیقی کتاب ''آبِ حیات'' تحریر فرمائی۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ نے رسالہ ''دفع العجاج'' لکھا۔ اور تمام مشائخ صراحت کے ساتھ لکھتے آئے ہیں کہ حضور علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ بہرحال ہم اس دعوے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ چودہ صدیوں میں انکارِ حیات کے فتنے نے جماعتی شکل لی ہے تو ۱۹۵۸ء میں گجرات سے سید صاحب کے زیر سایہ لی ہے۔ علماء دیوبند جو باطل کے آگے سدِ سکندری بننے میں بے چین رہتے ہیں اس فتنے کے ظہور کے بعد بھلا چین سے کہاں بیٹھتے؟ چنانچہ تحریروں اور تقریروں کی صورت میں اس فتنے کا سدِ باب کیا گیا۔ اور جید علماء کرام نے جن جن کتابوں میں تحقیق کے دریا بہا کر اس عقیدے کی حفاظت کی ہم نے ان تمام کتابوں پر اپنی کتاب ''لطمۃ الحق''، ''مناظرہ حیات النبی ﷺ''، اور ''انکشاف'' میں تبصرہ کر دیا ہے۔ یہاں بھی اُن کتب کے نام دیئے جاتے ہیں جو اکابر علماء دیوبند نے مسئلہ حیات النبی ﷺ اور ردّ مماتیت پر لکھیں۔

۱: تسکین الصدور، از امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہم۔

۲: مقام حیات، از حضرت علامہ پروفیسر خالد محمود صاحب مدظلہ۔

۳: رحمتِ کائنات، از مولانا زاہد الحسینیؒ۔

۴: حیات الاموات، از مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ۔

۵: القول النقی فی حیات النبی ﷺ، از حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ۔

۶: دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف، از مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالعزیز شجاعبادیؒ۔

۷: حیات انبیاء کرام، از حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ۔

۸ حیات النبی ﷺ، از مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہریؒ۔

۹: حیات النبی ﷺ اور مذاہب اربعہ، از حضرت العلام مولانا اللہ یار خان چکڑالویؒ۔

۱۰: ارشاد العلماء الی تحقیق مسئلہ سماع الموتی و حیات الانبیاءؑ، از شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ۔

۱۱: حیات نبوی ﷺ، از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔

۱۲: نور الصدور، از حکیم محمود احمد ظفرؒ۔

۱۳: الحیات بعد الممات، از مولانا نور محمد تونسوی صاحب۔

۱۴: حیات النبی ﷺ، از مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب۔

۱۵: کتاب حیات النبی ﷺ، از مولانا محمد انوری صاحبؒ لائلپوری۔

۱۶: عقیدۃ المحدثین، از مولانا سید مبارک علی شاہ صاحبؒ۔

۱۷: تنبیہ الانبیاءؑ، از مولانا سید امین الحق شاہ صاحبؒ۔

۱۸: علماء دیوبند کا عقیدۂ حیات النبی ﷺ اور عطاء اللہ بندیالوی

بریلوی علماء کی طرف سے اس عنوان پر قدرے علمی کتاب مولوی محمد اشرف سیالوی صاحب کی ''جلاء الصدور'' ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی کتاب ''حیات النبی ﷺ'' بھی شائع ہوچکی ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی چند ایک رسائل نظر سے گذرے ہیں مگر ان کی علمی

حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے۔اور ان کتابوں سے خود ان کے عقیدہ حاضر و ناظر پر زد پڑتی ہے بہر حال یہ ہمارا موضوع نہیں ہے۔

﴿سبب تالیف ھذا﴾

منکرین حیات النبی ﷺ نے کلمۂ حق کے نام سے کتاب شائع کی تھی جس کا جواب اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے ساتھ ہم نے "لطمۃ الحق" کے نام سے دیا۔ ابھی ہمارے قلم نے سانس ہی لیا تھا کہ غالیوں کی جانب سے ایک اور کتاب "المسلک المنصور" کے نام سے شائع ہوئی۔ تلہ گنگ کے علاقہ ٹمن سے محترم حضرۃ مولانا نور محمد آصف صاحب نے راقم الحروف کو یہ کتاب بھیجی۔ کتاب کا سرسری مطالعہ کرنے سے ہی ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مؤلف نے "ام الخبائث" انڈیل کر اس کی ابتداء کی۔ اور انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ کس بے حیائی اور بیباکی کے ساتھ یہ لوگ عقل و انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ کتاب کی ضخامت دیکھ کر ہم کچھ لمحے خوش فہمی کا شکار ہوئے کہ شاید اس میں تمیز و شائستگی کے ساتھ معقول طریقہ سے بحث کی گئی ہوگی۔ مگر مماتیوں سے تمیز و شائستگی کی امید؟ این خیال است و محال است و جنوں" مؤلف "المسلک المنصور" پھکڑ بازی مین پہلے تمام مماتی مؤلفین سے بازی لے گئے ہیں۔ المسلک المنصور دراصل حضرت مولانا منیر احمد صاحب (استاذ الحدیث باب العلوم کہروڑپکا) کی ایک تقریر کا جواب ہے جو آپ نے مدرسہ حیات النبی ﷺ ٹمن (تلہ گنگ) میں کی تھی۔ بعد ازاں اس تقریر کو بزم "شیخ الہند" "تلہ گنگ کی طرف سے "تقریر دلپذیر" کے عنوان سے شائع کر دیا گیا۔ حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم کی تقریر تو خالص علمی تھی مگر مماتیوں کے اندر کا "ابلیس" پھر جاگ اٹھا۔ اور "توحید سنت" کا ایک "خادم" لنگوٹ کس کر جواب دینے پر آمادہ ہوا۔ کتاب کل کی کل مماتی جماعت کے ایک عالم محمد حسین نیلوی شاہ صاحب کی کتاب "ندائے حق" سے سرقہ شدہ ہے

۔کتاب تو کسی طریقہ سے لکھ دی گئی۔مگر کتاب کا نام کیا رکھا جائے؟زنگ آلود دماغ نے یہ تجویز دی کہ امام اہل سنت حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہ نے ۱۹۸۶ء میں نیلوی صاحب کی کتاب ''الکتاب المسطور'' کا جواب ''المسلک المنصور'' کے نام سے دیا تھا۔وہی سرقہ کرلیا جائے۔گویا مکان کسی کا،دروازہ کسی کا!اور نام اپنا چلے گا۔اگرچہ اس کے اندر کوئی قباحت نہیں ہے کئی ایک علماء کی کتب کے نام ایک جیسے ہوتے ہیں مثلاً ''معارف القرآن'' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا بھی اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا بھی ہے۔چوتھی صدی ہجری کے ولیؒ کامل علامہ ابوبکر محمد کلاباذی حنفیؒ نے ''التعرف لمذہب اہل التصوف'' کے نام سے کتاب لکھی اور اسی نام سے حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کا رسالہ بھی ہے۔اس کا نام ''التعرف فی تحقیق التصرف'' ہے۔شاہ اسماعیل شہید کی کتاب کا نام ''عبقات'' ہے اور علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی کتاب کا نام بھی ''عبقات'' ہے۔اسی طرح علامہ خالد محمود صاحب کی کتاب ''خلفاءِ راشدین'' کے نام سے ہے اور حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی بھی ہے۔اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب ''تقریر دلپذیر'' ہے اور بزم شیخ الہندؒ کی جانب سے حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم کی تقریر کو بھی اسی نام سے شائع کیا گیا۔علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب ''کشف الستر'' کے نام سے ہے اور اسی نام سے مماتی مولوی مولانا شیر محمد صاحب نے بھی کتاب لکھی۔حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ کی ایک کتاب کا نام ''احسن البیان'' ہے اور اسی نام سے غیر مقلدین کی تفسیر بھی ہے جو صلاح الدین یوسف صاحب نے مولانا محمد جونا گڑھی کے ترجمے کے ساتھ شائع کی ہے۔حضرت مدنیؒ کی الشہاب الثاقب ہے اور مولانا قاضی شمس الدین کی بھی۔کنز الدقائق ہماری فقہ کی مشہور کتاب ہے جبکہ ایک شیعہ عالم نے بھی ''تفسیر کنز الدقائق'' لکھی ہے۔دیگر بھی کئی

ایک حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ ہمیں اس پر اعتراض قطعاً نہیں ہے بلکہ ہمیں مسرت ہے
کہ ان دوستوں کو علم کی جو بات ملتی ہے وہ ہمارے ہی گھر سے ملتی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔
صرف ریکارڈ کے طور پر ہم نے یہ بات لکھی ہے کہ اسی نام سے آج سے بیس سال قبل
ہمارے شیخ مدظلہم کتاب لکھ چکے ہیں۔ بہر حال دوستوں کے حکم پر ''المسلک المنصور'' کا
جواب راقم الحروف نے لکھا اور اب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں
ہے۔ یہ کتاب بزمِ شیخ الہندؒ تلہ گنگ کے احباب شائع کروا رہے ہیں۔ کتاب کی تیاری میں
والدین اور اپنے بزرگوں کی دعائیں حسبِ سابق اب بھی شامل رہیں۔ کسی بھی کتاب کا
تحقیقی جواب لکھنے کے لئے کئی کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے جو بڑی عرق ریزی کا
کام ہے۔ اور آدمی خواہ کتنا ہی باذوق اور کتابوں کا کیڑا ہو سب کی سب کتابوں کا موجود ہونا
ناممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ علم ایک ایسا سمندر ہے جس میں غرق ہونے کے بعد بھی علم کی پیاس
نہیں بجھتی۔ اور پھر مجھ جیسے بے سرمایہ آدمی کے لئے کتابوں کا ذخیرہ کرنا آسان کام نہیں
ہے۔ اللہ پاک جزائے خیر دیں مخدوم مکرم جناب حضرت مولانا محبّ النبی صاحب مدظلہم
(بانی دار العلوم مدینہ لاہور) کو کہ آنجناب نے اپنی لائبریری کا نہ صرف دروازہ اس عاجز
کے لئے کھولے رکھا بلکہ حسبِ ضرورت راہنمائی بھی فرماتے رہے۔ میں تہہ دل سے شکریے
کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں؟ میں دعا گو ہوں کہ اے کائنات کے رب! اے پیاسی زمین
کے مُنہ میں گھنگھور گھٹاؤں کا ''آبِ زُلال'' ٹپکانے والے، اے بے برگ و ثمر اشجار کو دولتِ
ثمر عطا کرنے والے، اور اے درختوں کو دستِ صبا سے ہلا ہلا کر اپنی حمد و ثنا کرانے والے! اے
مظلوموں کو ظالموں سے ٹکرانے کا حوصلہ دینے والے، اور اے صحرائے معاصی میں بھٹکنے
والے مجرموں کو اپنے فضل و رحمت کے دامن میں چھپا لینے والے رب! تو میرے عُیوب
سے بخوبی واقف ہے۔ میرے صغائر و کبائر کا ایک دفتر تیرے سامنے ہے اے ارحم الراحمین!

تو اپنے لاڈلے نبی ﷺ جو خواجۂ کائنات ہیں، منبع فیوضات ہیں، چودھویں کا چاند ہیں، شہنشاہ کون ومکان ہیں، آشیانِ عرفان کے شہباز ہیں، گلشن رسالت کی عود ہیں، نافۂ نبوت کی مُشکِ روحانیت ہیں، تیرے کارخانۂ قدرت کی بہترین صنعت ہیں، تیرے نگارخانہ کی اعلیٰ تصویر ہیں، وہ جس کی نبوت کا قدم مقام اقصیٰ تک جا پہنچا، وہ جو سدرہ کی شاخ سے ''دنیٰ فتدلّٰی'' کا میوہ چکھ کر آئے، وہ جو ''سبحان الذی اسرٰی'' کے پروں سے اڑ کر سدرۂ منتہیٰ پر تیری حمد کا ترانہ الاپنے گئے، وہ جو دریائے حُسن کے موتی اور آسمان فصاحت کے درخشندہ آفتاب ہیں، وہ چاند کے چہرے والے، آفتاب کی پیشانی والے، والضحیٰ کی روشنی والے، واللیل کی زلفوں والے، مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی کے بخت والے، وَلَسَوفَ یُعطِیکَ رَبُّکَ فَتَرضٰی کی برہان والے، اَلَم یَجِدکَ یَتِیماً فَاٰوٰی کی آب وتاب والے، سید السادات، سند السعادات، صدر کائنات، بدر موجودات، بلند رتبۂ سلطان، خواجۂ کونین، رسول الثقلین، صاحب قاب وقوسین، آب وگل کی آنکھوں کے نور، جان ودل کی پتلیوں کی ٹھنڈک، بُلبل گلبن رسالت، عندلیب گلشن بسالت، ماہِ آسمان دلبری دُر دُرج بطحا، اختر برج طٰہٰ، تمام گناہ گاروں کے شفیع مکرم، مجتبیٰ، معظم، معلم، مقدم، مقتداء، سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقے میری خطاؤں سے درگذر کا معاملہ فرما۔ اور مجھے آخری دم تک اپنے نیک بندوں کی محبت پر قائم رکھ اوران کے مسلک حقہ سے وابستہ اور مجھ سمیت تمام سُنی مسلمانوں کو عصر حاضر کے تمام فتنوں سے محفوظ رکھ، اور قرآن وسنت کی دولت اسلاف کے فہم کے مطابق نصیب فرما امین بحرمتہ نبی الکریم ﷺ۔

خاکپائے اکابرین اہل سنت دیوبند

حافظ محمد عبدالجبار سلفی عفا اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور

باب اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مؤلف ''المسلک المنصور'' لکھتے ہیں ''حالات کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کو بنیادی مسائل سے آگاہ کیا جائے اور فکر آخرت کا درس دیا جائے اور ایسے مسائل جو غیر ضروری ہیں ان کو ہوا دے کر عامۃ المسلمین کو محراب و منبر سے دور نہ کیا جائے...... لیکن بعض شرپسند عناصر نے عرصہ دراز سے علاقہ کی فضا اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے مکدر کر رکھی ہے۔ اور اہل حق پر قسم قسم کی الزام تراشیوں اور ناجائز فتویٰ بازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک توحید، رسالت، اور قیامت جیسے بنیادی اور اہم عقائد سے مسئلہ حیات الاموات زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ توحید بیان کرنے سے ان کی زبانیں گنگ ہو چکی ہیں۔ اور اہل حق کے بغض، حسد، اور عناد سے ان کے دل سیاہ ہو چکے ہیں۔ اس لئے رات دن ایک ہی مسئلہ کی اشاعت میں مصروف عمل ہیں، چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی تقریر دلپذیر کے عنوان سے ایک نام نہاد، تبرا باز شیخ الحدیث صاحب کی تحریفات و تلبیسات کا مجموعہ شائع کیا گیا..... ﴿المسلک المنصور ص ۱۹﴾

جواب:

جناب مؤلف صاحب! جب بقول آپ کے یہ مسئلہ ''غیر ضروری'' ہے تو آپ نے اتنی مشقت اٹھاتے ہوئے کتاب کیوں لکھ ماری؟ کوئی توحید و رسالت یا قیامت پر خامہ فرسائی کر لیتے۔ یا لوگوں کو فکر آخرت کا سبق دے دیتے۔ تمہارے فرقہ کو اس کے علاوہ کوئی عنوان نہیں ملتا۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب نے اسی ''غیر ضروری'' مسئلہ کی خاطر ''حضرت نانوتویؒ '' کی کتاب ''آبِ حیات'' کو جوتیوں پر ڈال دیا تھا۔ سید صاحب ساری زندگی اکابر کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ مولوی احمد سعید خان صاحب اس غیر ضروری مسئلہ کی خاطر اسلاف کا مذاق اڑاتے رہے۔ فتوے بازی اس غیر ضروری مسئلے کی خاطر ہوتی رہی۔ دیوبندیت کے نام سے قوم کو ایک عرصہ دھوکا دینے کے بعد، گستاخی رسول ﷺ اور گستاخی صحابہؓ کے مرتکب ہونے کے بعد جب بڑے دنیا چھوڑ گئے تو اب چھوٹوں کو خیال آیا کہ اُف! یہ مسئلہ تو غیر ضروری ہے؟

کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

سید عنایت اللہ صاحب قائلین سماع موتی اور قائلین حیات النبی ﷺ کو اپنی تقریروں میں ''لوئر کلاس'' مشرک کہا کرتے تھے (ملاحظہ ہو نغمہ توحید ص ۱۸ رجب ۱۴۱۱ھ)

قارئین کرام! کیا یہ مماتیوں کی ''نظریاتی خودکشی'' نہیں کہ جس مسئلہ پر بانی فرقۂ ممات لچھے دار تقریریں کرتے رہے ''لوئر کلاس'' مشرک اور ''اپر کلاس'' مشرک بناتے رہے آج ان کے ایک حواری کہتے ہیں کہ یہ ''مسئلہ غیر ضروری'' ہے! مؤلف ''المسلک المنصور'' کی اس بات سے خدا جانے سید صاحب اور نیلوی صاحب پر کیا گذری ہوگی؟۔ باقی مؤلف کا یہ کہنا کہ ''توحید بیان کرنے سے ہماری زبانیں گنگ ہو چکی ہیں'' سو فیصد جھوٹ ہے۔

ان ''جنت الحمقاء'' کے باسیوں کو علم ہونا چاہیے کہ اللہ کے فضل سے مسئلہ توحید پر جتنی کتب لکھی گئی ہیں وہ سب کے سب ان علماء حق کی ہیں جو حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ آپ اپنی کارکردگی بتائیں کہ آپ نے اس خوشنما ''لیبل'' سے توحید کی کتنی خدمت کی ہے؟ اہل بدعت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کرنے والے مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ ہمارے علماء حق دیوبند کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ جنہوں نے اہل بدعت کے خلاف ''تحفہ لاثانی برفرقۂ رضا خانی'' ''نصرت آسمانی'' اور ''فتح حقانی'' جیسے رسائل لکھے۔ یہ مرد مجاہد کون تھے؟ جی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں ''ہمارے رسول اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اپنی قبر اقدس واطہر میں موجود ہیں (تفسیر آیات خلافت ص ۲۷) نیز فرماتے ہیں ''ہمارے نبی کریم ﷺ بھی اپنی قبر اقدس وانور میں موجود ہیں اور ایسی زندگی کے ساتھ کہ اس عالم کی کروڑوں زندگیاں اس پر قربان ہیں (تفسیر آیات امامت ص ۶) حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ جنہوں نے شرک وبدعت کی تردید میں ''سوط الابرار'' جیسی کتاب تحریر کی اور اہل ہند کو توحید کے جام پلائے یہ کون تھے؟ یہ وہی مولانا عبدالغنیؒ ہیں کہ جب ایک بدعتی نے المہند کے خلاف ''التحقیقات لدفع التحریفات'' لکھی تو انہوں نے جواباً ''الجنتہ لاھل السنتہ'' لکھی اور المہند کے اندر مسئلہ حیات النبی ﷺ مماتیوں کو بھلا کیسے بھول سکتا ہے؟ اسی طرح ''الشہاب الثاقب'' کے مصنف شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، ''صاعقہ آسمانی'' اور ''سیف یمانی'' کے مصنف حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، گلدستہ توحید دل کا سرور، آنکھوں کی ٹھنڈک، ازالتہ الریب جیسی کتب کے مصنف امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہ، چراغ سنت، الصلوۃ والسلام، کے مصنف مولانا سید فردوس علی شاہ صاحبؒ، براہین اہل سنت کے مصنف علامہ دوست محمد قریشیؒ، ''توحید اور شرک کی حقیقت'' کے مصنف مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ، ''مطالعہ بریلویت'' لکھنے

والے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ، "التحقیق النادر فی مسئلۃ الحاضر والناظر" کے مصنف حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی" یہ بزرگ کون سا عقیدہ رکھتے تھے؟ یہ سب کے سب سُنی حنفی دیوبندی تھے یا مماتی؟ جناب دلوں پر سے سیاہی اتاریئے۔ آپ کو بھی توحید وسنت کا سبق ہمارے ہی گھر سے ملا ہے۔ اور اس کے بدلے آپ نے ان اکابر کے خلاف بدظنی پیدا کرنے کا کوئی موقع فروگذاشت نہیں کیا۔ اپنے آپ کو موحد اور حق گو کہتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی کہ ایک حدیث کا سبق پڑھانے والے بزرگ عالم دین کو "تبراباز، نام نہاد، متحرف، متلبس، اور نہ جانے کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔ یہ تو وہ بغض اور گند ہے جو ظاہر ہو رہا ہے وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ.

﴿مؤلف المسلک المنصور کا ایک قیمتی مشورہ﴾

المسلک المنصور کے مؤلف صاحب نے اپنے مماتی ٹولے سے الزامات کو رفع کرنے کے لئے بعض کتب کے مطالعے کا مشورہ دیا ہے۔ اس سے قبل کہ ہم آگے چلیں سب سے پہلے ان کے مشورہ پر عمل کرتے ہیں۔ مولف صاحب نے جن کتب کے پڑھنے کا مشورہ دیا ان میں سرفہرست جناب مولانا محمد حسین شاہ نیلوی کی کتاب "ندائے حق" ہے۔ دوسرے نمبر پر حضرت قاضی شمس الدین صاحب کی تسکین القلوب اور شہاب الثاقب ہے۔ اور اس کے بعد مولانا محمد طیب صاحب پنج پیری کی "مسلک الاکابر" پڑھنے کا مشورہ دیا ہے ﴿المسلک المنصور ص ۴۹﴾

جواب:

میں نے بھی گہرا لیے چنے کانِ سُخن سے
امید ہے، رکھیں گے مجھے اہل زباں یاد

قارئین کرام! مولف کے مشورہ کے مطابق ہم نے مذکورہ بالا کتب کا مطالعہ کیا۔

بعد از مطالعہ جو کچھ ہمیں ملا ہم نظر قارئین کرتے ہیں۔

اولاً: ندائے حق ہمارے سامنے ہے۔ اس کی جلد اص ۲۳، ۳۳، ۴۴؛ ۲۷۱، ۲۸۳ پر نیلوی شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ روح کا تعلق اجزائے اصلیہ سے ہوتا ہے۔ دست بستہ ہم مماتی جماعت کے مؤلف اور ان کی متکبر پارٹی سے گذارش کریں گے کہ "اجزائے اصلیہ سے تعلق روح کے لئے قرآن مجید کی کوئی نص یا حدیث متواتر جو عقیدے میں کام آئے (جس طرح آپ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں) پیش کر سکتے ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر ہم سے تعلق روح کا مطالبہ کرنے سے قبل نیلوی صاحب کی مرقد پر جا کر ماتم کرو یا پھر ان پر بھی کوئی فتویٰ صادر کرو۔

﴿رسالت اور نبوت روح کی صفت ہے، جسم کی نہیں۔ نیلوی صاحب کا عقیدہ﴾

سید نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ نبوت صفت روح ہے۔ مکمل عبارت یوں ہے "یہ بات تو ثابت اور محقق ہو چکی ہے کہ رسالت اور نبوت دراصل روح کی صفت ہے نہ جسد عنصری مع الروح کی۔ اور موت کا روح کے ساتھ کچھ تعلق نہیں یعنی روح نہیں مرتی۔ (ندائے حق ص ۵۰۸ از نیلوی صاحب) جناب مؤلف اینڈ کمپنی! آپ نے نیلوی صاحب کا فرمان پڑھا کہ نبی ورسول روح ہے۔ روح وجسم کے مجموعے کو نبی نہیں کہتے

سوال نمبرا:

ہمارا سوال یہ ہے کہ جناب نبی ورسول صرف روح کو ماننے سے قرآن پاک کی کتنی آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ جن میں نبی ورسول کا مبارک خطاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات روح مع الجسد کو کیا گیا ہے۔

۱: یآ اَیُّھَا النَّبِیُّ قُل لِّا اَزْوَاجِکَ وَبَنَا تِکَ وَنِسآءِ المؤ منین (پارہ نمبر۲۲ آیت نمبر ۵۹) (ترجمہ! اے نبی! کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو) کیا یہاں نبی صرف روح کو کہا گیا؟ کیا عورتوں کے ساتھ نکاح صرف روح کا ہوا یا روح مع الجسد کا؟ کیا بنات صرف روح کی تھیں یا روح مع الجسد کی؟

۲: یآ اَیُّھَا الرَّسُولُ بَلِّغ مآ اُنزِلَ اِلَیکَ مِن رَّبکَ (پارہ نمبر۱۶ آیت نمبر۶۷) (ترجمہ! اے رسول پہنچا دے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے) جناب محقق صاحب! کیا یہاں رسول صرف روح کو کہا جا رہا ہے؟ اور کیا تبلیغ صرف روح کرتی ہے یا روح مع الجسد؟

۳: یآ اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مآ اَحَلَّ اللّٰہ لکَ (پارہ نمبر۲۸) اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔

۴: یآ اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الکُفَّارَ وَالمُنَافِقِینَ وَاغلُظْ عَلَیھِمْ (اے نبی! لڑائی کر منکروں سے اور دغا بازوں سے) کیا لڑائی روح کرتی ہے یا روح مع الجسد؟۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے فلسفے کے مطابق مذکورہ بالا آیات سمیت قرآن مقدس کی بے شمار آیات واحکامات کا انکار ہوتا ہے۔ اب ہم ''مسلک منصور'' والوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کا عقیدہ نیلوی صاحب والا نہیں تو اُن پر کیا فتویٰ لگاؤ گے؟ اور اگر آپ کا عقیدہ نیلوی صاحب والا ہے تو آپ قرآن مجید کے منکر ہیں۔ اب آپ نیلوی صاحب کی طرف آتے ہیں تو قرآن مجید سے جاتے ہیں اور اگر کتاب مبین کی جانب آتے ہیں تو نیلوی صاحب سے جاتے ہیں۔

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب وداماں کا

جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا، جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

سوال نمبر۲:

﴿مماتی وفاتِ نبی ﷺ کے منکر ہیں﴾

نبی اور رسول بقول نیلوی روح ہے۔ اور روح پر موت نہیں آئی تو گویا صاحب ندائے حق کے نزدیک حضور ﷺ پر موت نہیں آئی جبکہ تمام مسلمان حضور ﷺ پر موت آجانے کے قائل ہیں، ہم المسلک المنصور لکھنے والے ''بہادروں'' سے پوچھتے ہیں کہ ''لا یموت'' اللہ کی صفت ہے۔ آپ یہی صفت پیغمبر کو عنایت فرمارہے ہیں۔ اس سے بڑا شرک کائنات میں اور کیا ہوگا؟ اور آپ سے بڑا مشرک اور کون ہوگا؟ لو جناب۔ آج تک جو اہل حق کو الزام دیتے آئے کہ یہ معاذ اللہ وفات نبی ﷺ کے منکر ہیں۔ اب ارباب انصاف خود فیصلہ کریں گے کہ وفات نبی ﷺ کا منکر کون ہے؟

سوال نمبر۳:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ابوجہل اور ابولہب وغیرہ سے پوچھیں گے کہ میرا نبی تمہارے پاس آیا تم نے آقائے دوعالم ﷺ کو دیکھ کر بھی کلمہ پڑھنے سے انکار کردیا۔ آگے سے کفار (بقول مماتی صاحبان) اگر کہہ دیں کہ ہم نے تیرے نبی کو دیکھا ہی نہ تھا، پتہ نہیں کہاں آئے؟ (کیونکہ روح غیر مُبصر چیز ہے) ابوجہل نیلوی صاحب کی ''ندائے حق'' پیش کردے گا کہ نبی صرف روح ہے تو اس وقت مؤلف ''المسلک المنصور'' ابوجہل کی حمایت کریں گے یا اللہ تعالیٰ کی؟

سوال نمبر۴:

روح ایک نورانی چیز ہے۔ اور ہم پر مماتی ٹولہ آئے روز بریلوی ہونے کا الزام لگاتا ہے۔ جب نیلوی صاحب نے روح کو نبی کہہ دیا تو بشریت کا انکار ہوگیا۔ حالانکہ اہل

حق کا عقیدہ یہ ہے کہ آنجناب ﷺ باعتبارِ جنس بشر ہیں اور باعتبارِ ہدایت نُور ہیں۔ نیلوی صاحب بشریت کے منکر ہو کر کیا ٹھہرے؟

سوال نمبر ۵:

بقول نیلوی صاحب نبی اگر روح کا نام ہے تو ظاہر ہے پھر نبی کو کسی نے نہیں دیکھا تو صحابی کون بنا ہوگا؟

سوال نمبر ۶:

اسوۂ حسنہ افعال واعمال اور حرکات وسکنات نبوت کا نام ہے۔ جو بدن سے صادر ہوتی ہیں۔ جب آپ کے نزدیک نبی روح کا نام ہے، تو اسوۂ حسنہ تو نظر ہی نہیں آیا اب عمل کیسے کریں گے؟ قارئین کرام! جس کتاب کو پڑھنے کا مشورہ جناب نے دیا ہے اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱: نبی ﷺ نے شادی نہیں کی — کیونکہ نبی روح کا نام ہے۔

۲: نبی ﷺ پر موت نہیں آئی — کیونکہ نبی روح کا نام ہے اور روح پر موت نہیں آتی۔

۳: نبی ﷺ کو کسی بشر نے نہیں دیکھا۔ کیونکہ روح غیر مُبصر چیز ہے۔

۴: نبی ﷺ بشر نہیں بلکہ نور ہیں — -------------

۵: نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ کوئی نہیں — -------------

۶: نبی ﷺ کی تدفین نہیں ہوئی — -------------

۷: نبی ﷺ نے تبلیغ نہیں فرمائی — -------------

۸: نبی ﷺ نے جہاد نہیں کیا — -------------

۹: نبی ﷺ نے رمضان میں روزے نہیں رکھے کیونکہ نبوت روح کا نام ہے۔

۱۰: آج مدینہ شریف والی قبر مبارک میں حضور ﷺ نہیں ہیں (العیاذ باللہ)

نتیجہ کیا نکلا؟

۱: مماتی قرآن مجید کے منکر ہیں

۲: بشریتِ رسول ﷺ کے منکر ہیں

۳: وفاتِ نبی ﷺ کے منکر ہیں

۴: اور شرفِ صحابیت کے بھی منکر ہیں

المسلک المنصور کے مؤلف ندائے حق کے مطالعے کا ہمیں مشورہ دے کر "اوکھلی" میں سر دے بیٹھے۔ ہم نے عمل کر کے نتیجہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اب سارے مماتی صاحبان سر میں راکھ ڈال کر آہ و زاری کرتے ہوئے غالبؔ مرحوم کے دروازے پر جا کر اُنہی کے انداز میں کہو!

حیراں ہوں دل کو روؤں، کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں، "نوحہ گر" کو میں
چھوڑا نہ رشک نے! کہ تیرے گھر کا نام لوں
ہر ایک سے پوچھتا ہوں! کہ جاؤں کدھر کو میں

حدیث اَلْاَنبیاءُ اَحْیاءٌ فِی قُبُورِھِمْ یُصَلُّون میں کوئی شک نہیں! قاضی شمس الدین کا عقیدہ

مؤلف صاحب نے ہمیں تسکین القلوب کے مطالعے کا مشورہ دیا۔ لیجیے صاحب! تسکین القلوب ہمارے سامنے ہے۔ قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں "اَلْاَنبیاءُ

اَحیآء فِی قُبورِھِمْ یُصَلُّون لا شک فیه " (تسکین القلوب ص ۴۷) قاضی صاحب فرماتے ہیں اس حدیث میں کوئی شک نہیں۔ آپ کے معتمد علیہ عالم کو تو کوئی شک نہیں مگر چونکہ آپ قاضی صاحبؒ سے بڑے "محقق، مدقق، اور مدبر" ہیں، آپ کو تو یقیناً شک ہوگا۔ اگر جناب کو حضرت قاضی صاحب پر اعتماد ہے تو ان کی تحقیق مانیے اور اگر اعتماد نہیں تو ان کی کتاب پڑھنے کا مشورہ کس منہ سے؟ لگے ہاتھوں قاضی صاحب کی ایک اور عبارت پڑھتے جائیے۔ فرماتے ہیں "فقہاء کرام اور متکلمین کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہو، پھر بھی قبر کے عذاب وثواب اور تألم وتلذذ کا شریک ہے اور فتویٰ بھی فقہاء کے قول پر دینا چاہیے۔ (ایضاً) جناب روح وجسم کو شریک عذاب وثواب تسلیم کیجیے ورنہ اپنا مشورہ واپس لیجیے! اور ہاں! آپ جو آئے روز ہمارے اکابرین خصوصاً امام اہل سنت حضرت العلام مولانا الشیخ محمد سرفراز صاحب صفدر مدظلہم کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہو۔ قاضی شمس الدین صاحب نے ہمارے بڑوں کو بڑا اور خود کو چھوٹا تسلیم کیا ہے۔ ہمارا بھی مشورہ ہے کہ آپ ذرا اپنے بزرگوں کی کتب کا بنظر عمیق مطالعہ فرمائیں۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں "ہم آج تک ان کے خادم رہے، انہیں بڑا سمجھا، اور بڑے ہیں بھی، اور اپنے آپ کو ان کا چھوٹا بھائی اور خادم سمجھا...... بات کیا تھی اگر عنایت اللہ شاہ بخاری کی کوئی بات انہیں پسند نہیں آئی تھی تو اسے اپنی جگہ دلائل سے سمجھاتے بلکہ یہ بڑے تھے وہ چھوٹا اسے اپنی جگہ خوب جھاڑ دے دیتے...... ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح پہلے سے معاملہ چلا آ رہا ہے یہ بڑے ہم چھوٹے، یہ مخدوم ہم خادم، اسی طرح آئندہ بھی چلتا رہے۔ اسی میں بہتری ہے اور یہی ان شاء اللہ عند اللہ پسندیدہ ہے۔ ﴿القول الجلی فی حیات النبی ﷺ ص ۱۰۹، ۱۱۰۔ از قاضی شمس الدین صاحبؒ﴾

﴿اہل سنت والجماعت کا عقیدۂ عذاب وثواب قبر﴾

اہل سنت والجماعت کا نظریہ یہ ہے کہ جب قبر میں میت پہنچ جاتی ہے تو روح جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔ یہ روح مکمل طور پر جسم میں داخل ہوتی ہے جیسے دنیا میں تھی یا اس قدر اتصال ہوتا ہے کہ جس سے عذاب وراحت کا احساس ہوتا ہے، یہ ایک مستقل بحث ہے۔ اس موضوع پر زیادہ تفصیل سے کلام کرنا عوام کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں، اور جہاں تک اہل علم کے سمجھنے سمجھانے کا تعلق ہے تو اس عنوان پر بے شمار مدلّل ومفصل کتب شائع ہوچکی ہیں۔ مختصراً عرض ہے کہ عذاب وثواب قبر کے بارے میں بنیادی طور پر تین مذاہب ہیں، ہم چونکہ اہل سنت والجماعت ہیں، ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اس مسئلے پر اہل سنت والجماعت کا مسلک کیا ہے؟ مؤلف المسلک المنصور نے کافی عبارتوں کی کانٹ چھانٹ کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی اس عنوان پر اہل سنت میں اختلاف موجود ہے۔ حالانکہ یہ نادانوں کا سوء فہم ہے کہیں سے معتزلہ کی عبارت لے لی، کہیں سے خوارج کا مسلک پکڑ لیا اور کہیں سے اپنے اکابر کی ادھوری عبارت دے دی اور پھر اس کو اختلاف کا نام دے کر اپنا چور دروازہ نکالنا مماتیوں کا پرانا وطیرہ ہے "کہیں کی اینٹ، کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ جھوٹ اس روانی سے بولتے ہیں گویا یہ کوئی گناہ ہی نہیں۔ ہم نے گذارش کی کہ عذاب وثواب قبر کے متعلق تین مذاہب ہیں۔

پہلا مذہب: عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے۔

دوسرا مذہب: عذاب قبر صرف جسم کو ہوتا ہے

تیسرا مذہب: عذاب قبر جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔

ان میں سے پہلا مذہب ابن حزم وغیرہ کا اور دوسرا مذہب (یعنی عذاب فقط جسم کو ہوتا ہے)

محمد بن جریر کرامی اور فرقۂ صالحیہ کے سربراہ صالحی کا ہے۔ تیسرا قول ہی سب سے معتبر ہے اور یہی صحیح تر مذہب ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

محله الروح والجسد جميعا باتفاق اهل السنته و كذالقول فى النعيم (شرح الصدور: ۷۵۔۷۶)۔

اہل سنت کے مذہب کے مطابق عذاب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں اور یہی مسلک ثواب کے بارے میں ہے۔

علامہ صاوی مالکیؒ فرماتے ہیں۔

ما وصل للروح من النعيم يحصل للجسم ايضاً. روح کو جو ثواب ملتا ہے وہ جسم کو بھی ملتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعا باالتفاق اهل السنته. بلکہ اہل سنت کے نزدیک عذاب و ثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۷۲) علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ بعض تفردات کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں مگر ہر دو کا علمی مقام مسلّم ہے اور دونوں اہل سنت کے قابل قدر بزرگ ہیں چنانچہ ملا علی القاری حنفی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں "كانا من اكابر اهل سنة والجماعته ومن اولياء هذه الامته" (جمع الوسائل ج ۱ ص ۲۰۸) یہ دونوں (ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ) اہل سنت والجماعت کے اکابر ہیں اور اس امت کے اولیاء میں سے ہیں۔ علامہ عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں "یہ اس بات کی تصریح ہے کہ مُردوں کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ ایک تعلق رکھتی ہیں جو قبروں میں ہیں اگرچہ ان کے اجسام بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائیں۔ عبارت یہ ہے" هذا صريح فى ان روحانيات الموتىٰ متصلة باجسامهم التى فى قبورهم وان

بلیت اجسامهم وصارت ترابا (کشف النورص۱۲)

﴿مؤلف المسلک المنصور کی جہالت﴾

مماتی ٹولے کے یہ نئے محقق خضر حیات صاحب کوئی ہیں۔ جو المسلک المنصور کے مؤلف ہیں اب ان کی تحقیق انیق بھی ملاحظہ ہو۔ ''نہ تو دنیاوی حقیقی شرط ہے اور نہ ہی اعادہ روح فی الجسد العصری یا روح کا تعلق حیات، بدن عنصری کے ساتھ شرط ہے جو لوگ عذاب وثواب قبر اور اس کے ادراک کے لئے اعادہ روح جسد عنصری میں یا روح کا تعلق.... حیات بایں معنیٰ کہ بدن عنصری میں حیات حقیقی پیدا ہو جائے شرط قرار دیتے ہیں وہ قرآن وسنت اور مذاہب اہل سنت سے جاہل وناواقف ہیں ﴿المسلک ص۲۲﴾

جواب:

تصنیف وتالیف کے بھی کچھ اسلوب اور آداب ورموز ہوتے ہیں، ''مؤلف المسلک'' کی اکثر عبارات پڑھ کر سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کہ موصوف نے مماتی ٹولے میں نام پیدا کرنے کے لئے اونگھتے اور سوتے ہوئے کتاب لکھی ہے۔ عبارت کا باہمی ربط نہیں۔ فقرات بے ترتیب، اور اردو قواعد وانشاء کی رُو سے بالکل غلط بے جوڑ اضافتیں اور لمبے لمبے عطف جا بجا دیکھنے میں آئیں گے۔ خیر اس عنوان پر بحث پھر کبھی سہی! مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ بدن عنصری کے ساتھ حیات حقیقی کے اتصال کا مسلک رکھنے والے قرآن وسنت سے جاہل اور ناواقف ہیں۔ پہلے تو ہم جناب سے پوچھیں گے کہ حضور والا کوئی حیات مجازی بھی ہوتی ہے، چلو حقیقی نہ سہی، ذرا مجازی کی تعریف ارشاد فرمادیں۔ دوسرے نمبر پر اگر ہم یہ کہیں کہ مؤلف کی اس بات سے جمیع اہل سنت والجماعت کے بڑے بڑے اکابر کا جاہل ہونا لازم آتا ہے جن میں سراج الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے لے

کر حضرت شیخ تھانویؒ تک بھی شامل ہیں، تو ان کے فولادی دماغ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اس لئے ہم مؤلف کے اپنے گھر کی خبر پیش کرتے ہیں۔

﴿مؤلف المسلک المنصور کے نزدیک نیلوی شاہ صاحب، قاضی شمس الدین صاحب اور پنج پیری سب جُہلا ہیں﴾

۱: منکرین حیات النبی ﷺ کے سرخیل محمد حسین شاہ صاحب نیلوی رقمطراز ہیں ''روح کا تعلق اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے اور تعلق بھی اتنا جس سے سکھ دُکھ محسوس کر سکے (ندائے حق ص ۳۳ ج ۱) اسی طرح ص ۴۱۰، ص ۴۴۰، ص ۱۷۱ اور ۴۲۸ پر بھی جسم کے ساتھ تعلق روح کو نیلوی صاحب نے تسلیم کیا ہے۔

۲: پنج پیری (صوابی) اشاعت التوحید کے مرکز سے مولانا طیب طاہری صاحب کی زیر ادارت رسالہ ماہنامہ التوحید والسنۃ شائع ہوتا ہے۔ مذکورہ رسالہ بابت مئی ۲۰۰۳ء کا شمارہ ملاحظہ ہو ''سجین میں روح کو جو عذاب ملتا ہے اس کا تعلق بدن اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے'' (ماہ نامہ التوحید والسنۃ ص ۲۷) اور اسی رسالے کے ص ۲۶ پر ہے ''بعض معاندین آئے اور عذاب قبر سے صریح منکر ہو گئے جبکہ بعض نے اسے روح تک محدود رکھا''

۳: مولانا قاضی شمس الدین صاحب آف گوجرانوالہ کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے، یہاں پھر درج کیا جاتا ہے ''فقہاء کرام اور متکلمین کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہو پھر بھی قبر کے عذاب وثواب اور تألم وتلذذ کا شریک ہے اور فتوی بھی فقہاء کے قول پر دینا چاہیے (تسکین القلوب ص ۴۷)۔ اللہ اکبر! سُنا کرتے تھے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے کل تک جو ہمارے متقی، پارسا اور اللہ والے بزرگ اکابر کا مذاق اڑایا کرتے تھے آج وہ خود اپنے بڑوں کو جاہل اور کتاب وسنت سے ناواقف کہہ رہے ہیں۔ یہ بزرگوں کی گستاخی کا

فطری نتیجہ ہے۔ جب علامہ احمد سعید خان صاحب ساری امت پر کفر وشرک کے فتوے لگاتے رہے تو سیّد صاحب کے کانوں پر جونک تک نہ رینگی ، اور جب مولوی صاحب کے فتوے کی توپ نے گجرات کی طرف منہ کیا اور سیّد صاحب پر فتوے کا ایک عدد گولہ داغا تو یوں ارشاد ہوا'' مولانا احمد سعید خان صاحب کو جماعتی اصولوں کی خلاف ورزی کی وجہ سے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ سے نکالا گیا ہے۔ بندہ ان کی نئی جماعت کی سرپرستی سے بالکل بری ہے (خس کم جہاں پاک ص۳ ناشر اشاعت التوحید والسنۃ لالہ موسیٰ)

﴿اشاعتی حضرات فیصلہ کریں﴾

اب ہمارا روئے سخن ان مماتی جماعت کے علماء کی طرف ہے جنہوں نے المسلک المنصور پر تقاریظ لکھیں۔ خیر سے سب کے سب '' یہ تقریظی'' احباب ''فخر الاماثل، استاذ الحفاظ، مدرس نکتہ داں، عمدۃ الاذکیاء، شیخ التفسیر، فقیہہ العصر اور جامع المعقول والمنقول سمیت سبھی کچھ ہیں۔ ان تمام'' صفات عالیہ'' سے متصف یہ '' نورانی چہرے'' اب ہمیں بتلائیں کہ ہم نیلوی صاحب، قاضی صاحب اور پنج پیریوں کو جاہل اور قرآن سے ناواقف کہیں یا مؤلف المسلک المنصور کو؟ براہ کرم بتایئے گا!

﴿مؤلف المسلک المنصور کا ابن قیمؒ کے نام سے دھوکہ﴾

حافظ ابن قیمؒ برزخ کے متعلق شاذ اقوال پر تبصرہ کرتے ہوئے جو کچھ '' کتاب الروح'' کے اندر لکھتے ہیں مؤلف کمال چالاکی سے اس کو حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ قرار دے رہے ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں'' علامہ ابن قیمؒ نے اپنی اس عبارت میں تصریح کر دی ہے کہ یہ قول '' عذاب، ثواب مابعد الموت قبل القیامۃ بدن عنصری پر بالکل نہیں ہوتا (المسلک ص ۲۵) حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ حافظ ابن قیمؒ امام ابن حزمؒ کے نظریئے پر تبصرہ کرر ہے ہیں،

امام ابن حزمؒ کا خیال یہ ہے کہ قبر میں نکیرین کا سوال اور عذابِ قبر تو حق ہے مگر یہ ساری کاروائی روح سے متعلق ہے اس میں روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ علامہ ابن قیمؒ بابانگ دہل اپنا نظریہ یوں بیان کرتے ہیں ''النص الصحیح الصریح وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فتعاد الروح فی جسدہ (کتاب الروح ص۵۲) آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ قبر میں روح کو جسم میں لوٹایا جاتا ہے، نص صریح اور صحیح ہے۔ جن حضرات کو ابن قیمؒ کا مسلک سمجھنے میں ٹھوکر لگی ہے وہ تسکین الصدور کا مطالعہ ضرور کریں حضرت شیخ دامت فیوضھم نے مکمل بحث کر کے ان کے نظریئے کو بالکل بے غبار کر دیا ہے۔

مؤلف کا شرح عقائد سے مغالطہ یا دھوکہ

المسلک المنصور کے مؤلف صاحب کئی ایک غیر متعلقہ باتیں کرنے کے بعد شرح عقائد کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں اور تاثر یہ دینا چاہتے ہیں کہ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ (جو شافعی المسلک تھے) وہ میت کے جسد میں اعادۂ روح کے قائل نہیں ہیں۔ مؤلف صاحب نے بلا ترجمہ مندرجہ ذیل عبارت اپنی کتاب کے ص ۱۴۱ پر دی ہے انہ یجوز ان یخلق اللّٰہ تعالیٰ فی جمیع الاجزاء فی بعضھا نوعا من الحیاۃ قدر ما یدرک الم العذاب او لذۃ التنعیم وھذا لا یستلزم اعادۃ الروح الی بدنہ ولا ان یتحرک و یضطرب اویری اثرا لعذاب علیہ (شرح عقائد ص ۷۷)
(المسلک المنصور ص ۱۴۱)

جواب:

یا تو مؤلف صاحب علامہ تفتازانیؒ کے مسلک کو سمجھے نہیں یا پھر جان بوجھ کر دھوکا دیا ہے۔ ہم یہاں اصل پس منظر اور دیانتدارانہ بحث کریں گے اور ان شاء اللہ سلیم الطبع

حضرات خود دیکھ لیں گے کہ مماتیوں کے فریب کا پردہ ''ریشمی ازار بند'' کی طرح کس طرح کھلتا ہے؟۔ سب سے پہلے ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ''اور جائز ہے اللہ تبارک وتعالیٰ میت کے سارے اجزاء میں یا بعض میں ایک قسم کی حیات پیدا کردیں۔ جس سے وہ میت عذاب کی شدت اور انعام کی لذت محسوس کر سکے اور یہ اس کو مستلزم نہیں کہ مکمل طور پر روح اس کے بدن کی طرف لوٹائی جائے اور نہ یہ اس کو مستلزم ہے کہ وہ حرکت واضطراب اور جنبش کرے الخ۔ جب فرقہ معتزلہ کا عروج تھا اور ان کی فتنہ انگیز پالیسیوں نے نئے نئے مسائل کو جنم دیا تو اس وقت معتزلیوں کے مقابلہ میں علامہ سعد الدین تفتازانیؒ بھی خم ٹھونک کر نکلے۔ معتزلہ خبر واحد کو حجت نہیں مانتے تھے نیز قبر میں اعادۂ روح کے بھی منکر تھے (جیسے دورِ حاضر کے معتزلہ دونوں چیزوں کے منکر ہیں) اس وقت علامہ تفتازانیؒ نے اپنے دور کے معتزلہ کے سامنے یہ موقف اختیار کیا کہ بالفرض حیات کے لئے روح کا لوٹنا لازم نہ بھی کیا جائے تو بھی حیات کا تحقق ہوسکتا ہے تو پھر عذابِ قبر کا انکار کردینا کہاں کا انصاف ہے؟ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ رقمطراز ہیں ''علامہ تفتازانیؒ یہاں اعادۂ روح کا انکار نہیں کررہے۔ معتزلہ کو سامنے رکھ کر میّت کے بدن میں زندگی کا ایک باریک انداز ثابت کررہے ہیں جس سے بدن میں عذاب قبر یا اس کی راحت کا تحقق ہوسکے۔ علامہ تفتازانیؒ کا اس سے مقصد احادیث کا انکار نہیں۔ علیٰ وجہ الالزام انہوں نے یہ بات کہی ہے۔ (مقام حیات ص ۱۷۸)

قارئین کرام! اس توضیح اور نہایت لطیف شرح کے بعد علامہ موصوفؒ کو اعادۂ روح کا منکر قرار دینا سراسر زیادتی ہے، چونکہ وہ معتزلہ کی اپنے انداز میں تردید کررہے ہیں جو (معتزلہ) قبر کے عذاب کے منکر تھے۔ معتزلہ کا اعتراض یہ تھا کہ اگر حیات ہوتی ہے تو پھر اس کے آثار نظر کیوں نہیں آتے؟ علامہ تفتازانیؒ جواب میں فرمارہے ہیں کہ کامل اکمل

حیات جو کہ دنیا میں ہوتی ہے جس سے انسان اٹھتا بیٹھتا ہے، کھاتا ہے پیتا ہے، حرکت وغیرہ کرتا ہے، وہ قبر میں نہیں ہوتی، اگر چہ علامہ تفتازانیؒ نے ان کو جواب دیتے ہوئے قبر میں ایک لطیف حیات تسلیم کی ہے مگر علامہ عبدالعزیز فرھارویؒ اس سے بھی مطمئن نظر نہیں آتے۔

﴿علامہ تفتازانیؒ کی عبارت پر علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ کی گرفت﴾

تفتازانیؒ کی اس عبارت "ھذا لا یستلزم اعادۃ الروح" پر مولانا عبدالعزیز فرھارویؒ گرفت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"وعندی فی ھذالجواب بحث وھوان الاحادیث الصحیحتہ ناطقة بان الروح یعاد فی الجسد عندالسوال فالجواب بانکاز الاعادۃ غیر موجّہ (نبراس ص ۲۰۹ ـ طبع ملتان پاکستان) میرے نزدیک اس جواب میں کلام ہے وہ یہ کہ صحیح احادیث صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ سوال کے وقت روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، تو پھر روح کا لوٹائے جانے سے انکار کرکے (معتزلہ کو) جواب دینا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟

جناب مؤلف صاحب! شرح عقائد کو آپ سے زیادہ علامہ فرھارویؒ نے سمجھا ہے (یہ وہ علامہ فرھارویؒ ہیں جن کے متعلق علامہ شمس الحق افغانیؒ فرماتے ہیں "اگر یہ شخص

---

[1] مولانا اللہ یار خان چکڑالویؒ فرماتے ہیں "یہ اس جواب کا ذکر ہے جو علامہ تفتازانیؒ نے معتزلہ کے جواب میں اختیار کیا ہے جس میں ایک قسم کی حیات قبر میں تسلیم کی ہے مگر یہ قول صحیح حدیث کے مخالف تھا اس لئے اسکی تردید فرمائی ہے (حیات برزخیہ ص ۹۹ طبع دوم)

دہلی میں ہوتا تو یہ شاہ ولی اللہ کے پائے کا شخص تھا (نکات افغانی ؒ ص ۲۱۳) اور یہ نبراس جس کا ہم نے حوالہ دیا ہے از ہر یونیورسٹی مصر میں داخل نصاب ہے۔)

قارئین کرام! آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مماتی عقیدہ اور ان کے دلائل (بزعم خود) ''ریت کے گھروندوں'' سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اور بیچارے خوامخواہ آئے روز'' پھوے کی کوکھ'' سے ''ہاتھی'' پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کے باطل ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کا عقیدہ بھاؤ کی طرح بدلتا رہتا ہے۔ صبح کچھ شام کچھ، گجرات میں کچھ، تلہ گنگ میں کچھ اور جھوٹوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ مستقل مزاج اور مستقل عقیدہ نہیں رکھتے، یہی حال بیچارے مؤلف ''المسلک المنصور'' کا ہے۔ اللہ پاک اس بدقسمت طبقے کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

﴿علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کی عبارت سے مماتی مؤلف کا دھوکہ﴾

شرح عقائد کی طرح مؤلف نے ''عبدالحکیم علی الخیالی'' کی ایک عبارت سے بھی یہی دھوکا دینے کی کوشش کی کہ علامہ عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹیؒ (متوفی ۱۰۷۰ھ) بھی میت میں اعادۂ روح کے قائل نہیں ہیں ﴿المسلک المنصور ص ۴۲﴾

جواب:

یہ بھی نرا مغالطہ ہے۔ مماتی ''محقق'' نے جس عبارت سے دھوکا کھایا ہے وہ یہ ہے ''ولا یخفیٰ علیک ان لیس المراد باالحي ھھُنا مایعاد فیه الروح و یصدر عندالافعال الا ختیاریته بل ما یدرک الالم و اللذة فاذا خلق اللّٰہ فیه ادراکا یکون سبباً لإدراک الا لم و اللذة یکون حیالا جماد'' مؤلف نے چونکہ ترجمہ نہیں دیا، اس لئے پہلے ترجمہ ملاحظہ ہو'' یہ بات تجھ پر مخفی نہ رہے کہ زندہ سے مراد

اس مقام پر وہ زندہ نہیں ہے جس میں (مکمل طور پر) روح داخل ہو اور اس سے اختیاری افعال صادر ہوں، بلکہ ایسا زندہ مراد ہے جو دکھ اور لذت کا ادراک کر سکے جب اللہ تعالیٰ اس میں ایسا ادراک پیدا کر دے جو دکھ اور لذت کے احساس کرنے کا سبب بن جائے تو وہ زندہ ہوگا نہ کہ جماد (عبدالحکیم علی الخیالی ص ۱۱۸) منکرین حیات النبی ﷺ یہاں سے اپنا مطلب نہیں نکال سکتے کیونکہ علامہ عبدالحکیمؒ فرما رہے ہیں کہ عذاب و راحت کا تعلق بدن مادی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور وہ تعلق حیات کے بعد ہوتا ہے اس طریقے پر نہیں کہ وہ جماد کا جماد ہی رہے اور اس میں بالکل ہی آثار حیات نہ ہوں ہاں البتہ یہاں زندہ سے وہ زندہ مراد نہیں جس میں مکمل روح داخل ہو۔ ہمارے شیخ دامت فیوضہم بھی فرماتے ہیں "ہاں! یہ بات جدا ہے کہ زندہ سے اس مقام پر وہ زندہ مراد نہیں جس میں سو فیصدی روح داخل ہو اور اس سے اختیاری طور پر افعال صادر ہوں کہ دوسرے لوگ بھی اس کا احساس کر سکیں جیسا کہ دنیا میں تھا یا قیامت کو ہوگا بلکہ زندہ سے اس مقام پر وہ زندہ مراد ہے جس میں ایسا ادراک د شعور پیدا کر دیا جائے جس سے اس کو عذاب و آرام اور الم و لذت کا ادراک اور احساس ہو سکے۔ جب یہ کیفیت اس میں متحقق ہو جائے تو وہ زندہ کہلائے گا نہ کہ جماد۔ (تسکین الصدور ص ۱۸۸ طبع نہم)

حضرت مولانا عبدالعزیز فرہاویؒ (جن کا ذکر گذشتہ سطور میں بھی آچکا ہے) فرماتے ہیں "ھذا جواب اشکال اوردہ المعتزلہ" (نبراس ص   ) یہ معتزلہ کے پیش کردہ ایک اشکال کا جواب ہے۔ قارئین کرام! یہ ہے ان مماتی دوستوں کی تحقیق! کہ کہیں سے ان کو "پر" ملنے چاہئیں بس پھر "کوے اور طوطے" یہ خود بنا لیتے ہیں۔ یقین جانیئے مولف "المسلک المنصور" نے کتاب کا پیٹ بھر کر علمی دھاک بٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کچھ نا سمجھ لوگ اور ان کے حواری تو شاید فریب میں آجائیں گے، مگر اہل علم اور اہل دانش بخوبی جانتے

ہیں کہ کھوٹے سکوں سے کام چلایا گیا ہے۔ مؤلف ''المسلک المنصور'' نے سوچا کہ استاذ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم کی تقریر پر مشتمل کتابچہ زیادہ سے زیادہ ستر صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مولانا مدظلہ کی تقریر تقریباً چالیس صفحات پر ہے، کیوں نہ ہم ضخیم کتاب (جس میں مقصد اور کام کی ایک بات نہ ہو) جواباً شائع کر کے دل کو تسلی دے لیں مگر ان احمقوں کو علم ہونا چاہیے کہ صداقت کا معیار ''ضخامت اور جسامت'' پر نہیں ہوتا۔ بقول حضرت شیخ سعدیؒ ''اَلشَّاۃُ نَظِیفَۃٌ وَالفِیلُ جِیفَۃٌ'' بکری حلال ہے اور ہاتھی مُردار ہے۔ کہاں اس مختصر رسالے میں علمی بحث اور نادر تحقیق اور کہاں اس کتاب میں لایعنی اور غیر متعلقہ باتیں۔ گُلاب کے پھُول کے سامنے کاغذ کے بنے ہوئے لاکھوں پھُول رکھ دو تو کیا ہوگا؟ کہ ''خوشبو آنہیں سکتی کاغذ کے پھُولوں سے۔

﴿نعمان آلوسی کے رسالہ ''الآیات البیّنات'' کی حقیقت﴾

مماتی مؤلف نے دعویٰ کیا کہ اہل سنت والجماعت کا کیفیت عذاب میں شدید اختلاف ہے، اور پھر چار بڑے طائفے بنا کر پیش کئے کہ کوئی ان میں سے صرف روح کے عذاب و ثواب کا قائل ہے، کوئی صرف جسم کا۔ حالانکہ انہوں نے جتنے حوالے دیئے ان میں سے اعادۂ روح کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ منکرین حیات النبی ﷺ جس ''ردّی مال'' سے اپنا عقیدہ ثابت کرتے ہیں ان میں ایک کتاب ''الآیات البیّنات فی عدم سماع الاموات'' بھی ہے۔ جس کا حوالہ مماتی مؤلف نے المسلک المنصور کے ص ۲۳ سطر آخر پر دیا ہے۔ یہ بھی دراصل محترم نیلوی شاہ صاحب کی دریافت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے وہ بیچارے اس قسم کا مال اکٹھا کرنے میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ اپنی کتاب ''عقائد علماء دیو بند'' کے صفحہ نمبر ۶۱ پر لکھتے ہیں ''صاحب روح المعانی سید محمود آلوسیؒ کے صاحبزادے حضرت سید نعمان بن محمود آلوسیؒ نے عدم سماع اموات پر مستقل رسالہ لکھا

جس کا نام ہے ''الآیات البینات فی عدم سماع الاموات عند الأئمتہ السادات '' ۔ وہ قابل دید ہے اس کا مطالعہ کرنے سے شکوک زائل ہو جاتے ہیں۔ باذنہ تعالیٰ بشرطیکہ تعصب کو بالائے طاق رکھا جائے اور نیلوی صاحب کی تقلید میں مؤلف المسلک المنصور نے بھی اس کا حوالہ پیش کر دیا سو اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

مفسر قرآن علامہ سید محمود آلوسیؒ کے فرزند علامہ نعمان آلوسیؒ کی وفات ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ اور مذکورہ بالا رسالہ ۱۳۲۹ھ میں مکمل ہوا گویا مصنف کی رحلت کے بارہ سال بعد ان کے کسی شاگرد نے اُن کی طرف اس کو منسوب کر دیا تعجب ہے مماتیوں پر کہ انکار کرنے پر آئیں تو فقہ اکبر کا سرے سے انکار کر دیں کہ یہ امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں، المہند علی المفند (جو مشائخ دیوبند کی اجتماعی دستاویز ہے) کا انکار کر دیں کہ یہ مولانا سہارنپوریؒ کے انتقال کے بعد شائع ہوئی، فتاویٰ رشیدیہ کا انکار کر دیں کہ یہ حضرت گنگوہیؒ کا فتاویٰ نہیں، کتاب الروح کا انکار کر دیں کہ یہ ابن قیمؒ کی تصنیف نہیں۔ جیسا کہ نیلوی صاحب نے لکھا، ملاحظہ ہو ''ردّ منکرات ص ۷۱'' (یہ الگ بات ہے کہ ندائے حق میں جابجا اس کے حوالے بھی دیئے ہیں) تحفۂ اثنا عشریہ کا انکار کر دیں کہ یہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی کتاب نہیں (الشہاب الثاقب ص ، ردّ منکرات ص ۲۷) اور جب ماننے پر آئے تو علامہ نعمان آلوسیؒ کی وفات کے بارہ سال بعد چھپنے والے رسالہ کو حجت بنالیں ۔ جناب مؤلف صاحب اور دیگر مماتی ٹولے کے محققین بگوش ہوش سن لیں کہ یہ رسالہ جس کو لے کر تم ناچتے پھرتے ہو یہ نعمان آلوسیؒ کا رسالہ نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے تو ہماری صحت پر کا ہے کا اثر پڑے کہ نعمان آلوسیؒ غیر مقلد تھے، حنفی نہیں تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں محقق اہل سنت حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی مدظلہ کی تحقیق پیش کر دیں جو آپ کی لاجواب کتاب ''ضرب المہند'' میں ہے۔ ملاحظہ ہو۔

رسالہ '' آیاتِ البینات '' پہلے مصر میں علامہ ناصرالدین البانی غیر مقلد کی تعلیقات اور تخریج سے شائع ہوا پھر پاکستان میں فیصل کتاب گھر سرگودھا کی وساطت سے شائع کیا گیا مؤلف کی وفات ۱۳۱۷ھ میں ہے جبکہ رسالہ مکمل ہونے کی تاریخ ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ ہے یعنی مؤلف کی وفات کے بارہ سال بعد کوئی شاگرد اس رسالہ کو اپنے استاذ علامہ نعمان آلوسیؒ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ میں مکمل کر رہا ہے۔ دیکھیے الآیات البینات ص ۶۱، ص ۱۵۸۔ اس رسالہ میں حوالوں کے اندر خیانت و تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ فتح الباری، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی سے عدم سماع موتی نقل کیا ہے۔ دیکھیے ص ۸۳۔ حالانکہ ان کتابوں میں سماع موتی ثابت کیا گیا ہے۔ علامہ ابن ملک حنفیؒ المتوفی ۸۰۱ھ کا حوالہ نقل کرنے میں خیانت کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ انہوں نے جو حدیث ''اِنَّه لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِم اِذَا نَصَرَفُوا'' کا معنی وتشریح کی ہے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے اور پورا حوالہ نقل نہیں کیا۔ چنانچہ نیلوی صاحب حوالہ نقل کرتے ہوئے اس کا ترجمہ اس طرح تحریر کرتے ہیں'' یہی مسئلہ سمجھانے کے لئے کہ دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز میت قبر کے اندر سے سچ سچ سنتا ہے۔ اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں جیسے بعض نے تاویل کی ہے۔ ابن ملکؒ کا قول ملا علی قاریؒ نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ کہ ابنِ ملکؒ قرع نعالہم سے مراد '' ای صوت دقہا'' (جوتوں کے دَبْ دَبْ کی آواز) بتا کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قبر کے اندر سے جوتوں کی آواز کا احساس ہوتا ہے تو بغیر حیات کے احساس نہیں ہوسکتا کیونکہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے (ندائے حق جزء اول ص ۲۵۱ تا ۲۵۲) بہر حال اس رسالہ میں حوالوں کے اندر تحریف وخیانت کا خاصہ ارتکاب کیا گیا ہے۔ اسی طرح روح المعانی کا حوالہ نقل کرنے میں زبردست بددیانتی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ الخ

جواب نمبر۲ کے تحت مولانا ڈیروی لکھتے ہیں ''بالفرض یہ رسالہ علامہ نعمان آلوسی کا اپنا بھی ہو تب بھی قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ نعمان آلوسی غیر مقلد تھا، حنفی نہ تھا اس کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب کی ترجمانی کرے۔ ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتے ہیں مجاہدہ، فریق الجمود والتقلید (مقدمہ الآیات البینات ص ۵۹) کہ فرقہ مقلدین کے ساتھ نعمان آلوسی کا جہاد جاری رہا۔ نیز لکھتے ہیں کہ ان کی کتاب ''جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین'' کی نواب صدیق حسن خان نے ان الفاظ سے تعریف کی ''**وھو کتاب جلیل المقدار مفید الاحرار . وکانت بینہ وبین السید صدیق مراسلات و مفاوضات ولہ منہ اجازۃ**'' (مقدمہ الآیات ص ۵۹) اور نعمان آلوسی نواب صدیق حسن خان صاحب کو مجتہد امام کے درجے پر شمار کرتا تھا۔ چنانچہ مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد مرحوم کی نگرانی میں مکتبہ سلفیہ لاہور سے جو کتاب ظفر اللاضی نواب صدیق حسن خان مرحوم کی شائع کی گئی ہے ابتداء میں مصنف کے حالات میں یوں مرقوم ہے ''**یقول فیہ السید نعمان خیر الدین الآلوسی ویحق لہ الاجتھاد لا جتماع شروطہ فیہ**'' ص ۵) نواب صاحب کی تعریف میں سید نعمان آلوسی فرماتے ہیں کہ ان کو اجتہاد کرنے کا پورا حق حاصل ہے کیونکہ تمام اجتہاد کی شرائط ان میں پائی جاتی ہیں حالانکہ خود غیر مقلدین حضرات اس بات کو نہیں مانتے چنانچہ مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں '' نہ ہی ہم انہیں ائمہ اجتہاد کی طرح امام مانتے ہیں (تحریک آزادی فکر ص ۲۹۶) (ضرب المہند ص ۳۱۴ ص ۳۱۵)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے! ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ مماتیوں کا یہ عقیدہ جھوٹا ہے کہ بدن عنصری کی طرف اعادۂ روح نہیں ہوتا اور یہ عقیدہ بھی مبنی بر کذب ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں زندہ نہیں ہیں۔ ان دو جھوٹوں کی خاطر یہ

بھٹکے ہوئے دوست ۱۹۵۸ء سے جھوٹ بولتے چلے آرہے ہیں۔اوراب تو یہ اتنے تجربہ کار اور عادی ہو چکے ہیں کہ جھوٹ بولنے میں کسی قسم کی کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ جرمنی کا مشہور پروپیگنڈسٹ گوئبلز کا کہنا ہے کہ جھوٹ خوب بولو، مسلسل بولواور اس قدر بولو کہ خود تمہیں اپنا جھوٹ سچا معلوم ہونے لگے۔

باب دوم

سبز پرندوں والی روایت

مماتی مؤلف نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۸ سطر آخر پر سبز پرندوں والی روایت پیش کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں میں جنت کے اندر جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور مومنین کے بچوں کی روحیں جوف عصافیر میں جنت کے اندر جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ پھر سیر کر کے ان قندیلوں میں جاتی ہیں جو عرش سے لٹکتی ہیں۔ اور آل فرعون کی روحیں سیاہ چڑیوں کے جوف میں صبح وشام جہنم کو جاتی ہیں اور یہی ان کا آگ پر پیش کرنا ہے الخ ۔

جواب:

اگر مماتی ٹولے کے اس ''نومولود'' محقق میں عقل نام کی کوئی چیز ہوتی تو یہ روایت کبھی پیش نہ کرتے۔ اس لئے کہ یہ خبر واحد ہے اور یہ جناب کا عقیدہ ہے تو نص قطعی پیش کرتے اور یہ جو آپ نے روایت پیش کی ہے اس میں ایک راوی اعمش مدلس ہے اور دوسرا ابو معاویہ ضریر شیعہ ہے مدلس اور شیعہ والی روایت کو آپ کس منہ سے پیش کرتے ہیں؟ مولانا احمد سعید صاحب نے جو ڈاکٹر مسعود عثمانی کے خلاف رسالہ لکھا تھا وہ ہمارے سامنے

ہے۔ چترو ڑگڑھی صاحب لکھتے ہیں ''یہ ابو معاویہ ضریر جو خیر سے غالی شیعہ ہے، یہ وہی ابو معاویہ ہے جس کی نماز جنازہ امام وکیع جیسے محدث اور امام نے پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ مزید لکھتے ہیں ''اعمش تدلیس کا مریض ہے (دمدمۃ الجنود علیٰ دندنۃ الیہود ص ۳۹،۴۰)

﴿امام ابن کثیرؒ کی عبارت سے دھوکہ﴾

مؤلف ''المسلک المنصور'' نے امام ابن کثیرؒ کی مندرجہ ذیل عبارت دی ہے ''فان ارواحهم تعرض على النار صباحا و مساء الى قيام الساعته فاذا كان يوم القيامته اجتمعت ارواحهم واجسادهم فى النار ولهذا قال يوم تقوم الساعته وهذه الآيته اصل كبير فى استدلال اهل السنته على عذاب البرزخ فى القبور وهى قوله تعالىٰ النار يعرضون عليها (تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۴ ص ۸۱) خلاصہ یہ ہے کہ عذاب وثواب قبری، برزخی صرف روح کو ہوتا ہے، بدن عنصری، ترابی کو نہیں ہوتا۔ ﴿المسلک المنصور ص ۳۰﴾

جواب:

اس عبارت سے کیسے لازم آ گیا کہ امام موصوف ''بدن عنصری میں حیات لوٹائے جانے کے قائل نہیں؟ امام ابن کثیرؒ کے یہ الفاظ کہ ''هذه الآيته اصل كبير فى استدلال اهل السنته علىٰ عذاب البرزخ فى القبور '' غور کریں یعنی ''یہ آیت کریمہ قبر میں عذاب برزخ کے اثبات کے ضمن میں اہل سنت والجماعت کے لئے ایک بڑا قاعدہ اور ضابطہ ہے'' نیز اعادہ روح کے متعلق ابن کثیر ص ملاحظہ ہو۔

﴿مماتیوں سے ایک سوال﴾

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَتُه اَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ

اَشَدَّ العذاب (پارہ ۲۴ سورۂ مومن آیت نمبر ۴۶) ترجمہ! وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ہیں انکو صبح اور شام اور جس دن قائم ہوگی قیامت حکم ہوگا داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)۔آل فرعون پر تین عذاب وارد ہوئے۔

۱: اغرقنا آل فرعون . آل فرعون جو پانی میں غرق ہوئے یہ عذاب عالم دنیا کا تھا۔

۲: اَلنَّارُ یُعْرَضُونَ علیها، آل فرعون آگ پر پیش ہوتے ہیں، یہ عذاب عالم برزخ کا ہے۔

۳: یَومَ تَقُومُ السَّاعَۃُ اَدْخِلوا آلَ فِرْعَونَ اَشَدَّ العَذابْ . یہ عذاب قیامت کے دن ہوگا۔ یہ تینوں عذاب آل فرعون کو ہوئے۔آل فرعون روح اور جسم کو کہا جاتا ہے، نہ کہ صرف روح کو۔ پہلا عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوا، آل فرعون کی صرف روحیں پانی میں غرق نہیں ہوئیں، یہ بات تو مماتی دوست بھی مانتے ہیں، اور جو آخرت والا عذاب ہوگا وہ بھی آل فرعون کی روح اور جسموں دونوں کو ہوگا، سوال یہ ہے کہ درمیان والا عذاب جس کو عذاب قبر اور عذاب برزخ کہا جاتا ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی روح اور جسم دونوں کو ہوگا، منکرین یہاں روح کو جسم سے الگ کیوں کرتے ہیں؟ دو عذابوں میں جسم روح کے ساتھ شریک رہا تیسری جگہ صرف روح کو عذاب کیوں دیا جا رہا ہے؟ اور اسی برزخی عذاب کو امام ابن کثیرؒ بیان کر رہے ہیں جو مماتیوں کی عقل میں نہیں آ رہا۔ اصل میں مماتی برزخ اور قبر کو الگ الگ مانتے ہیں۔ مگر جھوٹ کے سر پاؤں نہیں ہوتے اس لئے اپنی کتاب المسلک المنصور کے ص ۳۸۰ پر حضرت شاہ ولی اللہؒ کی الخیر الکثیر کا حوالہ دے کر مماتی مؤلف صاحب لکھتے ہیں ''حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت انتہائی قابل توجہ ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عالم برزخ کا نام قبر رکھا ہے'' تو پھر آپ کون ہوتے ہیں برزخ کو قبر سے

الگ کرنے والے؟ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

﴿مماتی تحقیق کا ایک اور نمونہ﴾

لکھتے ہیں "حدیث میں آیا ہے کہ مردے (کافر) پر ننانوے اژدھا مسلط کئے جاتے ہیں اور فرمایا کہ اگر ان میں سے ایک اژدھا بھی زمین پر سانس نکالے تو پوری زمین پر سبزہ نہیں اگ سکے گا حالانکہ سب سے زیادہ سبزہ ہوتا ہی قبرستانوں میں ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ سب کاروائی قانونی طور پر عالم برزخ میں ہوتی ہے اور اگر کبھی دنیا میں کوئی اس قسم کا واقعہ جیسے نبی پاک ﷺ کا خچر ایک دفعہ بدک گیا تھا تو اس کا بھی انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ سب خارق عادت ہیں (المسلک المنصور ص ۴۰) سُبحان اللہ! کیا تحقیق ہے حدیث رسول ﷺ کو اپنی عقل کے تابع کر کے سمجھا جا رہا ہے۔ تمہاری قسمت میں ہدایت نہ ہوئی تو تم اس حدیث کا بسرے سے ہی انکار کرو گے، کتنی پست بات کہی کہ اگر عذاب قبر میں ہوتا تو کہیں سبزہ نہ ہوتا حالانکہ سب سے زیادہ سبزہ قبرستانوں میں ہوتا ہے۔ لگتا ہے مؤلف کوئی جدی پشتی گورکن ہے جو قبرستان کے احوال خوب جانتا ہے۔ جناب والا آپ کا عذاب برزخ کا سہارا لے کر عذاب قبر کو خارق عادات کہنا بڑی جہالت ہے۔ کیونکہ عذاب عادۃً ہے ہاں جو ظہورِ عذاب ہے یہ خرق عادت ہے۔

﴿برزخ کیا ہے﴾

یہ تفصیل کا محل نہیں ہے۔ برزخ کے متعلق ہم نے مکمل بحث اپنے رسالے "حیات برزخی" میں کر دی ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ برزخ کا معنی پردہ ہے۔ مرنے کے بعد وہی جسم جو ہمیں نظر آ رہا ہوتا ہے، وہ برزخ میں ہے۔ بے شک وہ جسد بعد از وفات ہمارے سامنے پڑا رہے۔ برزخ کسی خاص مکان، دکان، دفتر یا بیٹھک کا نام نہیں ہے۔ جس طرح ایک آدمی

سورج غروب ہونے سے قبل مسجد میں تھا اور سورج غروب ہونے کے بعد بھی مسجد میں رہا تو پہلے وہ دن میں تھا اور مسجد میں بھی تھا، غروب آفتاب کے بعد بھی مسجد میں ہے لیکن اب وہ دن سے رات میں چلا گیا، کیا مطلب؟ مکان وہی رہا، زمان بدل گیا، مماتیوں کی اور اخص بالخصوص مؤلف ''المسلک المنصور'' کی جہالت یہ ہے کہ یہ برزخ کو مکان سمجھتے ہیں برزخ مکان کا نام نہیں، ظرف زمان ہے۔ جو مرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے، مردہ جہاں بھی ہے وہ برزخ میں ہے۔ چنانچہ خود مؤلف لکھتے ہیں'' آدمی کو جب غرغرہ کی حالت لاحق ہوتی ہے۔ اس وقت سے عالم برزخ اس کے سامنے نمودار ہو جاتا ہے اور مرنے کے ساتھ ہی آدمی اس عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کو دفن کیا جائے یا نہ کیا جائے (المسلک المنصور ص ۳۵)۔ شاباش! تو جناب جہاں مردہ پڑا ہے برزخ وہیں ہوئی، نہ کہ آسمان پر، اور جہاں برزخ ہوگی وہیں عذاب ہوگا، اور جس جگہ پر عذاب ہو رہا ہے وہی برزخ ہے۔

﴿قبر سے مراد دنیا والا گڑھا نہیں، مؤلف کا ایک اور دھوکہ﴾

المسلک المنصور کے مؤلف لکھتے ہیں'' قبر سے مراد یہ گڑھا دنیا کی زمین والا نہیں ہے بلکہ عالم برزخ ہے۔ (آگے لکھتے ہیں) کیوں کہ یہ گڑھا اس عالم دنیا کا گڑھا ہے، جس کو دنیا کے لوگ کھودتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کے ہاتھ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں، اگر یہ تمام امور اسی ظاہری دنیوی گڑھا میں ہوتے تو مشاہد ہوتے (صفحہ ۳۴)

جواب:

ماشاء اللہ قربان جایئے! عذاب قبر کے تمام امور چونکہ مشاہدہ میں آنے والے نہیں لہذا ثابت ہوا کہ زمینی گڑھے پر قبر کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو

مشاہدے میں آنیوالی نہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے تو کیا اس بناء پر ان سب کا انکار کر دیا جائے۔ سرِ دست تو چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمایئے گا، باقی "یار زندہ صحبت باقی!

۱: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ (پارہ نمبر ۱۸ رکوع نمبر ۸) اے ایمان والو مت چلو شیطان کے قدموں پر۔ مماتیوں سمیت آج تک کسی نے شیطان کے قدموں کا مشاہدہ نہیں کیا، لہٰذا اس آیت کا انکار کر دو (معاذ اللہ)

۲: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ پارہ نمبر ۱۷ آیت نمبر ۱۸) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور الخ۔ اچھا جی! آج تک کسی نے آسمان اور زمین کو سجدہ کرتے دیکھا؟ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درختوں اور جانوروں کو کبھی سجدہ کرتے ہوئے دیکھا؟ مشاہد نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو مماتی فلسفے کے مطابق اس آیت کا بھی انکار کرو (معاذ اللہ) "تیری بزم میں اور بھی گل کھلیں گے"۔

۳: کِراماً کاتبینؔ" کا کبھی مشاہدہ ہوا؟ نہیں تو پھر ان کا بھی انکار کر دو۔

۴: فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ" پارہ نمبر ۲۶ آیت نمبر ۲۷) پھر کیسا ہوگا حال جبکہ فرشتے جان نکالیں گے انکی مارتے جاتے ہوں اُن کے منہ پر اور پیٹھ پر۔ کسی کی جان نکلتے وقت فرشتوں کے اس مارنے کا کبھی مشاہدہ ہوا؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا تو مماتی تحقیق کے مطابق اس آیت کا بھی انکار کر دو (معاذ اللہ) واہ! توحید ہوئی نا!

قارئین کرام! ایسا فولادی ایمان بھلا کس کا ہوگا کہ قرآن مقدس اور احادیث صحیحہ کا انکار "دھڑلے" سے ہو رہا ہے مگر "نہ توحید بگڑے نہ ایمان جائے"۔ اللہ اکبر! خدمتِ دین کا کیا

دلکش منظر ہے۔ حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ قرآن پاک کو کلام لاریب تسلیم کر کے، احادیث رسول ﷺ کو حرزِ جان بنا کر، اجماع امت کے پابند ہو کر اور اکابرین دیوبند کے مسلک کے محافظ ہو کر تو ''نام نہاد شیخ الحدیث، تبرا باز، اور محرف'' ٹھہرے اور تم سفید دن میں کتاب وسنت کا مذاق اڑا کر، قوم کے ایمان کو داؤ پر لگا کر بھی، پکے ''موحد اور سنت کے اشاعتی''۔ ست بسم اللہ۔

کس بات پہ تم تڑپ اٹھے ہو ؟

کہیں کانٹا تو نہیں چبھو گئے ہم

﴿علامہ آلوسیؒ اور تعلقِ روح﴾

مؤلف صاحب نے بہت بڑے کذب کا مظاہرہ کرتے ہوئے علامہ محمود آلوسیؒ کے متعلق بھی یہی تأثر دیا ہے کہ وہ اعادۂ روح کے قائل نہیں۔ حالانکہ یہ الزام ہے اور دغابازی ہے۔ صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسیؒ کا حوالہ پڑھیئے اور مماتی صاحبان کو ان کے ''فنِ جھوٹ'' پر ماہر ہونے کی داد دیجیے۔ علامہ آلوسیؒ رقمطراز ہیں''

ثم اعلم ان اتصال الروح باالبدن لا يختص بجزء دون جزء بل هى متصلته مشرقة علىٰ سائر اجزاءہ وان تضرقت و كان جزء باالمشرق و جزء باالمغوب (روح المعانی ج۱۵ص۱۹۳).

ترجمہ: پھر خوب سمجھ لو کہ بدن کے ساتھ روح کا اتصال ایک جزو کو چھوڑ کے دوسرے کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ یہ اتصال متصل ہے اور تمام اجزائے بدن میں روح پہنچ جاتی ہے۔ خواہ ایک جزو مشرق میں ہو اور ایک مغرب میں الخ۔ قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ مماتیوں کو علامہ آلوسیؒ کے ہاں بھی پناہ نہ مل سکی، چور کی طرح ہانپتے اور کانپتے ہوئے بھاگ کر علامہ بیضاویؒ کے ہاں پہنچے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے وہاں بھی پکڑ لیا۔

﴿قاضی بیضاویؒ اور اعادۂ روح﴾

مؤلف نے قاضی بیضاویؒ کو بھی اپنے کھاتے ڈالنے کی کوشش کی اور بغیر ترجمہ کے ایک عبارت دی۔ حالانکہ علامہ بیضاویؒ عام میت کے ساتھ تعلق روح مانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۵۶۔

﴿علامہ کشمیریؒ اور تعلق روح﴾

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں ''ثم السوال عندی یکون باالجسد مع الروح (فیض الباری جلد ۴ ص ۱۸۵) پھر قبر کے یہ سوال میری تحقیق کے مطابق جسد سے ہوتے ہیں جس کے ساتھ روح شامل ہے)۔ روح کا تعلق کیوں ہوتا ہے؟ یہ بھی علامہ صاحبؒ سے ہی پوچھتے ہیں، ملاحظہ ہو ''فان البدن بدون الروح جماد لا حراک له والروح بدون البدن معطلته عن الافعال فاحتاج لاحدهما الی الآخر الخ (فیض الباری جلد ۴ ص ۱۱۵) ترجمہ! جسد بغیر روح کے ایک جمادی چیز ہے، جس میں حرکت نہیں ہوتی اور روح بغیر بدن کے عمل سے خالی ہے ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے۔

مگر مؤلف المسلک المنصور نے تو غلط بیانی پر قسم کھائی ہوئی ہے چنانچہ وہ کتاب المسلک المنصور کے ص ۲۷ پر علامہ کشمیریؒ کی مندرجہ ذیل عبارت دیتے ہیں ''ام اهل السنة والجماعته فلهم فیه قولا قیل العذاب للروح فقط وقیل علی الروح والجسد معا ومال الی الاول الحافظ ابن قیم والاقرب عندی هو الثانی''

﴿مؤلف کی بددیانتی﴾

یہ کہ انہوں نے مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ نہیں دیا، کیوں؟ اس لئے کہ کہیں علامہ صاحبؒ کا

مسلک واضح نہ ہو جائے۔ علامہؒ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت میں مسئلہ ہذا کے متعلق دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے پہلا قول ابن قیمؒ کا ہے اور میرے نزدیک دوسرا قول پسندیدہ ہے۔ اور مولانا کشمیریؒ کا اس مسئلے پر گذشتہ سطور میں بھی حوالہ گذر چکا ہے۔ جس سے شک و شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

﴿مؤلف کا کذب اکبر﴾

ہم نے اپنی مختصر سی زندگی میں بڑے بڑے کذاب اور دغا باز دیکھے ہیں مگر عقائد کے معاملہ میں ان دوستوں نے جو جھوٹ کا کاروبار شروع کیا ہے یقیناً سب کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ مؤلف المسلک المنصور حضرت کشمیریؒ کی کتاب ''العرف الشذی'' کی مندرجہ ذیل عبارت بغیر ترجمہ کے پیش کرتے ہیں۔

ثم لاهل السنته قيل ان العذاب للروح فقط وقيل للروح والجسد والمشهور الثاني اختاره اكثر شارحی الهدايه وهو المختار ان صار البدن ذرة ذرة فی الدنيا فان الشعور لكل شئ عند جمهور الامته (العرف الشذی ص ۳۵۵ جلد نمبر ۱) ﴿المسلک المنصور﴾

جواب:

یہ عبارت آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی، پھر مؤلف کی چالاکی دیکھئے کہ بلا ترجمہ کی اس عبارت پر یوں تبصرہ کرتے ہیں ''علامہ صاحب نے تصریح فرمادی ہے کہ پہلا قول یعنی عذاب و ثواب صرف روح پر ہے نہ کہ جسد عضری پر اور دوسرے کا قائل بھی اہل سنت سے خارج اور معتزلی وغیرہ نہیں ہے'' قارئین کرام! سب سے پہلے مذکورہ بالا عبارت

کا مکمل ترجمہ ملاحظہ ہو" پھر اہل سنت کے دو قول ہیں ایک یہ کہ صرف روح کو عذاب ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ مشہور قول یہی ہے اور ہدایہ کے اکثر شارحین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی (میرے ہاں بھی مختار) ہے۔ اگرچہ بدن ذرہ ذرہ کیوں نہ ہو جائے۔ کیونکہ جمہور امت کے نزدیک شعور ہر چیز کو ہے (العرف الشذی ص ۳۵۵ جلد ۱)

﴿مماتی مؤلف سے ہمارا سوال﴾

آپ نے عبارت مکمل کیوں نہیں دی اگرچہ آپ کا مدعا اس دی ہوئی عبارت سے بھی ثابت نہیں ہوتا مگر اسی عبارت کا اگلا حصہ ملاحظہ ہو۔

وتفرد ابن حزم الاندلسی وقال لاشعور الاالثقلین وقال الصوفیة العذاب للبدن المثالی الخ

ترجمہ: ابن حزم اندلسی اس میں متفرد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسانوں اور جنوں کے علاوہ کسی چیز میں شعور نہیں ہے۔ اور صوفیاء قائل ہیں کہ عذاب بدن مثالی کو ہوتا ہے۔ مؤلف کی یہ بات" دونوں میں سے کسی کا قائل اہل سنت سے خارج نہیں" یہ نہ تو علامہ کشمیریؒ کی عبارت کا ترجمہ ہے اور نہ ان کا کوئی تبصرہ! یہ فتویٰ مؤلف صاحب کا اپنا ہے۔ گویا مجرم بھی خود اور منصف بھی خود۔ یہاں حضرت شاہ صاحبؒ نے جو اہل سنت کا ایک قول یہ نقل فرمایا کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے" یاد رکھیئے اہل سنت کہلوانے والوں میں اس کے قائل صرف علامہ ابن حزم اندلسیؒ یا ابن میسرہؒ وغیرہ ہیں جیسا کہ خود شاہ صاحب نے ابن حزمؒ کے تفرد کا ذکر کر دیا باقی کل کے کل اہل سنت اس قول کا رد کرتے ہیں اور خود حضرت کشمیریؒ بھی دوسرے قول کو پسند فرماتے ہیں اور یہا [illegible] "والاقرب عندالثانی" گذر چکا ہے یعنی میرے نزدیک دوسری بات اقرب الی الحق ہے۔ نیز شاہ صاحبؒ شارحین ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہ سب جسم اور روح دونوں کے معذب ہونے کے قائل ہیں۔ یہ ہے ساری

حقیقت شاہ صاحبؒ کی ''عرف الشذی'' والی عبارت کی۔ جس کو مؤلف اپنے غلط عقیدے کی تائید میں پیش کرر ہے ہیں۔ ایسی حرکتیں ان کو ورثے میں ملی ہیں ان کے بڑے بھی اپنی کتب میں یہی گل کھلاتے رہے۔

﴿جسم مثالی کی وضاحت﴾

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں ''شریعت جس کو روح کہتی ہے صوفیاء اس کو جسم مثالی کہتے ہیں'' (تفسیر عثمانی ص) ان کے کہنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس جہاں میں جسم غالب ہے اور روح مغلوب ہے اور وہاں یعنی برزخ میں روح غالب ہوتی ہے اور جسم مغلوب! صوفیائے کرام جو عذاب وراحت بدن مثالی میں مانتے ہیں تو وہ یہ نہیں کہتے کہ بدن مادی اور عنصری کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ بدن مثالی کے ساتھ بدن عنصری عذاب و ثواب کی کاروائی میں شریک رہتا ہے۔ مماتی دوست کا یہ لکھنا کہ صوفیاء کے نزدیک عذاب و راحت صرف روح اور بدن مثالی کو ہے اور بدن عنصری بالکل فارغ ہے اور یہ کہ حضرت تھانویؒ بھی اسی گروہ میں شامل ہیں (المسلک ص ۳۲) یہ کسی مجذوب کی بڑ سے کم نہیں۔ حضرت تھانویؒ بھی عذاب وراحت میں بدن عنصری کو شامل سمجھتے ہیں۔

﴿حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ﴾

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی ایک مجمل عبارت سے مؤلف نے خواہ مخواہ آسمان سر پر اٹھالیا، تفسیر عزیزی کے حوالے سے لکھتے ہیں ''پس حمل حیات قبر برمجازیت متعین است لاغیر ﴿المسلک المنصور﴾

جواب:

جوالفاظ شاہ صاحبؒ کے مؤلف نے پیش کئے ان کا معنی تو فقط اتنا ہے ''پس قبر کی

حیات کو مجاز پر حمل کرنا متعین ہے اس کے سوا کچھ نہیں''۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ تمہارا دعویٰ کیا ہے؟ دلیل کیا ہے؟ کہنا کیا چاہتے ہو؟ مؤلف نے اعادہ روح اور عذاب قبر کے متعلق جو چار طبقے بنائے ہیں وہ ان کے خانہ ساز ہیں۔ شاہ صاحب کی عبارت سے یہ دھوکا آج نہیں اس سے قبل ایک بزرگ دے چکے ہیں (تسکین القلوب ص ۹۳) اور یہ مماتی اپنے وڈیروں کے چھوڑے ہوئے ''بیکار کارتوس'' لے کر ''تیس مار خاں'' بننے کی کوشش میں ہے۔ جہاں تک جسد کے ساتھ تعلق روح کا مسئلہ ہے، شاہ صاحب کا نظریہ یہ ہے ''زیرا کہ ارواح را تعلق بہ بدن خود کہ در قبر مدفون است، البتہ میباشد زیرا کہ مدت دراز درایں بودہ اند'' (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۳۴، بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۴۶) دیکھیے شاہ صاحب تعلق مان رہے ہیں اور لازمی بات ہے کہ مرنے سے پہلے جن اجسام سے تعلق تھا وہ عنصری اجسام تھے نہ کہ مثالیہ! اور جس عبارت کا حصہ مؤلف نے دیا ہے۔ یہ بلاوجہ مغالطہ دینے والی بات ہے۔ ہمارے شیخ حضرت صفدر دام مجدہم نے اس مسئلے پر کامل بحث کردی ہے، یہاں اس پر تبصرہ کرنا یا حضرت شیخ مدظلہ کی من وعن بحث کو نقل کرنا طوالت کا باعث بھی ہے اور خارج از موضوع بھی! جو حضرات دیکھنا چاہتے ہوں وہ مطالعہ کریں کتاب ''تسکین الصدور ص ۱۴۵ تا ص ۱۵۴)

﴿ایک آیت سے استدلال﴾

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ، فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى. الآیۃ

ترجمہ! اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو اُن کے مرنے کا، اور جو نہیں مریں اُن کو کھینچ لیتا ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقررہ تک (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس آیت پر "مؤلف المسلک المنصور" نے اپنا علم جھاڑا ہے، بلکہ نچوڑ کر رکھ دیا ہے اور دل ہی دل میں کہا ہوگا "میں وہ بلا ہوں کہ شیشے سے پتھر کو توڑ دوں" مؤلف فرماتے ہیں "گویا اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ میں روح کو واپس نہیں آنے دیتا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم روح کو واپس ضرور لائیں گے تو اب قارئین سوچ لیں کہ زور کس کا غالب آئے گا؟ اور اس سے قبل لکھ آئے کہ "اس آیت میں لفظ "امساک" اور لفظ "ارسال" من قبیل الاضداد ہیں تو میت کی روح کا امساک ہوتا ہے اور نائم (زندہ) کی روح کا ارسال ہوتا ہے، موت اور حیات یہ بھی ایک دوسرے کی نقیض ہیں، اب اگر میت کی طرف بھی روح کا ارسال (لوٹنا) مانا جائے تو یہ اجتماع نقیضین ہوگا جو کلام الٰہی میں محال ہے الخ

جواب:

جناب مؤلف صاحب اور ہمارے قارئین باتمکین توجہ فرمائیں کہ اس آیت بیّنہ میں روح کے بدن سے نکلنے کے دو اوقات بیان فرمائے گئے۔ ۱: موت کے وقت ۲: نیند کے وقت، نیند کے وقت روح بدن میں نہیں ہوتی، الحمد للّٰہ الذی عافانی فی جسدی وردّ علی روحی (ترمذی) ان اللّٰہ قبض ارواحکم حین شاء وردھا الیکم حین شاء (بخاری) جب حالت نیند میں بدن سے روح خارج ہوتی ہے، اس کے باوجود آثار حیات موجود ہوتے ہیں، سانس، کروٹ، چیخ، حرکت وغیرہ یہ سارے امور روح نہ ہونیکے باوجود صرف تعلق روح کر رہا ہے، حالت نیند میں مماتی بھی تعلق روح مانتے ہیں جبکہ اس تعلق کی نص قطعی موجود نہیں ہے۔ ہم موت کے بعد بھی تعلق مانتے ہیں، جب نیند میں تعلق اس آیت کے خلاف نہیں تو موت کے بعد والا تعلق جس سے مردہ دکھ، سکھ محسوس کرے، اس آیت کے خلاف کیونکر ہوگا؟ (پھر انبیاءؑ کی نیند جس میں ۱: احتلام نہ ہو ۲: وحی آتی رہے ۳: لوگوں کو پہچانتے رہیں ۴: اور وضو نہ ٹوٹے، بعد از وفات ان کے تعلق

روح کی کیفیت ان سب سے اعلیٰ ہوگی) پس آیت سے مردہ کی پہلی حالت پر آنیکی نفی ہے، عالم برزخ میں رہتے ہوئے روح اور جسد کے برزخی تعلق اور عدم تعلق سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے، دوسرے لفظوں میں آیت کا منشاء یہ ہے کہ ''والبعث بعد الموت'' قیامت کو ہوگا، جس سے لوگ قبروں سے باہر آئیں گے۔

نوٹ:

یہاں جو اُس کے رو کے رکھنے کی خبر دی گئی ہے یہ صرف اس دنیا کی بات ہے کہ اس دنیا میں اب روح بدن کی جانب واپس نہیں کی جائے گی۔ امساک کا تعلق اُسی جہان سے ہے جس جہان سے ارسال کا تعلق ہے، ظاہر ہے نیند والے کی روح کا ارسال اس جہان والے بدن کی طرف ہوتا ہے کسی اور جہان میں نہیں! جب ارسال اس جہان کا ہے تو اسکی ضد یعنی امساک بھی اسی جہان کے اعتبار سے ہوگا۔ برزخ میں تعلق روح کی نفی یہاں سے ثابت نہ ہوسکی!

سوال نمبر ۱:

اگر امساک سے ہر کسی کے جسم کی نفی کا تعلق ہے تو جو اجزائے اصلیہ سے مماتی احباب تعلق مانتے ہیں وہ اس آیت کے خلاف ہوگا جیسا کہ نیلوی صاحب اجزائے اصلیہ کے ساتھ تعلق مان چکے ہیں، حوالہ پیچھے گذر چکا ہے مزید بھی ملاحظہ کرلیا جائے ''ندائے حق ص ۴۲، ۴۳، ۴۱''

سوال نمبر ۲:

''انفس'' کا تعین کرو! موت کس پر آئی ہے۔ جسم پر یا روح پر؟ کیونکہ انفس اور نفس کئی ایک معنی میں آیا ہے۔

﴿نفس سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ ہے﴾

۱: تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک (مائدہ آیت نمبر ۱۱۶)

۲: ویُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہ (آل عمران آیت نمبر ۳)

۳: کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرحمتہ (انعام آیت نمبر ۱۲)

﴿نفس سے مراد جسد﴾

۱: واذ قتلتم نفساً فاذّارء تُم فِیھا (بقرۃ ۸۲)

۲: فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُم (بقرۃ نمبر ۵۴)

۳: قُوا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نارًا (تحریم ۶)

۴: اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَھُمْ (انعام ۱۲)

۵: کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوتُ (آل عمران ۸۵)

۶: ماتدری نَفْس مَا ذَا تَکْسِبُ غدًا وما تدری بِاَیِّ اَرضٍ تموت (لقمان ۳۴)

۷: ولْتَنْظُرْ نَفْس مَّا قَدَّمَتْ لِغَدُ (حشر ۱۸)

﴿نفس سے مراد روح﴾

۱: اللّٰہ یَتوفّی الاَنْفُس الخ

۲: اَخْرِجُوا اَنْفُسَکُمْ (انعام ۹۴)

﴿نفس سے مراد خون﴾

ومَوتُ مالیس له نفس سائِلَة فی المآءِ (هدایه ص ۳۷)

﴿مؤلف معتزلہ کے نقش قدم پر﴾

مؤلف لکھتے ہیں "جس پر موت کا فیصلہ ہوگیا اس کے لئے امساک ہوگا جب تک موت کا فیصلہ باقی ہوگا اس وقت تک امساک بھی باقی ہوگا اور قضٰی علیہا الموت کا فیصلہ ختم ہوگا قیامت کے دن، تو اب اعادہ روح بھی ہوگا قیامت کے دن، قیامت تک موت رہے گی الخ ﴿المسلک المنصور ص ۵۱﴾

جواب:

اس آیت سے یہ استدلال دراصل معتزلہ کا ہے جس کو دورِ حاضر کے معتزلہ ایک بار پھر تحقیق کی منڈی میں لے کر آگئے ہیں، معتزلہ کا کہنا ہے کہ قبر میں تعادالی جسدہ کی روایت اس آیت کے خلاف ہے، حدیث اور قرآن میں تعارض ہے لہذا ترجیح قرآن پاک کی ہوگی۔ اہل سنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قرآن پاک میں قبض روح کا بیان دنیا کے اعتبار سے ہے۔ روح کا لوٹنا عالم برزخ کے حالات میں سے ہے دنیا کے حالات میں سے نہیں۔ اور گذشتہ سطور میں ہم اس پر بقدر ضرورت بحث کر چکے ہیں۔

﴿بحث بر کتاب فقہ اکبر﴾

مؤلف "المسلک المنصور" اپنی کتاب کے صفحہ ۵۳ پر رقمطراز ہیں "آپ کو کسی نے بڑا دھوکا دیا ہے فقہ اکبر امام ابو حنیفہ صاحب ؒ کی لکھی ہوئی نہیں ہے، اس کتاب کی نسبت امام ابو حنیفہ ؒ کی طرف درست نہیں ہے، علامہ انور شاہ کشمیری ؒ فرماتے ہیں کہ یہ امام صاحب ؒ کی لکھی

ہوئی کتاب نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے فقہ اکبر کے کئی نسخے دیکھے ہیں سب کو مختلف پایا''۔

جواب:

اختلاف ہے تو سہی! مگر اس بات پر کہ آیا یہ خود امام صاحبؒ نے لکھی ہے یا لکھوائی ہے؟ علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ نے لکھا ہے کہ ''فقہ اکبر کی امام صاحبؒ کی طرف نسبت محل نظر ہے۔ اور یہ بات کہ ''میں نے مختلف نسخے دیکھے سب کو مختلف پایا'' یہ بات بھی علامہ فرہارویؒ کی ہے، ملاحظہ ہو (نبراس ص ۲۵۰) علامہ کشمیریؒ کا یہ قول ہمیں ''فیض الباری'' میں نہیں ملا، مؤلف صاحب نے نہ تو فیض الباری کی جلد نمبر دی ہے نہ صفحہ نمبر۔ سابق صدر مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کے متعلق اُن کے فرزند استاذ العلماء حضرت مولانا محب النبی صاحب مدظلہ (بانی دارالعلوم مدنیہ لاہور) نے راقم الحروف کو بتایا کہ والد صاحبؒ فرماتے تھے ''تقریر تو امام صاحبؒ کی ہے مگر تحریر امام ابو یوسفؒ کی ہے'' یہ تطبیق اچھی ہے، مگر ہمارے شیخ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم تو ڈنکے کی چوٹ پر اسے امام صاحبؒ کی ہی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ ہمیں تو حضرت مدظلہم کی تحقیق پر اعتماد ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت شیخ کی اس تحقیق کی جھلک دکھادیں، ملاحظہ ہو۔

امام اہل سنت کی تحقیق

حضرت مدظلہم فرماتے ہیں

''علم عقائد و کلام میں ایک نہایت مختصر اور جامع کتاب، جس کا نام فقہ اکبر ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف و تالیف ہے، چنانچہ بہت سے آئمہ اسلام نے اس کو امام

صاحبؒ ہی کی تالیف تسلیم کیا اور بتایا ہے مثلاً

ا: الحکمؒ بن عبداللہ البلخی (المتوفیٰ ۱۹۹ھ) راوی فقہ اکبر

۲: امام اسحاقؒ بن محمد الحکیم سمرقندیؒ (المتوفیٰ ۳۴۲ھ) جو امام ابو منصور ماتریدیؒ المتوفیٰ ۳۳۳ھ کے تلمیذ تھے اور ان کی شرح کو بقول مولانا شبلیؒ المتوفیٰ ۱۳۳۲ھ علامہ ابوالبقاء احمدیؒ نے ۹۱۸ھ میں نظم کیا تھا۔

۳: امام فخر الاسلام علی بن محمد البز ودی الحنفیؒ (المتوفیٰ ۴۸۲ھ)

۴: امام محی الدین محمد بن بہاؤ الدینؒ

۵: مولیٰ الیاسؒ بن ابراہیم السینوبیؒ

۶: احمدؒ بن محمد المغنیساریؒ

۷: شیخ اکمل الدین بابرتیؒ

۸: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

۹: علامہ ابوالمنتہیؒ

۱۰: حافظ ابن قیمؒ

۱۱: علامہ ذہبیؒ

۱۲: امام کردریؒ

۱۳: ملا علی القاریؒ

۱۴: علامہ عبدالعلی بحر العلومؒ

۱۵: مُلا کاتب چلپی صاحب کشف الظنون

۱۶: علامہ عبدالقادر القرشیؒ

۱۷: صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعودؒ

۱۸. حافظ ابن الہمامؒ

۱۹: علامہ ابن عابدین شامیؒ

۲۰: مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ

۲۱: مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حضرات اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ اکبر امام ابوحنیفہؒ کی کتاب ہے۔ بریلوی حضرات کے مسلم عالم مولوی احمد رضا خان صاحب (المتوفی ۱۳۴۰ھ) بھی تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ اکبر امام اعظمؒ ہی کی تالیف ہے (دیکھیے کوکب الشہابیہ ص ۱۶، ۶۴) امام کردریؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ اعتراض کرے کہ امام صاحبؒ کی تو کوئی تصنیف ہی نہیں تو میں یہ کہوں گا کہ یہ اعتراض اور کلام معتزلہ کا ہے۔ اُن کا دعویٰ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ فقہ اکبر اور الکتاب العالم والمتعلم امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں۔ چونکہ امام صاحبؒ نے فقہ اکبر میں اہل سنت والجماعت کے اکثر عقائد نقل کئے ہیں اور معتزلہ کا یہ (بے بنیاد) دعویٰ ہے کہ امام صاحبؒ معتزلی تھے (معاذ اللہ) اور کتاب فقہ اکبر معتزلہ کے خیال میں ابو حنیفہ نجاری کی ہے لیکن ان کا یہ نظریہ بالکل صریح طور پر غلط ہے کیونکہ میں نے علامہ مولانا شمس الملّۃ والدین الکردری براتقینی العمادیؒ کے ہاتھ مبارک سے لکھی ہوئی تحریر پڑھی ہے انہوں نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام صاحبؒ کی ہیں پھر آگے ارشاد فرمایا کہ "تواطأ علیٰ ذٰلک جماعته کثیرة من المشائخ" اس پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت متفق ہے۔ بظاہر ان ہی قسم کے لوگوں سے متاثر ہو کر علامہ شبلی نعمانیؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ فقہ اکبر امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں ہے اور اس پر برائے نام دلائل اور اپنے خیالات کا انہوں نے اظہار بھی کیا ہے۔ مگر تاریخی اور تحقیقی لحاظ سے ان کی کوئی دلیل نہیں ہے مثلاً ایک یہ کہ فقہ اکبر کے راوی ابومطیعؒ پر محدثین نے کڑی جرح کی ہے، لہذا

اس کا اعتبار نہیں اور نیز صاحب الفقہ الاکبر کا متبادر معنیٰ یہ ہے کہ وہ ابو مطیع ؒ ہی کی تالیف ہو۔
مگر یہ دلیل اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی بلاشک اکثر محدثین ؒ نے ان پر جرح کی ہے مگر ان
کا مرکزی نقطہ ہی صرف یہ ہے کہ وہ جہمیہ اور مرجیہ کے عقیدہ پر تھے۔ کتب اسماء الرجال میں
اس کی تصریح موجود ہے۔ مگر کیا یہ نسبت ان کی طرف صحیح بھی ہے؟ اور اگر صحیح ہے تو دریافت
طلب یہ امر ہے کہ وہ کس معنیٰ میں مرجیہ تھے؟ اور کیا اس معنی کے مرجیہ ہونے سے کوئی زد
آتی ہے؟ اور کیا خود امام اعظم ؒ کو مرجۂ فرقہ میں سے ہونے کا بلاوجہ الزام نہیں دیا گیا؟ اور
اگر اس وجہ سے روایت مردود ہوتی ہے تو ہم صحیحین میں ایسی بہت سے روایات کی نشاندہی
کرسکتے ہیں جن کے رواۃ مرجۂ وغیرہ فرقوں سے متعلق تھے، حافظ ابن حجرؒ امام ابو مطیع
کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''وہ صاحب بصیرت فقیہ علامہ اور بڑی شان کے مالک تھے اور
امام ابن مبارک ؒ ان کے دین اور علم کی بدولت ان کی تعظیم وتوقیر کیا کرتے تھے'' اور علامہ
ذہبی ؒ انکو الفقیہ کے لفظ سے یاد کرتے تھے اور علامہ عبدالقادر القرشی ؒ لکھتے ہیں ''امام مطیع ؒ
نے کتاب فقہ الاکبر امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کی ہے (الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۶۵''۔
غرضیکہ فقہ اکبر حضرت امام ابوحنیفہ ؒ ہی کی تصنیف ہے لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ (مقدمہ البیان
الازہر ص ۱۶ تا ۱۸، ص ۲۳) مزید حضرت شیخ فرماتے ہیں ''بعض حضرات کو شبہ ہوا ہے کہ
حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی اپنی کوئی تصنیف نہیں اور خصوصاً الفقہ الاکبر ان کی نہیں، لیکن یہ ان
حضرات کا نرا وہم ہے مشہور اور قدیم مؤرخ علامہ ابوالفرج محمد بن اسحاق بن ندیم ؒ اپنی
کتاب الفہرست لابن ندیم ص ۲۹۸ میں (جس کو انہوں نے ۳۳۷ھ میں تصنیف کیا تھا)
حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ آپ تابعی تھے اور کئی حضرات صحابہ کرام ؓ
سے آپ کی ملاقات ہوئی پھر آگے لکھتے ہیں کہ الفقہ الاکبر، کتاب الرسالۃ، کتاب العالم
والمتعلم اور کتاب الرد علی القدریہ ان کی تصانیف ہیں (الفہرست لابن ندیم ؒ ص ۲۹۹ طبع

مصر) جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ ان کی تصنیف نہیں بلکہ ابوحنیفہ النجاریؒ کی ہیں تو یہ بات معتزلہ کے مخترعات میں سے ہے (مقام ابی حنیفہؒ ص ۱۰۸)

قارئین کرام!

ہم نے امام اہل سنت، پاسبان مسلکِ حق دیوبند حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہ کی الفقہ الاکبر کے متعلق تحقیق کی ایک جھلک پیش کردی ہے اور خدالگتی کہوں گا اگر تسکین الصدور، سماع الموتی، الشہاب المبین، اور المسلک المنصور (یہی نام دوستوں نے سرقہ کیا ہے) حضرت مدظلہ تحریر نہ کرتے تو شاید مماتی احباب بھی آپ کی تحقیق سے متفق ہوتے۔

مماتی الفقہ الاکبر کا انکار کیوں کرتے ہیں؟

اور یہ مماتی لوگ جو انکار کرتے ہیں کہ "الفقہ الاکبر" امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں ہے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ان کو علامہ کشمیریؒ یا علامہ عبدالعزیز فرھارویؒ کی تحقیق پر اعتماد ہے؟ نہیں نہیں، بالکل نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ "الفقہ الاکبر" کی یہ عبارت ہے "وَاِعَادَةُ الرُّوْحِ اِلَى الجَسَدِ فِيْ قبرِهٖ حَقّ وَ ضَغْطَتُه القَبْرِ وَ عَذَابُه حَقّ۔ اور قبر میں روح کا جسد کی طرف لوٹنا حق ہے اور قبر کا دباؤ اور عذاب حق ہے (الفقہ الاکبر ص ۴۹) اب اگر علامہ فرھارویؒ یا حضرت کشمیریؒ خود آکر بھی اپنے اس قول سے رجوع فرمالیں اور کہہ دیں کہ یہ امام صاحبؒ ہی کی کتاب ہے تو تب بھی یہ ٹولہ ماننے کا نہیں! بہرحال مؤلف "المسلک المنصور" نے چونکہ سرے سے ہی اس کتاب کا امام صاحبؒ کی تصنیف ہونے سے انکار کیا۔ اس لئے ہم نے گذشتہ سطور میں اس کتاب کے متعلق جانبین کے اقوال پیش کردیئے ہیں، اب آپ کو اختیار ہے۔ راقم الحروف تو ایک بار پھر یہی کہے گا کہ ہمیں حضرت شیخ مدظلہم کی تحقیق پر اعتماد ہے۔

﴿مؤلف المسلک المنصور کا ایک اور کذب﴾

جب انسان کے دل سے خدا خوفی نکل جائے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دینے کی حقیقت سے بالکل بے پرواہ ہو جائے تو پھر وہ مکمل طور پر شیطان کے شکنجے میں آجاتا ہے۔ یہی کیفیت مماتی جماعت کے اس نئے محقق صاحب کی ہے۔ لکھتے ہیں ''کسی کا یہ مذہب نہیں ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں بایں طور روح لوٹائی جاتی ہے یا روح کا ایسا تعلق بدن عنصری کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے بدن میں حیات دنیوی حقیقی پیدا ہو جاتی ہے، یہ مذہب نامعقول رضا خانیوں اور تقیہ باز گروہ کا ہے الخ ﴿المسلک المنصور ص۵۴﴾

جواب:

اعادۂ روح کے مسلک کو مؤلف صاحب نے رضا خانیوں اور تقیہ بازوں کا مسلک قرار دیا ہے۔ ہم یہاں ذیل میں مختصر سی فہرست پیش کریں گے کہ امت مسلمہ کے اندر کتنے ''رضا خانی'' اور ''تقیہ باز'' ہیں جو اس مسلک کے قائل ہیں اور کتنے ''عنایت شاہیئے'' ہیں جو اس کے منکر ہیں۔ فہرست دینے سے قبل ہم گذارش کریں گے کہ آپ کے نیلوی شاہ صاحب اور قاضی شمس الدین صاحب بھی بڑے تقیہ باز اور رضا خانی تھے میت کے ساتھ تعلق روح تسلیم کرتے ہیں، حوالہ جات گذر چکے ہیں۔ مزید ملاحظہ ہوں۔

﴿جو اکابرین امت میت کے ساتھ تعلق روح اور اعادۂ روح کے قائل ہیں﴾

۱: حافظ ابن قیمؒ (کتاب الروح ص۶۳) ۲: امام قاسم بن قطلو بغاؒ (شرح المسایرہ ج ۲ ص ۱۱۶) ۳: علامہ آلوسیؒ (روح المعانی ج ۲ ص ۱۷) ۴: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (تحفہ اثنا عشریہ فارسی ص ۳۸۲، اردو ص) ۵: حضرت شیخ عبدالحق دہلوی حنفیؒ

(اشعۃ اللمعات ج اص ۱۰۷) ۶: رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی واں بھچروی (تحریرات حدیث ص ۲۵۷) ۷: امام قرطبیؒ (تذکرہ قرطبی ص ۳۳) ۸: حضرت امام ابو حنیفہؒ (الفقہ الاکبر ص) ۹: ابن جریر الطبریؒ (سُنی) (تفسیر ابن جریر ج ۱۳ ص ۲۱۴) ۱۰: علامہ بدرالدین عینی الحنفیؒ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷) ۱۱: علامہ صدرالدین علی بن محمد الحنفیؒ (شرح عقیدۃ الطحاوی ص ۳۳۰) ۱۲: امام ابوبکر الجصاص رازی حنفیؒ (احکام القرآن جلد نمبر ۱ ص ۱۰۸) ۱۳: علامہ تقی الدین سبکیؒ (شفاء السقام ص ۱۵۱) ۱۴: قاضی عضدالدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجیؒ (مواقف ص ۷۱۵) ۱۵: علامہ علی بن محمد الجرجانیؒ (شرح مواقف ص ۷۱۶) ۱۶: حافظ ابن الہمامؒ (فتح القدیر ج ۴ ص ۹۹) ۱۷: علامہ طاہر بن محمد اسفرائنیؒ (التبصیر ص ۱۵۸) ۱۸: علامہ بزدوی حنفیؒ (اصول الدین ص ۱۶۵) ۱۹: علامہ عبدالعزیز فرھارویؒ (نبراس ص ۳۲۳) ۲۰: علامہ شمس الدین الخیالیؒ (الخیالی ص ۱۱۸) ۲۱: علامہ ابوشکور سالمیؒ (التمہید ص ۱۲۵) ۲۲: علامہ ابن عابدین شامیؒ (شامی جلد ۳ ص ۲۰۱) ۲۳: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۵) ۲۴: حضرت ملا علی القاریؒ حنفی (مرقات ج ۴ ص ۳۱) ۲۵: علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ (العرف الشذی ص ۳۵۵) ۲۶: امام عبدالوہاب الشعرانیؒ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۱۲۹) ۲۷: مفتی اعظم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۵ ص ۴۲۶) ۲۸: قاضی شوکانیؒ غیر مقلد (نیل الاوطار جلد ۳ ص ۲۶۴) ۲۹: نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (دلیل الطالب ص ۸۸۶) ۳۰: علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (فتح الباری جلد ۳ ص ۴۷۷) اور اکابر علمائے دیوبند متقدمین اہل سنت کی اتباع میں یہی مسلک رکھتے ہیں۔ قارئین کرام! نمونے کے طور پر ہم نے کچھ اکابرین امت کے اسماء اور ان کی کتب کے نام پیش کر دیئے۔ اب انصاف پسند انسان کے لئے اس نتیجے پر پہنچنا کوئی

مشکل نہیں ہوگا کہ جو مماتی ٹولہ بیدردی کے ساتھ کل بزرگان امت کو بیک جنبش قلم ''تقیہ باز'' کہہ رہا ہے کیا یہ شاطر، مکار اور عیار گروہ مسلمانوں کا خیر خواہ ہے؟ ہر گز نہیں! ہم پورے اعتدال کی حد میں رہ کر کہہ رہے ہیں کہ قادیانی، پرویزی اور مماتیوں کے ''بنسری کے ساز'' ملتے جلتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ''زہریلے اور کالے پانی'' کا یہ سیلاب دیوبندیت کو بہالے جائے اس کے آگے حق وصداقت کا بند باندھنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

﴿کیا اعادۂ روح کے بغیر اللہ تعالیٰ عذاب وراحت پر قادر نہیں؟﴾

مؤلف کا جذبہ توحید قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں ''ان نامعقولوں (یعنی چودہ صدیوں کے فقہاء، محدثین اور متکلمین نامعقول ٹھہرے، سلفی) سے کوئی پوچھے کہ عذاب قبر آپ نے دینا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے، اگر آپ نے دینا ہے تو پھر بغیر حیات دنیوی حقیقی اور اعادۂ روح کے ناممکن ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے دینا ہے تو پھر یہ کہنا کہ اعادۂ روح یا حیات دنیوی کے بغیر عذاب نہیں ہوسکتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عجز سے پاک نہیں ہے (معاذ اللہ) اس لئے ایسی باتیں کرنا انتہائی خطرناک ہے ﴿المسلک المنصور ص ۵۵﴾

جواب:

ا: جناب مؤحد صاحب! یہ فرمائیے کہ آپ جو پیدا ہوئے اور بطن مادر سے عالم دنیا میں تشریف لائے تو کیا بغیر روح کے اللہ تعالیٰ آپ کو پیدا نہیں کر سکتے تھے؟ پھر کیا کبھی کوئی ایسا بندہ بھی دیکھا جو زندہ تو ہو مگر اس میں روح نہ ہو؟ شاید کوئی تلہ گنگ گجرات یا سرگودھا میں ایسا عجوبہ پایا جاتا ہو؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر روح کے بندہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے؟ چلو ساری دنیا ''نامعقول'' ٹھہری۔ تم ''صاحبان

عقل وخرد'' (ماشاء اللہ) ہی یہ معمہ حل کردو۔

۲: آپ سماع موتیٰ کے منکر ہیں، فرمایئے کیا اللہ تعالیٰ قادر نہیں ہیں کہ بغیر تعلق روح کے سماعت کی قوت عطا کردیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو آیئے دوبارہ اکابر دیوبند کے دروازے پر آجایئے اور کوئی'' کام'' کرکے دکھایئے، اگر جواب نفی میں ہے تو دوبارہ کلمہ پڑھ کر ذرا تجدید ایمان کرلیجیے! واقعی آپ نے سچ فرمایا کہ (آپکا) ایسی باتیں کرنا انتہائی خطرناک ہے، یہ ''توحید جبریلی'' نہیں ''توحید ابلیسی'' ہے۔ بہرحال اگر آپ اپنی بات کو ہی توجہ سے پڑھ لیں تو آپ کو جواب اپنے ہی سوال سے مل جائے گا۔

انہی کی محفل سنوارتا ہوں، چراغ میرا ہے رات ان کی
انہی کی مطلب کی کہہ رہا ہوں، زبان میری ہے بات ان کی

باب سوئم

بحث حیات الانبیاء علیہم السلام

اب تک مؤلف نے جتنی مغز کھپائی کی ہے وہ اعادۂ روح اور عذاب قبر کے متعلق تھی جس کا علمی آپریشن ہم نے کر دیا ہے۔ اور عقل سلیم رکھنے والوں کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ (انشاءاللہ) اس باب کے اندر ہم حیات النبی ﷺ پر گفتگو نظر قارئین کریں گے، اور مماتی مؤلف صاحب نے جتنے الزامات واتہامات اہل حق پر وارد کیئے ہیں ان کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ ان کے دجل وتلبیس سے بھی پردہ اٹھائیں گے۔ جن حضرات نے ہماری کتاب ''لطمۃ الحق'' پڑھی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اکابر کی کتب میں تحریف اور کانٹ چھانٹ کے یہ منکرین حیات کتنے ماہر ہیں۔ ہاں البتہ مؤلف المسلک المنصور نے اپنی کتاب میں جتنی فضول بھرتی کی ہے یا غیر متعلقہ اور خارج از عنوان بحث کی ہے ہم اس کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کریں گے۔

مؤلف المسلک المنصور کی بددیانتی

مماتی مؤلف لکھتے ہیں'' مناظر موصوف (یعنی مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ) کے بزرگ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ تحریر فرماتے ہیں'' بلاشبہ تمام مردوں کا قبروں میں

اپنے ارواح اور اجسام دونوں کے ساتھ زندہ ہونا اس میں کوئی شک نہیں (حیات الاموات ص ۴۱) عبارت نمبر۲: یہی حضرت دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ پھر مسئلہ حیات موتی کا ہے نہ کہ حیات النبی ﷺ کا، اول تو یہ مسئلہ عقائد ضروریہ سے نہیں ہے، دوسرا غلط عنوان دے کر اسے الجھا دیا گیا ہے، عام طور پر اس مسئلہ پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا عنوان حیات النبی ﷺ ہے یا حیات الانبیاءؑ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی انباء الاذکیاء بحیٰوۃ الانبیاء، امام بیہقیؒ کی حیات الانبیاء وغیرہ۔ اس عنوان سے عام طور پر بحث کا رخ حضرات انبیاء خصوصاً نبی کریم ﷺ کی طرف پھر گیا ہے۔ غلط طور سے حیات النبی ﷺ کی بحث چھڑ گئی ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ پاک معرض بحث میں آگئی ہے۔ حالانکہ بحث اصلاً نبی کریم ﷺ کی ذات پاک نہیں، دراصل بحث ہے تو عام موتی کی حیات کے متعلق جن میں کفار ومشرکین اور منافقین تک شامل ہیں (حیات الاموات ص ۸) بخدمت جناب محقق ثمن صاحب (یعنی مولانا نور محمد آصف) ومناظر کہروڑ پکا (یعنی مولانا منیر احمد صاحب) عاجزانہ عرض ہے کہ اپنے بزرگ کی عبارت باوضو ہوکر، تنہائی میں بار بار پڑھ کر سمجھنے کی کوشش فرمائیں اول وآخر درود شریف کا بھی اہتمام کریں اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو کسی اردو خواں سے سمجھنے کی ٹرائی فرمائیں اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو ماسٹر اوکاڑوی صاحب کی قبر کا مراقبہ فرما کر دریافت کرنے کی کوشش کریں تاکہ امت مرحومہ آپ کے شر سے محفوظ رہے ﴿المسلک المنصور ص ۶۰﴾

جواب:

۱: مؤلف المسلک یا تو اتنے علم سے کورے ہیں کہ وہ یہ تک نہیں جانتے کہ کسی کتاب میں کوئی عبارت صاحب کتاب کی اپنی ہے یا اخذ کردہ ہے یا پھر جانتے ہوئے جان بوجھ کر دھوکہ بازی کر رہے ہیں۔ مؤلف نے یہ عبارت شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب کی

ہے ''تمام مُردوں کا قبروں میں اپنے ارواح اور اجسام کے ساتھ زندہ ہونا اس میں کوئی شک نہیں'' حالانکہ یہ علامہ تقی الدینؒ کی شفاء السقام کی عربی عبارت کا ترجمہ ہے، سید نور الحسن شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ''امام تقی الدین السبکیؒ (متوفی ۷۵۶ھ) رقمطراز ہیں۔

اِنَّ حَیٰوۃَ جَمِیعِ الْمَوتٰی بِاَرْوَاحِھِمْ وَاَجْسَامِھِمْ فی قُبُورِھِمْ لا شَکَ فِیْھَا (شفاء السقام ص۱۵۱) (حیات الاموات ص۴۱) ۲: اور صفحہ نمبر ۸ کی جو عبارت شاہ صاحبؒ کی نقل کی گئی ہے اس سے بھی حیات اور سماع ثابت ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کی حیات وسماع کا انکار کرنا غلط بحث ہے چنانچہ شاہ صاحب کی اس عبارت کا آخری حصہ ملاحظہ ہو'' جب عام مُردوں کو بعدِ وفات ایک گونہ حیات حاصل ہے تو حضراتِ انبیاءؑ خصوصاً نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں اختلاف کا سوال کیسے پیدا ہو گیا؟ علیٰ ہٰذا اگر عام موتی زائر کا سلام سُنتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کے سماع سلام وجواب میں بحث وکلام کیوں فضول و نامعقول نہ ہوگا؟ مزید لکھتے ہیں۔ تو پھر موت کے بعد حیات، موتی کا علم واحساس اور مُردوں کا سماع وادراک سب صحیح ہے۔ اور ایک مسلمان کے لئے اس میں ذرّہ بھر شک کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ سب کچھ احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور ہم اس پر آنکھیں بند کر کے ایمان لاتے ہیں خواہ یہ ہماری عقل اور سمجھ میں آئے یا نہ، ہم نے کلمہ خام عقل کا نہیں بلکہ خدا اور رسول ﷺ کا پڑھا ہے (بحوالہ حیات الاموات ص ۸)۔ یہ ہے مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ کا مکمل مضمون جس سے مماتی مؤلف چور دروازہ نکال کر بھاگنا چاہتے تھے، شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ ایک اجماعی مسئلے کو موضوع بحث بنانا کہاں کی دیانت ہے؟ قارئین کرام! اب ہم بھی مؤلف المسلک المنصور کی طرح یوں حاشیہ آرائی کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں کہ'' جناب محقق ومتکبر تلہ گنگ صاحب! ہمارے بزرگ حضرۃ شاہ صاحبؒ کی عبارت باوضو نہیں بلکہ غُسل کر کے، تنہائی میں نہیں بلکہ اپنی ''سرپھری'' جماعت میں بیٹھ کر

سمجھنے کی کوشش فرمائیں ، اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو کسی دیوبندی عالم سے سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ اگر پھر بھی ''عقل نارسا'' میں نہ آئے تو تلہ گنگ سے ''گجرات'' تشریف لیجائیے !اور بانی فرقہ مماتیت سید صاحب کی قبر کا مراقبہ فرما کر دریافت کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ مسلمان آپ کے عظیم فتنے کے شرور سے محفوظ رہیں۔

سنبھل کے پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی

یہاں پگڑی اچھلتی ہے، اسے میخانہ کہتے ہیں

۳: مؤلف نے لکھا ہے کہ ''مناظر موصوف کے بزرگ''۔ یعنی شاہ صاحب ہمارے بزرگ نہیں بلکہ مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کے بزرگ ہیں اور فیصل آباد سے مماتیوں نے ایک کتاب شائع کی ہے اس کے آخری صفحے پر جو کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے وہاں شاہ صاحبؒ کو امام اہل سنت لکھا گیا ہے، ملاحظہ ہو (نفی سماع موتیٰ ص آخر طبع بخاری اکیڈمی فیصل آباد)۔ امام اہل سنت کا عقیدہ آپ نے پڑھ لیا کہ وہ صرف حیات النبی ﷺ کے ہی نہیں بلکہ عام مردوں کے سماع واحساس کے بھی قائل ہیں۔

﴿مؤلف ''المسلک المنصور'' کی مسلسل غلط بیانیاں﴾

قوم کو مسلسل دھوکہ اور فریب میں رکھنا ان مہربانوں کا ''من بھاتا کھاجا'' ہے، جھوٹ اور غلط بیانیوں کے بغیر ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

پہلا دجل:

مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ صاحب فرماتے ہیں، محمد یحییٰ ایک شخص فوت ہو گیا اسکو دفن کر دیا گیا رات کو کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ اچانک بیٹھ گیا، دوڑتا ہوا گھر آ پہنچا کافی زمانہ زندہ رہا اور اس کو حامل کفنہ کہا جاتا تھا (یعنی وہ آدمی جو اپنا کفن اٹھا لایا) (رحمت

کائنات ص ۲۷) یہاں مؤلف نے اپنے اندر کا گند باہر نکالا، لکھتے ہیں ''زاہد الحسینی صاحب نے تو عجیب انکشاف فرمایا ہے اب محقق ٹمن اینڈ کمپنی کے لئے دو ہی راستے ہیں اور دونوں راستے ہی ایمان کے لئے انتہائی خطرناک ہیں۔ یا تو زاہد الحسینی صاحب کا بیان کردہ عقیدہ (یعنی مردے گھر بھی واپس آجاتے ہیں اور افزائش نسل بھی جاری رکھتے ہیں) پر ایمان لانا ہوگا یا انکار کرنا ہوگا۔ بلفظہ

جواب:

اس واقعے کو علامہ زاہد الحسینی کا عقیدہ قرار دے کر اس پر مزید حاشیہ آرائی کر کے مؤلف نے ''بھانڈوں'' والا کردار ادا کیا ہے۔ کوئی صاحب علم، سنجیدہ مزاج اور با اخلاق انسان وہ زبان استعمال نہیں کرتا جو اس بدقسمت ٹولے کے نام نہاد محقق نے کی ہے۔ بازاری زبان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو ''اس طرح مُردوں کی آمد و رفت جاری رہی تو نسب والا مسئلہ مشکوک ٹھہرے گا۔ نورمی و منیری پارٹی کی بیواؤں کے لئے خصوصاً جو دوسری شادی کر چکی ہیں کئی مسائل پیدا ہونگے۔ وغیرہ'' اصل میں مؤلف بیچارے جس جماعت سے منسلک ہیں، نظریاتی طور پر وہ خود مشکوک النسب ہے اور اس کے ''مشکوک النسب'' ہونے کا اعلان اکابر دیوبند کی ایک بھری جماعت نے خیر المدارس ملتان میں کر دیا تھا۔ اس لئے اب یہ اپنے ''مشکوک نسب'' پر پردہ ڈالنے کے لئے ایسی حرکات کر رہے ہیں، اور مولانا حسینیؒ نے جو مذکورہ بالا واقعہ اپنی کتاب رحمتِ کائنات میں دیا یہ علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب ''المنتظم'' میں موجود ہے، اور علامہ زاہد الحسینیؒ نے بھی باقاعدہ اس کتاب اور اس کی جلد نمبر و صفحہ نمبر کا حوالہ دیا ہے، اور خرق عادت واقعات کے متعلق تو خود مؤلف بھی اپنی اسی کتاب میں تسلیم کر چکے ہیں کہ ان کا معاملہ جُدا ہے چنانچہ لکھتے ہیں ''یہ سب بندوں کی عبرت کے خارق عادات واقعات ہیں'' (المسلک ص ۴۰) پھر اس کو مولانا حسینیؒ کا عقیدہ

قرار دینا کتنی بڑی جسارت اور اوچھا پن ہے۔

دوسرا دجل:

مؤلف لکھتے ہیں ''بعینہ یہی طریقہ چکوالی، ساہیوالی، اور اوکاڑوی ملنگوں کا ہے کہ عقیدہ تو سکھوں، ہندوؤں، دہریوں، مجوسیوں، ابوجہل، عتبہ، عتیبہ، شیبہ تک کی قبر میں حیات دنیویہ، حقیقیہ، حسیہ، اور جسمانیہ ہے لیکن کانوں میں انگلیاں ڈال کر آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ دیکھو جی! اشاعۃ التوحید والسنۃ والے حیات النبی ﷺ کو نہیں مانتے۔ اور کئی غالی تو اپنی مسجدوں، گلیوں، مدرسوں اور محلوں تک کا نام حیات النبی ﷺ اور حیات الانبیاءؑ رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ سنا گیا ہے کہ گجرات میں مسجدوں کے لوٹوں پر بھی عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ باد کے نعرے لکھے ہوئے ہیں (ص ۶۴)

جواب:

مؤلف نے خواہ مخواہ اپنے ''اباؤ اجداد'' کے نام بالترتیب ہمیں سُنا دیئے حالانکہ ہم نے کوئی دریافت تو نہیں کیا۔ باقی جہاں تک قبر کے اندر عذاب و راحت اور اعادۂ روح کا تعلق ہے وہ اہل سنت والجماعت میں متفق علیہ ہے۔ مفصل بحث ہم پہلے کر آئے ہیں۔ قبر میں جسد کے ساتھ روح کا اتنا تعلق رہتا ہے کہ وہ عذاب و راحت کا احساس کر سکے۔ جس طرح نیند میں روح کے نکلنے کے باوجود اس کا جسم سے اتصال رہتا ہے، بس یوں سمجھ لیں کہ حیات تین حصوں میں منقسم ہے۔ ۱: بیداری والی زندگی ظاہری ہے ۲: نیند والی خفی ہے ۳: اور موت کے بعد قبر والی اخفیٰ ہے۔ عام انسانوں سے شہداء کی زندگی ارفع ہے اور شہداء سے کئی گنا برتر اور اعلیٰ حیات انبیاء علیہم السلام کی ہے۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ اشاعت التوحید والے اعلیٰ زندگی مانتے ہیں بالکل ایسا ہے جیسے قادیانی ختم نبوت کی تعریف و توضیح کرتے

ہیں۔ وہ بد بخت مرزا غلام احمد کو نبی مان کر بھی ختم نبوت کا انکار نہیں کرتے اور تم کمبخت انبیاءؑ کو مُردہ کہہ کر بھی حیات کا انکار نہیں کرتے۔ اور اس بات کی وضاحت ہم بار بار کر چکے ہیں کہ حیات دنیویہ سے مراد یہ ہے کہ دنیا والے جسم اطہر میں روح مبارک لوٹائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدن عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، اور حیات جسمانی کا مطلب بھی یہی ہے کہ دنیا والا جسم روضۂ اطہر میں زندہ ہے، حیات حسّی کا مطلب ہے دنیا والا محسوس جسم زندہ ہے اور حیات حقیقی سے مراد ہے حقیقتاً حیات کے آثار کا پایا جانا۔ کہ جسم مبارک میں حس وشعور، علم وعقل اور کمالات نبوت موجود ہیں۔ اور انہی کمالات کی وجہ سے آپ ﷺ روضے پر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔ برخلاف اس کے تمہارا عقیدہ ہے کہ جسم مبارک بالکل بے حس وشعور وکمالات سے خالی ہے (العیاذ باللہ) رہا آپ کا یہ کہنا کہ لوٹوں پر حیات النبی ﷺ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اور لکھا یہ ہے کہ "ہم نے سُنا ہے" اور کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ سُنی سُنائی باتوں کو آگے پھیلاتا رہے اور پھر تصنیف وتالیف کے میدان میں سنی سُنائی باتوں کو لے آنا احمقوں کا وطیرہ ہے۔ جناب! پھر بریلویوں کی بھی سُن لو! کیا؟ کہ مولانا غلام اللہ صاحب کا وفات کے بعد چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اس کے علاوہ ہم نے بھی بہت ساری باتیں سُنی ہیں اور ان کا تعلق بھی "گجرات" ہی سے ہے۔ لیکن ہم سنی سنائی باتوں کو عوام میں لا کر اشتعال کی فضا پیدا کرنا غیر اخلاقی اور غیر شرعی سمجھتے ہیں۔ یہ بے ہودہ اور ناقص باتیں "توحید" اور "سنت" کے جدید "اشاعتیوں" کو زیب دیتی ہیں۔

تیسرا دجل:

مؤلف نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۶۶ پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیملپوریؒ کی ادھوری اور مجمل عبارت سے یہ دھوکا دیا ہے کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ غیر ضروری مسئلہ ہے۔

اور یہ کہ ''کیوں اتنا غلو اور تشدد کیا جاتا ہے'' ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ غالی اور متشدد آپ ہی ہیں، بزرگ آپ کو غلو اور تشدد کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں ۔ قائلین حیات اور قائلین سماع و صلوٰۃ پر فتوے تم نے داغے، کتابیں تم نے لکھیں، تقریروں میں تمہارے ''ڈرامہ باز'' واعظین آستینیں چڑھا کر چیلنج بازیاں کرتے رہے ۔ بانی فرقۂ ممات قائلین سماع صلوٰۃ و سلام کو ابوجہل کا خاندان اور لوئر کلاس مشرک کہتے رہے، حتیٰ کہ ایک بزرگ نے تو یہاں تک کہہ دیا ''البتہ خطابت کے رنگ میں ان (یعنی اکابرین دیوبند) کے زبان وقلم سے ایسی عبارات صادر ہوئیں جو مفہوم مخالف کا موہم بن گئیں اور شیطان کو اغواء کا موقع مل گیا، اس نے خوب ان مسئلوں کو ابھارا، اچھالا، پروپیگنڈا کی مشین تیزی سے چلائی اس کے فائر کی آواز دور دور تک پہنچ گئی ۔ غیر ملکی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے حتیٰ کہ بڑے بڑے علماء، فضلاء، صلحاء، محدث، مفسر، مقرر، مصنف، گوشہ نشین، خطیب اور سیاسی لوگ سب ہی اس مسموم ہوا سے مریض ہو کر واویلیاں کر رہے ہیں الخ (ندائے حق ص ۳۸۵ ج ۱) تو اکابرین کی نگاہ میں آپ ہی بیجا غلو کرنیوالے اور فسادی ہو ۔ باقی حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیملپوریؒ کا آپ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں وہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے قائل تھے ۔ تجلیاتِ رحمانی میں ہے میں ہمیشہ اس بات کا قائل اور معتقد ہوں کہ جو حضرات اہل حق اہل سنۃ والجماعۃ کا اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جیسے حق تعالیٰ نے دنیا کے اندر ایک ممتاز شان اعلیٰ وارفع صفات کے ساتھ عطا فرمائی ہے ایسی ہی اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اکمل واعلیٰ وارفع صفات کے ساتھ حیات برزخی عطا فرمائی ہے ۔ (تجلیاتِ رحمانی ص ۴۷۹)

اب قارئین جان گئے ہوں گے کہ تلمہ گنگوی، گجراتی اور سرگودھوی تفرقہ بازوں، اور مفسدوں کا شیوہ ہے، کہ وہ غلط بیانیوں سے کام چلا کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں ۔

چوتھا دجل:

﴿حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ﴾

مؤلف المسلک المنصور لکھتے ہیں ''حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند نوعیت مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ یوں فرماتے ہیں '' یہ مسئلہ ایسا اساسی اور بنیادی عقائد کا نہیں ہے کہ اس میں سکوت روا نہ رکھا جائے ﴿المسلک ص ٦٧﴾

جواب:

حضرت قاری صاحبؒ کی اس عنوان پر کوئی آدھ بات نہیں، پوری تقریر ہے، ایک ادھوری عبارت سے مؤلف یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ قاری صاحبؒ کے نزدیک اساسی نہیں؟ کیا مطلب؟ کہ آنحضرت ﷺ کے جسد عنصری کے ساتھ روح مبارک کا تعلق نہیں ہے یا آپ ﷺ درود وسلام سماعت نہیں فرماتے؟ اگر اس کا یہ معنی نہیں اور یقیناً نہیں تو دغا باز مصنف اس عبارت کو پیش کر کے کونسا مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مصنف ''المسلک المنصور'' حضرت قاری صاحبؒ کی اس مضمون کی بقیہ عبارت کو ماں کا دودھ سمجھ کر پی گئے۔ قارئین کرام! قاری صاحبؒ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

عبارت نمبر ا:

''علماء دیوبند صرف یہی نہیں کہتے کہ حضور ﷺ کا جسم مبارک مٹی میں بالکل صحیح و سالم محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا بلکہ علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آج بھی اسی طرح سے جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ جس طرح سے جسم کے ساتھ دنیا میں زندہ تھے۔ اس میں ذرّہ برابر فرق نہیں، فقط یہ نہیں کہ بدن محفوظ ہے۔ بلکہ بدن میں وہی حیات محفوظ ہے۔ جو حیات دنیا کے اندر محفوظ تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ حي اور زندہ ہیں (خطبات حکیم الاسلام

ج ۵ ص ۴۶ طبع دارالاشاعت کراچی)

عبارت نمبر۲:

ہم اس کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ اس عالم میں تشریف نہیں لاتے لیکن روحانی فیض جاری ہے یہ جو ہمارا اور آپ کا ایمان سنبھلا ہوا ہے یہ اسی فیض سے تو سنبھلا ہوا ہے۔ اگر حضور ﷺ کی ادھر توجہ نہ ہو تو ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔ اصل مؤمن آپکی ذات بابرکات ہے آپ ﷺ کے طفیل میں اور لوگ مومن ہیں۔ آپ ﷺ کے ایمان کا پرتو پڑ گیا جو ہم مؤمن کہلانے لگے۔ ورنہ اصل مؤمن آپ ﷺ ہیں۔ وہ جو ایمانی فیض ہے وہ برابر جاری ہے۔ انبیاء علیہم السلام ایسے ہی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ (ص ۴۷)

عبارت نمبر۳:

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حیات النبی ﷺ کا لوگ انکار کیوں کرتے ہیں؟ میرے خیال میں اجمالاً اتنی بات ہے کہ حیات النبی ﷺ تو مجمع علیہ ہے۔ یعنی امت کے اندر کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے۔ اسکی کیفیت میں گفتگو ہے کہ حیات ہے تو کس کیفیت اور کس نوعیت کی، تو کیفیات میں اگر کوئی اختلاف کرے تو اسے اصل مسئلہ میں اختلاف کنندہ نہیں کہا جاسکتا۔ جہاں تک انبیاء علیہم السلام کی حیات کا تعلق ہے تو صحیح حدیث موجود ہے۔ ''الانبیاءُ اَحیآء فی قبورهم یصلون '' انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ ''وَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ '' اللہ کے نبی زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے، اب ظاہر ہے کہ اس حیات سے مراد اگر وہ عمومی حیات ہے جو برزخ میں عام طور پر ہوتی ہے تو پھر اس تخصیصِ ذکری کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر یہ کہنا کہ ''نبی اللہ حي یا الانبیآء احیاء '' اس کی ضرورت نہیں۔ یوں کہا جاسکتا تھا ''المسلمون احیاء فی

قبورھم" یا "الناس احیاء فی قبورھم" اس لئے کہ حیات برزخی میں سب کے سب شریک ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے ذکر کی تخصیص کیا جانا اور اس پر حیات کا لفظ بولا جانا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خصوصی حیات ہے جو عوام کو حاصل نہیں۔ پھر یہ کہ حیات کے لفظ کو مقید کر کے نہیں لایا گیا۔ یہ نہیں کہا گیا کہ انبیاء علیہم السلام بحیثیت اس کے حیات ہیں، یا فلاں جہت سے حیات ہیں۔ بلکہ مطلقاً حَیّ کہا گیا۔ تو جب بھی کوئی چیز مطلقاً بولی جائے گی۔ اس کا فرد کامل مراد لیا جائے گا پھر فرد کامل کی صورت سمجھنے کی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم جسے دنیا میں زندگی کہتے ہیں وہی وہاں سمجھیں کہ وہ حي اور زندہ ہیں۔ اور وہ اسی انداز کی زندگی ہے جیسے دنیا میں زندہ ہوتے ہیں (صفحہ ۱۷۴)

عبارت نمبر ۴:

برزخ میں انبیاء اسی طرح حیات ہیں، جس طرح ہم دنیا میں حیات ہیں۔ (صفحہ ۱۸۵ ج ۵)

خلاصۂ عبارات:

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ نے حکیمانہ طرز میں جو حیات النبی ﷺ پر بحث کی ہے اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱: حضور ﷺ اسی جسم کے ساتھ زندہ ہیں جس جسم کے ساتھ دنیا میں زندہ تھے۔

۲: آپ ﷺ کا روحانی فیض آج بھی جاری ہے۔

۳: حیات النبی ﷺ پر امت کا اجماع ہے۔

۴: "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" صحیح حدیث ہے۔

۵: برزخ میں انبیاءؑ ایسے ہی حیات ہیں، جیسے ہم دنیا میں ہیں۔

۶: یہ علماء دیوبند کا اتفاقی عقیدہ ہے۔

قارئین کرام! اب انصاف فرمائیں۔

۱: اشاعت التوحید والے جسمانی حیات کے منکر ہیں۔

۲: ان کا عقیدہ اجماع امت کے خلاف ہے۔

۳: یہ اکابر علماء دیوبند کے اتفاقی عقیدے کے منکر ہیں۔

۴: اور ''الانبیآء احیاء فی قبورھم یصلون'' کو بالکل تسلیم نہیں کرتے، اس زور وشور سے بحثیں کرتے ہیں۔ یہ اکابر علمائے دیوبند کی عبارات میں قطع و برید کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ''بریلی کے ایک خانصاحب'' کرتے تھے۔ انہوں نے ''عشق رسول'' کی آڑ میں تفرقہ بازی کا بازار گرم کیا اور یہ ''توحید'' کی آڑ میں ''ڈرامہ بازی'' رچا رہے ہیں۔ بھولے بھالے مسلمانو! ان کی جماعتوں کے خوشنما لیبل سے دھوکا مت کھانا فتنہ پھیلانے والے اکثر ''خوش نام'' ہوتے ہیں اور اسلام کو ''بدنام'' کرتے ہیں۔ کہیں ''غلام احمد قادیانی'' ہے اور کہیں ''غلام احمد پرویز'' کہیں ''احمد سرسیّد'' ہے اور کہیں ''غلام نبی المعروف عبداللہ چکڑالوی ہے۔ کہیں گجرات کے ''عنایت اللہ اثری'' کی کتابیں گمراہی پھیلا رہی ہیں اور کہیں گجرات ہی کے ''عنایت اللہ صاحب'' کے یہ ''چمچے کڑچھے'' شیطان کو خوش کر رہے ہیں۔

پانچواں دجل:

﴿مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ اور مسئلہ حیات النبی ﷺ﴾

مؤلف ''المسلک المنصور'' کی ایک اور دغابازی ملاحظہ ہو۔ مولانا نور محمد تونسوی کی معروف کتاب ''قبر کی زندگی'' سے ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں جو دارالافتاء والارشاد کراچی کا ہے۔

استفتاء میں پوچھا گیا تھا کہ آنجناب ﷺ روضۂ اطہر میں زندہ ہیں، صلوٰۃ وسلام جو وہاں پڑھا جائے سماعت فرماتے ہیں اس تفصیل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس کو ماننا اور نہ ماننا دونوں یکساں ہیں اس کے ثابت اور انکار سے کوئی اثر مرتب ہوگا؟ اور وہ اثر کیا ہوگا۔ اس کا جواب دارالافتاء والارشاد والوں کی جانب سے یہ آیا کہ ''اس تفصیل پر ایمان لانا ضروری نہیں''۔ یہ جواب حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ کے نائبین کی جانب سے آیا جن میں مفتی افضال، محمد احمد، اور محمد موسیٰ کے دستخط موجود ہیں۔ اس فتوے پر مفتی صاحبؒ کے دستخط نہیں ہیں مگر مماتی مؤلف پرلے درجے کا خائن، اور تخریبی نکلا کہ انہوں نے مفتی رشید احمد صاحبؒ کا نام بھی تصحیح کنندہ میں لکھ دیا ملاحظہ ہو (المسلک المنصور ص ۶۸) اور خود مولانا نور محمد تونسوی صاحب نے لکھا ہے ''بندۂ عاجز کے استفتاء کی رسائی حضرت اقدس فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ تک شاید نہ ہوسکی البتہ ان کے نائبین کی طرف سے جواب موصول ہوا (قبر کی زندگی ص ۶۴۰)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ کے مزاج میں قدرے شدت تھی اور شاید تعلّی بھی (جو کہ بعض اہل علم میں آجاتی ہے) بعض مسائل میں ان کے تفردات بھی تھے مگر عقائد وافکار کے اعتبار سے آپؒ مشائخ دیوبند کے مسلک پر کاربند رہے اور عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر بھی آپؒ مضبوطی سے قائم تھے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ''حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ میں جو رائے اور عقیدہ علمائے دیوبند کا ہے وہی حق ہے فی نفسہٖ مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے نیز فرماتے ہیں'' حیات جسمانی بھی انبیاء علیہم السلام کے حق میں صفت ذاتی ہے جو کہ عروض موت کی وجہ سے زائل نہیں ہوتی الخ (احسن الفتاویٰ کامل ص ۱۷۰ تا ۱۷۵ طبع اول)

﴿ دارالافتاء والارشاد کراچی کی موجودہ فتویٰ نویس ٹیم کی بددیانتی! ﴾

انتہائی افسوس کے ساتھ ہم یہ لکھنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ مفتی صاحبؒ کی وفات کے بعد ان کے دارالافتاء والارشاد کی ٹیم نے علمی بددیانتی اور خیانت کرتے ہوئے مسئلہ حیات النبی ﷺ کو "احسن الفتاویٰ" سے خارج کردیا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی علمی شخصیت اور مسلکی حیثیت کو ان "نادان جانشینوں" نے مجروح کیا ہے، ہم دارالافتاء والارشاد کے منتظم مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب اور مفتیان کرام کی پوری ٹیم سے احتجاج کرتے ہیں کہ کیا بعداز وفات آپ نے مفتی صاحبؒ کی تصانیف میں اصلاح کی ٹھانی ہوئی ہے؟ اور کیا مماتیت معمولی فتنہ ہے یا کہیں ایسا تو نہیں کہ مماتیت کے جراثیم آپ کے اندر سرایت کر چکے ہوں؟ بہر حال ہم اصحاب علم وتحقیق سے اس کاروائی پر کراچی کے ان احباب کا نوٹس لینے کی اپیل کرتے ہیں۔

نوٹ: ہم انتہائی شکر گزار ہیں ابن امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب کے کہ آپ نے اس کا بروقت سدّباب کیا اور مُجلّہ "نورِ بصیرت" بہاولپور میں ایک جاندار مضمون لکھا، اصحابِ ذوق ضرور مراجعت فرمائیں۔ یہ مضمون "نورِ بصیرت" میں اکتوبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔

چھٹا دجل:

﴿ مماتیوں پر حضرت اوکاڑویؒ کا بھوت! ﴾

رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ نے ۱۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں انتقال فرمایا مگر آپؒ کا خوف آج تک منکرین حیات النبی ﷺ کو "دیمک کی طرح چاٹ" رہا ہے۔ دیگر مماتیوں کی طرح مؤلف "المسلک المنصور" بھی "امین خولیا" کے اچھے خاصے

مریض ہیں اور یہ مرض انکو مچھلی کی طرح تڑپا رہی ہے۔ مؤلف رقمطراز ہیں'' ماسٹر اوکاڑوی کسی زمانہ میں مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد یونس نعمانی صاحب دامت فیوضہم سے فیصل آباد میں عربی عبارات پر اعراب لگوانے کے لئے حاضری دیتے تھے۔ جنڈانوالہ کے مناظرہ کی روئیداد فتوحات نعمانیہ کے عنوان سے زیر طبع ہے۔ عنقریب انشاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی۔ اور اگر جلدی ہو تو جنڈانوالہ مناظرہ کے ذمہ دار حضرات سے تحقیق فرمالیں کہ اوکاڑوی صاحب اپنے عقیدے کی تنقیح ہی نہ کر سکے۔ جس کی وجہ سے مناظرہ سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے الخ۔

جواب:

لعنت الله علی الکذبین۔ مولانا یونس نعمانی صاحب حضرت اوکاڑویؒ کے شاگرد ہیں۔ فیصل آباد میں اعراب لگوانے حضرت اوکاڑوی نعمانی صاحب کے ہاں جاتے تھے یا نعمانی صاحب فن مناظرہ کی تربیت کے لئے حضرتؒ کے پاس آکر زانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے؟ آج بھی فیصل آباد میں مولانا عبدالرحمٰن ظفر جھنگوی اور مولوی فضل امین صاحب سے پوچھ لیا جائے۔ یہ دونوں حضرات نعمانی صاحب کے استاذ ہیں۔ اور حضرت اوکاڑویؒ سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ اس کے علاوہ محمد رمضان کاتب اور قاری محمد ریاض صاحب گواہ ہیں کہ مولانا نعمانی صاحب حضرت اوکاڑویؒ کے شاگرد تھے۔ رہی جنڈانوالہ مناظرہ کی روئیداد! اس کی شکست کی کالک تو آج تک تمہارے چہروں سے نہیں اتری۔

۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۷ء میں جنڈانوالہ (ضلع بھکر) اور میانوالی میں مناظرے طے پائے۔ اہل سنت کی طرف سے مناظر حضرت اوکاڑویؒ معاون مناظر حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب اور صدر مناظر مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب ڈیروی تھے۔ اور منکرین حیات النبی ﷺ کی جانب سے مناظر مولانا یونس نعمانی صاحب اور معاون مناظر (مولانا عبداللہ

راشد (خانقاہ ڈوگراں) تھے۔ پہلے منکرین حیات النبی ﷺ نے شرائط مناظرہ سے فرار اختیار کیا بعدازاں پولیس کی مداخلت سے یہ مناظرے نہ ہو سکے۔ ان دونوں مجالس میں مماتیت کی پسپائی کا نظارا علاقہ کے تمام مسلمانوں نے کیا۔ میانوالی مناظرہ میں مولانا نعمانی سے کہا گیا کہ جو شرائط جنڈانوالہ میں طے کی گئیں تھیں انہی پر مناظرہ کیا جائے۔ اس مطالبہ کی فوٹو اسٹیٹ مولانا نعمانی کی مسجد گھنڈوالی (میانوالی) میں تقسیم کی گئی مگر نعمانی صاحب حضرت اوکاڑویؒ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے۔ بعدازاں مماتیوں نے اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک ''اشتہار'' چکوالی فسادیوں کی کشتی بھنور میں'' کے عنوان سے تقسیم کیا تو مولانا عبدالحق صاحب بشیر مدظلہ نے جواباً ''گجراتی فتنے کا بیڑا غرق'' کے نام سے اشتہار شائع کیا اور اس گستاخ ٹولے کی منافقت اور چالبازیوں کو سرعام ننگا کیا۔ مناظرہ جنڈانوالہ کی تفصیل ماہنامہ حق چاریارؓ لاہور کے مولانا اوکاڑویؒ نمبر میں ملاحظہ کریں۔

تعجب ہے کہ فرار و شکست کے باوجود یہ کس منہ سے مناظرہ کا نام لیتے ہیں۔ اور مولانا نعمانی کے نام پر فخر کرنے والے ذرا گجراتیوں سے بھی ان کی حیثیت پوچھ لیں جنہوں نے اپنی کتاب ''خس کم جہاں پاک'' میں کہیں ان کو ''جھوٹا'' لکھا، کہیں ان کی علمی لیاقت پر تبصرہ کیا۔ کہیں ''دانت پیسنے والا'' تحریر کیا اور ایک عنوان یہ بھی ہے ''مولانا محمد یونس نعمانی کا جھوٹا پروپیگنڈا'' (خس کم جہاں پاک ص ۴۷) سچی بات یہ ہے کہ مماتیوں کے ''تھیلے سے بلی'' اسی دن باہر آ گئی تھی، جس دن علامہ اوکاڑویؒ کے سامنے مولوی احمد سعید صاحب مناظرہ کرنے آ لپکے تھے۔

سیّد ضیاء اللہ بخاری کا اعتراف شکست!

مورخہ ۵ جولائی ۱۹۹۸ء بروز اتوار سرگودھا میں اشاعت التوحید کا کنونشن منعقد ہوا اس میں سید ضیاء اللہ شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں کہا!۔ جو کل ماسٹر امین سے گفتگو نہیں کر سکا۔ کس

منہ سے آج کہتا ہے میں نے مناظرہ کرنا ہے۔ ماسٹر امین نے تو کل تمہاری (یعنی احمد سعید) ناک کاٹ کر رکھ دی تھی۔ آج کہتے ہو ضیاء اللہ شاہ اور فلاں فلاں سے مناظرہ کرنا ہے، حیاء اور شرم ہونی چاہیئے (ماہنامہ نغمہ توحید گجرات بابت اگست ۱۹۹۸ء) اور اسی طرح نغمہ توحید کے شمارہ جولائی ۲۰۰۱ء میں ہے ''جو شخص مڈل پاس مناظر کے سامنے اٹھارہ سو میں سے ایک حدیث پیش نہ کر سکا وہ جامع المعقول والمنقول استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا قاضی عصمت اللہ سے مناظرہ کرے گا؟۔

تبصرہ:

مؤلف ''المسلک المنصور'' نے اب دیکھ لیا کہ مماتی قیادت اعتراف کر رہی ہے کہ علامہ اوکاڑویؒ نے ''ہماری ناک کاٹ'' کر رکھ دی۔ یہ صرف احمد سعید صاحب کی نہیں پوری جماعت کی ناک کٹی ہے۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ ہمارے پاس کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جو ہم اپنے دعوے پر پیش کر سکیں۔ ''**والفضل ماشهدت به الاعداء**. قارئین کرام! مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی کرامت نہیں تو کیا ہے کہ آج مماتی ٹولہ کے ذمہ داران برملا کہہ رہے ہیں کہ ''ماسٹر امین'' نے ناک کاٹ دی۔ حیرت ہے کہ ''نکٹو'' اچھل اچھل کر مناظروں کے چیلنج دے رہے ہیں۔ مؤلف صاحب اپنے بڑوں کا اعتراف شکست اور ''اعتراف جرم'' پڑھ کر دل ہی دل میں کہیں ؎

ہائے میرا باغ آرزو، کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سو، کوئی کلی کھلی نہیں

ساتواں دجل:

﴿عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر پوری امت کا اجماع ہے﴾

اس عنوان کے تحت مؤلف ''المسلک المنصور'' رقمطراز ہیں ''اب چاہیئے تو یہ تھا کہ صاحبِ تقریر پہلے کسی معتبر کتاب سے اجماع کی تعریف کرتے۔ اور پھر اپنے عقیدۂ مزعومہ پر منطبق کر کے باسند بیان کرتے۔ لیکن مناظر موصوف خالص اعجوبۂ روزگار ہیں کہ دجل و تلبیس کے بغیر کوئی بات کرنا ان کی قسمت میں ہی نہیں ﴿المسلک المنصور ص ۲۷﴾

جواب:

یہ زمین بھی کیسے کیسے جہلا کا بوجھ اپنے سینے پر برداشت کرتی ہے۔ موصوف کو اتنا علم بھی نہیں کہ یہ عنوان مناظر یعنی حضرت مولانا منیر احمد مدظلہم کا دیا ہوا نہیں بلکہ مرتب کتاب کا ہے اور مرتب ظاہر ہے کہ حضرت مدظلہ نہیں ہیں۔ وہ تو مقرر ہیں، جن عقل کے اندھوں کو مرتب اور مقرر کے فرق کا علم نہیں۔ وہ اس قوم کے راہبر بنے بیٹھے ہیں۔ ایسے دو چار ''محقق'' اور پیدا ہو گئے پھر دین کا اللہ حافظ ہے۔

علم دین مفقود ہے، گُم ہے صراط مستقیم
خضر راہ بنتا ہے ہر غولِ بیاباں ان دنوں

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں مرتب کتاب کی بھی کوئی غلطی نہیں۔ اس لئے کہ عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر امت کا اجماع ہونا نقل کیا گیا ہے۔ ''اجماع کی تعریف'' یا ''اجماع کی کیفیت'' کا عنوان ہے تو پیش کرو؟ بلاوجہ ہانکتے جانا یہ تنگ ظرف اور کم علم لوگوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اب بھی کہتے ہیں کہ عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر اُمت کا اجماع ہے۔ یہاں

مختصر [illegible] اجماع پر بھی [illegible] کبھی ہمارے گھر [illegible]

بھیک مل جائے کیونکہ ہمارے شیخ امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ فرماتے ہیں ''علمی لحاظ سے بحمد اللہ تعالیٰ ہم بڑے وسیع الظرف واقع ہوئے ہیں'' (اتمام البرھان ص ۱۷۸، حصہ دوم)

اجماع کے لغوی معنیٰ

لغت میں اجماع کے دو معنی ہیں ۱: عزم اور پختہ ارادہ کرنا ۲: اتفاق۔ جب کوئی انسان کسی امر کا عزم اور پکا ارادہ کر لیتا ہے تو اس وقت ''اجمع فلان علی کذا'' کہا جاتا ہے، فلاں نے اس کام کا عزم کر لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''فَاَجْمِعُوا اَمْرَکُمْ'' (پارہ ۱۱ رکوع ۱۳) تم سب مل کر اپنے کام کا عزم کرو۔ یہ اسی معنی میں مستعمل ہے۔

اصطلاح شرعی

شریعت کی اصطلاح میں ایک مخصوص اتفاق کا نام اجماع ہے یعنی ''اتفاق المجتہدین الصالحین من امتہ محمد ﷺ فی عصر علی امر من الامور'' (توضیح تلویح ص ۵۱۶) کسی ایک زمانے میں رسول اکرم ﷺ کی امت کے صالح مجتہدین کا کسی ایک واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینا اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع کی تعریف میں اتفاق اشتراک مراد ہے۔ اور یہ قول، فعل، اعتقاد سب کو شامل ہے یعنی اس امت کے مجتہدین کسی قول میں شریک ہوں یا فعل میں یا اعتقاد میں شریک ہوں، تمام صورتوں میں اجماع متحقق ہو جاتا ہے۔ پہلے کو اجماع قولی، اجماع فعلی، اور تیسرے کو اجماع اعتقادی کہا جاتا ہے مثلاً اگر کوئی شئی قول کے قبیل سے ہو اور ایک زمانے کے تمام مجتہدین اس پر اتفاق کر لیں اور یہ کہیں ''اجمعنا علیٰ ھذا'' تو یہ قولی اجماع ہوگا اور اگر کوئی شئی فعل کے قبیل سے ہو اور تمام مجتہدین اس پر عمل شروع کر دیں تو یہ فعلی اجماع ہوگا جیسے مضاربت، مزارعت، اور شرکت

فعلی اجماع سے ثابت ہیں اور اگر کوئی شئ اعتقاد کے قبیل سے ہو اور تمام مجتہدین اس پر اعتقاد کرلیں تو یہ اعتقادی اجماع ہوگا۔ جیسے شیخین (حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ) کی فضیلت پر تمام مجتہدین کا اعتقاد ہے اگر کسی قول یا فعل یا اعتقاد پر بعض مجتہدین اتفاق کرلیں اور باقی سکوت کریں حتیٰ کہ مدت تامل گذر جائے اور وہ اس پر رد نہ کریں یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے۔ احناف اس اجماع سکوتی کے قائل ہیں، (شوافع قائل نہیں)۔ (تفصیل ملاحظہ ہو، علمائے ہند کے مجموعہ رسائل ج ا ص)

﴿تاریخی اعتبار سے اجماع کے درجات﴾

تاریخی لحاظ سے اجماع کے دو درجے ہیں ۱: اجماع صحابہؓ ۲: اجماع علماء مابعد اگر کسی مسئلے میں صحابہؓ کا اختلاف ہو (جیسے مسئلہ وتر میں اکثر صحابہؓ ایک طرف اور حضرت امیر معاویہؓ دوسری طرف) اور بعد از دورِ صحابہؓ تمام مجتہدوں کا اس میں کسی بات پر اجماع ہو جائے تو پہلا اختلاف اس اجماع کو نہ توڑ سکے گا۔ دین کے وہ مسائل یا عقائد جو آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرامؓ سے تواتر کے ساتھ منقول ہوں اور ادوار مابعد میں ان میں اہل علم کا کسی قسم کا اختلاف نہ ہو تو یہ متواترات دین اجماع سے زیادہ قوت رکھتے ہیں۔ اجماع ان مسائل میں ہوتا ہے جو مجتہد فیہ ہوں ان میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور متواترہ امور بھی ہو سکتے ہیں جو کتاب وسنت میں مذکور ہوں۔ ختم نبوت اور نزول مسیح کا عقیدہ اسلام میں متواتر چلا آرہا ہے۔ حضور ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کا فر یا مرتد ہے یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ حضور ﷺ کے معتمد صحابی ہیں، یہ مسئلہ متواترات میں سے ہے،

(بحوالہ آثار التشریع جلد دوم ص ۱۱۹۔۱۲۰)

امام اہل سنت حضرت شیخ صفدر دامت فیوضھم فرماتے ہیں، حضرات خلفائے

راشدین کی سُنت اور حضرات صحابہ کرامؓ کے اجماع کے بعد امت مرحومہ کے اجماع و اتفاق کا درجہ ہے۔ جس چیز کو یہ امت خیر کہے گی وہ عنداللہ بھی خیر ہوگی اور جس چیز کو شر کہے گی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی شر ہی ہوگی ۔ یہ اُمت سرکاری گواہ کی حیثیت رکھتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن اسی اُمت کی شہادت پر تمام امتوں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا اور اس امت کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ یہ کبھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی ۔ اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد امام حاکمؒ (المتوفیٰ ۴۰۵ھ) لکھتے ہیں ''یستدل بها علی الحجة بالاجماع (مستدرک ج ۱ ص ۱۲۰) اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ اجماع حجت ہے ۔ اور علامہ شمس الدین ابوعبداللہ الذہبیؒ (المتوفیٰ ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں ''تستدل علیٰ ان الاجماع حجة (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۱۲۰) اور حضرت ملا علی القاریؒ ان اللّٰه لا یجمع امّتی علیٰ ضلالة (الحدیث) کی شرح میں لکھتے ہیں ''فی الحدیث دلیل علیٰ حقیّة الاجماع '' کہ اس حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے امت کا اجماع حق اور صحیح ہے (مرقات علی المشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۰) اُمت کے اجماع کے حق اور صحیح ہونے پر بے شمار دلائل موجود ہیں ، اور ارباب اُصول نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے چنانچہ مشہور اصولی شیخ الاسلام علیؒ بن محمد البزودی الحنفیؒ (المتوفیٰ ۴۸۲ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ اجماع کی مثال ایسی ہی ہے جیسے قرآن کریم کی آیت یا حدیثِ متواترہ ۔ جیسے یہ مُوجب عمل وعلم ہیں اسی طرح اجماع بھی ۔ یہ نتیجہ ہوگا کہ نفسِ اجماع کا منکر کافر ہوگا ۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ''والاجماع اعظم الحجج (الحسبة ص ۶۲) اجماع بہت بڑی حجت ہے اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں ''بہر حال اُمت کا اجماع فی نفسہٖ حق ہے ، اُمت کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی اور اسی طرح قیاس صحیح بھی حق اور حُجت ہے (بحوالہ المنہاج الواضح یعنی راہِ سنت ص ۴۰ تا ۴۲) ''کسی مسلمان سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اسلام کے کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے

اس امت کا اجماع کبھی باطل پر نہیں ہوسکتا۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام فرداً فرداً معصوم ہیں، یہ امت اپنے اجماع میں معصوم ہے جو بات یہ اجماعاً کہہ دیں وہ یقیناً معروف ہے اور جس سے اجماعاً روک دیں وہ یقیناً منکر ہے۔ حافظ ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں "قلم تتفق اهل السنته علیٰ ضلالته اصلاً (منہاج السنۃ جلد۲ ص۹۱) تمام اہل سنت کسی غلط بات پر جمع نہیں ہوسکتے۔ سو جس پر سب جمع ہو جائیں اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا اب اسے یقین درجے میں حق کہا جائے گا (عقیدۂ خیر الامم ص۱۷۶)

﴿علمائے امت کا اجماع﴾

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ فرماتے ہیں

"کتاب وسنت کے بعد اجماع امت کا درجہ ہے۔ آج کل کے قوانین تو کثرت رائے سے طے پاتے ہیں اور منفرد رائے کو کالعدم سمجھتے ہیں۔ اور اجماع اُمت کا درجہ تو کثرت رائے سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔ یہ امت کے علماء اور صلحاء کا اجماع ہے جو کتاب وسنت کی روشنی اور نور تقویٰ اور نور فراست کی چاندنی میں منعقد ہو کیسے حجت نہ ہوگا (احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان ص۵۴)

﴿اجماع کی چار اقسام﴾

صاحب اصول الشاشی فرماتے ہیں "ثم الاجماع علیٰ اربعته اقسام، اجماع الصحابتہ ؓ علیٰ حکم الحادثتهِ نصاً ثم اجماعهم بنص البعض و سکوت الباقین عن الردّ ثم اجماع من بعد هم فیما لم یوجد فیه قولُ السلف ثم الاجماع علیٰ احدا قوال السلف اما الاول فهو بمنزلة آیة من کتاب الله [illegible] الاجماع [illegible] بنص البعض و سکوت الباقین فهو بمنزلته المتواتر،

ثم اجماع من بعدهم بمنزلة المشهور من الاخبار ثم اجماع المتاخرين علیٰ احد اقوال السلف بمنزلته الصحیح من الأحاد (اصول الشاشی)

ترجمہ: پھر اجماع چار قسموں پر ہے، کسی حادثہ کے حکم پر اصحاب رسول ﷺ کا صراحت کے ساتھ اجماع، پھر بعض کی صراحت اور بعض کے سکوت کے ساتھ ان کا اجماع، پھر ان کے بعد والوں کا ایسے حکم کے بارے میں اجماع جس کے بارے میں سلف کا قول موجود نہیں، پھر سلف کے کسی ایک قول پر اجماع، بہر حال پہلی قسم تو کتاب اللہ کی آیت کے درجہ میں ہے، پھر بعض کا اجماع اور بعض کا سکوت خبر متواتر کے درجہ میں ہے۔ پھر صحابہ کرامؓ کے بعد والوں کا اجماع خبر مشہور کے درجہ میں ہے، پھر سلف کے کسی ایک قول پر متاخرین کا اجماع خبر واحد اور صحیح کے درجہ میں ہے۔ اس عبارت کی توضیح ہم گذشتہ سطور میں کر آئے ہیں جو اجماع قولی، فعلی، اعتقادی اور سکوتی کے نام سے گذر چکی ہے۔ قارئین کرام! اب آیئے علامہ شمس الدین سخاویؒ سے پوچھتے ہیں کہ عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر اُمت کا اجماع ہے یا نہیں؟ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں ''ونحن نومن ونصدق بانہ ﷺ حيّ یرزق فی قبرہ، وان جسدہ الشریف لاتاکلہ الارض، والاجماع علیٰ ھذا (القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیعؐ ص ۱۶۱ طبع بیروت، طبع الہ آباد ص ۱۲۵) ترجمہ: ہم ایمان لاتے ہیں اور ہم تصدیق کرتے ہیں (کس بات کی؟) کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق ملتا ہے اور آپ کے جسم اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔

غور فرمائیں! مولانا اوکاڑویؒ پر ناک منہ چڑھانے والے اس عبارت کو بار بار پڑھیں، بالفرض حیات انبیاءؑ کا احادیث سے ثبوت نہ بھی ہوتا تو بھی اس پر انکار کی گنجائش نہیں چونکہ اجماع امت بذات خود بہت بڑی دلیل ہے۔ مولانا محمد حسن فاروقیؒ فرماتے

[illegible] بعد ما تطھر [illegible]

عنـد المـواجهة الشريفة واضعاً يـمينك علىٰ شمالك متوجها لقبره الشريف ولا تـحسب انک زرته ميّتا بل هو فی قبره حي يعرفک وينظر اليک (طریق النجات ص ۱۱۱-۱۱۲ طبع استنبول) ترجمہ: اور جب مسجد نبوی کے قریب پہنچو تو طہارت کاملہ اور خوشبو لگانے کے بعد اس میں داخل ہو اور مواجہہ شریف یعنی آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور کی طرف رخ کر کے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے اور کھڑا ہو وے، اور کہیں یہ گمان نہ کرے کہ میں آنجناب ﷺ کی موت کی حالت میں زیارت کر رہا ہوں بلکہ آپ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں، تمہیں پہچانتے ہیں۔ حضرت ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں کہ ''الـمـتـعقد المعتمد انه ﷺ حيّ فی قبره كسائر الانبيآء فی قبورهم وهم احياء عند ربهم وان لارواحهم تعلقا باالعالم العلوی والسفلی كما كانوا فی الحال الدنيوی فهم يحسب القلب عرشيون وباعتبار القالب فرشيون (شرح شفاء ص ۱۴۲ ج ۲ بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۳۱) ترجمہ: قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ان کے ارواح کا عالم علوی اور سفلی دونوں سے تعلق ہوتا ہے جیسا کہ دنیا میں تھا، (پس) وہ قلب کے لحاظ سے عرشی اور جسم کے لحاظ سے فرشی ہیں۔

زبدة المحققين حضرت الشیخ مولانا محمد موسیٰ روحانی البازیؒ فرماتے ہیں ''بعد الموت نبی علیہ السلام زندہ ہیں اور حیات کے تمام امور بکمالہا آپ ﷺ کو حاصل ہیں۔ تاہم یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ عُرف میں دنیاوی حیات نہیں کہلائی جاسکتی، عرف میں حیات فوق الارض اور حیاتِ محسوسہ حیات کہلاتی ہے اور حیات برزخ امور مستورہ میں سے ہے۔ (اثمار التکمیل ج ۲ ص ۲۴۸)

ظاہر ہے جب ''حیات بعد الموت'' ہے تو وہ دنیاوی حیات تو نہ رہی بلکہ برزخی

ہوگئی۔ اور حیات دنیویہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا والے جسم عنصری میں حیات ہے۔ حیات دنیوی کا یہ مطلب نہیں کہ (العیاذ باللہ) آپ ﷺ پر موت آئی ہی نہیں جیسا کہ مماتی لکیر پیٹتے چلے آرہے ہیں۔ یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ منکرین اور گستاخ نبی ﷺ حضور علیہ السلام کے لئے جسم مثالی تجویز کرتے ہیں، گویا ان کے نزدیک حضور ﷺ کے دو جسم ہیں ایک عنصری دوسرا مثالی! جبکہ پوری کائنات کے مسلمانوں کا عقیدہ حق ہے کہ آنجناب علیہ السلام کا شان والا، آن بان والا، عزت وعظمت والا، شان ورفعت والا، جلال و جمال والا، اور شرف وکمال والا ایک ہی جسم اطہر ہے جو آج اماں عائشہ صدیقہؓ کے حجرۂ شریفہ میں ہے اور اسی دنیا والے جسم شریف میں روح مبارکہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُوْرِ.

﴿حضرت عیسیٰؑ کی تشریف آوری کے بعد حضور ﷺ سے انکی ملاقات ممکن ہے﴾

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے حضرت علامہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کے رسالہ ''اعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں حضرات انبیاء سابقین کی ارواح طیبہ سے ملاقات فرماتے تھے، مکہ مکرمہ سے جب معراج کے لئے براق پر روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی ان حضرات نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور حضور ﷺ نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور حضرت موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پس جس طرح نبی اکرم ﷺ اس عالم میں تشریف فرما تھے اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام عالم برزخ میں تھے اور ملاقات ہوتی رہی اور سلام وکلام ہوتا رہا۔ حضور ﷺ نے شب اسراء میں بیت

المقدس میں امامت فرمائی اور تمام انبیاء نے حضور ﷺ کی اقتداء کی۔ اسی طرح اس کا برعکس بھی ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اس عالم میں تشریف فرما ہوں اور حضور پُر نور ﷺ عالم برزخ میں ہوں اور طرفین میں ملاقات ہو سکے اور اضافہ و استفاضہ کا سلسلہ جاری رہ سکے'' (القول المحکم فی نزول عیسیٰ بن مریم'' ص ۳۰)

قارئین کرام!

اجماع کی تعریف، حقیقت اور اہمیت کے بعد یہ ثابت ہو چکا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر اجماع ہے اور یہ بات مُسلّم ہے کہ اجماعِ اُمت اور تواتر دلیل قطعی ہوا کرتا ہے۔ یہ بات مؤلف ''المسلک المنصور'' ذرا مولانا یونس نعمانی صاحب سے پوچھ لیں۔ یا پھر علامہ نیلوی صاحب کی قبر کا مراقبہ کر کے دریافت فرمالیں۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے، نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

آٹھواں دجل:

صاحب تقریر دلپذیر کی عجیب جہالت!

اس عنوان کے تحت مؤلف ''المسلک المنصور'' حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کی تقریر کا ایک ادھورا اقتباس پیش کرتے ہیں ''یہ الگ بات ہے کہ اہل سنت والجماعت میں بعض اس چیز کے قائل ہیں کہ روح مبارک جسم کے اندر ہے اور بعض اس چیز کے قائل ہیں کہ روح جنت میں اور اس کا جسم اطہر کے ساتھ تعلق ہے اور اس تعلق کی وجہ سے جسم زندہ ہے پس تعلق کی کیفیت میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ روح جسم کے اندر ہے یا جسم کے باہر الخ (تقریر دلپذیر ص ۸) پھر اس پر یوں رنگ چڑھاتے ہیں ''مثل مشہور ہے کہ ساون کے

اندھے کو ہرا ہی دکھائی دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مناظر موصوف کی عمر اب ۷۲ سال سے تجاوز کر چکی ہے اس لئے روح سات آسمانوں سے اوپر جنت میں ہو یا زمین میں ہو تھوڑا سا فرق سمجھتے ہیں ﴿المسلک المنصور ص ۷۷﴾

جواب:

مؤلف نے مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کی تقریر کا جو حصہ پیش کیا ہے اس کا اختتام ''روح جسم کے اندر ہے یا جسم کے باہر'' پر کیا ہے حالانکہ عبارت یہاں ختم نہیں ہو رہی بلکہ یوں ہے ''روح جسم کے اندر ہے یا جسم کے باہر ہوتے ہوئے اس کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق ہے لیکن روح وجسم کے تعلق پر اور اس تعلق کی وجہ سے جسم عنصری کی حیات پر سب اہل سنت کا اتفاق ہے (تقریر دلپذیر ص ۸) مؤلف نے انتہائی کمینگی کا مظاہر کیا اور اگلے حصے کو ہڑپ کر گئے۔ پھر مولانا مدظلہ نے آگے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اثر کیفیتی اختلاف کے متعلق ایک قول بھی بیان کیا۔ ہم وہی قول ''فتح الملہم'' کی عبارت کے ساتھ بمع ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو'' واما بعد وفاته فروحه المقدسة ﷺ قد استقرّت في الرّفيق الاعلىٰ مع ارواح الانبياء عليهم الصلوة والسلام ولا يتوفهم من هذا انكار حياته في قبرهِ الشريف فانّ لروحهِ ﷺ اشراف على البدن المبارک المطيب واشراقاً تعلّقاً به . واذا سَلّم عليه المسلِّم ردّ اللّٰه عليه روحه حتّٰى يردّ عليه السّلام كما ورَدَ فِي الحديث وَلَم يفارق اعلاء الاعلىٰ وَمَنُ كشف ادراكه وغلظت طباعه عن هذا الادراک عن هذا الادراک فلينظر الى الشمس فى عُلُو محلّها و تعلقها و تاثيرها في الارض وحيات النبات و الحيوان بها هذا وشان الروحُ فوق هذا (فتح الملہم جلد ۳ ص ۴۱۲)

ترجمہ: اور وفات کے بعد آپ ﷺ کی روح مقدسہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کے ساتھ استقرار پذیر ہے لیکن اس سے آپ ﷺ کے اپنی قبر شریف میں زندہ نہ ہونے کا وہم نہ کیا جائے کیونکہ آپ ﷺ کی روح اقدس بدن مبارک پر اپنا اثر ڈال رہی ہے، اس کی روشنی بدن پاک پر پڑ رہی ہے۔ جب بھی کوئی مسلمان آپ ﷺ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح کو متوجہ کر دیتے ہیں، آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے یعنی (رَدَّ اللّٰـهُ عَلَیَّ رُوحِي)اور جس کا ادراک اس کے سمجھنے سے منقبض ہو تو وہ سورج کو دیکھ لے کہ سورج کتنے بلند مقام پر ہے لیکن بایں ہمہ زمین پر اس کا تعلق اور تاثیر ہے جس سے حیوانات و نباتات کی حیات و نشو ونما ہوتی ہے، اور پھر روح اطہر کی شان تو (سورج کی شعاؤں) سے بھی بڑھ کر اور بلند ہے۔

خلاصۂ عبارت:

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی مذکورہ بالا عبارت سے جو خلاصہ علامہ سید نور الحسن شاہ بخاری صاحبؒ نے نکالا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

ا: حضرت ﷺ کی وفات شریفہ کے بعد آپ ﷺ کی روح پاک دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رفیق اعلیٰ، اعلیٰ علّیین میں ہے اور مستقل طور پر وہاں قرار پذیر ہے اور کسی حال میں بھی وہاں سے جدا نہیں ہوتی۔

۲: لیکن اس کا معنی یہ نہیں کہ قبر اقدس میں آپ ﷺ کی حیات کا انکار کر دیا جائے۔ گو آپ ﷺ کی روح پاک اعلیٰ علیین میں ہے لیکن اس کا تعلق قبر پاک میں موجود وجودِ اقدس کے ساتھ ہے۔ وہ جسم انور پر روشنی ڈال رہی ہے۔ جیسے سورج اپنے بلند مقام پر ہے لیکن زمین سے اس کا تعلق ہے اور اسکی تاثیر سے حیوانات و نباتات کی زندگی ہے۔

۴: جیسے زمین کے ساتھ سورج کے تعلق وتاثیر سے حیوانات ونباتات کی حیات ہے، بلکہ خود زمین میں حیات ہے، اسی طرح وجود پاک کے ساتھ روحِ اقدس کے تعلق واتصال سے نبی کریم ﷺ قبر شریف میں زندہ وحیات ہیں۔ (حیات الاموات ص ۱۲۲)

قارئین کرام!

اب ذرا مؤلف کی دی ہوئی وہ سرخی ملاحظہ کریں ''صاحب تقریر دلپذیر کی عجیب جہالت'' جہالت کس کی ہے؟ اگر مولانا منیر احمد صاحب کو جاہل کہا جائے تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو پہلے کہنا پڑے گا۔ اور دیوبندی تو کجا اختلاف کے باوجود کوئی بریلوی عالم، غیر مقلد بلکہ شیعہ بھی علامہ عثمانیؒ کے علم وفضل کا انکار نہیں کرے گا تو اب نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ مؤلف ''المسلک المنصور'' جاہل نہیں بلکہ ''اجہل'' ہے۔ اہل عقل خود فیصلہ کرلیں گے کہ ساون کا اندھا کون ہے؟ اور ''ہراہرا'' کس کو نظر آرہا ہے؟۔

اپنی آواز کی لرزش پر تو قابو پالو
پیار کے بول تو ہونٹوں سے نکل جاتے ہیں

اور ''المسلک المنصور'' کے صفحہ نمبر ۷۷ پر جو امام اہل سنت حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہ کی ''احسن الکلام'' کے حوالہ سے عبارت دی گئی ہے یعنی ''قرآن کریم احادیث اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح حضرات انبیاءؑ اور حضرت عیسیٰؑ جسد عنصری کے ساتھ بلکہ تمام دیگر مومنوں کی روحیں آسمانوں پر موجود ہیں'' تو اس سے زمینی قبور میں تعلق ارواح کی نفی مراد لینا بھی آپ کی بے عقلی کی دلیل ہے۔ حضرت شیخ کے عقیدے کی وضاحت تسکین الصدور، المسلک المنصور، سماع الموتی اور الشہاب المبین میں موجود ہے۔ اس دوسطری عبارت کو مماتی رنگ لگا کر دھوکا دینے سے کچھ نہیں بنتا۔

نواں دجل:

﴿صاحب تقریر دلپذیر کی ولائیتی دلیل﴾

حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ نے مسئلے کو عوام الناس کے ذہن میں اتارنے کے لئے ایک مثال دی کہ دیکھیئے انٹرنیٹ پروگرام کے ذریعے دنیا کے فاصلے مٹ گئے ہیں۔ایک آدمی پاکستان بیٹھا ہوا دنیا کی جس لائبریری کا مطالعہ کرنا چاہے کرسکتا ہے۔اگر سائنسی ترقی کی وجہ سے اتنے فاصلوں کے باوجود یہ نتائج مرتب ہوسکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بہت وسیع ہے اللہ اپنی قدرت کے ساتھ روح اور جسم کی دوری کے باوجود روح اور جسم کا تعلق پیدا کرے اور اس تعلق کیوجہ سے جسم میں حیات اور آثار حیات پیدا ہوجائیں تو یہ بات کیوں سمجھ نہیں آتی؟ (تقریر دلپذیر ص ۹)

مذکورہ گفتگو میں کوئی قابل اعتراض نکتہ نہیں مگر مماتی مؤلف کے پیٹ میں جو مروڑ اٹھا تو یوں قلم سے زہر اگلا ''شاباش شیخ الحدیث صاحب ...... کیسی عمدہ دلیل بیان فرمائی واقعی مناظر آپ جیسے ہی ہونے چاہیئں، مولانا شرم کی بات ہے کہ آپ کو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے قرآن وسنت پر اعتماد نہیں آیا اور انٹرنیٹ وغیرہ پر ایمان بالغیب کا مظاہرہ فرمایا ہے الخ (المسلک المنصور ص ۸۰)۔پھر مؤلف اپنی خفت مٹانے کے لئے حضرت شیخ مدظلہم کی کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں جو آپ نے اہل بدعت کیخلاف ایک جواب میں دیا ''ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا بے دینوں کا کام ہے (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۸۹) جناب من! اگر مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ کے اگلے جملے بھی نقل کردیتے تو تمہارے مماتیت زدہ چہرے پر مزید نحوست چھا جاتی حضرت دامت فیوضہم فرماتے ہیں'' جب جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے مجھ پر

درود وسلام پہنچاتے ہیں تو ہمارا یہی ایمان ہونا چاہیے، علاوہ ازیں ریڈیو کی آواز عالم اسباب میں بجلی، بیٹری اور ہوا پر موقوف ہے تو جس طرح بغیر بجلی اور بیٹری کے ریڈیو کی آواز سنی نہیں جاسکتی اسی طرح آپ سمجھ لیں کہ بغیر فرشتوں کے آنحضرت ﷺ اُمت کی طرف سے درود وسلام نہیں سُنتے (یعنی دور سے) گویا فرشتوں نے وہی کام دیا جو ریڈیو کے لئے بجلی اور بیٹری نے دیا ہے اب فرمایئے ریڈیو کی مثال ہماری ہے یا فریق مخالف کی؟ (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۸۹)

دسواں دجل:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ اموات، پر بحث﴾

حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ نے اپنی تقریر میں فرمایا" وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ اموات بل احياء ولكن لا تشعرون " اس سے حیات انبیاء پر علماء کرام نے استدلال کیا ہے علامہ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں، اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے انباء الاذکیاء میں حیات انبیاء میں اس سے دلیل پکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں حکم دیا ہے کہ جو اللہ کے راستے میں قتل کئے جاتے ہیں انکو یہ نہ کہو کہ یہ مردہ ہیں بلکہ یہ زندہ ہیں لیکن تم اس زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کون ہوتا ہے؟ انسان کے اندر دو ہی اجزاء ہیں روح اور جسم۔ اللہ کے راستے میں جو قتل ہوا وہ روح ہے یا جسم؟ جسم ہے۔ جسم کو زخم لگتے ہیں ٹکڑے ٹکڑے جسم ہوتا ہے۔ جسم پر تلوار چلتی ہے۔ جسم کو ہی گولی لگتی ہے اور جسم ہی تہہ تیغ ہوتا ہے، معلوم ہوا شہداء کے جسم زندہ ہیں مردہ نہیں (تقریر دلپذیر ص ۲۱)

اس پر مؤلف "المسلک المنصور" نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۶ تا ۱۴۲ غیر متعلقہ اور

ادھر ادھر کی باتوں سے بھرتی کی ہے۔ انہوں نے جو آیات اور تفسیروں کے نام درج کئے ہیں ہم ان کو (العیاذ باللہ) فضول بھرتی کہنے کی جرأت تو نہیں کر سکتے (کیونکہ ایسی جرأت کوئی مماتی جماعت کا فرد ہی کر سکتا ہے) البتہ یہ کہیں گے کہ انہوں نے برکت کے لئے کافی مفسرین کے نام اور کتابیں درج کر دی ہیں۔ مؤلف ''المسلک المنصور'' فرماتے ہیں کہ شہداء کے اجساد عنصریہ کے ساتھ ارواح کا تعلق عقلی ڈھکوسلہ ہے۔ حالانکہ گذشتہ سطور میں ہم بتا آئے ہیں کہ روح تو ہر میت کی طرف لوٹتی ہے تاکہ عذاب وثواب کا احساس کر سکے۔ تو شہید فی سبیل اللہ جن کو مردہ کہنے کی ممانعت آئی ہے، ان کی ارواح کا ابدان عنصریہ کے ساتھ تعلق نہ ہو؟ یہ ایسا کون سا ''گورکھ دھندا'' ہے جو سمجھ میں نہ آتا ہو۔ مماتی مؤلف صاحب نے جتنی مغز کھپائی کی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ ''قتل چونکہ جسم ہوتا ہے لہذا زندہ بھی جسم ہی ہوتا ہے'' یہ نظریہ غلط ہے، اور یہ کہ ایسا نظریہ رکھنے والا محرف قرآن ہے (معاذ اللہ) اور دوسرے نمبر پر اس آیت سے حیات انبیاء کا استدلال ٹھیک نہیں۔ اگر یہ باتیں کسی مماتی واعظ نے اسٹیج پر کی ہوتیں تو کوئی حرج نہ تھی کیونکہ باتیں ہوا میں اڑ جاتی ہیں۔ اور ایسی سینکڑوں بے حقیقت باتیں مماتی واعظین بشمول بانی فرقہ ممات ''ہوا میں'' اڑاتے رہتے ہیں۔ لیکن اب ایسی گھسی پٹی باتیں چونکہ کتابوں میں لکھی جا رہی ہیں۔ آنے والی نسلیں ایسے اعتراض اور من گھڑت استدلال پڑھ کر خوب ہنسیں گے بلکہ تالیاں بجائیں گے۔ کہ کیسے کیسے ''محققین'' سے پالا پڑا ہے۔ مگر یہ ''شیخ چلی'' کی اولاد ہے کہ انہیں اس بات کی کوئی فکر یا پروا نہیں، بس آنکھیں بند کر کے مکھی پہ مکھی مارتے جاؤ۔ اس بندۂ خدا سے کوئی پوچھے کہ چلو تم ہی کھل کر بتا دو کہ جہاد کے دوران میدان جنگ میں جسم کٹتے ہیں یا روحیں؟ اگر کہیں کہ روحیں کٹتی ہیں تو پھر تو آپ اس قابل ہیں کہ آپ کو دائمی اور لاعلاج پاگل قرار دے کر کسی ''پاگل خانے'' میں داخل کروا دیا جائے۔ اور اگر کہیں کہ جسم کٹتے ہیں تو

جناب اللہ تعالیٰ جو فرمار ہے ہیں کہ شہداء زندہ ہیں۔ روح تو پہلے ہی زندہ تھی، اب زندہ کون ہے؟ ظاہر ہے اجسام زندہ ہیں تو کیا بغیر تعلق روح کے جسم زندہ ہوتا ہے؟ ڈاکٹر علامہ خالد محمود مدظلہم فرماتے ہیں ''یہاں زندہ اجسام انہی کو کہا گیا ہے جن پر مشرکین کا فعل قتل وارد ہوا تھا۔ یہاں اجسام ہی قتل کے مورد تھے اور انہی اجسام کو وہاں زندہ کہا گیا۔ یہ سمجھنے میں اگر دقت ہو تو ''لایشعرون'' (کہ تم شعور نہیں رکھتے) کہہ کر تذبذب کو رفع کر دیا گیا۔ جس طرح قرآن کریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ''ما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ'' انہوں نے مسیح کو پورے وثوق سے قتل نہیں کیا بلکہ جس بدن کے وہ مورد قتل ہونے کے مدعی ہوئے ہیں اس بدن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے، رفع اسی جسم کا ہوا جس پر وہ فعل قتل وارد کرنے کے مدعی تھے، اسی طرح جن شہدائے بدر واحد پر وہ عمل قتل سے ان کے اموات ہونے کے مدعی تھے انہی شہداء کے بارے میں اس کا ابطال کیا گیا کہ وہ مردے نہیں، زندہ ہیں اور ان کی حیات کا اثبات کیا گیا اور شک تک کرنے سے منع کر دیا گیا۔ قتل کون ہوا؟ جسم۔ زخمی کون ہوا؟ جسم۔ نہ روح زخمی ہوئی نہ کسی جسد مثالی پر تلوار چلی۔ سو یہ بات کہ وہ زندہ ہیں یہ انہی اجسام کی خبر ہے جو میدان جہاد میں تڑپے اور پھڑ کے۔ اور جنہیں صحابہؓ نے دفن کیا۔ شہیدوں کی روح زندہ ہے یہ بالکل بے محل بات ہے۔ وہ تو مری ہی نہ تھی۔ نہ جسد مثالی مرا تھا۔ سو فعلِ قتل جس سے متعلق ہوا حالتِ حیات بھی اسی کو ہوئی۔ ان اجسام پر بے شک وعدۂ موت پورا ہوا۔ لیکن اب یہ زندہ ہیں اور زندگی کے تمام لوازم انہیں اُس جہان میں میسر ہیں ''بل احیاء'' نے ''ھُم اموات'' کا کُلّی طور پر ابطال کر دیا ہے۔ اگر صرف روح کی زندگی مراد ہوتی تو ''لا تشعرون'' کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ روح زندہ ہے اجسام مُردے ہیں۔ یہ بات تو ہر کسی کو سمجھ آ رہی تھی اس بات میں کس کو استعباد تھا جو لا تشعرون کہہ کر ختم کیا گیا۔ یہ شہداء کی جسمانی حیات ہے جو ہمارے حواس

سے بالا تھی اس نارسائی سے جو بے چینی تھی اسے لا تشعرون سے دور کیا گیا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی حیات کے کچھ لوازمات بھی ذکر فرمائے۔ فرمایا ''یُرْزَقُونَ'' انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔ صرف روح کو کھانے پینے کی کیا ضرورت ہے؟ نہ جسد مثالی رزق کا محتاج ہے۔ کھانا پینا تو اسی جسم کے صفات میں سے ہے۔ جب یہ صفت ذکر کی گئی تو تاکید ہوگئی کہ حیات جسمانی ہے صرف روحانی نہیں۔ اور عنصری بدن سے ہے کسی اور جسد سے نہیں۔ جسد مثالی کھانے پینے سے بے نیاز ہوتا ہے۔ (مدارک الاذکیاء فی حیات الانبیاءؑ المعروف مقام حیات ص ۳۴۴ تا ۳۴۶)

اسی طرح ''حیات الاموات'' میں علامہ نور الحسن شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں ''بایں ہمہ شہید جسمانی طور پر بھی زندہ ہے۔ اسے مردہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ''لِمَنْ يُّقْتَلُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ'' کو مردہ کہنے کی ممانعت ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ قتیل وشہید فی سبیل اللہ وجود اور جسم ہے لہٰذا شہید کے وجود اور جسم کو مردہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ زندہ ہے۔ ایک تو اکراماً، دوسرے جسم کے ساتھ روح کے تعلق ہونے کی وجہ سے۔ اور روح کا یہ تعلق ہر میت کے ساتھ ہے (ص ۸۸) اسی طرح ''نور الصدور'' میں ہے ''اسی وجود کو مردہ کہنے سے روکا گیا جس پر فعل قتل وارد ہوتا ہے۔ لہٰذا زندہ وہی ابدان مقتولہ ہونگے اور قرآن حکیم کی آیات کے مطابق ہم انہیں زندہ ماننے کے مکلف ہیں۔ پھر اس میں رزق کا لفظ بیان کر کے یہ بتایا کہ چونکہ رزق کی ضرورت جسم کو ہوتی ہے، روح کو نہیں۔ لہٰذا یہ حیات جسدیہ برزخیہ ہے (نور الصدور ص ۱۶۷)۔ جو حضرات کہتے ہیں کہ حیات روحیہ نہیں ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ صرف روح کی زندگی نہیں وہ تو سدا زندہ ہے، روح کا جسم کے ساتھ تعلق رہتا ہے۔ اور جو حضرات روحانی کہتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ روح غالب ہے، جسم مغلوب ہے دنیا میں اس کے برعکس تھا۔ یہ صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے، مفہوم ایک ہی ہے۔ اور انہی الفاظ کے

پیچ وخم کو احمق لوگ تضاد کا نام دیتے ہیں۔ (قرآن مجید میں ایک مقام پر آیا ہے "نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ (پارہ نمبر ۸ آیت نمبر ۱۵۲) اور دوسرے مقام پر آیا ہے "نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ" (پارہ نمبر ۱۵ آیت نمبر ۳۱) مفہوم دونوں کا ایک ہے۔ اگر مماتیوں کی سب کو "جاہل" اور خود کو "عاقل کُل" کہنے کی عادت نہ گئی تو خطرہ ہے کہ یہ کلام خدا میں بھی طبع آزمائی کریں گے)۔ قارئین کرام! باقی اس حیات کی نوعیت وکیفیت کیا ہے اس پر بحث ومباحثہ کرنا اور ساری توانائیاں اس پر صرف کردینا درست نہیں۔ کیونکہ بہر حال وہ عالم برزخ ہے اور عالم برزخ کو عالم دنیا پر قیاس کرنا نادانی ہے۔ اور ویسے بھی ہم "ولکن لا تشعرون" کے دبیز پردوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی بات ذہن میں نہ بیٹھنے کی صورت میں "عقلی گھوڑے دوڑانا" اور پوری امت کے فقہاء وعلماء، محدثین ومتکلمین اور دورِ حاضر کے جید علماء وشیوخ کو بڑی آسانی کے ساتھ "جاہل" کہہ دینا یہ مماتیوں کا دل گردہ تحمل کرسکتا ہے کوئی عقل سلیم رکھنے والا انسان اتنی خودنمائی وخودغرضی کا شکار نہیں ہوسکتا۔

﴿حدیث طیورِ خضر سے مماتیوں کا استدلال﴾

مماتی احباب کو جسم نبی ﷺ، روضۂ اطہر اور شہداء اسلام سے بڑھ کر "ہرے ہرے پرندوں" سے خاصا انس ہے۔ کبھی سفید چڑیاں لے آتے ہیں، کبھی ہری چڑیاں، اور کبھی آلِ فرعون کی "کالی چڑیاں"۔ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں سبز پرندوں والی روایت میں معاویہ ضریر اور اعمش صاحبان ہیں۔ معاویہ ضریر شیعہ ہے اور اعمش مدلس ہے۔ منکرین مغالطہ دیتے ہیں کہ جب شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں تو جسم کے ساتھ اُن کا تعلق کیسے ہے؟ حالانکہ یہ "ولکن لا تشعرون" سے سراسر انحراف ہے۔ اس لئے کہ مذکورہ حیات تو شعور میں آنے والی ہے۔ اور قرآن مقدس میں جس زندگی کی طرف اشارہ ہے وہ شعور میں آنے والی نہیں۔ اور وہ حیات جسد عنصری والی ہے۔ اب ایک طرف قرآن مجید ہے اور

دوسری جانب حدیث ہے، قرآن قرآن کا دلکش نعرہ لگانے والے بزبانِ حال اس حدیثِ مذکورہ کو قرآن مجید کی اس آیت کے لئے ناسخ قرار دیتے ہیں جو کسی صورت میں بھی ممکن نہیں ہے البتہ آیت قرآنی کی تشریح وتفسیر بن سکتی ہے۔ حیات شہداء کے دو پہلو ہیں، ایک روحانی اور دوسرا جسمانی حیات کا پہلو ہے۔ اول الذکر پہلو کو حدیث میں اور ثانی الذکر کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب وسنت کے مجموعے سے شہداء کی ارواح اور اجساد عضریہ کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث کہ شہیدوں کی روحیں سبز پردوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں سیر کرتے ہیں، اس کا یہ مطلب آج تک کسی نے نہیں لیا کہ ان سے (یعنی شہداء سے) اپنی اصلی شکل چھین لی جاتی ہے۔ اور اشرف المخلوقات کی صورتوں سے انہیں پرندے بنا دیا جاتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء کے ارواح کو سیر کے لیے جو سواریاں عطا فرماتے ہیں وہ سواریاں سبز پرندوں کی شکل میں ہوتی ہیں۔ اور پرندوں کے پیٹ میں ہوتے ہوئے جسد عضری کے ساتھ ارواح کا تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے کونسا مشکل ہے؟ بعض حضرات کے دل میں میں یہ خیال بھی انگڑائی لیتا ہے کہ شہید جب جنت میں ہیں وہاں کھاتے پیتے ہیں تو وہ قبر میں کیسے زندہ ہیں، جنت کی سیر وسیاحت اور قبر کی زندگی ایک ہی وقت میں کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا آسان جواب تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں کے سامنے کیا، کیوں، اور کیسے کی کوئی وقعت وحیثیت نہیں ہے۔ عالم آخرت ایک مستقل جہان ہے اور اس جہان سے کہیں بڑا ہے۔ کیونکہ قانون ہے کہ ہر دوسرا جہان پہلے سے بڑا ہے۔ ہر انسان کا پہلا جہان ماں کا پیٹ ہے۔ جب انسان پیدائش کے ذریعے عالم دنیا میں آتا ہے تو یہ جہاں پہلے سے بڑا ہے۔ اسی طرح دنیا سے جانے کے بعد عالم برزخ اس دنیا سے بڑا ہے اور پھر عالم محشر ان تینوں سے بڑا ہوگا۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت سے خارج نہیں ہے۔ ہمیں تو ''توحید'' کے ان شیدائیوں پر حیرت

ہے کہ مؤحد کہلوانے کے باوجود ان کا موضوعِ سخن صرف ایک ہے، امورِ قدرت میں اپنی کمزور اور ناقص عقل کے گھوڑے دوڑانا! اور گھوڑے بھی ایسے جو اکابر علماء دیوبند سمیت اہل سنت والجماعت کے جمیع مفسرین ومحدثین، فقہاء محدثین اور علماء و متکلمین کی جملہ تحقیقات کو روندتے چلے جائیں۔ اگر انسان کے دل میں تعلّی اور تکبر نہ ہو اور اعتماد علی السلف کے جذبے سے سرشار ہو تو یہ کوئی ایسا معرکہ نہیں جو نہ مارا جا سکے۔ حضراتِ محترم جس طرح خواب میں سونے والا انسان کا دھڑ چارپائی پر یا نیچے زمین پر پڑا ہوتا ہے۔ اور پڑے رہنے کے باوجود جسد روح کے ہمراہ شریک کار بھی ہوتا ہے اور مصروفِ عمل بھی۔ یعنی جسم بے حس وحرکت پڑا ہوا ہے، دیکھنے والا اس پر مرتب ہونے والے اثرات کو بالکل محسوس نہیں کر سکتا وہ یہی سمجھتا ہے کہ خراٹے لے کر سونے والا میٹھی نیند سو رہا ہے جبکہ وہ عالم خواب میں ''کوہِ قاف'' کی سیر کر رہا ہوتا ہے۔ نہ جسم اپنے آپ کو علیحدہ محسوس کرتا ہے اور نہ روح۔ بلکہ دونوں ایک دوسرے کو ہمراہ تصور کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح شہداء کے اجساد عنصری اپنی اپنی قبر میں رہتے ہوئے جنت کی سیر میں ارواح کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اور جس طرح خواب میں روح پر طاری ہونے والے مصائب وآسائش سے انسان کا جسم متاثر ہوتا رہتا ہے اسی طرح شہداء کی ارواح بھی جنت میں لطف لیتی ہیں تو جسم بھی برابر متاثر ہوتا ہے۔ اور جس طرح خواب کی کاروائی پاس بیٹھنے والے انسان کو دکھائی نہیں دیتی اسی طرح عالم برزخ کے حالات وواقعات بھی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے ہم اپنے قریب سونے والے کے خواب کا ادراک نہیں کر سکتے۔ عالم برزخ جو ایک علیحدہ اور مستقل جہان ہے ہم یہاں بیٹھ کر کماحقہ وہاں کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں؟ اور یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جب مفسرین میں یہ اختلاف ہوا کہ آیا ابدان شہداء میں ارواح لوٹتی ہیں یا نہیں؟ تو کسی ایک مفسر نے بھی نہیں کہا کہ جب حیات شہداء کی

تفسیر پرندوں کی سیر سے حدیث میں آچکی ہے تو تم ان بدنوں کو زیر بحث کیوں لا رہے ہو؟ یہ بحث اور اعتراض سوجھا ہے تو چودہ صدیوں کے بعد مماتی محققین کو! اس سے قبل کسی کے ذہن تک میں یہ بات نہ آئی۔ اب رہ گیا یہ سوال کہ اس آیت سے حیات انبیاءؑ کا استدلال کیسا ہے؟ اور یہ استدلال صرف مولانا منیر احمد صاحب نے کیا ہے یا جملہ مفسرین نے، جھلک ملاحظہ ہو۔

۱: علامہ قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں "ورد النص فی کتاب اللّٰہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیوۃ فیھم متعلقۃ باالجسد فکیف باالانبیاء والمرسلین" (نیل الاوطار جلد نمبر ۳ ص ۳۱۱) ترجمہ: قرآن پاک میں شہداء کے متعلق نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے، اوران کی حیات جسد کے ساتھ ہے، یہ حیات انبیاء ومرسلین کو بدرجۂ اولیٰ حاصل ہے۔

۲: ان الشھداء بعد موتھم وقتلھم احیاء عندربھم یرزقون فرحین وھذہ صفۃ الاحیاء فی الدنیا واذاکان ھذا فی الشھداء کان الانبیاء بذالک احق واولیٰ (سفارینی ج ۲ ص ۳۹) ترجمہ: تحقیق شہید ہونے والے بعداز موت اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے جب شہداء کا یہ حال ہے کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام تو اس شان کے زیادہ حقدار اور اہل ہیں۔

۳: سحبانُ الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ لکھتے ہیں "انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ پر جو اثراتِ حیات مرتب ہوتے ہیں وہ شہداء سے بہت قوی اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی ازواج مطہرات سے کوئی شخص نکاح بھی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ان کا کوئی ترکہ تقسیم ہوسکتا ہے۔ (تفسیر کشف الرحمٰن جلد اول ضمیمہ نمبر ۳۶ ص ۳۶ طبع کراچی)

۴: اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیاتِ برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔

۵: غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان خان صاحب حیدر آبادی کے ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں ہے ''اور یہ برزخی زندگی انبیاء علیہم السلام کو علی الوجہ الاکمل حاصل ہے مگر شہداء کی تعظیم وتکریم کے لئے قرآن نے خصوصیت سے ان کو احیاء کہا ہے۔

۶: مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ فرماتے ہیں ''ہاں شہداء کے حق میں ارشاد ہے ''بل احیآء ولکن لا تشعرون'' اس سے بطور دلالت النص کے سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں (مسالک العلماء ص ۲۹)

نوٹ! قاضی صاحب کی مسالک العلماء پر ہم آئندہ سطور میں بحث کریں گے، انشاء اللہ)

﴾اجماع امت اور مسئلہ حیات﴿

اور جناب من! مسئلہ حیات النبی ﷺ پر ہم کتنے حوالوں کا انبار لگائیں کہ چودہ صدیوں کی شہادتیں موجود ہیں، جس کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔ یہ کوئی آپ کے من گھڑت عقیدے والا خودساختہ ''اجماع'' تھوڑا ہی ہے جو سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے گجرات سے ہوتا ہوا ''تلہ گنگ'' میں اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر چودہ سو سالوں سے امت کا اجماع ہے، اور اہل حق اپنی کتب میں اس کی وضاحت خوب سے خوب تر کرتے آئے ہیں۔ ایک جھلک ملاحظہ کریں۔

۱:انوار المحمود ج ۱ ص ۶۱۰
۲:القول البدیع ص ۱۶۱
۳:حیاۃ الانبیاء للبیہقی ص ۴
۴:مظاہر حق جلد ۱ ص ۶۱۷
۵:کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰
۶:اشرف الجواب ص ۲۶۰
۷:فتاویٰ رشیدیہ ج ص ۱۴۱
۸:مدارج النبوۃ ج ۳ ص ۵۲۹
۹:المختہ الوھبیۃ ص ۶
۱۰:رسالہ مدنیہ ص ۴۱
:رسائل قشیریہ ص ۱۰
۱۲:وفاء الوفاء ص ۱۳۴۹
۱۳:اجوبۂ اربعین ص ۳۰۰
۱۴:فیض الباری ج ۲ ص ۶۴
۱۵:فتح الباری ج ۶ ص ۶۰۳
۱۶:تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲
۱۷:عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۳
۱۸:لامع الدراری ج ۶ ص ۱۳۵
۱۹:ارشاد الساری ج ۲ ص ۳۷۸
۲۰:الکوکب الدری ج ۱ ص ۴۲۳
۲۱:اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۱۰
۲۲:فتح الملہم ج ۲ ص ۳۸۸
۲۳:نور الایضاح ص ۱۸۷
۲۴:زرقانی ج ۱۲ ص ۲۰۳
۲۵:طحطاوی ص ۷۴۶
۲۶:طبقات شافعیہ ج ۶ ص ۴۸۲
۲۷:الروضۃ البہیۃ ص ۱۴
۲۸:مناسک الحج ص ۸۴
۲۹:کتاب الروح ص ۴۹
۳۰:منح المنۃ ص ۹۲
۳۱:شرح شفاء ج ۳ ص ۴۹۹
۳۲:مرقات ج ۲ ص ۲۰۹
۳۳:مراقی الفلاح ص ۱۹۲
۳۴:فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵
۳۵:فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۶۶
۳۶:شامی ج ۳ ص ۲۵۹
۳۷:نسیم الریاض ج ۳ ص ۴۹۹
۳۸:اتحاف النبلاء ص ۴۱۵
۳۹:المہند ص ۳۸
۴۰:تذکرۃ الخلیل ص ۳۷۰

۴۱: تحسیۃ الاسلام ص ۳۶ ۴۲: نشر الطیب ص ۲۰۸

۴۳: حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۵۱۷ ۴۴: فتاوی عزیزی ج ۲ ص ۲۹

۴۵: فتاوی دار العلوم ج ۵ ص ۳۹۷ ۴۶: معارف الحدیث ج ۴ ص ۴۵۸

۴۷: انباء الاذکیا ص ۱۴۷ ۴۸: حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۷۷

۴۹: الصارم المنکی ص ۲۶۲ ۵۰: فضائل حج ص ۱۲۷

۵۱: فضائل درود شریف ص ۳۲ ۵۲: احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۸۱

۵۳: سوانح حیات شیخ القرآن ص ۳۵۱ ۵۴: خیر الفتاویٰ ج ۱ ص

۵۵: آپکے مسائل جلد ۱ ص ۹۱ ۵۶: تاتارخانیہ ج ۲ ص ۴۷۳

۵۷: التعلیق المحمود حاشیہ ابی داؤد ص ۲۷۹ ۵۸: معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹

۵۹: توضیح السنن ج ۲ ص ۶۸۹ ۶۰: تحریراتِ حدیث ص ۲۵۵

۶۱: السنن دارمی ج ۱ ص ۵۷ ۶۲: ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۵۳۱

۶۳: مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۶۶

قارئین کرام! اہل سنت والجماعت کے پاس تھوک کے حساب سے دلائل موجود ہیں، ان کے سامنے مماتی دوستوں کی ''پرچون کی دوکان'' (وہ بھی جعلی) کیا کام دے گی؟ ہم ان صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے دوستوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ اکابر علماء دیوبند جذبۂ توحید وسنت میں آپ سے کئی گنا آگے تھے۔ آیئے! اسلاف کے دروازے آج بھی کھلے ہیں۔ یہاں فیض آج بھی بٹ رہا ہے، ہدایت کے ٹھنڈے چشمے بہہ رہے ہیں، ان سے آکر پانی پیئں اور اپنے سینوں سے مرض کو دور کریں۔

گیارہواں دجل:

﴿ہمارا عقیدہ﴾

اس عنوان کے تحت مؤلف لکھتے ہیں "ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ نے شہداء کرام کو ایک قسم کی مخصوص حیات عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام کو بالخصوص امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو بھی موت کے بعد ایک مخصوص حیات برزخی عطا فرمائی ہے جو شہداء کرام کی حیات سے ممتاز، اور بلند و بالا، ارفع، انفع، اوقع، اعلیٰ، اولیٰ، احلیٰ، اقویٰ، اجلیٰ، اصفیٰ، ازکیٰ، اسنیٰ اشہیٰ، اھلیٰ، اجمل، اقوم، افضل، اکمل، ادوم، اتم، اھم، اعظم، اطیب اور اقدس ہے۔ (یہ ساری عبارت اور "دلکش" الفاظ سید نیلوی شاہ صاحب کی کتاب سے سرقہ شدہ ہیں، ملاحظہ ہو، عقائد علماء دیوبند ص ۱۲) (مزید لکھتے ہیں) مگر یہ حیات نہ دنیاوی ہے اور نہ لفظِ میت کے اطلاق کے منافی ہیں اور نہ ارواح مبارکہ اجساد عنصریہ میں داخل ہیں اور نہ ارواح مبارکہ کا اجساد عنصریہ کے ساتھ تعلق تصرف ہے۔ ﴿المسلک المنصور ص ۱۳۳﴾

جواب:

قارئین کرام! کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں مگر روح کا جسد اطہر سے تعلق نہیں، ان احمقوں سے کون پوچھے کہ بھلا روح کے بغیر بھی حیات ممکن ہے؟ یہی وہ چور دروازہ ہے جس میں یہ مرزائیوں کی طرح راہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ باقی حیات دنیویہ کی ہم بار بار وضاحت کرتے آئے ہیں کہ اس سے مراد دنیا والے جسم شریف کا قبر اطہر میں زندہ ہونا مراد ہے۔ اور اس روح کے تعلق کی وجہ سے آپ ﷺ قبر مبارک پر پڑھا جانے

والاصلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ بغیر حیات کے یہ سب کچھ ناممکن ہے۔

بارہواں دجل:

﴿خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ﴾

قرآن وسنت کا معنی ومراد وہی معتبر ہے جو اسلاف سے چلا آرہا ہے۔ جس جماعت یا فرد نے اسلاف کے مطالب لیے بغیر اپنے ناقص ذہن کے بل بوتے پر قرآن وسنت کی تشریح کی وہ نہ صرف اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اپنی قبر انگاروں سے بھرتا ہے بلکہ اس کے خودساختہ عقائد ونظریات سے جتنے لوگ متاثر ہونگے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم ٹھہرتے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ فتنہ مماتیت بھی اسی شاہراہ پہ گامزن ہے۔ حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے اپنی تقریر میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے ان دو اعلانات کا ذکر فرمایا جو آپ ؓ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام ؓ کی بھری جماعت میں سنائے۔ بخاری شریف صفحہ نمبر ۵۱۷ ج اول میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا "**لا یـذیقک اللّٰہُ الموتتین اَبَدًا**" یعنی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائیں گے۔ ایک موت تو وہی ہے جو آچکی تھی۔ دوسری موت سے مراد قبر والی موت ہے کیونکہ عام انسان جب قبر میں جاتا ہے تو منکر نکیر کے سوال وجواب کے لئے روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے بعد ازاں دوبارہ موت طاری کر دی جاتی ہے اور روح اپنے مستقر پر ہوتے ہوئے بقدر ضرورت جسم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ مگر صدیق اکبر ؓ فرمارہے ہیں کہ آپ ﷺ پر دنیا والی موت آچکی، قبر مبارک میں اعادۂ روح ہوگا پھر ہمیشہ ہمیشہ آپ ﷺ حیات رہیں گے۔ مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کی تقریر کا خلاصہ بھی یہی ہے ملاحظہ ہو (تقریر دلپذیر ص ۲۸) مؤلف المسلک المنصور اس

پر اپنے آباؤ اجداد کی طرح خاصے سیخ پا ہوئے۔ شیعوں کے ساتھ بھی مماتیوں کی "گاڑھی چھنتی" ہے کیونکہ شیعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ اول ماننے کے لئے تیار نہیں اور دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اعلان ماننے کے لئے تیار نہیں، اور طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں۔ منکرین حیات النبی ﷺ کو ہمارا چیلنج ہے کہ اعلان صدیق اکبرؓ سے جو تم استدلال کرتے ہو اس پر چودہ صدیوں کے کسی ایک محدث یا شارح بخاری کا قول پیش کرو۔ مولانا منیر احمد صاحب پر برسنے سے پہلے اگر علامہ بدرالدین عینی الحنفیؒ کے دروازے پر دستک دے دیتے تو لمبی زبانوں کے ساتھ شاید بک بک کر آپ اپنا وقت ضائع نہ کرتے۔ اور تصنیف و تالیف کے صاف ستھرے میدان کو اپنے پھینکی ہوئی غلاظت سے گندہ بھی نہ کرتے۔ "موتتین" کے متعلق چلیئے پوچھتے ہیں علامہ عینیؒ سے!

۱: ﴿علامہ بدرالدین عینیؒ کا ارشاد!﴾

علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ کی دقیق اور محققانہ شرح "عمدۃ القاری" موجود ہے۔ صحیح بخاری کی اس شہرۂ آفاق شرح میں حنفی المسلک علامہ عینیؒ "امتنا الثنتین" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **اراد باالموتتین الموت فی الدنیا والموت فی القبرهما موتتان المعروفتان المشهورتان فلذلک باالتعریف وهما موتتان لکل احد غیر الانبیآء علیهم السلام فانهم لا یموتون فی قبورهم بل هم احیاء واماسائر الخلق فهم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامته** (عمدۃ القاری جلد نمبر ۷ ص ۶۰۰) دو موتوں سے مراد ایک تو وہ موت ہے جو دنیا میں آتی ہے، دوسری قبر والی ہے یہی دو معروف و مشہور اموات ہیں...... ہاں حضرات انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں۔ بخلاف دوسری مخلوق کے کہ (بعد از حساب) وہ قبروں میں وفات پا چکے ہیں۔ اور پھر قیامت کے دن وہ زندہ ہونگے۔

۲: ﴿علامہ عسقلانیؒ کا ارشاد!﴾

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں ”واحسن من هٰذه الجواب ان يقال ان حياته في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيًا والانبيآء احياء في قبورهم ولعل هذا هو الحكمته في تعريف الموتتين حيث قال لايذيقک الله الموتتين اى المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل احد غير الانبيآء (فتح الباری جلد نمبر ۷ ص ۲۲) ترجمہ: بہترین جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو روضۂ اطہر میں ایسی حیاتِ دائمی حاصل ہو چکی ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی ورودِ موت نہ ہوگا اور انبیآئے کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ارشادِ نبوت میں موتتین کو الف لام سے لایا گیا ہے پس یہ دونوں موتیں ”یعنی ایک دنیا کے اندر اور دوسری قبر کے اندر“ سوائے انبیاء علیہم السلام کے باقی ہر ایک انسان پر وارد ہوتی ہیں۔

۳: ﴿مولانا سہارنپوریؒ حافظ ابن حجرؒ کی تائید میں!﴾

قارئین کرام!

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا یہی ارشاد لے کر آیئے اب حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے پاس چلتے ہیں۔ حضرت سہارنپوریؒ صحیح بخاری کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ”والاحسن ان يقال ان حياته ﷺ لا يتعقبها موت بل يستمر حيا والانبيآء احياء في قبورهم (بخاری شریف جلد اول ص ۵۱۷) ترجمہ: بہتر یہی ہے کہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوگی، بلکہ ہمیشگی حیات آنجناب ﷺ کو حاصل ہے اور باقی انبیآء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

نوٹ!

مؤلف المسلک المنصور نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵۳ پر لکھا ہے "بخاری شریف کے حاشیہ پر یہ قول موجود نہیں ہے، محقق ٹمن (یعنی مولانا نور محمد صاحب) بھی اگر عینک ہوتو معائنہ فرمالیں)۔ جناب محقق تلہ گنگ صاحب آپ نے اصل میں "گجراتی عینک لگا کر بخاری شریف دیکھی ہوگی" براہِ کرم انصاف کا چشمہ لگا کر مذکورہ بالا عبارت بخاری جلد اول صفحہ ۱۵۷ کے حاشیہ میں ملاحظہ کرلیں۔ سلفی عفی عنہ)

۴: ﴿علامہ نورالحق محدث دہلویؒ کا ارشاد﴾

بخاری شریف کی ایک شرح "تیسیر القاری" کے نام سے علامہ نورالحق محدث دہلویؒ (۱۰۷۳ھ) نے لکھی ہے۔ یہ علامہ نورالحق "بھلا کون ہیں؟ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) کے قابل فخر فرزند وقت کے بحرالعلوم تھے۔ ان کا ارشاد ملاحظہ ہو "لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا" یعنی بعد از موت بحیات ابدی زندہ خواہی بُود از آں کہ دے رضی اللہ عنہ دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سائر مسلمانان کہ در وقتِ سوال منکر ونکیر زندہ می کنند۔ آنہا را باز می میرانند (تیسیر القاری فارسی جلد۳ ص ۴۲۵) ترجمہ: ارشادِ نبوی ﷺ کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ وفاتِ شریفہ وارد ہو چکنے کے بعد آپ ﷺ پھر ہمیشہ کی زندگی پائیں گے حضرت ابوبکرؓ کا عقیدہ یہ تھا کہ انبیائے کرامؑ عالم برزخ میں زندہ ہوتے ہیں، باقی عام مسلمان منکر نکیر کے سوال وجواب کیلئے اپنی قبور میں زندہ کئے جاتے ہیں اور بعد ازاں اُن پر وُرودِ موت ہوتا ہے۔

۵: ﴿حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ارشاد﴾

محترم قارئین!

اب عظیم بیٹے (یعنی نورالحق دہلویؒ) کے بعد باپ کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپؒ خطبہ صدیق ؓ کی شرح اس طرح فرماتے ہیں۔ ''مراد آنست کہ نمی میرد بموتِ دیگر در قبر ہمچو دیگراں کہ زندہ گردانیدہ می شود برائے سوال باز میراندمی شود ظاہر آنست کہ موت دیگر نیست بروئے و بعد از جریانِ سُنت الٰہی براذاقت موت و زندہ گردانیدن بعد ازاں حیات باقی و مستمر خواہد بود و ممات بر آن طاری نخواہد شد۔ پس ایں سخن اشارہ است بحیاتِ آں حضرتؐ۔ مدارج النبوت ج ۲ ص ۸۹۰) ترجمہ: خلیفہ اوّل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی مراد اس کلمہ سے یہ تھی کہ عام لوگوں کی طرح آپ ﷺ روضۂ اطہر میں دوسری موت کا ذائقہ بالکل نہیں چکھیں گے۔ دوسرے لوگوں کو قبر میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر دوبارہ ان پر ورودِ موت ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ پر یہ دوسری موت کبھی نہیں آئے گی۔ ایک دفعہ لذتِ وفات چکھنے کے بعد اور پھر (روضۂ اطہر) میں زندہ ہونے کے بعد آپ ﷺ دائمی حیات سے زندہ ہیں۔ آپ ﷺ پر اب کبھی طریانِ موت نہ ہوگا۔ اس ارشاد عالی میں حضرت ابوبکرؓ کا اشارہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کی طرف تھا۔

مولانا منیر احمد صاحب اور مولانا نور محمد کو ''نوری، منیری'' کہہ کر مذاق اڑانے والے انشاء اللہ اب ''انگشت بدنداں'' ہو کر رہ جائیں گے۔ شارحین بخاری نے مماتیوں سے زیادہ بخاری کو سمجھا ہے ان سارے اکابر نے موت ثانیہ سے قبر کی موت مراد لی ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ہماری کمر پر چودہ صدیوں کے محدثین و شارحین کا ہاتھ ہے۔ اور مؤلف ''المسلک المنصور'' نے اِدھر اُدھر لاکھ ہاتھ پاؤں مارے مگر افسوس کہ ''عنایت شاہ صاحب'' کے علاوہ کہیں پناہ نہ ملی۔ اہل انصاف تقابل کر کے دیکھ لیں اور فیصلہ فرمادیں کہ

حق کس کے ساتھ ہے؟

قابل دید تھیں اُس وقت ادائیں اُن کی
آئینہ دیکھ کے جب مدّ مقابل دیکھا

۶: ﴿حیات النبی ﷺ پر آئمہ اربعہ کا اتفاق﴾

اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ (یعنی احناف، شوافع، حنابلہ، مالکیہ) کے درمیان چھوٹے بڑے بے شمار اختلافات ہیں مگر آنجناب ﷺ کی حیات بعد الوفات پر یہ سر مو بھی ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ منکرین حیات النبی ﷺ کو دنیا کے کسی علمی گوشے یا علمی شخصیت کے ہاں پناہ نہیں مل سکتی۔ مدینہ منورہ سے لے کر کوفہ تک، کوفہ سے دار العلوم دیوبند تک اور دیوبند سے علماء پاکستان تک سب کے سب مماتی عقیدے کی بناء پر انہیں خارج از اہل سنت قرار دے چکے ہیں۔ اس ٹولے کے اندر دلائل نام کی کوئی چیز نہیں صرف اور صرف ضد بازی، اشتعال انگیزی، سینہ زوری اور اسلاف کے ساتھ بغض وعداوت ہے۔ شاید ان لوگوں کو موت یاد نہیں اور جان بوجھ کر حق وصداقت سے اغماز کر رہے ہیں۔

دم کا نہیں بھروسہ جہانِ خراب میں
بیٹھے ہیں لوگ عمر کا ساماں کیئے ہوئے

۷: ﴿حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیّب صاحبؒ کا ارشاد﴾

موتیٰین کا مفہوم حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے ارشاد کی روشنی میں یہ ہے۔

”جب قبر میں پہنچے تو عام مومنین کی شان یہ ہے کہ انہیں پھر زندہ کیا جاتا ہے، عامۂ مومنین کا حال یہ ہے کہ اس زندگی کے بعد پھر موت دے دی جاتی ہے۔ پھر قیامت کو حیات

دیجائیگی۔ انبیاء علیہم السلام اس (دوسری) موت سے مستثنیٰ ہیں۔ جب قبر میں زندہ ہوئے۔ اب قیامت تک بلکہ ابدالا باد تک زندہ رہیں گے۔ اب موت نہیں آئے گی۔ اسی کو صدیق اکبرؓ نے فرمایا: اللہ نے آپ ﷺ کو اس سے مکرم بنایا ہے کہ آپ ﷺ کے اوپر دو موتیں طاری کرے، بس وہ ایک ہی موت ہے جو آئی اس کے بعد اب جو زندگی آئی ہے تو ابدی زندگی ہے، پھر موت نہیں ہے۔" (خطبات حکیم الاسلام ج پنجم ص ۱۸۲)

تیرہواں دجل:

﴿استاذ المحدثین مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے نام سے دھوکہ﴾

مؤلف نے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی ایک مجمل عبارت سے یہ دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ حضرت کاندھلویؒ اعلان صدیقؓ میں دوسری موت نہ آنے سے قبر اطہر والی زندگی مراد نہیں لیتے۔ حالانکہ حضرت کاندھلویؒ نے تو اپنی معروف کتاب سیرت المصطفیٰ ﷺ میں تقریباً ستائیس صفحات پر بحث کر کے آنجناب ﷺ کی حیات مبارک کو ثابت کیا ہے اور اسے اہل سنت کا اجماعی عقیدہ قرار دیا ہے اس ساری تفصیل سے "چشم پوشی" کر کے حقائق کو جھوٹ کے دبیز پردوں میں چھپانا مماتیوں کو ہی زیب دیتا ہے۔ ہم حضرت کاندھلویؒ کی کتاب سے چند اقتباسات پیش کر کے بعد ازاں مماتیوں کے متعلق آپؒ کا ایک ارشاد بھی پیش کریں گے، ملاحظہ ہو۔

۱: تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور حضرات انبیائے کرام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامۂ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی

حاصل ہے (سیرت المصطفیٰ ﷺ جلد دوم ص ۳۶۰)

۲: انبیائے کرام کے اجساد مطہرہ اس عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو گئے لیکن وہی اجسام حسب سابق مشغول عبادت ہیں۔ اور اعمال حیات اور اشغال زندگی بدستور جاری ہیں اور اعمال واشغال میں نماز کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ ایمان کے بعد درجہ نماز کا ہے اور نماز انبیائے کرام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ غرض یہ کہ حضرات انبیائے کرامؑ کی حیات جسمانی ہے، محض روحانی نہیں۔ (صفحہ ۳۶۲ جلد ۱)

۳: شیخ تقی الدین سبکیؒ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو یہ فرماتے ''لقد اذیت رسول ﷺ فی قبرہٖ (طبقات الشافعیہ) تحقیق تو نے آواز بلند کر کے رسول اللہ ﷺ کو قبر (مبارک) میں ایذاء پہنچائی۔ معلوم ہوا کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ قبر مبارک میں اسی جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں (ج ۱ ص ۳۶۴)

۴: تمام روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاءِ کرام قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادات سے معطل نہیں، بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں، اور حج کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان کو رزق ملتا ہے اور مزار مبارک پر جو شخص حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، اس کو خود سنتے ہیں اور امت کے اعمال آپ پر قبر ہی میں پیش کیئے جاتے ہیں۔ یہ تمام امور اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کی حیات جسمانی ہے اور ارواح طیبہ کا اجسام مبارکہ سے تعلق قائم ہے۔ (ج ۱ ص ۳۶۶)

۵: وفات کے بعد نبی اکرم ﷺ کا اصل مستقر قبر مبارک ہے کہ جہاں آپ ﷺ کا جسد اطہر محفوظ ہے، نہ کہ آسمان! اور اسی مقام پر آپ ﷺ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے

تعلق ہے اور اسی جگہ آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور بایں ہمہ آپ کی روح مبارک کو عالم علوی سے بھی تعلق ہے، لہذا اگر آپ ﷺ کی روح مبارک سیر وتفریح کے لئے اعلیٰ علّیین اور ملکوت السمٰوٰت والارض میں باذن خداوندی جہاں چاہے جائے، تو وہ اس کے منافی نہیں حق تعالیٰ شانہ کو اختیار ہے کہ اپنے برگزیدہ بندہ (ﷺ) کو جہاں چاہے سیر کرائے اور امور آخرت اور احوالِ برزخ کو احوالِ دنیا پر قیاس کرنا نادانی ہے (ج ا ص ۳۶۷)

قارئین کرام!

مندرجہ بالا عبارات نہایت عام فہم اور ''مماتیت کش'' ہیں۔ اب کوئی مماتی محقق مر کر بھی دوبارہ بلکہ سہ بارہ جنم لے لے تب بھی استاذ المحدثینؒ کے نام سے دھوکہ دینے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

﴿مماتیوں کے متعلق حضرت کاندھلویؒ کا ارشاد گرامی!﴾

جس زمانہ میں بانئ فرقہ ممات سید گجراتی صاحب اور ان کے حواری پوری قوت سے علماء امت پر گولہ باری کر کے ''بزعم خود'' توحید وسنت کی خدمت کر رہے تھے۔ کسی نے مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے کہا کہ حضرت آپ سماع موتی پر کوئی کتاب تحریر کریں (کیونکہ آپؒ علم وفضل کے فلک بوس پہاڑ تھے۔ جس موضوع پر حضرتؒ نے قلم اٹھایا، تحقیق کا حق ادا کر دیا) تو جواباً کاندھلویؒ نے فرمایا ''جن ''شیوخ'' کو تم بات سمجھانا چاہتے ہو وہ تو بدرالدین عینیؒ، شیخ ابن الہمامؒ، علامہ آلوسیؒ، علامہ شامیؒ، حافظ ابن کثیرؒ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، ملا علی القاریؒ، اور علامہ ابن حجر مکیؒ جیسے لوگوں کو بھی پلے نہیں باندھتے اور جمہور کو زنبور کہتے ہیں۔ میں بھلا کس شمار میں ہوں کہ میری بات پر کان دھریں گے۔ مگر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو لوگ طالب حق ہیں ان کے سامنے حق واضح ہو جائے اور جو طالب ہدایت ہیں ان کے لئے راہنمائی کا سامان مہیا کر دیں۔ ورنہ ''شیوخ'' تو اس راستے میں جہاں تک پہنچ

چکے ہیں۔ وہاں سے پلٹنا محال ہے۔ صرف امید کی ایک کرن نظر آتی ہے کہ اللہ قادر ہے
(بحوالہ حیات برزخیہ ص ۱۳۷ طبع دوم، ناشر ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، چکوال)

نوٹ!

حیات برزخیہ حضرت مولانا اللہ یار خان (آف چکڑالہ ضلع میانوالی) کی کتاب ہے، مؤلف "المسلک المنصور" نے اپنی کتاب میں حضرت چکڑالوی پر بھی زبان طعن دراز کی ہے۔ اور اپنے قلم سے نکلنے والی قے سے صفحات کو "بدبودار" کیا ہے۔ حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب کا اصل میدان رد رفض تھا جس زمانہ میں علامہ عبدالستار تونسوی صاحب مدظلہ کا شباب اور عروج تھا اور علامہ تونسوی کے مناظروں کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اکثر مناظروں میں صدر مناظر مولانا اللہ یار خان صاحب ہوا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ آپ نے مماتیت کی دکھتی رگ کو بھی دبایا ہے اور خوب دبایا ہے۔ جس کی شدت مؤلف المسلک المنصور کی چیخ وپکار سے آج بھی ظاہر ہو رہی ہے۔

چودہواں دجل:

﴿قاضی بیضاویؒ کی ایک عبارت، اور مماتی مؤلف کا جھوٹ!﴾

حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے تفسیر بیضاوی کے حوالے سے ایک عبارت اپنی تقریر میں پیش کی کہ "حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ شہداء اللہ کے نزدیک زندہ ہیں ان کے رزق ان کی روحوں پر پیش کئے جاتے ہیں پھر ان کے جسموں کی طرف بھی راحت وفرحت پہنچتی ہے جیسا کہ آل فرعون کی ارواح پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے پھر ان کے اجسام کی طرف بھی درد پہنچتا ہے۔ (تقریر دلپذیر ص ۱۲) مؤلف "المسلک المنصور" اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں "محقق ٹمن (یعنی مولانا نور محمد آصف صاحب، ٹمن ضلع چکوال کا ایک علاقہ

ہے) غیرت اور ہمت فرمائیں اور حضرت حسن بصریؒ کے فرمان سے یہ دونوں باتیں ثابت کریں ہم آپ کو اور آپ کے مناظر صاحب کو ساڑھے ایک من لڈو اور دو گیلن کوکا کولا انعام دیں گے۔ اور اگر نہیں دکھا سکتے اور یقیناً نہیں دکھا سکتے تو خدارا کچھ شرم فرمائیں اور قرآن وسنت اور صحابہ کرامؓ اور اولیائے امت اکابرین پر اپنے مذموم مقاصد کے لئے بہتان تراشیوں سے اجتناب فرمائیں۔ ﴿المسلک المنصور ص ۱۱۵﴾

جواب:

محقق صاحب! اگر لڈو اور کوکا کولا کی آفر پیش کرنے سے پہلے خود ہی غیرت اور شرم کی گولی کھا کر ''بیضاوی شریف کا مطالعہ کر لیتے تو ایسے جاہلانہ انعامی چیلنج کر کے کبھی ذلیل وخوار نہ ہوتے۔ لیجیے بیضاوی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

وعن الحسن ان الشهداء احياء عندالله تعرض ارزاقهم علىٰ ارواحهم فيصل اليهم الروح والفرح كما تعرض النار علىٰ ارواح ال فرعون غدو او عشيا فيصل اليهم الوجع. (بیضاوی صفحہ نمبر ۱۱۷، مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ شہداء عنداللہ زندہ ہیں، ان کے رزق ان کی روحوں پر پیش کیئے جاتے ہیں، پھر راحت وفرحت ان کے اجسام کی طرف پہنچتی ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی روحوں پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے۔ پھر ان کے اجسام کی طرف بھی (عذاب کا اثر) پہنچتا ہے۔ فرمایئے! مؤلف صاحب: یہ عبارت تقریر دلپذیر میں بھی دے دی گئی ہے۔ جس پر آپ چیلنج بازی پر اتر آئے۔ اصل میں مؤلف بیچارہ علم وفہم سے بالکل کورا ہے۔ ظاہری بات ہے بُغض اسلاف سے جب اذہان پر زنگ چڑھ جائے تو پھر دقیق علمی باتیں کہاں سماتی ہیں۔ مؤلف کو عبارت سمجھنے میں ٹھوکر لگی ہے پوری عبارت میں ''جسم'' یا ''اجسام'' کے الفاظ تو ہیں نہیں۔ ''فیصل الیھم'' عبارت میں دو مرتبہ آرہا ہے مماتی مولف سے ہم گذارش

کریں گے کہ کسی ذی استعداد (بشرطیکہ مماتیوں میں کوئی ہو) عالم دین سے سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔قارئین کرام! اب ہم مؤلف کے اعلان کے مطابق ڈیڑھ من لڈو (جس کو فصیح و بلیغ مؤلف ساڑھے ایک من کہہ رہے ہیں) وصول کرنے کا پورا حق رکھتے ہیں۔مگر ہم اپنا حق معاف کرتے ہیں اور صرف اتنی اپیل کرتے ہیں کہ فریب و فراڈ کا کاروبار چھوڑ کر حقیقت پسندی کی جانب آئیں۔اور جھوٹ بولنے سے شرم وحیاء کریں۔شکریہ۔

باب چہارم

پندرہواں دجل:

﴿حضرت قائدِ اہل سنتؒ پر توہین نبوت کا الزام﴾

حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپؒ نے پوری زندگی فتنوں کے خلاف جو سرگرمیاں دکھائی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ آپؒ کوئی روایتی واعظ یا لیڈر نہیں تھے بلکہ حقیقی معنوں میں جیّد عالم دین، مصلح اور تصوّف وطریقت کے بے تاج بادشاہ تھے۔ لگی لپٹی بغیر حق گوئی آپؒ کا شیوہ تھا، فرقہ ہائے باطلہ کے خلاف جب آپ سینہ سُپر ہو کر مسلک حق بیان کرتے تو باطل کی دھجیاں اڑا دیتے۔ آج بھی آپ کی تحریریں پڑھ کر بے اختیار زبان سے یہ شعر جاری ہو جاتا ہے۔

آئین جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو، آتی نہیں رُوباہی

آپؒ کی وفات کے بعد ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات نے جو آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے وہ ماہ نامہ حق چار یارؓ لاہور کے ''قائد اہلسنتؒ نمبر'' سے بخوبی

واضح ہے، عیاں راچہ بیان؟ جو تقریباً ۱۳۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ مماتیوں کو حضرتؒ سے تکلیف اس لئے ہے کہ یہ تقیہ کر کے مسلک دیوبند کی جماعتوں میں گھسے جاتے تھے، مگر حضرتؒ کی محنت اور بروقت گرفت سے اب ان کو کسی چھتری کے نیچے پناہ نہیں ملتی۔ منکرین حیات نے حضرتؒ پر جو الزام لگایا، شدید اختلاف کے باوجود ہمیں توقع نہیں تھی کہ یہ بدبخت ایسی حرکات پر بھی اتر آئیں گے اور وہ ہے توہینِ نبوت کا الزام، حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام پر سو سال موت طاری کی۔ پھر اٹھایا۔ اب دیکھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے'' جو کھانا پانی تھا سو سال وہ خراب نہیں ہوا۔ اور وہ جو گدھا تھا ہڈیاں ہڈیاں ہو گئیں تھیں، نہ گوشت ہے نہ پوست ہے، ہڈیاں بھی بکھری ہوئی۔ اس کی حفاظت اللہ نے نہیں کی اور پانی کھانے کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کی۔ پھر فرمایا اب تو دیکھ ان ہڈیوں کی طرف ''کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما'' کس طرح ہم ہڈیوں کو جوڑتے ہیں پھر کس طرح ہم ہڈیوں پر گوشت چڑھاتے ہیں...... ہڈیاں چورا چورا بکھری پڑی ہیں۔ سو سال کا زمانہ گذر چکا ہے اس جہان میں اللہ نے اپنی قدرت سے اس کو زندہ کیا جس طرح کا وہ گدھا پہلے تھا اس طرح وہ ہڈیاں سامنے جوڑیں، گوشت اوپر چڑھایا جس طرح پہلے تھا پھر اس میں جان ڈال دی وہی گدھا پہلے کی طرح سامنے آ گیا۔ بھائی! اللہ کی قدرت سے کوئی بعید ہے اگر اللہ اپنے معصوم پیغمبروں کو موت اور وفات کے بعد پھر زندگی دے دے تو یہ قرآن کے خلاف کیسے؟ گدھے کو زندگی دے دی تاکہ کوئی ان چیزوں کا اپنی عقل کی بناء پر انکار نہ کرے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ کرے تو سب کچھ ہو سکتا ہے (اقتباس از حضرت قاضی صاحبؒ)

قارئین کرام!

مذکورہ بالا عبارت کو نظریں جما جما کر پڑھیں پھر قرآن مقدس کی طرف رجوع

کر کے حضرت عزیر علیہ السلام کے مشہور واقعہ کا مطالعہ کریں اور پھر فیصلہ دیں کہ ان الفاظ میں حضرتؒ نے کوئی توہینِ نبوت کی ہے؟ مگر مؤلف المسلک المنصور کے معدے سے فطری گندابل کر یوں سامنے آیا ''بریلویوں نے شان اقدس میں قیاس ابلیسی سے شیطان کو مقیس علیہ بنا کر بدترین گستاخی کا ارتکاب کیا تھا اب انکے چھوٹے بھائیوں کی ذہنیت کا اندازہ فرمائیں کہ حیات انبیاء کرامؑ کو گدھے کی حیات پر قیاس کر رہے ہیں۔ ﴿المسلک المنصور ص ۱۶۷﴾

لعنت الله علی الکذبین ثم لعنت الله علی الکذبین۔ یہ افتراءِ عظیم ہے کیا حضرتؒ نے حضرت عزیر علیہ السلام کی حیات مقدس کو حمار پر قیاس کیا ہے؟ ''سبحانک هذا بهتان عظیم ''مؤلف ''المسلک المنصور'' اس بدترین اور گھناؤنے الزام لگانے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ وگرنہ ''من عادی لي ولیاً فقد اٰذنته بالحرب '' کا کوڑا لگنے والا ہے۔ راقم الحروف جذبات واشتعال سے ہٹ کر حوصلے سے کہتا ہے کہ انشاء اللہ العزیز حضرت شیخ مدنیؒ کے توسل سے ایک بزرگ عالم دین، مظہر شریعت وطریقت پر توہین رسالت کا الزام لگانے کے جرم میں مؤلف ''المسلک المنصور'' ضرور بالضرور سزا بھگتے گا۔ جس مردِ درویش نے حضور ﷺ کے غلاموں کی محبت وعقیدت میں زندگی کھپا دی کیا وہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی کی شان میں گستاخی کر سکتے ہیں؟ حضرت قاضی صاحبؒ کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے مماتیت کے فتنے کو پنپنے نہ دیا۔ جس طرح اہل بدعت نے اپنے کالے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے مشائخ دیوبند پر الزام تراشی کی۔ بعینہٖ آج دورِ حاضر کے یہ معتزلہ اور بدعتی پاسبان مسلک دیوبند پر الزام لگا رہے ہیں۔ اے صبح کی ٹھنڈی ہوا! ہم اہل حق کی جانب سے رسالت مآب ﷺ کو یہ درد بھری داستان سُنا دے کہ

خونے نہ کردہ ایم وکسے رانہ کشتہ ایم

جرم است ایں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

حضور ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے کرامؒ کے گستاخ خود مماتی ٹولہ ہے اور ان کا اصلی چہرہ ہم نے اپنے رسالہ ''جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی'' میں دکھادیا ہے۔ پڑھ کر عقل سلیم رکھنے والے خود فیصلہ کرلیں گے کہ گستاخ رسول کون ہے اور عاشق رسول ﷺ کون؟ اصلی اور حقیقی موحد کون ہیں اور توحید کے نام پر ''تلبیس'' پھیلانے والے کون؟ اس سے قبل مماتی ٹولے کے مبلغ اعظم احمد سعید صاحب چتروڑگڑھی کی گستاخیوں کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ ہمارے پاس اس تقریر کی کیسٹ موجود ہے۔ اور گستاخیوں پر مشتمل وہ پمفلٹ بھی جو جھنگ سے شائع ہوا ہے۔

۱: ایک تقریر میں مماتی مبلغ مولوی احمد سعید صاحب نے کہا کہ اگر آپ ﷺ نے یہ کتاب پڑھ کر نہ سنائی اور اپنے پاس چھپا رکھی تو آپ ﷺ پر اللہ اور اس کے فرشتے اور کل کائنات کی لعنتیں برسیں گی، حالانکہ مولوی صاحب نے جس آیت کی تفسیر بیان کی وہ اہل کتاب کے متعلق ہے۔ مولوی احمد سعید صاحب کے پنجابی الفاظ ملاحظہ ہوں۔

''خیال کرناں جے تُساں کتاب اپنے کول لُکا کے چا رکھی۔ لوکاں نوں پڑھ کے نہ سنڑائی۔ تاں پھر تینوں کیہہ سزا ملسی۔ اولٰئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْن۔ میری وی لعنت وس سی تہاڈے اُتے، تے میرے فرشتیاں دی وی لعنت وس سی اور کائنات دیاں لعنتاں وی تہاڈے اُتے ڈھئے پوسن (استغفر اللہ العظیم)

۲: اہل بدعت اکثر ''نور من نور اللہ'' کا ورد کرتے ہیں مولوی احمد سعید نے اس کی تردید میں یوں کہا ''تمیں پکدا مولوی داٹو تھا نُور مِنْ نُورِ اللہ اے پتہ ٹمیں کہ سُور مِنْ سُورِ اللہ'' (لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم) (ماخوذ از پمفلٹ احمد سعید (صاحب) کی گستاخیاں)

اور یہ گستاخیاں صرف مولوی صاحب کی نہیں بلکہ یہ سب کچھ سید عنایت شاہ صاحب گجراتی کی سرپرستی میں ہوتا رہا۔ اس لئے ہمارے اکابر کو گستاخ کہنے والے پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ مؤلف المسلک المنصور اپنی جہالت سے الزام دے رہا ہے کہ العیاذ باللہ گدھے کی حیات پر نبی کی حیات کو قیاس کیا گیا۔ یہ نااہل اور نام نہاد محقق قیاس کی تعریف سے ہی نابلد ہے۔ کوئی عام مسلمان بھی اتنی جسارت نہیں کرسکتا چہ جائیکہ ایک عالم دین سے ایسی توقع کی جائے۔ پھر وہ زندہ ہونے والا کوئی تلہ گنگ کا ''گدھا'' نہیں تھا بلکہ اللہ کے پیارے نبی علیہ السلام کی سواری تھی۔ اور جس چیز کی نسبت اللہ کے پیارے نبی سے ہو جائے وہ مقام پالیتی ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام علامہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اصحاب کہف کے واقعے میں لکھتے ہیں ''اگرچہ کتا رکھنا برا ہے لیکن لاکھ بروں میں ایک بھلا بھی ہے'' (فوائد عثمانیہ ص ۳۹۴)

مماتی مؤلف صاحب! ذرا دل پر جبر کر کے کھروڑ پکا میں حضرت مولانا منیر احمد صاحب کی شاگردی اختیار کریں تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ قیاس مطلق کیا ہے؟ قیاس شرعی کیا ہے؟ قیاس لغوی اور قیاس اصطلاحی کسے کہتے ہیں اور مقیس علیہ کی تعریف کیا ہے؟ سیکھنے کے بعد پھر حضرت قاضیؒ کی اس عبارت کو پڑھیں۔ اور سمجھیں۔ مشہور ہے کہ ایک آدمی درخت پر چڑھ گیا مگر اُس سے اترا نہ گیا چنانچہ ایک ''مماتی محقق'' سے مشورہ لیا گیا تو اس نے کہا کہ کسی طریقے سے اوپر رسی پھینکی جائے، رسی پھینکی گئی اس کو کہا گیا کہ رسی کا سرا مضبوطی سے پکڑ لے جب اس نے رسی پکڑی نیچے سے ایک آدمی نے پوری قوت سے کھینچا تو وہ بیچارہ زمین پر آگرا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا جب مماتی محقق سے شکوہ کیا گیا کہ آپ نے یہ کیسا طریقہ اختیار کیا تو مماتی محقق نے کہا کمال ہے میں نے بالکل اسی طریقہ سے کئی انسانوں کو کنوئیں سے نکالا ہے۔

جب قیاس کرنے والے ایسے ہوں تو پھر یوں ہی گُل کھلا کرتے ہیں۔ حضرت قائد اہل سنتؒ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اکابرین علماء دیوبند کے ساتھ جو والہانہ محبت وعقیدت رکھتے تھے وہ ایک دنیا پر ظاہر ہے "خوشبو آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار بگوید"۔ ایسے جھوٹے الزامات سے ہم خادمین وخوشہ چیں دلبر داشتہ تو ضرور ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انشاء اللہ ہمارے اکابر سرخرو ہوں گے۔

سولہواں دجل:

﴿حضرت اوکاڑویؒ پر الزام﴾

قائد اہل سنت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ پر توہین نبوت کا الزام دینے پر جب مؤلف "المسلک المنصور" کے پیٹ کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تو حضرت رئیس المناظرین مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ پر یہ الزام لگا دیا کہ آپؒ نے (العیاذ باللہ) حضور اکرم ﷺ کی شان اطہر میں گستاخی کی ہے۔

ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف "المسلک المنصور" نے "بریلی کے خان جی" کا قلم چھین لیا ہے جو اتنی ڈھٹائی کے ساتھ اہل حق پر گستاخی رسول ﷺ کا الزام لگا رہے ہیں۔ دراصل یہ اہل باطل کا وطیرہ ہے کہ جب دلائل کا مقابلہ کرنے سے یہ عاجز آتے ہیں تو عوام الناس کو مشتعل کرنے کے لئے ایسی گھٹیا کاروائیوں پر اتر آتے ہیں۔ مماتی مؤلف صاحب لکھتے ہیں" اوکاڑوی صاحب غیر مقلدین کی تردید میں ایک حدیث لکھنے کے بعد یوں رقمطراز ہیں "لیکن آپ ﷺ نماز پڑھتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی" (تجلیات صفدر جلد ۵ ص ۴۸۸) حضرات گرامی اوکاڑوی صاحب کی اشد حماقت کا اندازہ فرمائیں کس ذات اقدس کے بارہ میں کیسے لرزہ

خیز الفاظ استعمال کیئے ہیں کہ الامان والحفیظ۔عبارت مذکورہ پر زیادہ تبصرہ کرنے کی میرے قلم وقلب میں سکت نہیں ہے آپ بحثیت مسلمان خود سوچ لیں کہ سید الاولین والآخرین ﷺ جن کے حیاء اور شرم کا احادیث میں جو مقام بیان کیا گیا ہے نوری فرشتے بھی اس پر رشک کرتے ہیں اور خصوصاً نماز کی حالت تو ہوتی ہی مناجات مع اللہ استغراق فی بحر التوحید اور مشاہدہ کی ہے اور نبی پاک ﷺ نے تو عام مسلمانوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ "نماز مومن کی معراج ہے" اور فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اس کو دیکھتا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ تصور کر کہ وہ تجھے دیکھتا ہے اوکاڑوی صاحب نے جس لاپرواہی کے ساتھ امام الانبیاء ﷺ کی نماز کا نقشہ پیش کیا ہے جناب نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ تو بہت بلند ہے اس کا تصور تو کسی عام مسلمان آدمی، نمازی کے لئے کرنا بھی ناممکن ہے۔شرم وحیاء والا آدمی نماز کے باہر بھی ایسی حرکت کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔مسئلہ تو صرف یہ بیان کرنا تھا کہ نمازی کے آگے سے کتا گذر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟اس کے لئے اگر کہنا ہی تھا تو اتنا کہنا کافی تھا کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کتیا یا گدھی سامنے سے گذر گئی لیکن آپ ﷺ نے اعادہ نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے کسی چیز کے گذرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔آپ اوکاڑوی صاحب کی ذہنی ساخت کا اندازہ فرمائیں" بلفظہٖ

﴿المسلک المنصور ص ۱۷۳﴾

جواب:

قارئین کرام! مؤلف "المسلک المنصور" بیچارے غیر مقلدین کی ترجمانی کرنے کے لئے بھی بڑے بے تاب ہیں۔چونکہ غیر مقلدیت اور مماتیت میں "ساڑھے انیس، بیس" کا فرق ہے۔اس وقت ہمارے سامنے غیر مقلدوں کا ترجمان رسالہ ہفت روزہ "اہلحدیث" کا تازہ شمارہ موجود ہے۔جس میں ڈیرہ غازی خان میں ہونیوالی غیر مقلدوں

کی کانفرنس کا اشتہار ہے اور مبلغ اشاعت مولوی احمد سعید صاحب ملتانی کے دو صاحبزادوں کا جلی حروف میں نام موجود ہے۔ یقین نہ آئے تو دیکھ لیجئے ''مناظر اسلام علامہ سیف اللہ خان خالد چتروڑگڑھی'' اور ''خطیب ابن خطیب علامہ عصمت اللہ خان چتروڑگڑھی'' کے نام مماتیوں کی نظریاتی خودکشی کا برملا اعلان کر رہے ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور بابت ۱۵ اگست ۲۰۰۶ء)

قارئین کرام!

تجلیات صفدر جلد پنجم میں ایک باب ''غیر مقلدین کی غیر مستند نماز'' کے عنوان سے موجود ہے اس میں ہے ''آپ ﷺ نے فرمایا کہ کتا سامنے سے گذر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ج ۱ ص ۱۹۷) لیکن آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی'' (ص ۴۸۸)

مؤلف المسلک المنصور نے یہاں بزعم خود عاشق رسول ﷺ (سبحان اللہ) ہونے کا ثبوت دیا ہے اور اس عبارت پر اختراعی حاشیہ یہ چڑھایا کہ حضرتؒ نے کہا کہ نبی علیہ السلام کتیا کی شرمگاہ نماز میں دیکھتے رہے۔ لہذا یہ توہین نبوت ہے۔ مؤلف صاحب کا یہ الزام بچند وجوہ مردود و نامسعود ہے۔

اوّلاً: الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے'' یعنی آپ ﷺ امامت فرما رہے تھے تو یقیناً صحابہ کرامؓ مقتدی تھے جو کثیر تعداد میں ہوں گے۔ اس عبارت میں ''شرمگاہوں پر نظر پڑتی رہی'' سے یہ کیسے لازم آگیا کہ حضور ﷺ کی نگاہ پڑی۔ ممکن ہے صحابہ کرامؓ جو اگلی صف میں قیام فرماتے تھے ان کی نگاہ پڑی ہو؟

ثانیاً: کیا غیر ذی العقول کی شرمگاہ پر نظر کرنا بے حیائی ہے، نیز بغیر دیکھے مذکر اور

مونث کا علم کیسے ہو گیا؟

ثالثاً: قائل کی مراد کیا ہے؟ اور کیا مولانا امین صفدر اوکاڑوی ؒ کی مراد وہی تھی جو مؤلف "المسلک المنصور" اپنے ناقص ذہن سے لے رہے ہیں؟ قطعاً نہیں۔ قائل کی مراد سمجھے بغیر اس پر بے ادبی اور گستاخی کا فتویٰ لگانا علماء سو کا طریق ہے۔ تجلیات صفدر کے تقریباً نصف درجن کے قریب ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ آج تک کسی جید دیوبندی عالم دین نے مذکورہ عبارت پر گرفت کرتے ہوئے حضرت اوکاڑوی ؒ کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا۔ نہ ہی کوئی بریلوی یا غیر مقلد عالم یہ تہمت لگا سکے۔ وہ حضرت اوکاڑوی ؒ جو ساری زندگی ان دوستوں کے دانت کھٹے کرتے رہے۔ آج ان کی رحلت کے بعد انہیں خیال آیا کہ وہ تو گستاخ رسول ﷺ بھی تھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سترہواں دجل:

﴿مسئلہ یزید﴾

جن کے دل میں سرور کائنات ﷺ کی محبت وعقیدت نہ ہو وہ آل رسول ﷺ سے محبت کا دم کیسے بھر سکتے ہیں؟۔ چنانچہ منکرین حیات النبی ﷺ بھی پوری قوت اور خون پسینہ ایک کر کے یزید کی وکالت کرتے ہیں۔ اور آئے روز ان کی جانب سے کچھ نہ کچھ یزیدی بولیاں سننے میں آتی رہتی ہیں۔ اُجڑے اور بیاباں یزیدی جنگل کے یہ کوے "کائیں کائیں" کر کے ناصبیت کو پروان چڑھا رہے ہیں اور اب تو ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ جو بھی مماتی ہوگا وہ یزیدی ضرور ہوگا۔ جو بھی حضور ﷺ کی حیات فی القبر کا منکر ہوتا ہے اس کا دل حُبّ

حسینؓ سے بالکل خالی اور حمایت یزید سے لبریز ہوتا ہے۔ چنانچہ مماتی جماعت کے ایک بزرگ مولانا محمد حسین شاہ نیلوی صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا "حضرت امام حسینؓ سے تو جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا کہ جب بھی اسے کوئی مہم پیش آتی تو سیدھا مکہ شریف جا پہنچتا اور اللہ تعالیٰ سے رورو کر دعائیں کرتا (مظلوم کربلا ص ۱۰۰ ناشر گلستان پرنٹنگ پریس سرگودھا)

﴿اسیر ناموس یزید﴾

نیلوی صاحب کی مذکورہ بالا کتاب کو عدالت نے متنازعہ قرار دے کر پابند سلاسل کیا اور نیلوی صاحب اسیری کی حالت ہی میں انتقال کر گئے۔ اس لئے ہم انکو اسیر ناموس یزید کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ ان حضرات نے سوچا کہ اسیر ناموس رسالت ﷺ اور اسیر ناموس صحابہؓ تو دنیا نے بہت دیکھے ہیں۔ ہم کوئی نیا "چونا" لگا کر آئیں گے تا کہ سب سے ممتاز نظر آئیں۔ اسی طرح مماتی جماعت کے ایک واعظ جناب عطاء اللہ صاحب بندیالوی نے بھی اپنی کتاب "واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" میں یزید کی بلا اجرت وکالت کی ہے۔ لالہ موسیٰ گجرات سے شائع ہونے والی کتاب "خس کم جہاں پاک" میں ہے "مولانا بندیالوی نے اپنی کتاب "واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" میں جماعتی مؤقف کے خلاف لکھا ہے تاہم حضرت نیلوی صاحب اور مولانا بندیالوی صاحب سے شوریٰ نے درخواست کی ہے کہ وہ مقننہ کے اجلاس میں وضاحت کریں اور حضرت الامیران سے وضاحت طلب کریں۔ مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے کہا ہے اگر مجلس مقننہ ان کی کتاب کو جماعتی مؤقف کے خلاف قرار دے تو وہ کتاب واپس لینے کو تیار ہیں (خس کم جہاں پاک ص ۴۶)

قارئین کرام!

مولانا بندیالوی کی مذکورہ کتاب بدستور مماتی حلقوں میں گردش کر رہی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جماعتی مؤقف کے خلاف نہیں ہے۔ یعنی امام حسینؓ کے مقابلے

میں یزید کی حمایت کرنا اور پوری اُمت کے نظریئے سے ٹکرانا یہ بھی اشاعتیوں کا مشن ہے۔

﴿مؤلف المسلک المنصور کی یزیدی چال﴾

مماتی مؤلف نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۷۸ پر لکھا ہے "یاد رہے ہمارا مقصد یزید کا دفاع کرنا نہیں بلکہ یزید کی آڑ میں اصحاب رسول ﷺ پر کی گئی تبرّا بازی کی تردید ہے"۔

حالانکہ مؤلف کو علم ہونا چاہیے کہ آپ کے بڑے دفاع یزید میں زندگیاں کھپا گئے۔ یزید کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں حتیٰ کہ ان کے جنازے جیل سے نکلے، یزید کے حق میں مماتی پلیٹ فارم سے کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ اس موضوع پر تقریریں ہو رہی ہیں۔ مگر خدا جانے "المسلک المنصور" لکھنے والے یہ صاحب کیسے دفاع یزید کو اپنا مقصد قرار نہیں دے رہے؟۔ باقی اصحاب رسول ﷺ پر نہ کسی نے تبرّا بازی کی اور نہ ہی کوئی سُنی مسلمان اس کے متعلق سوچ سکتا ہے۔ یہ آپ کے نجس دماغ کی اختراع ہے۔

﴿حضرت اوکاڑویؒ پر تبرّا بازی کا الزام!﴾

مؤلف "المسلک المنصور" اپنی کتاب میں حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ پر مندرجہ ذیل باتوں کا الزام لگاتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ "اوکاڑوی صاحب کی خرافات کے چند امور قابل غور ہیں۔

۱: یزید اپنی بہنوں سے صحبت کرتا تھا (العیاذ باللہ) باپ کی لونڈیوں سے صحبت کرتا تھا شراب پیتا تھا اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔

۲: حضرت معاویہؓ کو یزید کے سب حالات کا علم تھا اور بجائے شرعی حد جاری کرنے کے حضرت امیر معاویہؓ یزید کو نرمی سے کہتے تھے کہ دن میں صبر کیا کرو اور رات کو جب دشمن سو جاتے ہیں تو...... معاذ اللہ۔

۳: باوجود یزید کی تمام خرابیوں کے علم کے حضرت معاویہؓ یزید کی بیعت کرنے پر صحابہ کرامؓ کو مجبور کرتے تھے اور ڈراتے دھمکاتے تھے۔ معاذ اللہ۔ بلفظہٖ ﴿المسلک المنصور ص ۱۷۷﴾

جواب:

مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ نے تاریخ کے حوالے سے مذکورہ باتیں لکھی ہیں، اپنی طرف سے نہیں۔ مؤلف ''المسلک المنصور'' نے اپنی جہالت اور خبث باطن سے مولانا اوکاڑویؒ کی طرف ان باتوں کو منسوب کر دیا۔ اور یزید کی تردید ہوتی دیکھ کر گویا کپڑوں سے باہر ہو گئے اور تن بدن میں آگ لگ گئی۔ پہلی عبارت کے متعلق مماتی مؤلف نے لکھا کہ ''یہ حضرت ابن حنظلہؓ پر سفید جھوٹ ہے ص ۱۷۶)۔ یہ جاہل اور نادان مؤلف اگر ''الصواعق المحرقۃ'' کھول کے دیکھ لیتا تو چودہ طبق روشن ہو جاتے اور مولانا اوکاڑویؒ نے بھی صواعق محرقہ کے حوالے سے لکھا ہے۔ صواعق محرقہ کی عبارت یہ ہے۔

" واللّٰہ ما خرجنا علی یزید حتیٰ خفنا ان نرمی باالحجارۃ من السمآء ان کان رجلاً ینکح امھات الاولاد والبنات والا خوات و یشرب الخمر ویدع الصلوۃ (صواعق محرقۃ ص ۲۲۱)

خدا کی قسم! ہم اس وقت تک یزید کے خلاف نہیں اٹھے یہاں تک کہ ہمیں ڈر لاحق ہوا کہ اب (نہ اٹھنے کی وجہ سے) آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں۔ یہ وہ آدمی ہے جو باپ کی ان لونڈیوں سے صُحبت کرتا ہے جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی اور وہ بیٹیوں اور بہنوں سے صحبت کرتا ہے اور شراب پیتا ہے۔ اور تارک صلوٰۃ ہے۔ مؤلف نے عالم خواب میں ہانک دیا کہ ابن حنظلہؓ نے یہ بات نہیں کہی۔ مگر اس پر کوئی حوالہ؟ کوئی دلیل؟ نہیں، بس ان کا بک دینا ہی حجت ہے۔ اور یہاں بیٹیوں بہنوں سے حقیقی مراد نہیں۔ نہ مولانا اوکاڑویؒ نے یہ لکھا

ہے۔ یہ مماتیوں کا یزید کے ساتھ محبت اور اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ جو اندر کا بغض ہے اس کا اظہار ہے۔ ایسی ''غلیظ اور بازاری باتوں'' کا تاریخ کے واقعات و حالات پہ رنگ چڑھانا پتہ دے رہا ہے کہ یہ خود کس قماش کے آدمی ہیں۔ یزید کی بدکرداری اپنے وقت میں کوئی ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ آج منکرین حیات النبی ﷺ اپنی زبانوں سے یزید کا دامن چاٹ کر داغ دھبے دور کرنے کی کوشش کررہے ہیں، جو انکی نادانی و بے وقوفی ہے۔

باقی جاہل مؤلف کا یہ کہنا کہ حضرت معاویہؓ صحابہؓ کو دھمکاتے رہے کہ وہ بھی یزید کی بیعت کرلیں۔ ان میں صحابہ نہیں تھے، غیر صحابی تھے۔ اگر مؤلف اور دیگر مماتی کچھ فرصت نکال کر تاریخ اور محققین اہل سنت کی کتب کا مطالعہ کرلیں تو سب کھرا کھوٹا سامنے آجائے گا۔ مولانا اوکاڑویؒ نے تو مذہب اہل سنت کی ترجمانی کی ہے جو مماتیوں کو ہضم نہیں ہورہی۔

دوسری عبارت جو دجل و تلبیس سے مولانا اوکاڑویؒ کے ذمے لگائی گئی وہ طبرانی کے حوالے سے ہے۔ اور تجلیات صفدر میں بھی ایسے ہی ہے ملاحظہ ہو ''طبرانی میں ہے کہ یزید نوجوانی میں شراب پیتا تھا اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا جب حضرت معاویہؓ کو علم ہوا تو حضرت معاویہؓ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروّت ختم ہوجائے، دشمن خوش ہوں دوست بُرا سمجھیں اور فرمایا کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہوجاتی ہے۔ کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گذارتے ہیں اور رات لذت و عیش میں گذارتے ہیں'' علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کی یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہوجائے تو اس کی پردہ پوشی کرے (البدایہ والنہایہ) باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد کے لئے

ایک بڑا لشکر بلاد روم کی طرف روانہ کیا تو اس لشکر کا امیر سفیان بن عوفؓ کو مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا مگر یزید نے تعمیل میں سستی کی اور معذرت کر دی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اسے رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے تو یزید نے یہ شعر کہے جن کا ترجمہ ہے ''مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ روم میں مسلمانوں کے فوجی کیمپ عذوقدونہ میں مسلمانوں کو چیچک اور بخار کا سامنا ہے۔ جبکہ میں دیر مران میں گدوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں اور میرے سامنے ام کلثوم ہے۔ ام کلثوم یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہؓ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو قسم دے کر بتاکید کہا کہ اسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ روانہ ہوا تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوہ کثیر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا اور اسی لشکر میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن زبیرؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ وغیرہ بھی تھے۔ اور عبدالعزیز بن زرارہ کلابی بھی چنانچہ یہ لوگ بلاد روم میں گھستے ہی چلے گئے تا آنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ جا پہنچے۔ (اس غزوہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے (بحوالہ کامل ابن الاثیر بحوالہ تجلیات صفدر ج ا ص ۴۷۹)

﴿یزید کا فاسق و فاجر ہونا تواتر سے ثابت ہے﴾

محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ فرماتے ہیں ''یزید کا فاسق و فاجر اور تارک سنت ہونا تو بتواتر ثابت ہے جس طرح رستم کی شجاعت، حاتم کی سخاوت مشہور ہے، اس سے زیادہ یزید کا ظلم و ستم اور اس کا فسق و فجور مشہور ہے۔ وہ جبر و زبردستی سے حکومت پر مسلط ہو گیا تھا۔ اس نے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کی ایک خلقت کو ذلیل کیا اور ناحق ان کا خون بہایا۔ اس نے نہ صرف حرم کعبہ کی بے حرمتی کی اور اس پر فوج کشی کی بلکہ

حرم نبوی کو بھی تین دن کے لئے اپنی فوج کے لئے بالکل حلال کردیا وہ جو چاہے وہاں کرے۔ چنانچہ یزیدی لشکر نے تین دن تک حرم نبوی میں وہ فساد مچایا کہ پناہ بخدا، سینکڑوں صحابہؓ وتابعینؒ کے علاوہ اولاد انصار ومہاجرین کا ناحق قتل عام ہوا، لوٹ مار اور قتل وغارت کا یہ عالم تھا کہ تین دن تک مسجد نبوی میں کوئی نماز نہ ہوسکی (حادثۂ کربلا کا پس منظر ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)

﴿لونڈوں کے ہاتھوں امت کی ہلاکت﴾

حضرت امام بخاریؒ نے ''کتاب الصحیح'' میں ایک باب قائم کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''باب قول النبی علیہ السلام ہلاک امتی علی یدی اغیلمة من قریش'' حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔

چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔

اول الاغیلمة کان فی سنة ستین سب سے پہلا لونڈا ۶۰ھ میں برسر اقتدار وھو کذالک فان یزید بن معاویه آیا جو بالکل واقع کے مطابق ہے۔ کیونکہ استخلف فیھا وبقی الی سنته اربع یزید بن معاویہؓ اسی ۶۰ھ میں بادشاہ بنا اور وستین فمات (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۸) پھر ۶۴ھ میں مرگیا۔

اما سیوطیؒ فرماتے ہیں

ضحی بنو امیته یوم کربلا باالدین. کربلا کے روز بنوامیہ نے اپنا دین ذبح کر رکھ دیا (تاریخ الخلفاء) اور علامہ سیوطیؒ باوجودیکہ نہایت حساس اور محتاط بزرگ تھے مگر حسینؓ اور بغض یزید میں وہ یزید پر لعنت کر بیٹھے۔ فرماتے ہیں ''لعن اللّٰہ قاتله وابن زمعه ویزید ایضاً (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۷) قاتلین حسینؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ابن زیاد اور یزید پر بھی لعنت کرے۔ اور علامہ سعد الدین تفتازانیؒ بھی فرماتے ہیں ''لعنه اللّٰہ علیه

وعلیٰ انصارہ واعوانہ " اللہ تعالیٰ کی اس پراوراس کے مددگارومعاونین پرلعنت ہو۔ (شرح عقائد ص ۱۴۷ مصر) حافظ ابن کثیرؒ امام طبرانی کی روایت نقل کرتے ہیں " کان یزید فی حداثتہ صاحب شراب یاخذ ما خذ الاحداث (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۸۸) نوعمری میں یزید پینے پلانے کا شغل رکھتا تھااور اس میں نوجوانوں کی سی آزادی تھی۔ایک جگہ لکھتے ہیں " کان فیہ ایضاً اقبال علی الشھوات " (یزید میں یہ بات تھی کہ وہ خواہشات نفسانی کا متوالا تھا۔اور مزید یہ کہ " قلت یزید بن معاویہ اکثر ما نقم علیہ فی عملہ شراب الخمر واتیان بعض الفواحش " میں کہتا ہوں یزید بن معاویہؓ پر اس کی بدکرداری کے سلسلہ میں سب سے زیادہ عائد کیا جانے والا الزام مے نوشی اور بعض فواحش کے ارتکاب کا ہے۔

﴿یزید اپنے بیٹے کی نظر میں﴾

حضرت معاویہؒ جو یزید کے بیٹے تھے (ان کا نام اپنے دادا کے نام پر رکھا گیا تھا) وہ فرماتے ہیں " قدابی الامر وکان غیر اھلہ ونازع ابن بنت رسول ﷺ فقصف عمرہ وانتبر عقبہ وصار فی قبرہ اھیناً بذنوبہ وقال ان من اعظم الامور علینا علمنا سوء مصرعہ و سوء منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ واباح الخمر وخرب الکعبتہ (الصواعق المحرقہ ص ۱۳۴)

میرے باپ (یزید) نے جب حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لی تو وہ اس کا اہل نہیں تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے جھگڑا کیا۔ بالآخر اس کی عمر کم ہوگئی اور نسل ختم ہوگئی اور پھر وہ اپنے گناہوں کا بوجھ لے کر قبر میں دفن ہوگیا (یہ کہہ کر معاویہؒ رونے لگے) اور کہا جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے۔اس نے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو قتل کیا، شراب کو حلال کیا اور بیت اللہ

ویران کیا۔

﴿حضرت معاویہؓ کی وفات کے وقت یزید کہاں تھا؟﴾

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں ”فحین معاویة الوفاة کان یزید فی الصید“ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۵)

جب حضرت معاویہؓ کی وفات ہوئی تو یزید اس وقت شکار پر تھا۔

﴿حامیان یزید کو قائد اہل سنت کا چیلنج﴾

حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ و فاضل دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں ”ہم پاک وہند کے تمام حامیان یزید کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کربلا، حرہ اور محاصرۂ مکہ کے واقعاتِ ہائلہ کے بعد کسی ایک صحابی سے ثابت کردیں کہ انہوں نے یزید کو صالح اور عادل قرار دیا ہے ھاتو برھانکم ان کنتم صٰدقین“ (خارجی فتنہ ج ۲ ص ۵۹۹)۔ حضرتؒ کا یہ چیلنج وابستگانِ مسلکِ دیوبند کی جانب سے آج بھی بدستور قائم ہے۔ مؤلف المسلک المنصور اور دیگر مماتی حضرات حضرت اوکاڑویؒ اور دیگر بزرگانِ اسلام پر توہین نبوت اور توہین صحابہ کرامؓ کے بے بنیاد الزامات لگانے کی بجائے حقائق کی طرف آئیں۔ آپ کی بہتان تراشی اور ہٹ دھرمی تعصب وعناد پر مبنی ہے۔ اصحاب رسول ﷺ کی توہین جب بھی ہوئی آپ ہی کے پلیٹ فارم سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ شیطانی وساوس سے ہماری حفاظت فرمائے آمین ثم آمین۔

﴿مؤلف کا ایک ادیبانہ شہ پارہ﴾

ویسے تو عجیب وغریب شہ پاروں سے کتاب بھری پڑی ہے اگر ہم اسی پر خامہ فرسائی کرنے بیٹھ جائیں تو مستقل کتاب وجود میں آجائیگی۔ اس لئے مؤلف صاحب کے ایک جملے پر ذرر

غور فرمائیں'' کچھ خدا کا خوف کریں اور گوز شتر کی طرح ڈینگیں مارنے سے اور عوام بیچاری کو دھوکہ دینے (سے) پرہیز کریں (المسلک ص ۱۸۳) قارئین کرام! گوز فارسی زبان کا لفظ ہے۔ پیٹ سے خارج ہونے والی ریح کو گوز کہتے ہیں۔ کسی بات کو غلط ثابت کرنا ہو یا تردید مقصود ہو تو جملے کا یوں استعمال ہوتا ہے'' فلاں کی بات گوز شتر سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی'' اور مؤلف صاحب کے جملے کو پڑھیں'' گوز شتر کی طرح ڈینگیں مارنے'' ایسے جہلا اور نالائق تحقیق کے میدان میں اتر کر علمائے امت کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہے ہیں۔ فیاللعجب۔

باب پنجم

﴿بحث حدیث اَلاَنبیآءُ اَحیآء فِیۡ قُبُورِھِمۡ یُصَلُّون﴾

حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے اپنی تقریر میں حیات الانبیاءؑ پر مشہور حدیث "اَلاَنبیآءُ اَحیآء فِیۡ قُبُورِھِمۡ یُصَلُّون" پیش کی جو تقریر دلپذیر کے ص ۳۳ پر موجود ہے۔ مؤلف المسلک المنصور نے اپنے بڑوں کی طرح اس پر بھی طبع آزمائی کرنے کی بے جا اور ناکام کوشش کی ہے۔ اور بے کار بحث کر کے اپنے نامۂ اعمال اور اکثر منکرین حیات النبی ﷺ کے "چہروں" کی طرح اوراق سیاہ کئے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

ا: مناظر موصوف نے پوری روایت بیان نہیں فرمائی کیونکہ پوری روایت میں مناظر کی کمپنی " یصلون " کے ساتھ " یحجون " کے لفظ بھی بیان کرتے رہتے ہیں۔

۲: اس روایت میں ارواح مبارکہ کا ابدان عنصریہ میں داخل ہونے کا ذکر نہیں

۳: اور نہ ہی اس روایت میں حیات دنیویہ، حقیقیہ کا ذکر ہے۔

۴: اگر بالفرض ٹمن اینڈ کمپنی سر دھڑ کی بازی لگائے اور اگلے پچھلوں کو جمع کر لیں تو زیادہ سے زیادہ خبر واحد ہی ثابت ہوگی۔

جواب:

حضرانسؓ سے روایت ہے کہ آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا'' اَلانبیـآءُ اَحْیَـآء فِیْ قُبُورِھِمْ یُصَلُّون '' انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ پوری روایت بالکل اسی طرح ہے ملاحظہ ہو'' جامع صغیر ص ۱۰۳) کتاب الانبیاء للبیہقیؒ ص ۲، جمع الفوائد ج ۲ ص ۱۷۶ اور مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱۔ یہاں صرف '' الانبیاء احیاء'' نہیں فرمایا گیا کیونکہ شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید انبیاء کی حیات روحانی کو بیان کیا جارہا ہے اس لئے'' فی قبورھم '' اور پھر'' یصلون '' کے الفاظ لاکر انکی حیات جسمانی کی وضاحت کی گئی ہے۔'' فـی قبـورھم '' کے الفاظ پر غور کریں تو پتہ چل جائے گا کہ محل حیات وہی ہے جس کو قبر میں رکھا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قبر میں جسم کو رکھا جاتا ہے تو معلوم ہوا محل حیات جسم ہے۔ یعنی حیات فی القبر محض روحانی نہیں بلکہ جسمانی ہے۔ اور'' یـصلون '' کے الفاظ نے تو شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ چونکہ نماز پڑھنا جسم کا کام ہے صرف روح کا نہیں۔ چنانچہ علامہ سندھیؒ حاشیہ سُنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۵ پر قمطراز ہیں'' الـصـلـوۃ تستـدعـی جسـدا حیا . نماز پڑھنا ایک زندہ جسم ہی سے ہوسکتا ہے۔ اس سے مؤلف '' المسلک المنصور'' کا یہ لچر اعتراض خود بخود پاش پاش ہوجاتا ہے کہ اس حدیث میں ارواح کا ابدان عنصریہ میں داخل ہونے کا ذکر نہیں۔ ارواح وابدان کے تعلق ہی سے حیات ہوتی ہے اور تعلق نہ مانا جائے تو'' احیـاء '' کا کیا معنی؟ اور ارواح وابدان کے تعلق ہی سے نماز کا پڑھنا ممکن ہے۔ کیا نماز صرف روح پڑھتی ہے؟ یا کیا نماز صرف جسم پڑھتا ہے؟ اگر ارواح وابدان کا تعلق تسلیم نہ کریں تو ارشاد نبوی ﷺ میں'' یـصلون '' کا کیا مطلب؟ وکیل احناف حضرت علامہ ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں'' صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم'' (مرقات ج ۲ ص ۲۱۲) کہ مذکورہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ عبدالرؤف مناویؒ فرماتے ہیں

''هـذا حـديـث صـحيح '' (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۸۴) یہ حدیث صحیح ۔ علامہ سید سمہودیؒ فرماتے ہیں'' رواہ ابـو يُـعـلـىٰ بـرجـالٍ ثقات ورواہ البیهقی مصححه . ابـو يـعلی'' (یعنی احمد بن علیؒ) نے ثقہ راویوں سے یہ روایت کی ہے اور بیہقیؒ نے اس کو صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ اور رئیس المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں۔ یرید بـقـولـه الانبياء احياء مجموع الاشخاص لاالارواح فقط (تحیۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام ص ۳۶) اس حدیث یعنی انبیاء کرام زندہ ہیں سے مراد مجموعہ اشخاص فائز الحیات ہیں۔ صرف روح نہیں۔

باقی مؤلف کا وہی لکیر پیٹے جانا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ خبر واحد ہی ثابت ہے۔ اس کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں کہ اول تو یہ صحیح سنداً کمزور نہیں اور آگے چل کر ہم اکابر محدثین اور علماء اعلام کا ذکر کریں گے جنہوں نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور اگر بالفرض یہ سنداً کمزور بھی ہوتی تو ہمیں کوئی پریشانی نہ تھی کیونکہ اسے تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے۔ اور حدیث سنداً کمزور بھی ہو تو تلقی بالقبول کی وجہ سے لائق قبول ہوتی ہے، ملاحظہ ہو (تدریب الراوی ص ۱۵ اور آثار الحدیث ص ۱۲۶)

نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ ہر وہ حدیث جسکو سلف نے اجماعاً قبول کیا ہو تو اس کے ایک آدھ راوی کی کمزوری سے صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد غور پڑھیں، فرماتے ہیں۔ وَ كُلُّ حَدِيثٍ اَجْمَعَ السَّلَفُ عَلٰى قَبُولِهٖ اَوْتَوَاتَرَتْ اَهْلِيَّتُهٗ رُوَاتِهٖ فَلاَ حَاجَتَهٗ اِلَى الْبَحْثِ عَنْ عَدَالَتِهٖ رُوَاتِهٖ وَمَا عَدَا ذَالِكَ يُبْحَثُ عَنْ عَدَالَتِ رُوَاتِهٖ (عقد الجید ص ۱۵۴ طبع قرآن محل کراچی) ترجمہ: اور ہر وہ حدیث جس کے قبول پر سلف نے اجماع کیا ہو یا اس کے راویوں کی اہلیت درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہو تو اس کے راویوں کی عدالت سے متعلق بحث کی کوئی ضرورت نہیں (ہاں) اس کے علاوہ دیگر

احادیث میں بحث عدالت ضروری ہے۔

قارئین کرام!

مماتی احباب مذکورہ بالا شاہ صاحبؒ کے پیش کردہ اصول کو "گلے کا ہار" بنالیں تو راہ راست پر آجائیں، چلو قاضی شمس الدینؒ کا قول ہی پلے باندھ لیں جو ہم نے ابتداءِ کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی "الانبیآء احیاء فی قبورهم یصلون لا شک فیه" (تسکین القلوب ص ۴۷) کہ اس حدیث میں شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ مؤلف "المسلک المنصور" کو اپنے بڑوں کی تحقیق پر شک ہے، اور یہ "محقق" اپنی نرالی تحقیق سے اپنے بڑوں کی "تحقیق" پر لات مار کر "تیس مار خاں" بننے کی ناروا کوشش فرما رہے ہیں۔ فیاللعجب۔ جن حضرات کو اس حدیث سے متعلق تفصیل درکار ہو تو وہ "تسکین الصدور ص ۲۱۹ تا ۲۳۰ اور "مقام حیات ص ۴۸۶ تا ۵۰۳" کا مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ انقباض دور ہوگا اور انشراح نصیب ہوگا۔

﴿کیا خبر واحد قابل رَدّ ہے﴾

مماتی گجراتی اینڈ کمپنی کے یہ نومولود محقق اتنا تو مان گئے کہ مذکورہ بالا حدیث زیادہ سے زیادہ خبر واحد ہی ہوگی۔ (المسلک ص ۱۸۵) جناب من! خبر واحد کے لائق قبول نہ ہونے پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ حضرت عبداللہ بن دینارؒ سے روایت ہے کہ لوگ صبح کی نماز کے لئے مسجد قباء میں تھے کہ اُن کے پاس ایک آنے والا آیا۔ اس نے کہا کہ آج کی رات حضور ﷺ پر حکم قرآنی اترا ہے کہ آپ ﷺ نماز میں کعبہ کی طرف رُخ کیا کریں سو تم کعبہ کو ہی قبلہ بناؤ ان لوگوں کے رخ شام کی طرف تھے۔ سو سب کعبہ کی جانب گھوم گئے۔ (بخاری جلد ص ۱۰۸)

نماز دین کا ستون ہے۔ صحابہ کرامؓ نے ایک خبر لانے والے پر اعتماد کر کے اپنا

قبلہ بدل لیا تو ظاہر ہے کہ اس معاشرہ میں خبر واحد بشرطیکہ خبر لانے والا ثقہ، عادل اور قابل اعتماد ہو، کا کہنا اخلاقی وقانونی وزن ہوگا؟ خود غور کیجیے۔ خبر دینے والا ثقہ ہو تو خبر واحد بلا تردد قبول کر لی جاتی ہے۔

﴿یہ حدیث متواتر ہے﴾

حدیث ''الانبیآء احیاء فی قبورھم یصلون " باعتبار اسناد و الفاظ متواتر نہیں ہے۔ مگر تواتر کی اور بھی تو کئی اقسام ہیں۔ ۱: تواتر لفظی ۲: تواتر معنوی ۳: تواتر طبقاتی ۴: تواتر توارثی۔ یاد رہے کہ مذکورہ حدیث کو تواتر طبقاتی اور تواتر توارث کا درجہ اور شرف ضرور حاصل ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورتیں اور تعداد ورکوعات تواتر طبقاتی کے درجہ میں ہیں۔ اس لئے علامہ سیوطیؒ نے تواتر کا دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا ''ان من جملة ما تواتر عن النبی ﷺ حیاۃ الانبیآء فی قبورھم (النظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص ٤) جو چیزیں آنحضرت ﷺ سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور علامہ بغدادیؒ نے ''المنحة الوھبیة'' میں علامہ موصوفؒ کی تائید کی ہے۔ اور علامہ سیوطیؒ نے اپنی دوسری کتاب میں بھی فرمایا ''حیات النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیآء معلومته عندنا علما قطعیًا ، لماقام عندنا من الادلة فی ذالک وتواترت بہ الاخبار الدالة علٰی ذالک (انباء الاذکیا فی حیات الانبیاء ص طبع پاکستان) ترجمہ: سرور کائنات ﷺ اور جملہ انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا ہمارے ہاں قطعی طور پر ثابت ہے۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس مسئلہ پر بہت دلیلیں قائم ہو چکی ہیں۔

﴿این الموت؟﴾

علامہ تاج الدین سبکیؒ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں ''ومن عقائدنا ان الانبیآء علیھم السلام احیاء فی قبورھم فاین الموت؟ (طبقات الشافعیہ ج۲ ص۲۶۶) ہم اہل سنت والجماعت کے عقائد میں سے ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں (اب) اُن پر موت کہاں؟

غور فرمایئے۔ علامہ سبکیؒ حیات انبیاء کو عقائد کی بحث میں لا رہے ہیں اور اس کو اہلسنت کا عقیدہ کہہ رہے ہیں۔ اب اس عقیدے کے منکر اپنے آپ کو اہل سنت کہیں اور قائلین حیات الانبیآء کو بدعتی۔ (معاذ اللہ) فیاللعجب۔

﴿حیاتِ انبیاءؑ میں کوئی اختلاف نہیں﴾

بعض حضرات جان چھڑانے کے لئے یوں بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اور اس وہم میں عوام الناس نہیں اکثر علماء کرام شکار ہوتے دیکھے ہیں۔ اگر مہربانوں کے اسی ''جان چھڑائی'' اصول کو مدنظر رکھا جائے تو پھر تو خوب آسانیاں ہوگئیں کیونکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ''مسئلہ ختم نبوت اختلافی ہے، مسئلہ خلافت اختلافی ہے، مسئلہ عذاب وثواب قبر اختلافی ہے۔ بس جہاں کہیں جمیع اہل سنت کے مقابلے میں کوئی ''نتھو خیرا'' آجائے تو اس کو اختلافی قرار دے کر راہ فرار اختیار کرلیا جائے۔ علماء کرام کے منہ سے ایسی بات خوفناک، دردناک، ہیبت ناک اور خطرناک ہے۔ اور یقیناً یہ مماتیوں کی ہفوات، خرافات، لغویات، اور مکروہ پروپیگنڈے کا اثر ہے۔ علامہ محمد عابد سندھیؒ فرماتے ہیں ''فحیاتھم لاشک فیھا ولا خلاف لاحد من العلماء فی ذالک (رسالہ مدنیہ ص۴۱) حضرات انبیاء کرام کی حیات میں کوئی شک نہیں اور علماء میں سے کسی کا اس میں کوئی اختلاف نہیں اور مزید

فرماتے ہیں ''فھم علیہ السلام حي علی الدوام'' آنجناب ﷺ دائی طور پر زندہ ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں ''ہیچ کس رادروے خلاف نیست (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳) حیات انبیاء میں کسی کا اختلاف نہیں، علامہ ابن سلیمان البغدادیؒ فرماتے ہیں ''حیاۃ الانبیاء ثابتۃ بالاجماع'' انبیاء کرامؑ کی حیات بالاجماع ثابت ہے (المنحۃ الوھبیۃ ص ۶) مولانا عبدالہادیؒ نجیب آبادی فرماتے ہیں ''لاخلاف لاحدٍ فیہ'' (انوار المحمود شرح ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱۰) اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

حضرات علماء کرام:

خدا کے لئے علماء امت کی عبارات کو بار بار پڑھیں جو چلا چلا کر کہہ رہی ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں۔ آج گجرات کے ایک ''باباجی'' اور تلہ گنگ کے ایک ''چھوکرے'' کی حرکات دیکھ کر اس مسئلہ کو اختلافی کہہ دیا جائے؟۔ فیاللعجب۔

﴿تقریری اقتباس﴾

حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقیؒ نے حیات الانبیاءؑ پر بہاولپور کے علاقہ میں ایک تقریر کی تھی۔ یہ تقریر جون ۱۹۸۸ء کی ہے۔ ''یادگار خطبات'' کے نام سے جو کتاب چھپی ہے اس میں یہ تقریر موجود ہے۔ مؤلف المسلک المنصور نے مولانا فاروقی صاحبؒ کی تقریر کا اقتباس دے کر مذاق اڑایا ہے۔ تقریری اقتباس یہ ہے ''حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے اور یہ حدیث مسلم شریف میں ہے، مسلم شریف بخاری شریف کے بعد دوسرے نمبر کی کتاب ہے۔ جو حدیث میں پڑھ رہا ہوں اس حدیث کے ساتھ میں چیلنج بھی کر رہا ہوں کہ اس حدیث کو دنیا کی کوئی طاقت ضعیف ثابت کرے کوئی ایک راوی ضعیف ثابت کرے۔ اس جلسہ میں میری یہ تقریر ریکارڈ ہو رہی ہے۔ اسے لے جاؤ ان کے پاس۔ کہو کہ یہ حدیث جو فاروقی صاحب نے بیان کی ہے اس کو چیلنج کر کے گئے ہیں اس حدیث کا کوئی ایک راوی

ضعیف ثابت کرے اگر وہ ضعیف نہ ہو تو اس حدیث کا رتبہ وہ ہے جیسے قرآن کی آیت کا حکم نص قطعی ہے۔اس طرح اس حدیث کا حکم نص قطعی ہے۔ یہ عقیدہ ہے اہل سنت کا جب کوئی روایت پیغمبر ﷺ تک مرفوع مل جائے تو اس حدیث کا درجہ نص قطعی کا ہوتا ہے اور اس روایت کا انکار کرنا کفر ہے اس روایت کو یاد کرلیں جو روایت ضعیف ہے وہ اور ہے، میں آج وہ روایت پیش کررہا ہوں جس کو وہ ضعیف نہیں کہہ سکتے۔حدیث کیا ہے؟الانبیاء احیا فی قبورھم یصلون " الخ (یادگار خطبات ص۲۵۲) مؤلف صاحب اس پر یوں حاشیہ چڑھاتے ہیں۔ ''محقق ثمن صاحب سے گذارش ہے کہ سب سے پہلے ہمت فرما کر یہ روایت مسلم شریف سے نکال کر شکریہ کا موقع دیں۔اگر مسلم شریف میں نہیں اور یقیناً نہیں تو اپنے بزرگوں سے منت زاری کر کے اس بات سے جماعتی طور پر برأت کا اعلان فرمائیں۔ (مزید لکھتے ہیں) اندازہ فرمائیں کہ یہ لوگ اس مسئلہ میں کیسی دیدہ دلیری کا ثبوت دیتے ہیں اور کس قدر جھوٹ بول بول کر عوام بے چاری کو دھوکہ میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے ایک ایسا عقیدہ بنالیا ہے جس پر قرآن وسنت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اس لئے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے ان حضرات کے بڑے بڑے جبے قبے والے بھی جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔﴿المسلک المنصور ص۱۹۴﴾

جواب:

مؤلف صاحب نے اپنے تبصرہ میں مولانا فاروقی شہیدؒ کا نام نہیں لیا کہ کہیں سپاہِ صحابہؓ والے پٹائی نہ کردیں (حالانکہ اصلی مؤحدین ڈرانہیں کرتے) مولانا فاروقی صاحبؒ کی خدماتِ دینیہ اور خصوصاً ردّ رفض پر ان کی جدوجہد کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔آپؒ کی مرتب کردہ '' تاریخی دستاویز'' اس ضمن میں ایک روشن کارنامہ ہے۔آپؒ کی دیگر خوبیاں اور مقام بالکل بجا اور درست ہے۔مگر آپؒ اس میدان کے آدمی نہیں تھے۔

خصوصاً جس دور کی یہ تقریر ہے اس وقت تو آپ ایک عام خطیب اور واعظ تھے اور اس وقت سپاہِ صحابہؓ میں مولانا حق نواز جھنگوی نور اللہ مرقدہ و برّد اللہ مضجعہ کا طوطی بول رہا تھا۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مولانا شہیدؒ کا تسامح ہے۔ آخر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بھی تو ساری زندگی اپنی تقریر میں ''صُحابی'' کا استعمال کرتے رہے۔ حالانکہ لفظ ''صَحابی'' ہے یا پھر ''صِحابی'' صاد کے فتحہ یا کسرہ کے ساتھ درست ہے۔ ضمہ کے ساتھ بالکل غلط اور ''گجراتی'' ایجاد ہے۔ اس کے علاوہ شاہ جی اور ان کے حواری جو مستقل طور پر غلط اور گمراہ کن عقیدہ اپنائے ہوئے ہیں، وہ اپنی جگہ ہے۔ پھر تعجب ہے کہ روایت مولانا فاروقیؒ بیان کر رہے ہیں اور مطالبہ مولانا نور محمد صاحب (تُمن) سے کیا جا رہا ہے کہ آپ مسلم شریف سے نکال کر دکھائیں اور یہ کہ ایک فرد کی لغزش سے پوری اُمت مسلمہ اس عقیدے سے دستبردار ہو جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یاد رہے کہ جمعیت اشاعت التوحید والے سپاہ صحابہؓ کو من حیث الجماعت غلط سمجھتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک مماتی کا خط موجود ہے جو مولوی احمد سعید صاحب کو لکھا گیا تھا۔ اور ساتھ مولوی صاحب کا جواب بھی ہمارے پاس ہے۔ پہلے خط اور بعد ازاں مولوی احمد سعید صاحب کا جواب ملاحظہ کریں۔

کیا فرماتے ہیں استاذ محترم احمد سعید ملتانی صاحب۔ صدر مرکزی اشاعۃ التوحید والسنۃ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرے عقائد و نظریات اور مسلک تبلیغی جماعت اور فضائل اعمال والے ہیں اس کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور جس کے عقائد و نظریات اور مسلک تبلیغی جماعت اور فضائل اعمال والے ہیں اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ نیز آپ سپاہ صحابہؓ کے مولانا حق نواز جھنگوی، ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا اعظم طارق کے عقائد و نظریات سے متفق ہیں؟ ان کی جماعت میں شامل ہونا کیسا ہے؟ واضح طور پر راہنمائی فرمائیں۔ شکریہ۔

جوابی مکتوب از احمد سعید صاحب

حبیبی فی اللہ فاروق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام والسلام علیٰ من لدیکم ۔ جماعت تبلیغی کے مجموعی طور پر عقائد قطعاً قرآن کے خلاف ہیں اور فضائل اعمال میں قرآن وسنت کے خلاف مواد کافی ہے ۔ غلط عقائد ونظریات والوں کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہ ہے ۔ سپاہِ صحابہؓ کی جماعت جواب کالعدم ہے اس کے عقائد ہماری جماعت کے بالکل مخالف ہیں خود صحابہ کرامؓ کے عقائد کے خلاف ہے حالانکہ یہ اپنے آپ کو صحابہؓ کا سپاہی ظاہر کرتے ہیں آپ اگر خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت چاہتے ہیں تو توحید وسنت کی جماعت میں اپنا نام درج کروالیں ۔ دوسرا کسی جماعت میں داخلہ کی بندہ اجازت نہیں دے سکتا ۔ فقط والسلام

احمد سعید عفی عنہ ۔

قارئین کرام!

مولوی احمد سعید کا یہ خط جہاں سپاہِ صحابہؓ اور تبلیغی جماعت میں چھپے ہوئے ''تقیہ باز'' مماتیوں کا منہ چڑا رہا ہے ۔ وہاں ان دونوں جماعتوں کے راہنماؤں کو دعوتِ فکر بھی دے رہا ہے کہ اپنی جماعتوں میں ان متعصب ، اور شرارتی ذہن لوگوں کو گھسیڑنا کتنا بڑا المیہ ہے ۔ ان لوگوں کے ذہنوں میں جو ضد اور تعصب کے کینچوے داخل ہو چکے ہیں ۔ اس کا علاج تقریباً اب ناممکن ہے ۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ مولانا فاروقی صاحبؒ کا یہ تقریری اقتباس ان کی کیسٹ سے نہیں لیا گیا بلکہ کتاب سے لیا گیا ہے ۔ اور بسا اوقات تقریر کو تحریر کے قالب میں ڈھالتے وقت مرتب سے بھی لغزش ہو جاتی ہے اور مضمون کا ربط قائم نہیں رہتا جس کی بنیاد پر مفہوم کچھ سے کچھ نکل آتا ہے ۔ بہر حال مرتب کی بے احتیاطی ہو یا مولانا فاروقیؒ کی

لغزش! اجماع امت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور امت مسلمہ کے فقہاء و محدثین، اور مفسرین و متکلمین کے جم غفیر کے سامنے ایک فرد کی غلطی کو لا کھڑا کرنا اور پھر اس کے سہارے اذہان کو کوفت میں ڈالنا تحقیق نہیں، تدلیس ہے۔ مماتیوں کا بازارِ تحقیق میں کھوٹے سکے لے کر گھومنا جہالت وحماقت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

اٹھارھواں دجل:

﴿مماتی مؤلف کا دھوکہ یا سفاہت﴾

حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ سند کا ضعیف ہونا حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں بعض دفعہ حدیث کی سند ضعیف ہوتی ہے مگر اس حدیث کا متن یعنی اس حدیث کا مضمون اور اس میں بیان شدہ مسئلہ نہایت اعلیٰ درجے کا صحیح ہوتا ہے۔ حدیث متواتر سند کی محتاج نہیں ہوتی چونکہ سند کے مقابلے میں اجماع اور تواتر، حدیث کے صحیح ہونے کی مضبوط دلیل ہے (تقریر دلپذیر) یہاں مؤلف المسلک المنصور نے یوں تبصرہ کیا ہے "مناظر موصوف کا یہ دعویٰ کہ سند کے ضعیف ہونے سے حدیث ضعیف نہیں ہوتی، پرلے درجے کی جہالت اور سفاہت پر مبنی ہے، محدثین حضرات کا مسلم ضابطہ ہے"الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء (مقدمہ مسلم ص۱۲)

جواب:

علم اسناد کی اہمیت بتانے کے لئے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اس کا سیکھنا دین قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ کا یہ فرمان مقدمہ مسلم میں یوں ہے۔ الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء ۔علم اسناد بھی دین کا ہی ایک حصہ ہے اور اگر سند ضروری نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہے کہہ سکتا تھا۔ قارئین کرام اب غور فرمائیں کہ کیا حضرت

مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے مطلقاً علمِ اسناد سے انکار کیا ہے کہ یہ کوئی ایسا علم نہیں جس کا سیکھنا اہل علم کے لئے ضروری ہو؟ یقیناً نہیں تو پھر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے اس قول کو یہاں لانے کا کیا مطلب؟۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

مولانا موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ جس حدیث پر تواتر چلا آرہا ہو اور امت کا اجماع ہو، بالفرض اس حدیث کے راویوں میں کوئی ایک ضعیف بھی ہو تو اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چونکہ تواتر اور اجماع بذات خود ایک بہت بڑی حجت ہے۔ جیسا کہ ہم نے گذشتہ سطور میں تلقی بالقبول کی بحث میں ''عِقد الجید'' کے حوالہ سے حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد پیش کیا۔ اور یہی حضرات محدثین و ماہرین اسماء الرجال کا مسلمہ ضابطہ و اصول ہے جو حضرت مولانا مدظلہم بیان فرما رہے ہیں۔ مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم علم حدیث پڑھنے پڑھانے میں بال سفید کیئے بیٹھے ہیں۔ اور جس ٹولے سے ہمیں پالا پڑا ہے ''چشم بد دور'' اس فرقہ کے بانی نے تو کبھی ''کریما'' اور ''ایساغوجی'' کو بھی ہاتھ نہ لگایا تھا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے پاس رہ کر موصوف کو دین کی بالکل سمجھ نہ آسکی، جیسا کہ خود ان کا ارشاد ہے ملاحظہ ہو (خس کم جہاں پاک ص ۳۱) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں ''کسی روایت کو تین اور چار کی قید سے بالاتر ہو کر اتنے ثقہ اور عادل افراد روایت کرتے آرہے ہوں جن کا جھوٹ پر جمع ہونا عادتاً محال ہو اور کسی دور میں بھی چار سے کم نہ ہوں خواہ زائد ہو جائیں اور زائد کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اب اگر تواتر افراد سے گذر کر طبقات اور بڑی بڑی جماعتوں تک پہنچ جائے اور کسی روایت کو ہر دور میں ایک جم غفیر اور جماعتوں کی جماعتیں روایت کرتی آرہی ہوں تو ظاہر ہے کہ تواتر کی قوت میں اور زیادہ استحکام پیدا ہو جائے گا۔ تاہم جنس تواتر ایک ہی رہے گی۔ بہر حال متواتر روایت کے سلسلے میں کسی ادنیٰ شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ ایسی خبر کا منکر زبانِ خلق پر

مطعون یا مجنون کہلائے گا۔ کیونکہ یہ متواتر روایت گویا زبانِ حق ہوگی اس لئے اس خبر کو گویا خدا کی خبر اور خدائی نقل و روایت کہا جائے گا جسے جھٹلانے کی کوئی اصولی صورت ممکن نہ ہوگی کیونکہ اس خبر کا محافظ خود خدا ہوگا نہ کہ مخلوق۔ (خطبات حکیم الاسلام ج اول ص ۳۸۵)

مماتی ذریّت کو چیلنج!

منکرین حیات النبی ﷺ میں کوئی ''ماں کا لعل'' میدان میں آئے چودہ صدیوں کے محدثین و متکلمین اور مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک محقق عالم کا قول پیش کرے کہ حدیث ''**الانبیآء احیآء فی قبورھم یصلون**'' صحیح نہیں کیونکہ انبیاءؑ قبروں میں زندہ نہیں۔ اور نمازیں نہیں پڑھتے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، از شرق تا غرب، از شمال تا جنوب ایک حوالہ لائیے۔ بلکہ کسی چور، ڈکیت اور راہزن نے بھی عالم جنوں میں ایسی بات کہہ دی ہو تو آیئے! است بسم اللہ۔ حوالہ پیش کریں اور منہ مانگا انعام وصول کریں۔

برعکس اس کے ہم اپنے عقیدے پر قرآن وسنت کے سائے میں کتنے اکابر و اسلاف کو لاکھڑا کریں۔ اپنی ڈیمانڈ بتائیں اور پھر منظر دیکھیں۔ اگر آپ کو میدان تحقیق کے شہسوار بننے کا شوق بیٹھنے نہیں دیتا تو نکلیئے۔ میدان حاضر ہے۔

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے

انیسواں دجل اور جہالت:

دنیا اور برزخ!

قارئین کرام!

مؤلف المسلک المنصور جیسے بے بصیرت اور جاہل لوگ کتابیں لکھنے بیٹھ گئے ہیں کہ وہ لوگ

جو آئے روز علماءِ دین پر تنقید و تشنیع کے تیر برساتے رہتے ہیں۔اور کمزوریاں تلاش کر کے ان کے دامن پر کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں یہ ایسی ہی کتابیں اور استدلالات پڑھ کر اپنے کانٹے دار درخت کی آبیاری کرتے ہیں۔اب انہیں کون بتائے کہ یہ علماء نہیں ،فرقہ پرور، نکھٹو، اور پرلے درجے کے شرارتی لوگ ہیں۔مؤلف ''المسلک المنصور'' کا ایک ''علمی جواہر پارہ'' ملاحظہ ہو۔لکھتے ہیں ''اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ دنیا میں خلیفہ ہیں۔اس لئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا میں خلیفہ بنے اور نبی پاک ﷺ زندہ ہیں قبر میں۔تو گذارش ہے کہ قبر سے مراد اگر قبر ارضی ہے اور حیات سے مراد، دنیوی، حسی، حقیقی حیات ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک مدینہ میں ہے یا کہیں اور ہے۔اگر مدینہ میں ہے تو مدینہ دنیا میں ہے یا برزخ میں اور اگر مدینہ دنیا میں ہے اور یقیناً دنیا میں ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ دنیا میں بنے تو آپ کی حماقت ظاہر ہوگئی۔ہمارا سوال باقی ہے اسی طرح اپنے باقی جوابات کو قیاس فرمالیں۔﴿المسلک المنصور ص ۱۹۹﴾

جواب:

قارئین کرام! مدینہ دنیا میں ہے یا برزخ میں؟ کتنا بھونڈا سوال ہے؟۔مدینہ منورہ سعودی عرب کا شہر ہے۔وہاں آپ ﷺ کا روضۂ اطہر ہے جہاں آپ ﷺ تشریف فرما ہیں وہ برزخی جہان ہے۔عالم دنیا پر عالم برزخ کو قیاس کرنا صریح حماقت ہے۔ہم نے باب ہشتم میں ''حیات برزخی'' کے اندر وضاحت کردی ہے کہ مماتیوں کے نزدیک قبر اور چیز ہے، برزخ اور چیز ہے۔حالانکہ قبر مکان ہے اور برزخ زمان ہے۔آپ کسی شخص سے اس کی رہائش کے متعلق پوچھیں تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں دنیا میں رہتا ہوں۔کیونکہ دنیا تو ایک مستقل عالم ہے۔اس عالم دنیا کے جس شہر لاہور، کراچی، راولپنڈی یا گجرات وغیرہ میں اس کی رہائش ہوگی وہ وہی بتلائے گا۔بات تو انتہائی عام فہم ہے کہ حضور اکرم ﷺ اب جہاں

حیات ہیں، وہ عالم برزخ ہے۔ اس عالم برزخ میں آپ ﷺ کو دنیا والے جسم کے ساتھ زندہ رکھا گیا ہے، اسی دنیاوی جسم پاک میں روح مبارک ہے۔ آپ ﷺ کی برزخی زندگی تمام انسانون کی برزخی زندگی سے اعلیٰ وارفع اور قوی واقویٰ ہے۔ اور آنجناب ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا میں خلیفہ بنائے گئے۔ عالم دنیا کا نظام اور کیفیت اور ہے۔ برزخ کا اور ہے۔ مماتی حضرات سوچ سمجھ کر باحوالہ یا مقصد کی بات نہیں کرتے بس ان کے نزدیک کچھ نہ کچھ کہہ دینا ہی دلیل ہے۔ فیاللعجب۔

بیسواں دجل:

﴿خرورِ حضرت سلیمان علیہ السلام﴾

جب انبیاء علیہم السلام (سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے) سب اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں تو لامحالہ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اس شرف سے مشرف ہیں۔ حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ "کبھی اشاعتی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے "فلما خرّ تبینت الجن" جب حضرت سلیمانؑ کی لاٹھی کو دیمک نے کھایا تو وہ گر گئے۔ اگر زندہ تھے تو گرے کیوں؟ اگر کسی کا گر جانا موت کی دلیل ہے تو پھر جو آدمی بھی لاٹھی کے سہارے کھڑا ہوا گر اسکی لاٹھی پھسل جائے یا ٹوٹ جائے اور وہ آدمی گر جائے تو کیا ہم اسکو مردہ سمجھ کر دفن کر دیں گے کسی آدمی کا پاؤں پھسل جائے اور وہ گر جائے تو اس کو مردہ سمجھ کر اس کیساتھ مردوں والی کاروائی شروع کر دیں الخ (تقریر دلپذیر ص ۳۶)۔ مؤلف المسلک المنصور نے اپنے تعفن زدہ دماغ سے سوچ کر جن باتوں کا رنگ چڑھایا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

۱: مناظر موصوف مسخرہ پن کے خصوصی ٹرینڈ معلوم ہوتے ہیں

۲: کتاب الٰہی کے ساتھ بھی استہزاء (مذاق) کرنے سے نہیں چوکتے

۳: شیخ چلی کی طرح خود ہی سوال بناتے ہیں اور جواب دینا شروع کر دیتے ہیں

۴: زبان بے لگام سے کیا کیا خرافات ہانک رہے ہیں

۵: موصوف نے یہودی ذہنیت کا ثبوت دیا ہے وغیرہ۔

اور مزید لکھتے ہیں ''حضرت سلیمانؑ کی موت قرآن پاک کی نص قطعی سے ثابت ہے اس کا انکار صریح کفر ہے۔ جس پر مناظر موصوف مصر ہیں۔ ﴿المسلک المنصور ص ۲۰۱﴾

جواب:

اگر آپ یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا منیر احمد صاحب وفات انبیاءؑ کے قائل ہی نہیں تو یہ آپ کا دجل عظیم ہے۔ تقریر دلپذیر ہی کے ص ۱۰۰ پر ہے ''یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ پر دنیا میں موت نہیں آئی''۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی موت آئی ہے اور بعد از وفات اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات عطا فرمائی ہے۔ باقی آپ کا یہ اعتراض کہ حضرت سلیمانؑ ایک سال تک لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے تو کیا ان میں زندگی تھی؟ کیا وہ نمازیں پڑھتے رہے؟ بالکل بے جا ہے۔ دیکھیں جب لاٹھی کو کیڑا لگ جاتا ہے اور وہ ٹوٹ جاتی ہے تو بدن تو لکڑی سے بہت نرم اور ملائم ہوتا ہے۔ پھر بدن بھی ایک نبی کا! اسے کیڑا نہیں لگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کھائے۔ حضرت سلیمانؑ کی حیات برزخی بتعلق روح بھی حق و سچ ہے اور دنیا والوں کے نزدیک ان کا خرور بھی ایک حقیقت ہے یہ دو مختلف جہانوں کی بات ہے اس میں کوئی تعارض نہیں، مماتیوں کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے خوانخواہ کی ذہنی پریشانی رکھ دی ہے اور ان کو اس بات کی سزا مل رہی ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے منفی پہلو (انکار حیات فی القبر) پر فضول

توانائیاں صرف کر رکھی ہیں حیات بعد الوفات یعنی حیات قبر غیب کی چیز ہے اور اس کے اثرات دنیا والوں کی نگاہ سے مستور رہتے ہیں۔ حضرت مولانا نور محمد تونسوی صاحب لکھتے ہیں "عالم خواب میں جانے والے شخص کے جسم کی پوری مشینری بظاہر معطل پڑی ہوتی ہے، آنکھیں، کان، زبان، اور ہاتھ پاؤں وغیرہ سب ساکن اور معطل ہوتے ہیں لیکن وہ خواب دیکھنے والا اُس عالم میں دیکھتا، سنتا، دوڑتا، پکڑتا اور بولتا ہے، دیکھنے والا اس کے کسی عمل کو دیکھ نہیں رہا۔ لیکن وہ سب کچھ کر رہا ہوتا ہے لہذا حضرت سلیمانؑ عالم قبر و برزخ میں زندہ تھے لیکن ہم اس عالم کے حالات کو نہیں دیکھ سکتے۔ لہذا بنیادی غلطی یہی ہے کہ ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم پر قیاس کر لیا۔ (ایک سو چار سوالات ص ۶۲)

﴿ "خَرَّ" آتا ہی زندوں کے لئے ہے! ﴾

یہاں یہ بات دلچسپ بھی ہے اور قابل غور بھی کہ جناب حضرت سلیمانؑ کے جسم اطہر کے زمین پر آجانے کو قرآن مجید میں خَرَّ کہا گیا، "سقط" کے ساتھ تعبیر نہیں فرمایا۔ اور خَرَّ کا کلمہ قرآن مجید میں زندہ انسانوں کے جھک جانے اور گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

۱: خَرَّ مِنَ السَّمآءِ

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ۔ (سورۃ الحج آیت نمبر ۳۱ پارہ نمبر ۱۷)

(ترجمہ) اور جس نے شریک بنایا اللہ کا، سو جیسے گر پڑا آسمان سے۔

۲: خَرُّوا سُجَّدًا

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا (سورۂ مریم آیت نمبر ۵۸ پارہ نمبر ۱۶)

(ترجمہ) جب انکو سنائے آیتیں رحمٰن کی، گرتے ہیں سجدہ میں اور روتے ہوئے۔

۳: خَرَّ رَاکِعاً

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّہٗ وَ خَرَّ رَاکِعًا وَّ اَنَابَ (سورۂ ص آیت نمبر ۲۴ پارہ نمبر ۲۳)

(ترجمہ) پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے اور گر پڑا جھک کر۔ (یعنی حضرت داؤدؑ)

۴: خَرَّ مُوسٰی

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّ خَرَّ مُوسٰی صَعِقًا (سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۴۳ پارہ نمبر ۹)

(ترجمہ) پھر جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف، کر دیا اسکو ڈھا کر برابر اور گر پڑا موسیٰ بے ہوش ہو کر۔

۵: خَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا

وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا (سورۂ یوسف آیت نمبر ۱۰۰ پارہ نمبر ۱۳)

(ترجمہ) اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اس کے آگے سجدے میں (یعنی حضرت یوسفؑ کے سامنے بھائی سجدہ ریز ہوئے)

۶: یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۰۶ پارہ نمبر ۱۵)

(ترجمہ) جب ان کے پاس ان کو پڑھیئے گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ میں۔

۷: خَرُّوا سُجَّدًا

اِذَا ذُكِّرُوْ بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا (سورۃ الٓم سجدہ آیت نمبر ۱۵ پارہ نمبر ۲۱)

(ترجمہ) جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر پڑیں۔

۸: يَخِرُّ عَلَيْهَا

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا (سورۃ الفرقان آیت نمبر ۷۳ پارہ نمبر ۱۹)

(ترجمہ) اور وہ لوگ کہ جب ان کو سمجھائیے اُن کے رب کی باتیں، نہ پڑیں اُن پر بہرے اندھے ہو کر۔

قارئین کرام!

غور فرمائیں "فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنّ" جب حضرت سلیمانؑ کے لئے استعمال ہوتا ہے تو ہمارے دوست اسکو عرفی موت پر استدلال کرتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے کچھ دیر بعد اگر اللہ پاک نے آپ کے جسم مبارک میں روح کو لوٹا دیا ہو اور دوبارہ آپ کو برزخی زندگی مل گئی ہو۔ مگر اُسی عالم میں ہونے کی وجہ سے اِس عالم والے اس کا ادراک نہ کر سکتے ہوں تو اس میں کونسی پیچیدگی ہے جو ذہن میں نہیں آرہی۔ کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت نہیں؟۔ یقیناً ہے۔ ہم اصلی توحیدی تو بحمد اللہ تسلیم کرتے ہیں مگر مارکیٹ میں جو "دونمبری" موحدین آئے ہوئے ہیں انہیں کون سمجھائے؟ اب انشاء اللہ العزیز عقل سلیم رکھنے والے خود پکار اُٹھیں گے کہ "مسخرہ پن کس کے اندر ہے؟" کتاب الٰہی کا تمسخر کون اڑاتا ہے اور تفسیر بالرائے کا مریض کون ہے؟ اور شیخ چلی کی سی حرکات کا مرتکب کون ہوتا ہے؟ ہمیں اس بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت ہے اور نہ فرصت! البتہ اتنا ضرور کہیں گے

کہ اُس قوم کی بدبختی، شقاوت قلبی اور نالائقی کا کیا عالم ہوگا جو وقت کے ایک جید عالم دین، عمر رسیدہ استاذ الحدیث اور خادم دین کو "مسخرہ، قرآن کا مذاق اڑانے والا، جہل مرکب کا شکار اور بددیانت، تک کہنے کی جرأت کرڈالے۔ فوا اسفا۔ خرور سلیمان علیہ السلام کے متعلق خیر المدارس کے مفتیان کرام کی مختصر مگر جامع بحث بھی اہل علم کے لئے مفید ہے، ملاحظہ ہو (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۶)

اکیسواں دجل:

﴿مؤلف کا جاہلانہ اعلان﴾

لکھتے ہیں "اپنے دعویٰ کے مطابق حضرت سلیمانؑ کے بارے میں ثابت کریں کہ حضرت کے میت وجود میں دوبارہ روح لوٹ آئی تھی یا روح مبارک کا بدن اقدس کے ساتھ تعلق تصرف قائم کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اتنا عرصہ وہ بیت المقدس میں نمازیں پڑھاتے رہے۔۔۔ تو ہم انشاء اللہ شکریے کے ساتھ منہ میٹھا کرانے کے لئے تیار ہیں ﴿المسلک ص ۲۰۵﴾

جواب:

جناب من! ہمارا منہ میٹھا نہ کرائیے۔ بحمد اللہ حیات النبی ﷺ کی برکت سے ہمارے دہن میٹھے ہی رہتے ہیں۔ بس آپ لاہور تشریف لے آئیے تا کہ ہم آپ کو نفسیاتی ہسپتال میں داخل کروا کے آپ کے دماغ کا علاج کروادیں۔ وگرنہ یہاں پاگل خانہ تو ہے ہی۔ فرمائیے بیت المقدس دنیا میں ہے یا برزخ میں؟ عالم دنیا میں ہے۔ اور بعد از وفات انبیاء کرام کا نمازیں پڑھنا عالم برزخ سے متعلق ہے۔ آپ کا یہ اعتراض دیوار پر دے مارنے کے قابل ہے۔ خدا لگتی کہیے گا! کیا آپ اپنے آپ کو واقعی محقق سمجھتے ہیں؟۔ سچ سچ

بتائیے گا۔

قارئین کرام! آگے مؤلف نے صفحہ ۲۰۵ سے ۲۳۲ تک غیر متعلقہ بھرتی کی ہے۔ اور لایعنی گفتگو سے کتاب کا پیٹ بھرا ہے جیسے کوئی شخص رشوت کے حرام مال سے پیٹ بھرتا ہے۔

بائیسواں دجل:

﴿مؤلف کا ایک اور اندازِ تحقیق!﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فرما رہے ہیں کہ میں اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ کیوں جی محقق ثمن صاحب مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ تھا تو اگر قبروں والے پہلے سے زندہ ہیں فرق صرف آپ کی پہلی اور پچھلی تقسیم کا ہے اور مردے پہلے سے زندہ ہو چکے ہوں تو کیا یہ حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ بن جائے گا؟ ﴿المسلک المنصور ص ۲۳۲﴾

جواب:

کبھی چھپی حیات سے کھلی حیات کی طرف آنے کو بھی حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً

۱: **الحمد للّٰہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور**

۲: **اللھم باسمک واموت واحیآء**

ہم پہلے بحث کر آئے ہیں کہ حیات کو تین حصوں میں منقسم کر دیا جائے تو بات بآسانی سمجھ آسکتی ہے۔

۱: بیداری، یہ حیات ظاہری ہے

۲: نیند، یہ حیات خفی ہے

۳: اور موت، حیات اخفیٰ ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا حیاتِ اخفی یعنی چھپی حیات سے کُھلی حیات کی طرف آنا ہے۔

۞.....۞.....۞.....۞
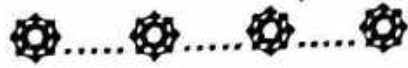
باب ششم

﴿حیاتِ برزخیہ﴾

نوٹ!

مؤلف ''المسلک المنصور'' نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴۳ پر حیات برزخی کے عنوان سے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور یہ دھوکہ ان کا موروثی ہے۔ یہاں لاہور سے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کا ایک رسالہ شائع ہوا ہے۔ راقم الحروف نے اس کا مفصل جواب ''حیات برزخی'' کے نام سے دیا ہے۔ اس چھٹے باب کے اندر ہم من وعن وہ مضمون پیش کرر ہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز لفظ برزخ سے جن جن حضرات کو انقباض ہے۔ وہ بغور مطالعہ فرمائیں، شکوک زائل ہوجائیں گے۔

﴿مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ کا عقیدہ﴾

المسلک المنصور اور لاہور سے چھپنے والے رسالہ میں جن چار بزرگوں کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان میں پہلا نام نامی اسم گرامی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ کا ہے۔ مذکورہ رسالہ کے صفحہ نمبر ۳ پر ہے۔ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ''انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے بھی اقویٰ واتم ہے اور مراد اس حیات سے دنیاوی ظاہری نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''انک میت وانھم

میتـون" لہذا احکام اموات ظاہر یہ سب پر ظاہر ہوتے ہیں۔(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۷) ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔سب ہی مرنے والے ہیں "انک میـت وانھـم میتـون" اور سبھی کو حیات برزخی حاصل رہتی ہے کیونکہ مدار ثواب وعتاب کا حیاتِ روحانی پر ہے، جو کہ مسلم ہے۔پھر اس حیاتِ روحانی میں درجات انبیاء علیہم السلام کی حیات قوی تر ہے۔اس کے بعد شہداء کی۔ الخ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۷۴)

جواب:

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں سے مؤلف صاحب باور کرانا چاہتے ہیں کہ ۱: انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیاوی نہیں ۔۲: احکام اموات سب پر حاوی ہوتے ہیں۔ ۳: سب مرنے والے ہیں انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔۴: یہ حیات روحانی ہے جسمانی نہیں۔ قارئین کرام! اسلاف کی کتب میں حیات کے متعلق مختلف الفاظ ملیں گے مثلاً حیاتِ برزخی، حیاتِ روحانی، حیات دنیوی، حیات جسمانی اور حیات حسی وغیرہ۔ان اصطلاحات کا ایک مفہوم مماتی ٹولہ بیان کرے گا اور دوسرا مفہوم ہمیں اکابر سے ملے گا۔ہم وہ تشریح اور توضیح قبول کریں گے جو خود اکابر رحمہم اللہ نے کی ہے۔مماتی حضرات قادیانیوں کی طرح اگر اپنی تشریح کریں گے اور اُس غلط تشریح پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھیں گے تو یہ "یحر فون الکلم عـن مـواضـعـہ" کا مصداق ہوگا، ہم منکرین حیات النبی ﷺ کی تشریح کو قطعاً قبول نہیں کریں گے۔

مماتیوں کا ایک دھوکہ

وہ یہ کہ جہاں مسلک اور مسئلہ کی پوری وضاحت سے عبارت ہوگی اس کو ہاتھ نہیں لگائیں گے بزرگوں کی کتاب سے ایک یا آدھی سطر کاٹ کر کہیں گے کہ فلاں بزرگ کا وہی عقیدہ

ہے جو ہمارا ہے۔اس کو کہتے ہیں ''اِلَّا مَنْ خَطِفَ الخطفتہ'' شیطان بھی آسمان سے ایک آدھ بات چوری کرتا ہے پھر سو جھوٹ اپنے پاس سے بلاتا ہے۔ یہ مماتی حضرات اس شیطانی حرکت کے اکثر مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔

اب ذرا مماتی مولف کے خودتراشیدہ مطالب کے جوابات پڑھیئے جو انہوں نے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ کی عبارت سے نکال کر دھوکا دینے کی کوشش کی۔

ا: حیات دنیاوی نہیں، کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جسم کا روح مبارک سے اور روح کا جسم اطہر سے تعلق نہیں ہے۔ حیات دنیاوی کے انکار سے انبیاء علیہم السلام کے ارواح کا ابدان سے لاتعلق ہونا اکابرینؒ کی عبارات سے ہرگز مراد نہیں کیونکہ مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ دوسرے مقام پر روح کے تعلق کی وضاحت فرماتے ہیں کہ جسم سے روح کو تعلق رہتا ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۶۲) نیز ''حیات دنیاوی نہیں'' کے ساتھ ظاہری کی قید بھی موجود ہے جب نفی مقید بالقید میں داخل ہوتی ہے تو اس وقت نفی قید کی ہوتی ہے دنیوی کے انکار سے حیات تکلیفی کی نفی مراد ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی موجودہ حیات فی القبر تکلیفی نہیں بلکہ استراحی اور تلذذی ہے لہذا یہاں مماتیوں کی دال نہیں گل سکتی۔

۲: احکام موت سب پر جاری ہوتے ہیں۔'' اس عبارت سے مماتی یہ مطلب نکالتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سنتے نہیں، حالانکہ یہ عقیدہ سو فیصد گمراہی اور ضلالت ہے انبیاء کی سماع میں امت کا اجماع ہے۔ کسی کو اختلاف نہیں اس کا مفہوم بھی وہی ہے کہ حیات تکلیفی کے احکامات ختم ہو گئے دنیا میں نماز فرض تھی، قبروں میں بھی نمازیں پڑھتے ہیں مگر فرض نہیں۔

۳: سب مرنے والے ہیں انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ سب نبی فوت ہو چکے تو غلط ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ ہاں اس کا صحیح مطلب یہ

ہے کہ ہر نبی پر موت آئے گی اس کا ہر مسلمان قائل ہے البتہ مماتی حضرات انبیاء علیہم السلام کی اموات کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک نبی روح کا نام ہے ملاحظہ ہوں ندائے حق ج ۱ ص ۴۴، ص ۵۰۸۔ اور روح پر موت نہیں، روح زندہ رہتی ہے۔

۴: "یہ حیات روحانی ہے" اس کا معنی اور مفہوم اگر یہ ہو کہ روح زندہ ہے جسم مردہ ہے اور روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں تو غلط ہوگا۔ کیونکہ دنیا میں حیات جسمانی تھی اس وقت روح زندہ تھی جب حیات جسمانی سے روح کا مرنا لازم نہیں آتا تو روحانی کہنے سے جسم کا مردہ ہونا کیسے لازم آئے گا؟ اگر خوامخواہ حیات روحانی کہنے سے جسم مردہ ہی ہوتا ہے تو مماتیوں کے جسم جب زندہ ہیں تو روح مری ہوئی ہوگی۔

حیات روحانی کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں قبل از موت حیات جسمانی تھی، جسم غالب تھا روح مغلوب تھی، پہلے تکلیف اور راحت جسم کو ہوتی تھی اس کے بعد روح کو ہوتی تھی اسی طرح موت کے بعد روح غالب ہے۔ پہلے راحت روح کو ہوتی ہے اس کے واسطہ سے جسم کو ہوتی ہے۔ یہ ہے روحانی اور جسمانی کا صحیح مفہوم! اب بھی مماتی احباب ضد پر اڑے رہیں تو کیا علاج ہو سکتا ہے؟

﴿مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا مسلک مماتیوں کے خلاف ہے﴾

حضرت مفتی صاحبؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

۱: جسم سے روح کا تعلق رہتا ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند جلد نمبر ۵ ص ۴۶۲)

۲: قبر میں بھی روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اصلی اس کا علیین ہے یا سجین ہے۔ (ج ۵ ص ۴۲۶)

۳: عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر حدیث سے ثابت ہے۔ (جلد نمبر ۵ ص ۴۲۷)

مفتی صاحبؒ کی ان تینوں عبارتوں کو مماتی غور سے پڑھیں اور فیصلہ دیں کہ مفتی صاحبؒ کا مسلک اہل سنت والا ہے یا مماتیوں والا؟

مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ روح کا جسم سے تعلق ہوتا ہے۔ مماتی کہتے ہیں نہیں ہوتا۔ مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں عذاب وثواب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور مماتی صرف روح کے عذاب وثواب کے قائل ہیں۔ اور مفتی صاحبؒ کا یہ نظریہ عام مردوں کے متعلق ہے۔ اب مماتی ٹولے میں کوئی ''ماں کا لعل'' بتائے کہ مفتی صاحبؒ کے ہاں روحانی کا مطلب صرف روح ہے یا روح مع الجسد ہے؟ یقیناً جہاں وہ روحانی حیات کا لفظ استعمال فرماتے ہیں روح مع الجسد دونوں مراد ہوتے ہیں۔ روحانی باعتبار غالب روح کے کہی جاتی ہے جس کی وضاحت ہم کر چکے ہیں روحانی کا معنی مماتیوں والا ہرگز نہیں۔

﴿حیات انبیاءؑ اور حضرت مفتی صاحبؒ﴾

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اقویٰ واتم ہے (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۳۹۷)۔ غور کیجئے ۱۔ اقویٰ ۲۔ اتم، یہ دونوں اسم تفضیل کے صیغے ہیں۔ اور اسم تفضیل وہ اسم ہوتا ہے جس میں وصف کی زیادتی دوسرے کے مقابلہ میں ہو۔ جب عام مردوں کی حیات تعلق روح کے ساتھ ہے، تو وہ عام ہوئی، انبیاء علیہم السلام کی اتم ہوئی اور جب ان کا تعلق شہداء سے بھی زیادہ ہوا تو اقویٰ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان بھٹکے ہوئے دوستوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ عام مردوں میں مفتی صاحبؒ روح کا تعلق مانتے ہیں، شہداء میں بھی مانتے ہیں اور ان سب سے اعلیٰ قسم کا تعلقِ روح مع الجسم انبیاء علیہم السلام کا مانتے ہیں۔ اب انصاف کیجئے کہ مفتی صاحبؒ کی عبارات کو مماتی اپنی تائید میں کس منہ سے پیش کر سکتے ہیں؟ مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سنی حنفی دیوبندی تھے ان کا مماتیوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سنی حنفی دیوبندی تھے، مماتی نہیں

قارئین کرام! مؤلف رسالہ نے مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا نام دے کر ان کی چند عبارات سے عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ان کی عبارات کا صحیح مفہوم دینے سے قبل ہم مفتی صاحبؒ کا عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

سوال:

مولود مبارک میں یارسول اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ پکار کر کہنا اس غرض سے کہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ محفل میلاد میں آتی ہے۔لہذا برائے تعظیم کھڑے ہوکر لفظ مذکور کو پکار کر کہتے ہیں۔آیا۔شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یارسول اللہ، یا حبیب اللہ نداء کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ؟ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو پہنچا دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ تک ہماری نداء اور خطاب پہنچ جاتا ہے۔جائز اور درست ہے کیونکہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ اسکو ایسی قوت سامعہ عطا فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت ﷺ پر پیش کر دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ جواب دیتے ہیں (اور پھر آگے نزل الابرار کے حوالہ سے صحیح حدیث اور اس کا ترجمہ نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں) ہاں اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے۔اس کا شریعتِ مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں۔ اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے اوّل یہ کہ حضرت رسالت ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

جیسے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ تو پھر آپ ﷺ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقہ سے اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ ﷺ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے بے ثبوت ہے۔ باعث توہین ہے نہ موجب تعظیم۔ اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر مجلس مولود میں آپ ﷺ کی موجودگی بدن اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشفِ علم کے۔ پہلی صورت بداہۃً باطل ہے اور دوسری صورت بے ثبوت اور بعض اعتبار سے موجب شرک ہے کہ آنِ واحد میں مجالس کثیرہ کا علم ہونا اس طرح کہ گویا آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ یہ خاصہ ذات احدیّت ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے۔ (کفایت المفتی ج ا ص ۱۶۰)

قارئین کرام! مذکورہ پوری بحث سے چند امور جو امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہ نے نوٹ کیئے، ملاحظہ فرمائیں۔

ا: آنحضرت ﷺ عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔

۲: آپ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔

۳: آپ ﷺ کی زندگی روح مبارک کے اس جسد اطہر کے ساتھ تعلق سے ہے جو قبر شریف میں ہے۔

۴: اگر اس جسد اطہر سے روح مبارک کی مفارقت اور جدائی مانی جائے تو آپ ﷺ کا قبر میں زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔

۵: اور آپ ﷺ کو قبر مبارک میں زندہ تسلیم نہ کرنا یا کم از کم زندگی میں فرق ماننا باعث توہین ہے نا کہ موجب تعظیم! (المسلک المنصور ص ۸۱)

غور کیجئے ابو حنیفہ ٔہند مفتی صاحب" کیا فرما رہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو قبر

مبارک میں روح مع الجسد ماننا مذہب اہل سنت ہے کسی ایک فرد یا طبقے کی بات نہیں ۔اور فرماتے ہیں کہ روح کو جسم سے الگ سمجھنا آقا ﷺ کی توہین ہے۔ اِس وقت یہ توہین اگر کوئی جماعت کر رہی ہے تو وہ مماتی ہیں ۔ کیونکہ حضور ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ تعلق کے منکر صرف مماتی ہیں ۔ اور مفتی صاحبؒ کے بقول مماتی گستاخ نبوت ثابت ہوئے اور بقول سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے سماع کا قائل نص قطعی کا منکر ہے اور جو نص قطعی کا منکر ہے وہ کافر ہے (خس کم جہاں پاک ص ۴۷) اور مماتیوں کے مذکورہ بالا جملے کے مطابق مفتی صاحبؒ کیا ہوئے ؟ اہل نظر خود بتائیں ۔ ہمارے قلم میں اتنی سکت نہیں کہ ہم تبصرہ کر سکیں۔

﴿شاہ صاحب کو مفتی صاحبؒ سے دین سمجھ نہ آ سکا﴾

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کو اپنے بے سروپا عقیدے میں ہمنوا بنانے والے عقل کے ناخن لیں اور بتائیں کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے مندرجہ ذیل بیان پر کیا تبصرہ کرو گے، ملاحظہ ہو۔ ''شاہ جی نے کہا، حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور دیگر عظیم اساتذہ سے تحصیل علم کا موقعہ ملا، امتحان میں بھی اول آیا لیکن امانت دیانت کی بات یہ ہے کہ مجھے دین و ایمان کی اصل سمجھ حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں رہنے سے آئی ہے۔ (خس کم جہاں پاک ص ۳۱)

عنایت اللہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ دین و ایمان مجھے علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے سمجھ میں نہیں آیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ طالبعلم کو جب بات سمجھ نہ آئے تو کمی استاذ کے سمجھانے میں ہوتی ہے یا طالب علم کم عقل ہوتا ہے جسے بات پلے نہیں پڑتی ۔ ہزاروں علماء نے مذکورہ دونوں بزرگوں سے علم حاصل کیا دین و ایمان کو سمجھا اور دنیا کو سمجھایا اگر ان بزرگوں میں سمجھانے کی صلاحیت نہ ہوتی تو انہوں نے بڑے بڑے

علامہ اور مفتی کیسے پیدا کر لیئے؟ دونوں باتوں میں سے پہلی کی تردید اور دوسری کی تائید کرنی پڑے گی یعنی علامہ صاحبؒ اور مفتی صاحبؒ میں قوت تفہیم نہ ہو ہم اس کو کبھی تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ دونوں بزرگ قوت وتفہیم کے بادشاہ تھے۔علم حدیث کے پیاسے آئے اور دولتِ ایمان ودین سے مالا مال ہوکر لوٹے۔ دونوں بزرگوں کے شاگرد جہاں بھی پہنچے انہوں نے دین کی شمع روشن رکھی۔ آج بھی حافظہ کی بات آتی ہے تو علامہ کشمیریؒ کا نام زبان پر آتا ہے۔ اہل علم حوالے ان کے دیتے ہیں۔ تو معلوم ہوا ان کے سمجھانے، پڑھانے میں ذرّہ بھر کمی نہ تھی۔ البتہ دوسری بات جو قرین قیاس ہے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب میں سمجھنے کی صلاحیت کالعدم تھی۔ لیکن ایک بار پھر ہم حیرت واستعجاب کے چُنگل میں آگئے۔ بھلا کیسے؟ شاہ جی گجرات والے فرماتے ہیں ''میں امتحان میں اول بھی آیا'' جب سمجھ ہی کچھ نہ آئی تو لکھا کیا ہوگا؟ پرچے میں دین کے خلاف لکھنے سے اول کیسے آگئے؟ یہ گتھی بھی نہیں سُلجھ سکتی۔

بندہ کی گذارش ہے کہ جب بانی فرقہ مماتِ سید صاحب کو مفتی صاحبؒ سے کچھ سمجھ نہ آیا تو آج ان کے حواری حضرتؒ کی کتابوں کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ ان کو اکابر کی کتب سے سمجھ کچھ نہیں آتا بس دجل کرکے دھوکہ دیتے ہیں۔

﴿مفتی صاحبؒ کی چند عبارات سے دھوکہ اور ان کا جواب﴾

انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے سب اموات میں داخل ہیں (کفایت المفتی ج۱ص ۶۸)

اب توجہ کیجئے! مذکورہ عبارت میں مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ انبیاء اپنی قبور میں

زندہ ہیں۔قبور کہاں ہیں؟ جہاں بدن پاک ہے وہیں روح ہے، وہیں زندہ ہیں قبر زمین پر ہے۔ بدن مقدس زمین والی قبر میں ہے۔روح بدن کے ساتھ وہاں ہی متعلق ہوگی جہاں بدن ہے۔لہذا انبیاء علیہم السلام مفتی صاحبؒ کے ہاں اپنی اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں جہاں ان کو دفن کیا گیا تھا۔اسکی تفصیل گذشتہ عبارت میں بھی ہوگئی اور وہی معنی یہاں ہوگا کہ قبر بھی یہیں ہے اور برزخ بھی یہیں ہے۔

﴿مماتیوں کی برزخ اور قبر کہاں ہے؟﴾

جب اتنی واضح عبارات بزرگوں کی دکھائی جاتی ہیں تو مماتی ان عقائد صحیحہ سے بھاگنے کے لئے لفظ برزخ کا سہارا لیتے ہیں۔دیکھو جی فلاں بزرگ نے لکھا ہے کہ برزخ میں زندہ ہیں ۔جب برزخ میں زندگی ہے تو پھر قبر میں کیسے ہوئی؟ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں، خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔کیا بات ہے جناب برزخ کا لفظ مل گیا ہے۔کہاں زمینی قبر اور کہاں برزخ! لہذا ہمارا ''گجراتی'' عقیدہ ثابت ہوگیا ہے۔

﴿برزخ کیا ہے؟﴾

← برادران اہل سنت والجماعت! برزخ کا معنی پردہ ہے۔مرنے کے بعد وہی جسم جو ہمیں نظر آرہا ہوتا ہے وہ برزخ میں ہے۔بے شک وہ جسد وفات کے بعد ہمارے سامنے پڑا رہے ۔فرشتے آئیں گے، اٹھا کے بٹھائیں گے سوال و جواب ہوگا۔نیک آدمی کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دی جائے گی۔ گناہ گار کو فرشتے سزا دیں گے۔لیکن یہ سارا معاملہ ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکیں گیں کیوں؟ اس لیے کہ ہمارے اور اُن کے درمیان برزخ (پردہ) ہے۔ برزخ کسی خاص مکان، دکان، دفتر یا بیٹھک کا نام نہیں ہے۔جس طرح ایک آدمی سورج غروب ہونے سے قبل مسجد میں تھا، سورج غروب ہونے کے بعد بھی مسجد میں رہا تو

پہلے وہ دن میں تھا اور مسجد میں تھا، غروب آفتاب کے بعد بھی مسجد میں ہے لیکن اب وہ دن سے رات میں چلا گیا۔ کیا مطلب! مکان وہی رہا زمان بدل گیا۔ مماتیوں کی جہالت یہ ہے کہ یہ برزخ کو مکان سمجھتے ہیں، برزخ مکان کا نام نہیں ہے بلکہ ظرف زمان ہے۔ جو مرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ مردہ جہاں بھی ہو وہ برزخ میں ہے۔ مماتیوں کو آج تک نہ اپنی قبر ملی ہے اور نہ ہی یہ برزخ کو تلاش کر سکے۔ جب ان سے پوچھا جائے قبر کہاں ہے؟ تو کہتے ہیں برزخ میں۔ اچھا برزخ کہاں ہے؟ تو خاموش ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مماتیوں کی قبر تلاش کرنے کے لیے پہلے مماتیوں کی برزخ کو تلاش کرنا ہوگا۔ نہ برزخ ملے نہ قبر ملے۔ کیونکہ زمین میں کھودی ہوئی قبر سے مماتیوں کو اتنی نفرت ہے کہ اسے قبر نہیں کہتے۔ کہتے ہیں یہ گڑھا ہے۔ جب قرآن مقدس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ برزخ کا لفظ قرآن میں موجود ہے۔ "**مرج البحرین یلتقیان، بینهما برزخٌ لا یبغیان**" (سورۂ رحمٰن) جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں وہاں دونوں دریاؤں کے درمیان برزخ ہے۔ اب یقیناً مماتیوں کی قبر دو دریاؤں کے درمیان ہی ہوگی۔ مماتیوں کو اپنی قبر نہیں مل رہی تھی ہم نے تلاش کر لی ہے۔ مماتیوں کو ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ کوئی پوچھے تمہارا قبرستان کہاں ہے؟ فوراً بتاؤ کہ دو دریاؤں کے درمیان۔ یہ تھی مماتیوں کی قبر اور برزخ۔ لیکن اہل سنت کے ہاں برزخ وہی جگہ ہے جہاں جسد ہوتا ہے لیکن ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو کر وہ برزخ میں ہے، اس کی وضاحت ہو چکی ہے حضرت مفتی صاحبؒ کے ہاں سے برزخ کا لفظ مل جانے پر مماتیوں کو عید نہ منانی چاہیے کیونکہ انکی مراد برزخ سے وہی جگہ ہے جہاں آقا ﷺ کا جسم اطہر ہے اور وہ مدینے والا روضۂ اطہر ہے۔ تو انبیاء کرامؑ کے لئے انکی قبور ہی برزخ ہیں وہ وہاں نمازیں ادا فرماتے ہیں۔ "**الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون**" (الحدیث) انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ نمازیں

پڑھ کر اپنی قبور میں لذت خدا کے برگزیدہ بندے یعنی انبیاء کرامؑ حاصل کر رہے ہیں اور غصہ مماتیوں کو آرہا ہے۔(اَرَأیتَ الذی ینھٰی عبدًا اذا صلّٰی) حضور ﷺ نے فرمایا ''نبی اللّٰہ حَيّ یُرزَق '' (ابن ماجہ ص ۱۱۸) اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اُسے رزق دیا جاتا ہے۔ انبیاء کرامؑ رزق کھاتے ہیں اور مماتیوں کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے۔

﴿مفتی صاحبؒ کی دوسری عبارت﴾

جماہیر امت محمدیہ ﷺ کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ قبر اطہر میں حیات مخصوص کے ساتھ حیات ہیں۔

اس پر پھر مماتی کہیں گے یہ مدینہ والی قبر، قبر نہیں ۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تو اسی کو قبر فرمایا ''قال رسول اللّٰہ ﷺ ماعلی الارض بقعۃٌ ھی احبّ اليّ اَن یکون قبری بھا منھا '' آپ ﷺ نے فرمایا زمین کے تمام ٹکڑوں میں سے مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ میری قبر اُس ٹکڑے (مدینہ) میں ہو۔ (موطا امام مالکؒ ص ۴۷۸)۔ حضور ﷺ کا فرمان ''الھم لا تجعل قبری وثناً یُعبد '' اے اللہ میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا (موطا امام مالکؒ ص) اس قبر سے مراد مدینہ پاک والی قبر ہے۔ آپ ﷺ اسی کے متعلق دعا مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ اس کو سجدہ گاہ نہ بننے دینا۔ جب حدیث نبوی ﷺ سے یہی قبر مراد ہے تو مفتی صاحبؒ کی عبارت سے بھی یقیناً یہی مراد ہے۔ اس قدر واضح ترین دلائل دیکھنے کے بعد بھی مماتی مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کو اپنا تائیدی سمجھتے ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے۔

﴿المہند اور مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ﴾

فرماتے ہیں'' رایت الاجوبتہ کلھا فوجدتھا حقۃً صریحۃً لایحوم حول

سرادقاتها شک ولا ریب وھو معتقدی و مشائخی رحمهم اللّٰہ تعالیٰ

(المھند علی المفند ص)

ترجمہ! میں نے تمام جوابات دیکھے پس اس کو ایسا حق صریح پایا کہ اس کے اردگرد بھی شک یا ریب نہیں گھوم سکتا اور یہی میرا اور میرے مشائخ رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے۔

قارئین کرام! مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی مندرجہ بالا عبارت جو انہوں المھند کی تائید میں فرمائی ہے اس کو بار بار پڑھیں۔ حضرت فرماتے ہیں میں نے المھند کا ہر ہر جواب پڑھا سب کو حق پایا۔ مسئلہ حیات انبیاءؑ، مسئلہ توسل وغیرہ سارے حق سمجھے اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب مماتی بتائیں کہ ان کا مفتی صاحبؒ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تمہارے اور ان کے عقیدے میں کتنا فرق ہے۔ تمہاری سوچ الگ ہے اور مفتی صاحبؒ کی الگ ہے، تمہارا نظریہ اور ہے اُن کا اور ہے۔ مفتی صاحبؒ سُنی حنفی دیوبندی اور تم لا مذہب معتزلی، مماتی! تم کس منہ سے انکی عبارات اپنی تائید میں گھسیٹ کر لاتے ہو۔ یا علماء دیوبند کے عقائد اپنا لو یا ان بزرگوں کا نام لینا ترک کردو۔

﴿حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا عقیدہ اور مماتیت﴾

قبر کا عذاب وثواب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب قبر میں مومن سے سوال کیا جائے گا تو ایسے ہولناک مقام اور سخت حال میں بھی وہ بتائید ربانی اس کلمہ پر قائم رہے گا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے گا اور پھر فرمایا کہ ارشاد قرآنی " یثبت اللہ الذین آمنوا باالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ " کا یہی مطلب ہے (یہ روایت حدیث حضرت براء بن عازبؓ نے نقل فرمائی) اسی طرح تقریباً چالیس صحابہ کرامؓ سے معتبر اسانید کے ساتھ اس مضمون کی حدیثیں منقول ہیں۔ جن کو امام

ابن کثیرؒ نے اس جگہ اپنی تفسیر میں جمع کیا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے منظوم رسالہ ''التثبیت عند التبییت'' میں اور شرح الصدور میں ستر احادیث کا حوالہ نقل کر کے ان روایات کو متواتر فرمایا ہے۔ ان سب حضرات صحابہ کرامؓ نے آیت مذکورہ میں آخرہ سے مراد قبر اور اس آیت کو قبر کے عذاب وثواب سے متعلق قرار دیا ہے۔ مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور نبی اکرم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمانوں کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ رہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کو یہ ثواب وعذاب نظر نہیں آتا سو اس کے تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ جنات اور فرشتے بھی کسی کو نظر نہیں آتے مگر موجود ہیں، ہوا نظر نہیں آتی مگر موجود ہے۔ جس کائناتی فضا کا اس زمانہ میں راکٹوں کے ذریعے مشاہدہ ہو رہا ہے وہ اب سے "پہلے کسی کو نظر نہ آتی تھی مگر موجود تھی۔ خواب دیکھنے والا خواب میں کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو کر سخت عذاب میں بے چین ہوتا ہے۔ مگر پاس بیٹھنے والوں کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اصول یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ جب خالق کائنات نے رسول ﷺ کے ذریعے دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب وثواب کی خبر دیدی تو اس پر ایمان اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۶)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ سنی دیوبندی تھے، مماتی نہ تھے

مندرجہ بالا عبارت جو مفتی صاحبؒ نے معارف القرآن میں درج کی ہے۔ اس میں جن امور کی مفتی صاحبؒ نے وضاحت کی ہے کوئی مماتی اس کو ماننے کے لئے اگر تیار ہے تو پھ

وہ مماتی نہ رہا، سنی ہو گیا۔ اور اگر ماننے کے لئے تیار نہیں تو پھر مفتی صاحبؒ کا اور مماتیوں کا مسلک جُدا جُدا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ اور مماتیوں کے مسلک میں کتنا فرق ہے؟ مختصراً ملاحظہ ہو۔

﴿مفتی صاحب کا نظریہ﴾	﴿مماتیوں کا نظریہ﴾
۱: قبر میں عذاب وثواب قرآن مجید وحدیث سے ثابت ہے۔	مماتی عذاب قبر کے منکر ہیں۔
۲: چالیس صحابہ کرامؓ عذاب قبر کی حدیث کے راوی ہیں۔	ایک بھی نہیں ہے۔
۳: عذاب قبر کی معتبر اسانید ہیں۔	من گھڑت روایات ہیں۔
۴: عذاب وثواب کی احادیث متواتر ہیں۔	مماتی منکر ہیں۔
۵: قبر میں عام انسانوں کو زندگی ملتی ہے۔	مماتی منکر ہیں۔
۶: اس مسئلہ میں کسی مسلمان کو شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے۔	مماتی شک تو کجا انکار کرتے ہیں۔
۷: عذاب بے شک نظر نہ آئے ہوتا پھر بھی ہے۔	نہیں ہوتا۔
۸: حضور ﷺ کی زبان پر اعتماد کرو۔	مماتیوں کو اعتماد نہیں ہے۔
۹: ایک عالم کو دوسرے عالم پر قیاس کرنا غلط ہے۔	مماتی کرتے ہیں، مثلاً کہتے حضورؐ مٹی کی اتنی موٹی تہہ کے نیچے سے کیسے سُن لیتے ہیں۔

یہ تو تھا عام مردوں کے متعلق مفتی صاحبؒ کا نظریہ جو آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے کہ قبر میں مردہ کو دوبارہ زندگی ملتی ہے، فرشتے آتے ہیں، سوال و جواب ہوتے ہیں۔ اس میں کسی

مسلمان کو شک نہیں کرنا چاہیے۔ جب عام مُردوں کو زندگی ملتی ہے تو شہداء اور پھر انبیاء علیہم السلام کی زندگی کا مقام بلند ہوگا۔

﴿حیات انبیاء علیہم السلام اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ﴾

۱: جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے مغفرت کی دعا کریں اس کی مغفرت ضرور ہو جائیگی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیاوی حیات کے زمانے میں ہوسکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن جلد ۲ ص ۴۵۹)

۲: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کے لئے مغفرت کی دعا کریں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غُفِر لک۔ یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰)

اب مماتی دوست بتائیں کہ وہ اعرابی مدینہ والی قبر پر آیا تھا یا علیین میں؟

قد غفر لک کی آواز مدینہ والی قبر مبارک سے آئی تھی یا اعلیٰ علیین سے؟

۳: تمام انبیاء خصوصاً رسول کریم ﷺ اس دنیا سے گذرنے کے بعد قبروں میں زندہ ہیں ان کی یہ حیاتِ برزخی عام لوگوں کی حیاتِ برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق اور ممتاز ہوتی ہے۔ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۸)

۴: رسول اللہ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں آپ ﷺ کی وفات کا درجہ ایسا ہے جیسا کہ زندہ شوہر گھر سے غائب ہوا اسی لئے آپ ﷺ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کی ازواج کا وہ حال نہیں جو عام شوہروں کی وفات پر ان کی ازواج کا ہوتا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۰۳)

نوٹ! عبارت نمبر ۲ میں حیات برزخی کا لفظ ہے اس سے مماتی دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو برزخی کا لفظ آ گیا۔ ان کے نزدیک قبر اور برزخ شاید دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ جمع نہیں ہوسکتیں۔ حالانکہ برزخ کسی الگ مکان کا نام نہیں ہے بلکہ جو جسم اطہر وفات سے قبل دنیا میں تھا وہی وفات کے بعد مکان بدلے بغیر برزخ میں ہو جاتا ہے۔ عبارت نمبر ۱ اور عبارت نمبر ۲ پر غور کریں۔ مفتی صاحبؒ فرما رہے ہیں کہ مدینہ شریف والی قبر میں زندہ ہیں۔ عبارت نمبر ۳ میں فرمایا حیات برزخی ہے لہذا جب روضۂ پاک میں بھی ہیں اور برزخ میں بھی تو کوئی تضاد نہیں رہتا روضۂ پاک ظرف مکان ہے اور برزخ ظرف زمان ہے۔

﴿ایک فتویٰ اور مماتیوں کا دھوکہ﴾

مفتی محمد شفیع صاحبؒ ایک استفتاء میں فرماتے ہیں۔ الجواب "حیات دنیوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں۔ جو بھی قائل ہیں حیات برزخی کے قائل ہیں۔ اب اس کی تنقیحات مین عوام کو الجھانا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس وقت جبکہ لوگ کھلے کفر میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اس تدقیق میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہر حال اتنی بات سے (یعنی دنیاوی حیات کا انکار کر کے اعلیٰ درجے کی برزخی حیات ثابت کرنے سے) کوئی شخص نہ حنفیت سے خارج ہوتا ہے نہ دیوبندیت سے البتہ حضرات دیوبند بلاضرورت کے زائد مباحث میں الجھنے اور

عوام کو الجھانے سے مجتنب رہتے ہیں۔ اور اسی کو میں اسلم سمجھتا ہوں۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ،

دار العلوم کراچی نمبر ا

۲۲۔۱۲۔۱۳۷۷ھ۔

(بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی صفر المظفر ۱۳۷۸ بمطابق ۱۹۵۸ء)

سابق فتویٰ کی وضاحت

گذشتہ فتویٰ سے مماتیوں نے غلط مفہوم نکال کر عوام وخواص میں غلط پروپیگنڈا کیا کہ شاید مفتی صاحبؒ کا عقیدہ مماتیوں والا ہے۔ کیونکہ گذشتہ فتویٰ میں اُن کا یہ جملہ (حیات دنیوی ظاہری کا کوئی بھی قائل نہیں) سے دور حاضر کے معتزلہ حضرت کو اپنا ہمنوا بنانے کو کوشش کرتے ہیں۔ تب حضرتؒ نے اس کی وضاحت کے لئے دوسرا فتویٰ تحریر فرمایا جو ہدایۃ الحیران کے ص ۹۳ سے ۹۵ تک درج ہے (نوٹ! ہدایۃ الحیران حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ کی تصنیف ہے) اس میں درج ذیل عبارت کو ذرا غور سے دیکھیں۔ ''یہ حیات حقیقی صرف روح کے لئے نہیں بلکہ جسد کے لئے بھی ثابت ہے اور ظاہر یہ ہے جب عام شہداء اور امت کے لئے برزخ میں حیات حقیقی جسمانی ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام کی حیات کچھ ان سے اعلیٰ واقویٰ ہی ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے۔ جمہور امت کا یہ عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور سب بزرگان دیوبند کا ہے (ہدایۃ الحیران ص ۹۵)

مذکورہ عبارت مماتی بار بار پڑھیں اور اپنے عقائد کے ساتھ ملائیں ثابت ہو جائے گا کہ کیا واقعی مفتی صاحبؒ کا عقیدہ مماتیوں والا ہے یا یہ ان کے نام پر دھوکہ بازی

کرتے ہیں۔

﴿حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ دیوبندی تھے۔مماتی نہیں تھے﴾

لاہور سے چھپنے والے رسالے میں چوتھے نمبر پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ کو مماتی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اور جن عبارتوں کوفریب وفراڈ کی چادر میں لپیٹ کر پیش کیا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا: انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حیات برزخیہ ہے جو دوسری اموات کی حیات برزخیہ سے اقویٰ واشد ہے اور جو شخص حضور ﷺ کی یا سب انبیاء کی موت دنیوی کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔(رسالہ ص۹ بحوالہ امداد الاحکام ج ا ص ۲۵۰)

مذکورہ عبارت میں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ اقویٰ ہے دوسرے نمبر فرمایا کہ جو موت کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ہم اہل سنت دونوں باتوں کو مانتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ ہے لیکن برزخیہ سے مراد یہ نہیں کہ روح کا جسم اطہر سے تعلق ہی نہ ہو۔برزخ کا یہ معنیٰ خودساختہ ہے، خانہ ساز ہے۔(برزخیہ کے لفظ کی تفصیل گزر چکی ہے)اور دوسری بات یہ کہ "انبیاء کی موت کا انکار گمراہی ہے" اس بات کو ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے۔انبیاء علیہم السلام کی موت کا انکار بھی گمراہی ہے اور موت کے بعد والی حیات کا انکار بھی گمراہی ہے۔اس عبارت میں مماتیوں کے مطلب کی کوئی بات نہیں بس صرف برزخ کے لفظ سے دھوکا دیا جارہا ہے۔حضرتؒ کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کے جو دوسری عبارت ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔فان قلت ان النبی ﷺ حي فی قبره فيكون التضحية عن الحي دون الميت . قلنا فتلک حياة اخرىٰ لامن جنس الحياة الدنيوية فهو ميت باعتبار هذه الحيوة الدنيوية . حي بتلک الحيوة البرزخية المغايرة لهذه الحياة (مماتی رسالہ ص ۱۰ بحوالہ اعلاء السنن ج ۱۷ ص ۲۷۲)

اگر تم کہو کہ نبی کریم ﷺ تو اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں تو یہ قربانی زندہ کی طرف سے ہوئی نا کہ میت کی طرف سے تو جواب میں ہم کہتے ہیں کہ وہ دوسری حیات ہے جو دنیوی زندگی جیسی نہیں ہے لہذا حضور اکرم ﷺ اس دنیوی زندگی کے اعتبار سے تو میت ہیں اور برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جو دنیوی زندگی سے مختلف ہے۔اس کا جواب ہم ہو بہو وہی دیتے ہیں جو حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ نے دیا ہے''اس عبارت سے بھی بعض سیئی الفہم لوگوں نے دنیوی حیات کا انکار سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ اس عبارت میں قبر مبارک کی حیات پر جو زندہ کی طرف سے قربانی ہونے کا شبہ تھا اس کو رفع فرمایا گیا ہے کہ وہ حیات دوسری ہے۔ دنیوی حیات کی جنس سے نہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ عالم برزخ میں ہونے کی وجہ سے حیات دوسری جنس کی بھی ہے اور اس دنیاوی حیات کے مُغایر بھی ہے۔ اس لئے قبر کی اس حیات پر دنیوی حیات کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔اور یہ حیات قبر کی وجہ سے تضحیۃ عن الحي لازم نہیں آئے گا۔مگر اس حیات کا اس دنیوی جسد اطہر سے تعلق ہونے کی وجہ سے وہ من وجہ دنیوی حیات ہی ہے۔اس عبارت میں اس کی نفی نہیں کی گئی۔ بلکہ من کل الوجوہ کوئی بھی دنیوی حیات کا قائل نہیں ہے جو بھی قائل ہے وہ بعض وجوہ سے دنیوی حیات کا قائل ہے اس کے حضرت مولانا عثمانیؒ تھانویؒ قدس سرہ بھی قائل ہیں (ہدایۃ الحیران ص۱۰۳)

﴿برادران اہل سنت والجماعت﴾

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے تسکین الصدور پر بھی تقریظ لکھی ہے۔ملاحظہ ہو تسکین الصدور صفحہ نمبر ۲۸۔اگر مولانا موصوف حیات فی القبر کے قائل نہ ہوتے تو تسکین الصدور پر بھی تقریظ نہ لکھتے جو مسئلہ ہذا پر مستند علمی اور تحقیقی کتاب ہے۔اب تسکین الصدور پر برسنے والے مماتی جرأت کریں اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ پر بھی لب کشائی کریں۔

﴿منکرین حیات النبی ﷺ مولانا عثمانیؒ کی نظر میں﴾

حضرت عثمانیؒ تو یہاں تک فرما گئے ''من ینکر حیاتہ ﷺ فی قبرہ کان فوادہ فارغاً من حبہ وعقلہ خالیاً من لبہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے اس کا دل حضور ﷺ کی محبت سے فارغ ہے اور اس کی عقل بصیرۃ سے خالی ہے (یعنی بے عقل ہے)۔(اعلاء السنن ج۱۰ص طبع)

کاش یہ ''بے عقل'' حضرت عثمانیؒ کی مندرجہ بالا عبارت بھی پڑھ لیتے۔ برادران اہل سنت! غور فرمائیں کہ جو بزرگ حیات النبی ﷺ کے منکر کو بے عقل کہیں۔ کیا ان بزرگوں کو اپنے کھاتے میں ڈالنا بے عقلی نہیں؟ قارئین کرام! یہ وہ چار بزرگ ہیں جن کو رسالہ مذکورہ میں مماتیوں نے مماتی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اب ان کے اس فریب کی قلعی کھل گئی ہے کہ یہ اکابرین سنی حنفی دیوبندی تھے، مماتی نہیں تھے۔ باقی اُن کی عبارات سے مماتیوں نے چند نتائج اپنے رسالہ کے آخر میں لکھے۔ اب ذرا انکی وضاحت اور نمبر وار جوابات ملاحظہ ہوں۔ اور مماتی کذابوں کے ''ماتم کناں'' ہونے کا دلکش منظر دیکھیں۔

﴿اکابرین کی عبارات سے کشیدہ نتائج اوران کے جوابات﴾

﴿پہلا دھوکہ﴾

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی ظاہری نہیں بلکہ برزخی حیات ہے۔ نیز شہداء کی حیات بھی برزخی ہے۔

جواب:

جن بزرگوں نے برزخی کا لفظ لکھا ہے اس کی تعریف بھی انہی سے پوچھی جائے گی۔ اُن سب کے نزدیک حضور ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نہ کہ

مماتیوں کی خود ساختہ برزخ میں۔

﴿دوسرا دھوکہ﴾

اموات ظاہریہ کے احکام سب پر حاوی ہوتے ہیں۔

جواب:

ظاہری کا لفظ اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ موت کے بعد مکلف نہیں رہے تلذذا نمازیں پڑھتے ہیں لیکن ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

﴿تیسرا دھوکہ﴾

دنیا کے اعتبار سے وہ سب اموات میں داخل ہیں۔

جواب:

سارے زندہ مماتی بھی اموات میں داخل ہیں کیونکہ قرآن مقدس میں سب انسانوں کے متعلق آیا ہے "کیف تکفرون باالله و کنتم امواتا" تم بھی مردے تھے (اب بھی ہونگے) انبیاءؑ موت کے بعد حیات مل جانے سے بھی مردے ہیں (بقول تمہارے) تو پھر تم بھی حیات مل جانے کے بعد مردے ہو۔

﴿چوتھا دھوکہ﴾

حضور ﷺ نے طبعی عمر پوری کر کے وفات پائی آپ ﷺ کی موت کو وفات سے تعبیر کرنا صحیح ہے۔

جواب:

حضور ﷺ فوت ہو چکے ہیں اس کا کوئی منکر نہیں ۔ بعد از وفات روضۂ مبارک میں حیات دی گئی ہے۔ ہاں البتہ مماتی منکر ہیں کیونکہ ان کے نزدیک نبی صرف روح کا نام

ہے (ندائے حق ص مولانا نیلوی صاحب) مماتیوں کے بقول رسول پاک ﷺ جسم مقدس کو نہیں بلکہ روح کو کہا جاتا ہے۔ تو جس کو نبی مانتے ہیں اس پر کبھی موت آتی نہیں (یعنی روح) لہذا مماتی نبی کی وفات کے منکر ہیں۔ الزام دوسروں کو دیتے ہیں۔

﴿پانچواں دھوکہ﴾

جس طرح آپ ﷺ پہلے زندہ تھے اسی طرح اب بھی آپ ﷺ کو زندہ سمجھنا صریحاً باطل ہے۔

جواب:

جی ہاں حیات فی القبر من کل الوجوہ دنیاوی نہیں ہے۔ جس طرح مماتی بچپن میں قبل از بلوغ زندہ تھے لیکن احکام شرعیّہ کے مکلّف نہ تھے۔ جب بالغ ہوگئے تو حیات اب بھی ہے مگر حیات بعد البلوغ من کل الوجوہ حیات قبل البلوغ کے مماثل نہیں ہے حضرت رسول پاک ﷺ حیات دنیوی میں بھی نماز ادا فرماتے تھے لیکن یہاں نماز فرض تھی اب قبر اطہر میں بھی نماز پڑھتے ہیں لیکن فرضیّت ختم ہوگئی۔ اب آقا ﷺ کی نماز نفلی ہے تلذذ کے لئے ادا فرماتے ہیں۔ دنیا میں آپ ﷺ تبلیغ کے مکلّف تھے۔ اب نہیں ہیں۔ دنیوی حیات میں مسلمانوں کے فیصلے کرنے آپ ﷺ کے ذمہ تھے، اب نہیں ہیں۔ جن اکابر کی کتب میں حیات دنیوی کا لفظ ملے گا اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا والا جسم زندہ ہے اور کوئی جسم نہیں۔ اور حیات جسمانی کا معنی بھی یہی ہے کہ جسم مع الروح زندہ ہے۔ روحانی کا یہ معنی نہیں کہ صرف روح زندہ ہے۔ بلکہ یہ معنی ہے کہ روح غالب ہے جس طرح دنیا میں جسم غالب تھا۔

﴿ چھٹا دھوکہ ﴾

بعداز وفات انبیاء کرامؑ کی حیات دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہے۔ دنیوی زندگی کے لوازم ان میں نہیں پائے جاتے۔

جواب:

اس کا جواب سوال نمبر ۵ کے جواب میں آچکا ہے۔ اگر لوازمات سے مراد دنیوی لوازمات ہیں تو ٹھیک ہیں۔ انبیاء علیہم السلام رزق کھاتے ہیں مگر دنیا کا نہیں، بلکہ جنت کا کھاتے ہیں۔ عبادت تو کرتے ہیں مگر فرضی نہیں، نفلی کرتے ہیں۔

﴿ ساتواں دھوکہ ﴾

بعداز وفات قبر اطہر کی مخصوص حیات (برزخیہ) پر میت کا اطلاق ممنوع نہیں۔

جواب:

تمہاری عید اگر اسی بات میں ہے کہ آقا ﷺ کو میت کہا جائے تو ہم مماتیوں کو ''کل نفس ذائقة الموت'' کے تحت مردہ کہیں گے ان کے مدرسوں کو قبرستان کہیں گے۔ اگر یہاں برداشت کی جرأت ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کو بھی کہہ لیں۔

﴿ آٹھواں دھوکہ ﴾

حضور ﷺ کی بعد الموت حیات برزخیہ دوسری اموات کی حیاتِ برزخیہ سے اقوی واشد ہے۔

جواب:

آپ اقوی کے لفظ سے دھوکا دیتے ہیں۔ اگر اقوی مانتے تو سماع بھی مانتے، نماز

پڑھنا تسلیم کرتے۔ آپ سماع عند القبر کے منکر ہیں، نماز ادا کرنے کے منکر ہیں پھر اتوئی کیسے مان لیں؟

﴿نواں دھوکہ﴾

جو شخص حضور ﷺ کی یا سب انبیاء کی موت کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔

جواب:

آپ نے موت کے ساتھ دنیاوی کی قید لگائی۔ معلوم ہوا تمہارے نزدیک کوئی اخروی موت بھی ہے۔ ہم نے پہلے عرض کی کہ موت دنیاوی کے منکر صرف مماتی ہیں کیونکہ ان کے نزدیک نبی جسم نہیں صرف روح کا نام ہے (ندائے حق جلد ۱ ص ۵۰۸) اور روح پر موت نہیں آتی تو گویا حضور ﷺ پر موت نہیں آئی۔ (معاذ اللہ)

﴿دسواں دھوکہ﴾

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور دوسرے لوگوں کی موت کو برابر قرار دیا ہے۔

جواب:

یہ جھوٹ ہے نہ اللہ تعالیٰ نے موت کو برابر قرار دیا اور نہ ہی انبیاء علیہم السلام اور دوسرے لوگوں کی موت برابر ہوتی ہے۔ یاد رکھنا جب حدیث پاک میں گناہ گار اور نیک آدمی کی موت میں بھی فرق بتایا گیا ہے۔ کافر اور مومن کی موت میں فرق بھی قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ کافر سے فرشتے سختی سے کہتے ہیں اپنی جان نکالو (القرآن) مومن سے نہیں کافر کو موت کے وقت فرشتے منہ اور دبر پر مارتے ہیں، مومن کو نہیں کافر کو بوقت موت عذاب اور عقوبت کی خبر دی جاتی ہے۔ مومن کو اللہ تعالیٰ کی رضاء اور جنت کی بشارت دی

جاتی ہے۔اس کے علاوہ متعدد احادیث میں مومن اور کافر کی موت میں فرق بتایا گیا ہے۔ جب عام گناہگار اور نیک کی موت میں فرق ہے۔کافر اور مومن کی موت میں بڑا فرق ہے تو پھر آقائے دو جہاں ﷺ اور عام انسانوں کی موت کیسے برابر ہوگی۔

انبیاء علیہم السلام اور دوسرے انسانوں کی موت میں فرق:

۱: انبیاء علیہم السلام سے فرشتے پوچھتے ہیں جانا ہے یا رہنا ہے؟ عام انسانوں سے نہیں پوچھتے۔

۲: یہ کبھی فرشتے کو مار بھی دیتے ہیں (بخاری) عام انسان کی یہ جرأت نہیں۔

۳: موت سے قبل انبیاء علیہم السلام کو اپنا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، عام انسانوں کو نہیں۔

۴: انبیاء علیہم السلام جہاں فوت ہوتے ہیں انہیں وہیں دفن کیا جاتا ہے، یہ قانون عام انسانوں کے لئے نہیں ہے۔

۵: انبیاء علیہم السلام کی میراث کی تقسیم نہیں ہوتی، عام انسانوں کی ہوتی ہے۔

۶: انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور ﷺ کی ازواج بعد وفات نکاح نہیں کر سکتیں، عام انسانوں کی بیویاں کرتی ہیں۔

اب بھی منکرین حیات النبی ﷺ کہیں گے کہ آپ ﷺ کو موت اور باقی لوگوں کی موت میں برابری ہوتی ہے (العیاذ باللہ)

﴿گیارہواں دھوکہ﴾

حضور ﷺ کو قبر اطہر میں جو حیات حاصل ہے وہ دنیاوی حیات کی جنس میں سے نہیں ہے۔

جواب:

بقول تمہارے دنیوی حیات نہ سہی لیکن حیات تو ہے، دن رات جو میت میت

کہتے ہیں انہیں تو شرم آنی چاہیے (اور حیات دنیوی کی توضیح ہم کر چکے ہیں)

﴿بارہواں دھوکہ﴾

آپ ﷺ دنیاوی حیات کے اعتبار سے میت ہیں اور برزخی حیات سے زندہ ہیں جو دنیاوی حیات کے مغایر ہے۔

جواب:

دنیوی کے مغایر ہونا ہمارے لئے مضر نہیں! البتہ دنیاوی کے مغایر سے صرف روحانی مراد لینا اور جسمانی کا انکار کرنا سنیت نہیں، مماتیت ہے۔

﴿تیرہواں دھوکہ﴾

آپ ﷺ کو جو حیات برزخی حاصل ہے اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

جواب:

اس دنیا میں تمہاری روح کے تعلق کی جو کیفیت ہے وہ بھی تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ نہ کبھی کسی روح کو آپ نے دیکھا اور نہ اس کی کیفیت کا ادراک کیا لہذا مماتی جو اپنے متعلق فیصلہ کریں وہی دوسروں کے متعلق کر لیں۔

﴿چودہواں دھوکہ﴾

آپ ﷺ کی بعد الموت حیات کو دنیوی حیات کہنا خلاف اہل سنت والجماعت ہے۔

جواب:

اہل سنت کے مخالف نہیں تمہارے خلاف ہے۔ دنیاوی مراد دنیا والے جسم کی

زندگی مراد لینا مذہب اہل سنت ہے۔

﴿پندرہواں دھوکہ﴾

انبیاءِ کرام کی بعد الموت حیات دنیوی ظاہری کا دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں، جو بھی قائل ہیں برزخی حیات کے قائل ہیں۔

جواب:

بار بار برزخ کا لفظ دہرایا جارہا ہے دراصل اس لفظ سے یہ کوئی سہارا تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ برزخ کا لفظ مماتیوں کا بہانہ ہے درحقیقت وہ آقا ﷺ کی حیات کے دشمن ہیں برزخی ماننے سے اہل سنت کے عقیدہ حیات کا انکار نہیں ہوتا، تفصیل گذر چکی ہے۔

﴿سولہواں دھوکہ﴾

آپ ﷺ کی بعد الموت حیات کو دنیوی حیات قرار دینا قرآن کریم کی صریح مخالفت ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ قرآن کریم نہ گجرات کے کسی واعظ پر اترا نہ ہی لاہور کے کسی تقیہ باز مہتمم پر! قرآن مجید عرب میں آیا اور جنابِ رسول ﷺ پر نازل ہوا اور اس کتاب کو چودہ صدیوں کے مفسرین، محدثین، مجتہدین، فقہاء وعلماء نے سمجھا ہے اور قرآن پاک کو سمجھنے والے انہی اسلاف کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ روضۂ اطہر میں حیات ہیں قریب سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں بس اجماعی عقیدے کے منکر صرف مماتی ہیں۔ یہ قرآن کا نام استعمال کر کے دھوکہ دیتے ہیں نہ انہیں قرآن مقدس کی سمجھ ہے اور نہ ان کا اکابر دیوبند کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔

﴿ستر ہواں دھوکہ﴾

آپ ﷺ کی بعد الموت دنیوی حیات کا انکار کر کے برزخی حیات کا قائل ہونے سے نہ حنفیت سے خارج ہوتا ہے نہ دیوبندیت سے۔

جواب:

پہلے ہم عرض کر چکے ہیں کہ برزخی کا معنی جو اکابرین امت نے لیا ہے کہ حیات اسی جسم پاک کو حاصل ہے لیکن ہماری آنکھیں ادراک نہیں کر سکتیں تو ٹھیک ہے۔ لیکن مماتی فرقہ والے برزخ کا معنی وہ نہیں کرتے جو اکابرین امت نے کیا ہے بلکہ یہ معنی لیتے ہیں کہ جسم اطہر کا روح مبارکہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ عقیدہ رکھنے سے تم نہ حنفی رہے نہ دیوبندی بلکہ بدعتی بن گئے۔

﴿اٹھارہواں دھوکہ﴾

بعد الموت دنیاوی حیات کے منکرین اور برزخی حیات کے قائلین کی اقتداء میں نماز ادا کرنا بلاشبہ بلا کراہت ہے۔

جواب:

برزخ کا جو معنی تم نے تراشا ہے اور اپنے تراشیدہ معنی کے تحت حیات مانتے ہو ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، یہ مفتیان کرام کا متفقہ فتویٰ ہے۔

﴿انیسواں دھوکہ﴾

اور جو لوگ ان علماء کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں وہ غالی ہیں اللہ ان سے محفوظ رکھے۔

جواب:

غالی کہنے والے خود غالی ہیں، غالی تو وہ ہیں جنہوں نے بتوں والی آیات کو انبیاء

کرامؒ پر منطبق کیا، غالی تو وہ ہیں جنہوں نے تفسیرِ مفسرین کو چھوڑ کر اپنی مرضی کی۔ غالی وہ ہیں جنہوں نے علماءِ حق دیوبند پر شرک کے فتوے لگائے۔ شاہ جی عنایت اللہ صاحب بزرگانِ دیوبند کو "لوئر کلاس مشرک" کہا کرتے تھے (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ ان غالی تقیہ بازوں سے ہر سُنی مسلمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

﴿اور بلی تھیلے سے باہر آ گئی﴾

﴿بیسواں دھوکہ﴾

بعد الموت جسد عنصری کی حیات دلیل قطعی سے ثابت نہیں ظنی دلائل سے ثبوت ہے لہذا جو لوگ جسد عنصری کی حیات کے قائل نہیں ان کے پیچھے نماز کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔ نیز برزخی حیات کے قائلین اور جسد عنصری کی حیات کے منکرین کا مقصد توہین نہیں۔

جواب:

قارئین کرام! اس آخری عبارت کو بار بار پڑھیئے اور مماتی کے دجل وفریب کا اندازہ لگایئے۔ مماتیوں کا برزخی کا قول کہنا حیات جسمانی کا انکار ہے اور محض روح کی حیات کا اقرار ہے۔ اور اہل سنت میں سے کسی کا قول نہیں۔ پھر یہ لکھا ہے کہ روح کا تعلق نہ ماننے والا توہین نہیں کر رہا۔ اور گذشتہ اوراق میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ نے کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰ پر لکھا ہے "جسم پاک میں آپ ﷺ کی روح کو تسلیم نہ کرنا توہینِ نبوت ہے۔ مماتیو! باقی یہ کہنا کہ جسد عنصری کی حیات دلیل ظنی سے ثابت ہے حماقت ہے۔ کیونکہ اجماع امت اور تواتر دلیل قطعی ہوا کرتا ہے، ظنی نہیں اور اجماع کے منکر کو قرآن مقدس میں کافر کہا گیا ہے۔ صرف روح بغیر جسد کی حیات کا عقیدہ

۱۹۵۸ء سے قبل کائنات میں کسی شخص کا نہ تھا۔ اللہ پاک عصر حاضر کے فتنوں سے اہل ایمان کی حفاظت فرمائے۔ اعاذ نا اللّٰہ و جمیع المسلمین من مکائدة الملاحدة خصوصاً عن عقائد فرقةِ الممات.
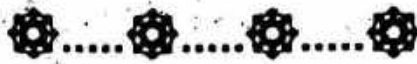
باب ہفتم

بحث بر کتاب المہند علی المفند !

۱۳۲۳ھ کی بات ہے کہ احمد رضا خان صاحب بریلوی اہل حق علماء دیوبند کے خلاف ایک تکفیری دستاویز لے کر حجاز پہنچتے ہیں۔ علماء عرب چونکہ اردو زبان سے ناواقف تھے۔ خان صاحب کا پروگرام تھا کہ اس دستاویز پر دستخط لینے میں کامیاب ہو جائیں تو حجاز میں مشائخ دیوبند کے فیضان کا جو چشمہ بہہ رہا ہے، بند ہو جائے گا اور عجم میں ان بزرگوں کی جو قدر و منزلت ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ خان صاحب نے عبارتوں کی قطع برید کر کے عرب علماء کے دستخط لئے اور کچھ عرصہ کے بعد ہندوستان آ کر حسام الحرمین کے نام سے کتاب شائع کر دی۔ چنانچہ عرب علماء نے علماء دیوبند سے چھبیس سوالات کیئے، فخر المحد ثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ان کے جوابات لکھے اور پھر تقریباً ۲۳ چوٹی کے اکابر علماء دیوبند نے اس پر دستخط کر کے تصدیق کی اور "المہند علی المفند" (ہندی تلوار بر مفتری کذاب) کے نام سے کتاب چھپ کر منظر عام پر آ گئی۔ المہند کی اشاعت کے بعد علماء دیوبند کا مسلک و مشرب اصولی طور پر محفوظ ہو گیا۔ اس کتاب پر صرف علماء دیوبند نہیں بلکہ حرمین شریفین کے جید علماء کرام نے بھی دستخط کیئے۔ یہاں تک کہ مفتی مدینہ منورہ سید احمد آفندی برزنجیؒ نے "المہند" کی تائید میں با قاعدہ کتاب تحریر فرمائی جس کا نام "کمال

التثقیف والتقویم'' ہے۔اس کتاب کی اشاعت کے بعد جہاں رضا خانی تلبیسات طشت ازبام ہوئیں وہاں اکابر دیوبند کا مسلک بھی ایک واضح معین اور مشخص صورت میں آ گیا۔ اس کتاب کومسلک دیوبند کی ''متفقہ دستاویز'' کہا جاسکتا ہے۔

المہند سے مماتیوں کی بغاوت!

اس کتاب سے آج اہل بدعت سے بڑھ کر منکرین حیات النبی ﷺ پریشان ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔المہند کا نام سن کر یا پڑھ کر جل کے کوئلہ بن جاتے ہیں۔چنانچہ اہل بدعت اور مماتی حضرات کے افکار کی یکجہتی ہوئی تو دونوں گروہوں کے شرپسندوں نے المہند کے خلاف کتابیں لکھنی اور زہر اگلنا شروع کر دیا۔اس سلسلہ میں ایک کتاب تو بریلویوں کے مولوی حشمت علی رضوی نے لکھی جس کا نام ''الصوارم الہندیہ'' ہے۔دوسری کتاب ایک بدعتی نے ''التحقیقات لدفع التحریفات'' لکھی۔اس کتاب کا جواب مدرسہ عین العلوم شاہ جہانپور (یوپی) کے صدر مدرس جناب حضرت مولانا عبدالغنی خانؒ نے ۱۳۴۳ھ میں ''الجنۃ لاہل السنۃ'' کے نام سے دیا۔اور اسکی تقریظ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے لکھی تھی۔ویسے تو مختلف مماتی ٹھکانوں سے المہند کے خلاف بولیاں سنائی دیتی ہیں مگر اہل بدعت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مستقل کتاب ایک مماتی مولوی عبدالکریم میرانی نے ''القول المسند فی رد المہند'' کے نام سے لکھی۔اس کا جواب جناب حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی صاحب مدظلہ نے ''ضرب المہند علی القول المسند'' کے نام سے لکھا اور مماتی ذریت کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔مؤلف المسلک المنصور نے بھی بڑوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴۷ تا ۲۶۱ تک فضول و بیکار بحث کر کے اس عظیم دستاویز پر ہاتھ صاف کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔مولانا قاضی شمس الدین کی کتاب ''مسالک العلماء'' کا حوالہ دے کر مؤلف لکھتے ہیں ''المہند علی المفند کی عبارت اتنی دقیق

ہے کہ بڑے بڑے علماء بھی اس کو نہیں سمجھ سکے اس لئے ہم نے علماء حضرات کے فائدے کے لئے علامہ زمان حضرت قاضی شمس الدین صاحب نور اللہ مرقدہ کی بیان کردہ توضیح و تشریح بیان کردی ہے الخ۔ ﴿المسلک المنصور ص ۲۶۱﴾

جواب:

قارئین کرام جن ''بڑے بڑے علماء'' نے المہند کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے ان ''بڑوں'' کے اسماء ملاحظہ فرمائیں اور ہر ایک کا نام پڑھ کر تین مرتبہ ''استغفر اللہ'' کا ورد بھی کرلیں تو بہتر ہے۔

۱: سید عنایت اللہ شاہ بخاری

۲: سید محمد حسین نیلوی

۳: سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

۴: محمد امیر بندیالوی

۵: احمد سعید خان چتروڑ گڑھی

۶: قاضی شمس الدین صاحب

یہ وہ ''بڑے'' ہیں جو ایک اردو زبان میں لکھی جانے والی کتاب کو نہ سمجھ سکے۔ ان کی قابلیت اور استعداد کو صد سلام۔ واقعی آپ اس قابل ہیں کہ علامہ سیوطیؒ و رازیؒ کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھیں۔ باقی حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کا کیا کہنا؟ وہ بیچارے تو اپنی لکھی ہوئی کتابیں بھی نہ سمجھ سکے۔ اور جس ''مسالک العلماء'' کا مؤلف نے حوالہ دیا ہے اس کی کیا وقعت ہے، ذرا ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

﴿''مدارک الاذکیا''اور''مسالک العلماء'' کا تقابلی جائزہ!﴾

سب سے پہلے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے ''مدارک الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء'' کے نام سے کتاب تحریر فرمائی جو علمی حلقوں میں ''مقام حیات'' کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ضخیم ہے اور ہر ہر لفظ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔اس کتاب کی اشاعت کے بعد قاضی شمس الدین کو مجبور کیا گیا کہ وہ جواب دیں۔ چنانچہ قاضی صاحب نے ''مرتے کیا نہ کرتے'' کے تحت ''مسالک العلماء'' کے نام سے جواب دیا مگر قاضی جیؒ کے کہیں قدم جم نہ سکے۔اس وقت ہمارے سامنے مسالک العلماء کا پہلا ایڈیشن موجود ہے جو''مکتبہ ربانی نئی آبادی شاہدرہ لاہور'' سے شائع شدہ ہے۔مقام حیات کو اہل علم نے کیسا پایا؟اور مسالک العلماء کو کیسا پایا؟ ذرا نظارہ کیجئے!

﴿قاری محمد طیبؒ کا علامہ خالد محمود صاحب کے نام خط﴾

حضرت محترم زید مجدکم السامی۔

سلام مسنون، نیاز مقرون۔گرامی نامہ باعث شرف ہوا، میں شعبان رمضان اور اوائل شوال میں مسلسل سفر میں رہا، یہی وجہ تاخیر جواب کی ہے۔اب بھی سفر میں ہی ہوں، اور ریل ہی میں جواب لکھ رہا ہوں کل دیوبند پہنچوں گا انشاءاللہ۔مقام حیات جیسے مؤقر رسالہ سے مستفید ہوا اور حرفاً حرفاً اوّل سے آخر تک پورا رسالہ دیکھا اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب اب تک میری نظر سے نہیں گذری، مسئلہ کا تجزیہ نہایت ہی فاضلانہ اور محققانہ انداز سے کیا گیا ہے۔طرزِ بیان انتہائی بلیغ، مؤثر اور دلنشین ہے، مسئلہ کے ہر پہلو کا حکم نہایت ہی بالغ نظری کے ساتھ اس کی صحیح کیفیت وحقیقت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اسکی ایک ایک سطر سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور بڑھتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔حق تعالیٰ آپکی اس

مبارک سعی کو قبول فرمائے اور جس طرح آپ نے اپنے اسلاف کے مسلک کی نصرت اور اعانت کر کے اسے نمایاں فرمایا ہے حق تعالیٰ آپکی نصرت دارین میں فرما کر آپکو سر بلند اور رفیع المرتبت بنائے آمین۔ اور اس خدمت کو قبول فرمائے۔ مستدعی دعا ہوں اور احباب کے لئے ہر وقت دعا گو ہوں۔ والسلام محمد طیب مدیر دار العلوم دیو بند۔

(منقول از ہفت روزہ دعوت لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ء)

امام اہل سنت کی نظر میں

شیخ الحدیث، امام عرب وعجم حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہم نے اس موضوع پر شاہکار علمی کتاب ''تسکین الصدور'' تصنیف فرمائی ہے۔ یہ مقام حیات کے بعد لکھی گئی چنانچہ شیخ دامت فیوضہم فرماتے ہیں'' حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب ایم، اے سیالکوٹی نے ایک عمدہ، مدلل اور بہترین کتاب مقام حیات لکھ کر اہل علم کی علمی تشنگی بجھائی ہے۔ اس کتاب کے بعض حوالوں اور دلائل اور ان سے طرز استدلال میں تو علمی اور تحقیقی (نہ کہ تنقیدی، مولف) طور پر اختلاف ہوسکتا ہے لیکن مجموعی اعتبار سے یہ عمدہ اور ٹھوس کتاب ہے اور ہم نے بعض حوالہ میں اس سے استفادہ کیا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۷۷)

مسالک العلماء پر ایک نظر

قارئین کرام! اب آیئے ذرا مسالک العلماء پر ہونے والے چند ایک تبصروں پر نظر کرتے ہیں۔

تنظیم اہل حدیث کا تبصرہ

غیر مقلدین کا ہفت روزہ جریدہ ''تنظیم اہل حدیث'' میں ۲۰ اکتوبر ۶۱ء کے شمارہ میں

مسالک العلماء پر یوں تبصرہ کیا گیا۔ ’’اس لحاظ سے یہ کتاب قابل ستائش ہے کہ ایک دیوبندی عالم نے اپنے حلقہ سے کٹ کر اہل حدیث نقطہ نظر سے اتفاق کیا ہے۔ (یعنی اکابرین دیوبند سے صاحب مسالک العلماء کٹ کر غیر مقلدین کی گود میں آبیٹھے۔ واہ کیا خوب!

﴿حضرت مولانا ’’ماسٹر‘‘ غلام اللہ خانؒ کی نظر میں﴾

شیخ القرآن حضرت مولانا ’’ماسٹر‘‘ غلام اللہ خانؒ (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی) کے زیر ادارت ان کے مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی سے شائع ہونے والے ماہ نامہ تعلیم القرآن میں جو تبصرہ کیا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے ’’۱: مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث نہیں کی۔ ۲: محترم قاضی صاحب کی تحریر میں اردو ادب وانشاء کی خوبیوں کی کمی ۳: کاغذ ردی ۴: قیمت بہت زیادہ۔ (تعلیم القرآن نومبر ۶۱ء راولپنڈی)

﴿کچھ ماسٹر صاحبؒ کے متعلق﴾

ہمارے قارئین بڑے حیران ہوں گے بلکہ انگشت بدنداں ہونگے کہ آپ شیخ القرآن صاحب کو ماسٹر کیوں کہہ رہے ہیں؟ تو گذارش ہے کہ رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کو مماتی تحقیر واہانت کے ساتھ ماسٹر کہتے ہیں۔ حالانکہ ماسٹر ہونا کوئی عیب والی بات یا پیشہ نہیں۔ مگر ان دوستوں کو علم ہونا چاہیے کہ شیخ القرآن صاحب بھی ابتداء میں سکول ٹیچر رہے۔ ان کی وفات کے بعد شائع ہونے والے شیخ القرآن نمبر میں بھی ہے اور آپ کی سوانح حیات جو مولانا عبدالمعبود صاحب نے لکھی اس میں بھی ہے، ملاحظہ ہو۔ قیام گجرات کے دوران شیخ عبدالغنی گجراتی ثم ڈھیری حسن آبادی آپ کی تقاریر سے بہت متاثر ہوئے۔ ان کی خواہش تھی کہ راولپنڈی میں واقع ان کے ’’اسلامیہ ہائی سکول‘‘ میں

عربی ٹیچر کی خدمات انجام دیں۔ تو کتنا اچھا ہو۔ آخر موصوف کی کوشش اور مولانا سیف الرحمٰن کی سعی سے آپ اسلامیہ ہائی سکول میں معلم دینیات تعینات ہو گئے۔ (سوانح حیات ص ۳۳) مولانا حسین علی واں بھچروی یوں گویا ہوئے ''غلام خان! کاش ان علمی صلاحیتوں کو دین کی خدمت کے لئے صرف کرتے۔ مگر تم نے اسکول کی ملازمت اختیار کر لی ہے، اس پر شیخ الحدیث قاضی شمس الدین، مولانا عبدالرؤف اور مولانا منور دین قدس سرہم کی مخلصانہ کوششوں سے آپ اسکول کی ملازمت چھوڑ کر صرف دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ (سوانح حیات ص ۳۴، مطبوعہ خانہ رشیدیہ راولپنڈی)

ہم تمام تر ادب واحترام کے باوجود حضرتؒ کو ''ماسٹر صاحب'' کہہ دیں تو مماتی حضرات دلبرداشتہ نہ ہوں۔ یہ ردعمل ہے، حوصلے سے برداشت کیجئے اور ویسے بھی شیخ القرآن ماسٹر صاحبؒ کا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے اکابر کے مسلک ومشرب کو تسلیم کر لیا تھا۔

﴿مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحبؒ کا تبصرہ﴾

جامع مدنیہ بہاولپور کے مہتمم حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحبؒ نے یوں ارشاد فرمایا ''بس قاضی صاحب ہیں کہ کتاب لکھنے کے شوق میں صفحات کے صفحات سیاہ کرتے اور اپنے علمی شاہکار درج فرماتے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ پر ذرا بھی توجہ نہیں فرمائی'' قاضی صاحب'' نے المہند کی عبارت میں خوب تحریف کی۔ اردو کی عبارت ہے جسے ہر آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ مگر افسوس قاضی صاحب اپنی عادت سے مجبور ہیں کہ تحریف کرتے جاتے ہیں۔ قاضی صاحب نے حضرت سلیمانؑ کے واقعات بھی درج فرمائے ہیں اور استدلال یوں بیان کرتے ہیں ''اگر ان حضرات میں بعد از موت بھی حیات ہوتی تو لاٹھی کو دیمک لگ جانے کے بعد وہ نہ گرتے۔ وغیر ذالک۔ حضور والا۔ آپ کے مخاطب سب کے سب ''بز انفش'' ہی نہیں ہیں کہ آپ کے ارشاد پر سر ہلاتے جائیں۔ خوب سمجھ لیں کہ سلف صالحین اور

علماء دیوبند کے مسلک کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ انبیاءؑ عالم برزخ میں حیات عنصری رکھتے ہیں۔ اگر وصال کے بعد بھی عالم دنیا میں نظر آئیں تو برزخ کے کیا معنی؟۔ اگر نظر انصاف سے مقام حیات اور مسالک العلماء کا مطالعہ کیا جائے تو دودھ اور چھاچھ کا فرق نظر آئے گا۔ میں تو صاحب مقام حیات کو مشورہ دوں گا کہ وہ قاضی صاحب کو شکریہ کا خط ارسال کریں کیونکہ قاضی صاحب کی تصنیف کے منظر عام آنے پر مقام حیات کا مقام اور بلند ہو گیا ہے۔ (بے لاگ تبصرہ طبع ایوب بکڈ پو گوجرانوالہ)

﴿حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ کا تبصرہ﴾

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحبؒ (مرکزی راہنما جمعیت علماء اسلام) فرماتے ہیں " قاضی صاحب نے اس کتاب میں بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ صرف مقام حیات کے دلائل کا جواب نہیں دیا۔ زیادہ سے زیادہ اتنی بات کہہ دی کہ اس کا مصنف طفل مکتب ہے علماء دیوبند جو حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں خود کیوں کتاب نہیں لکھتے۔ ادب سے درخواست کروں گا کہ المہند اور حضرت نانوتویؒ کی آب حیات وغیرہ آپ کو کیوں نظر نہیں آتیں، اس سے بھی زیادہ افسوس ناک یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے مسالک العلماء میں زیادہ زور اس مسلک پر دیا ہے کہ استدلال کے لئے پہلے قرآن ہے بعد میں حدیث، قاضی صاحب اس قسم کی باتیں جن سے حدیث کا مقام کمزور ہوتا ہو منکرین حدیث کے لئے راہ ہموار کرتی ہیں اس امر پر تو ساری امت کا اتفاق ہے کہ قرآن کا مقام ہر بات سے مقدم ہے۔ مگر قرآنی مطالب کی تشریح اور اس کے معانی کو متعین کرنے میں حضور ﷺ کے ارشادات سے بے نیاز ہو جانا الحاد ہی الحاد ہے۔ سب سے اہم واقدم دلیل قرآن ہے مگر قرآن کا وہ مطلب نہ لیا جائے گا جو غلام احمد قادیانی یا غلام احمد پرویز کریں بلکہ قرآن کا وہی مفہوم حق ہوگا جو حضور ﷺ کی حدیثوں اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے اقوال سے واضح ہوگا۔ اس

سلسلے میں اتنی بات اور بھی عرض کرنی ضروری ہے کہ کیا قرآن پاک کی آیتوں کا مفہوم پہلے بزرگوں اور المہند پر دستخط کرنے والے اکابر امت نے نہیں سمجھا۔ اگر آپ اسلاف سے مسلمانون کے ذہن کو دور کریں گے تو پھر ہر طرح کے الحاد کا راستہ صاف ہے۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ قاضی صاحب موصوف اگر تدریس و تعلیم ہی کی خدمت انجام دیں تو بہتر ہوگا (مسلک اہل سنت والجماعت ص ۴۷۳)

ہمارے قارئین باتمکین اور مؤلف المسلک المنصور پوری توجہ و انہماک سے اس تقابلی جائزے کا مطالعہ فرمائیں اور پھر اپنی علمی پوزیشن پر ماتم کریں۔ جناب من جب آپ کے بڑوں کی علمی حالت یہ ہے تو آپ؟ کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔ یہ تھی آپ کی مسالک العلماء کی حقیقت۔ اگر ہمیں طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم تسکین القلوب اور القول الجلی پر بھی کچھ نگارشات پیش کر دیتے۔ چلو یہ ادھار سہی! البتہ بتاتا چلوں کہ قاضی صاحبؒ کی کتاب القول الجلی جو بندہ کے پاس ہے وہ حضرت مولانا محمد ضیاء الحق صاحبؒ (سابق صدر مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور) کا ذاتی نسخہ ہے۔ اور دوران مطالعہ حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ نے جو اپنے قلم کے ساتھ جوابی حاشیہ چڑھایا ہے۔ وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ انشاء اللہ ضرورت پڑنے پر بندہ اسکو "ضیاء الحواشی" کا نام دے کر شائع کرادیگا، بفضل اللہ و بتوفیقہ۔

ارباب انصاف۔

مؤلف المسلک المنصور کی یہ بات کتنی لچر اور بھدی ہے کہ المہند کو بڑے بڑے علماء نہیں سمجھ سکے۔ جن علماء نے کشاف کی گتھیاں سلجھا دیں، بیضاوی وروح المعانی کے مشکل مقامات کو چٹکلیوں میں حل کر دیں، تمام عربی و فارسی علوم کی کتب پر جن کو عبور حاصل رہا اور ... علمی ڈنکے دنیا میں بج رہے ہیں وہ اردو زبان میں لکھی جانے والی "المہند" کو نہ سمجھ ... ہوا تھا۔

ہاں البتہ سو فیصد سچ ہے کہ اہل بدعت اور مماتیوں نے اس کتاب کو نہیں سمجھا کیونکہ جن کے قلوب اسلاف کی محبت سے خالی ہوں اوران پر تبرارات دن جن کا مشغلہ ہو وہ قیامت کی صبح تک ان بزرگوں کی تحریروں کو سمجھ نہیں سکتے۔ باقی مؤلف نے جو حضرت مولانا نور محمد صاحب پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے المہند علی المفند کا معنی ''عقائد علماء اہل سنت'' کر دیا ہے جو کہ غلط ہے۔ تحریف ہے وغیرہ۔ مؤلف بیچارہ مخبوط الحواس ہو چکا ہے۔ المہند کے آگے بریکٹ میں جو عقائد علماء اہل سنت دیوبند لکھا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ کتاب ہذا عقائد اہل سنت پر مشتمل ہے۔ اچھا مؤلف صاحب آپ نے جو اپنی کتاب المسلک المنصور کے صفحہ نمبر ۵۱ پر لفظ ''نائم'' لکھ کر بریکٹ میں ''زندہ'' لکھا ہے۔ کیا نائم کا معنی زندہ ہے؟ فرمایئے!

میری رسوائی سے تجھ کو خوش نہ ہونا چاہیے
قیس رسوا تھا تو کیا لیلیٰ کی رسوائی نہ تھی؟

باب ہشتم

بحث حدیث مَن صَلّٰی عَلَيَّ عِنْدَ قبری سمعته.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا "من صلی علي عند قبری سمعته، ومن صلّٰی علي من بعید اعلمته، (وفی روایتہ) من صلّٰی عَلي عند قبری سمعته. یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔

۱:	مرقات جلد۲ص۳۴۷	۲:	مسند امام احمد ج۱ص۴۲۱
۳:	سنن دارمی ص۳۷۲	۴:	دار قطنی ص
۵:	مستدرک حاکم ج۲ص۴۲۱	۶:	البدایہ والنہایہ ج۱ص۱۵۴
۷:	الجامع الصغیر ج۱ص۹۳	۸:	مشکوٰۃ شریف ص ۸۷ طبع قدیمی
	کتب خانہ کراچی	۹:	جلاء الافہام ص۲۲ مطبوعہ بیروت

راویوں کے نام!

۱:	ابوالشیخ اصبہانیؒ	۲:	ابوصالح عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج
۳:	حسن بن صباح	۴:	ابومعاویہ محمد بن خازم

۵: سلیمان بن مہران ۶: ابو صالح ذکوان

''حسن بن صباح'' یا ''حسین بن صباح''

مؤلف المسلک المنصور لکھتے ہیں'' دوسری خیانت آپ نے جو جلاء الافہام سے سند ذکر کی ہے اس سند میں ایک راوی حسین بن الصباح ہے۔ اگر آپ کے پاس جلاء الافہام موجود ہو تو ص ۱۹ پر زیارت فرمالیں اور آپ کے بزرگوں نے بھی تحفہ ہدایت ص ۵ میں اس راوی کا نام الحسین بن الصباح تسلیم کرلیا ہے جبکہ آپ کو غالباً ابھی تک جلاء الافہام کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوئی اور آپ نے سند نقل کرنے میں بھی کسی کتاب سے نقل مارنے کا ارتکاب فرمایا ہے۔ اس لئے الحسین کو ''الحسن بن صباح'' بناڈالا ہے۔

جواب:

یہ اعتراض مؤلف المسلک المنصور نے مولوی شیر محمد جھنگوی مماتی کی کتاب ''آئینہ تسکین الصدور'' سے چُرایا ہے۔ مؤلف خود کبھی ندائے حق کی پٹاری سے کوئی چیز چرا لاتے ہیں اور کبھی مولوی شیر محمد کا چبایا ہوا لقمہ حلق سے نیچے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور الزام دوسروں کو دے رہے ہیں کہ تم نے فلاں کتاب سے نقل کی ہے۔ سنیئے جناب ''محقق صاحب'' (ماشاء اللہ)۔ راوی کا نام ''حسن بن صباح'' ہے ''حسین'' نہیں۔ آپ کو جلاء الافہام والی سند سے وہم ہوا ہے۔ وہاں ''حسین'' ہے۔ جو کہ کاتب کی غلطی سے لکھا گیا ہے۔ اور یاد رکھیئے کہ جلاء الافہام میں کتابت کی چند ایک اور غلطیاں بھی ہیں مثلاً وہاں طبرانی کی سند سے حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّی عَلَیَّ اِلَّا بَلَّغنی صَوتُه حیث کان . (جلاء الافہام ص ۶۳) نہیں کوئی بندہ جو میرے اوپر درود بھیجے مگر میں اسکی آواز سُن لیتا ہوں وہ جہاں کہیں ہو'' ''محقق'' صاحب

یہاں " صوتہ " کاتب کی غلطی سے لکھا گیا۔اصل میں ہے " صَلوٰتُہ " (یعنی اس کا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو)۔عقلمند اور سلیم الفطرت انسان کے لئے تو اتنی بات ہی کافی ہے البتہ جن "کوڑھ مغزوں" سے ہمیں واسطہ پڑا ہے ان کے علاج کے لئے مزید ثبوت ملاحظہ ہوں۔علامہ سیوطیؒ اسکی سند یوں نقل کرتے ہیں "اخرجہ ابو الشیخ فی الثواب حدثنا عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج ، حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاویه عن الاعمش به" (الآلی المصنوعہ ج اص ۲۸۳) یہاں علامہ موصوفؒ "حسن بن صباح" ذکر کر رہے ہیں۔نیز علامہ ناصر الدین البانی بھی علامہ سیوطی سے ایسے نقل کرتے ہیں "حدثنا عبدالرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاویه عن الاعمش به . قلت ورجال هذ السند کلهم ثقات معروفون غیر الاعرج هذا . میں (یعنی البانی) کہتا ہوں اس سند کے تمام راوی معتبر، مشہور ہیں سوائے اعرج کے۔جی فرمائیے! جناب محقق صاحب راوی کون ہے؟ "حسن یا حسین؟" مؤلف نے بڑی تعلّی کے ساتھ کہا ہے کہ کبھی "جلاء الافہام دیکھی بھی ہے"۔اللہ کے فضل سے روز دیکھتے ہیں وہ ہے ہی "فہیم" لوگوں کے لئے۔ آپ جیسے "غیر فہیم" لوگوں کا جلاء الافہام سے کیا تعلق؟.......... کیا جانے گُل قند کیا ہے؟

﴿غرابت منافی صحت نہیں ہے﴾

حافظ ابن قیمؒ نے یہ سند نقل کرنے کے بعد "غریب جداً" کہا ہے۔بس پھر کیا تھا مماتی حدیث رسول ﷺ کو یوں دیکھنے لگے جیسے کوئی نخوت کا مارا جاگیر دار کسی غریب کو دیکھتا ہے۔ مؤلف المسلک المنصور نے بھی تحقیق کے موتی (سبحان اللہ) بکھیرتے ہوئے کہا ہے "غریب جداً حدیث سے عقیدہ ثابت کرنے والا دیوبندی ہوتا ہے یا تقیہ باز رضا خانی؟۔

جواب:

مؤلف کے قول کے مطابق امت مسلمہ میں کس کس پر تقیہ بازی کا الزام آتا ہے۔ یہ آئندہ سطور میں ہم ذکر کریں گے۔ سردست گذارش ہے کہ جناب کس احمق نے آپ کو کہہ دیا ہے کہ غرابت صحت کے منافی ہوتی ہے۔

﴿شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ارشاد﴾

مؤلف المسلک المنصور اور دیگر مماتیوں نے مشکوٰۃ شریف تو دیکھی ہوگی، یقیناً دیکھی ہوگی ہم آپ کی طرح متکبر نہیں کہ جو کتاب یا رسالہ دستیاب ہو جائے بس پھر مخالفین کو کوسنا شروع کر دیا جائے کہ کبھی یہ کتاب دیکھی بھی ہے؟۔ مشکوٰۃ شریف کا مقدمہ جو حضرت شیخ مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے اس میں ہے "ان الغرابته لا تنا فی الصحته" (مقدمہ مشکوٰۃ ص ۶ سطر نمبر ۱۶ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی) یعنی حدیث کا غریب ہونا اس کے صحیح ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اور فرماتے ہیں "ویجوز ان یکون الحدیث صحیحاً غریباً" اور جائز ہے کہ حدیث صحیح غریب ہو۔ اور یاد رہے کہ یہ ابوالشیخ والی سند ہے جو معتبر ہے سدی صغیر والی نہیں۔ جیسا کہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اکتوبر ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں ہے "اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے۔ اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں وہ کمزور نہیں ہے۔ ملا علی القاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "قال میرک نقل عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ باسناد جید۔ (تعلیم القرآن اکتوبر ۱۹۶۷ء بحوالہ مقام حیات ص ۵۶۲ و تسکین الصدور ص ۳۳۵) آیئے "آثار الحدیث" کے گلشن کی سیر کرتے ہیں، علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم رقمطراز ہیں "آج کا عنوان مباحثِ حدیث میں واقعی بہت غریب (نادر قسم کا) ہے۔ اس کی

غرابت الفاظ و معنی کے اعتبار سے ہے۔ اسناد کے پہلو سے نہیں۔ غرابت وطن سے دوری کا نام ہے۔ غریب مسافر کو کہتے ہیں۔ جو مضمون ظاہر الفاظ سے دور یا فہم عام سے بالا ہو وہ غریب ہے عجیب ہے۔ اسکی غرابت اس پہلو سے ہے۔ اور یہ کوئی کمزوری کی بات نہیں نہ یہ کوئی جرح کی بات ہے اس کا سنداً اغریب ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ حدیث اسناد کے پہلو سے غریب ہو تو اس پر اصول حدیث کے تحت بحث کی جاتی ہے۔ لغت، ادب اور اسالیب عرب کے تحت نہیں۔ سو حدیث غریب اور غریب الحدیث میں فرق ہے۔ (آثار الحدیث جلد اول ص ۴۵۵)

حضرت الشیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ فرماتے ہیں ''قال ابن القیم انه غریب قلت وسنده جید. (القول البدیع ص ۱۴۹ مطبوعہ بیروت) ابن قیمؒ اگر چہ غریب کہتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اس کی سند معتبر ہے۔ حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ نے مشکوۃ شریف کا حاشیہ تحریر کیا ہے جو ان کے صاحبزادگان کے زیر اہتمام لاہور سے طبع ہوئی تھی۔ حدیث ''مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُه '' کے تحت فرماتے ہیں ''اَیْ سَمْعًا حَقِیْقِیًّا بِلَا وَاسِطَةٍ'' سنا حقیقۃً بغیر کسی واسطہ کے ہے۔ (محشی غورغشتی ؒ ص ۹۳) اور یہ فرمان بھی موجود ہے ''وَ صَحَّ خَبَرُ الْاَنْبِیَآءُ احیاء فی قُبُورِهِمْ یُصَلُّون (ج ۱ص ۱۳۲) انبیاء علیہم السلام قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ یادر ہے کہ علام غورغشتیؒ'' جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے سرپرست بھی رہے (ملاحظہ ہو ماہ نامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۴۲ جنوری ۱۹۵۸ء) مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے مولانا غورغشتیؒ'' کو فرشتہ صفت انسان کہا ہے، ملاحظہ ہو ''مسالک العلماء طبع اول ص ۱۷۳ مطبوعہ مکتبہ ربانی نئی آبادی شاہدرہ لاہور) مولانا حسین علی واں بھچراںؒ'' والوں کی زندگی کی بالکل آخری تصنیف ''تحریرات حدیث'' اس وقت ہمارے

سامنے ہے اور ہم دوزانو ہو کر اس کے سامنے۔ ۱۹۴۳ء سن اشاعت ہے۔ مولانا رب نواز ساکن بستی چاون کبیر والا نے تصحیح کی ہے، یونین پرنٹنگ پریس ملتان سے چھپی ہے، قیمت سات روپیہ لکھی ہوئی ہے اور ملنے کا پتہ یہ درج ہے "الحاج مولانا حسین علی صاحب ڈاکخانہ واں بھچراں ضلع میانوالی (پنجاب) یاد رہے کہ اسکی اشاعت کے گیارہ ماہ بعد حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ انتقال فرما گئے تھے (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)۔ تحریرات حدیث کے صفحہ ۲۱۱ سطر نمبر ۲ پر آپؒ حدیث لے کر آئے ہیں "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قبری سَمِعْتُه وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نائیاً ابلغته" اور بغیر کسی جرح وقدح کے آپؒ نے اس حدیث کو درج فرمایا ہے۔ یہ آپ کی زندگی کا آخری قول ہے اور دارومدار آخری قول وعمل پر ہوتا ہے۔ لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک بھی معتبر ہے۔

﴿شیخ القرآن ماسٹر غلام اللہ خانؒ کا نظریہ﴾

قاطع شرک وبدعت حضرت مولانا ماسٹر غلام اللہ خانؒ (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی) کا اس حدیث کے متعلق نظریہ کیا تھا؟ ملاحظہ ہو۔ مولانا عبدالمعبود صاحب رقمطراز ہیں "شیخ وہاں (یعنی حضرو) تشریف لے گئے اور تقریر کی اور مسئلہ توحید بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور حضور اقدس ﷺ کی ذات بابرکات کے لئے درود شریف پڑھنے کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے یہ حدیث پڑھی۔ "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قبری سَمِعْتُه وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نائیاً ابلغته" یعنی نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ جو آدمی میری قبر کے قریب درود شریف پڑھے میں خود سُن لیتا ہوں اور جو شخص دور دراز جگہ میں پڑھے تو اللہ کے فرشتے مجھ تک پہنچا دیتے ہیں (سوانح حیات ص ۳۲۶)

﴿ دیگر جن علماء اعلام نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ﴾

۱: علامہ جلال الدین سیوطیؒ
۲: علامہ سخاویؒ
۳: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ
۴: علامہ ابن حجر مکیؒ
۵: علامہ عبدالروٴف مناویؒ
۶: حضرت ملا علی القاریؒ
۷: قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
۸: علامہ سید احمد طحطاویؒ
۹: علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ
۱۰: نواب صدیق حسن خانؒ
۱۱: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
۱۲: حافظ ابن تیمیہؒ
۱۳: علامہ شہاب الدین الخفاجیؒ
۱۴: شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب النجدیؒ
۱۵: علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ
۱۶: حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
۱۷: مولانا عبدالغفور غزنویؒ
۱۸: مولانا عبدالعزیز شجاعبادیؒ
۱۹: امام عرب وعجم الشیخ مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر
۲۰: بحر العلوم علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب

قارئین کرام!

یہ جتنا سرمایہ ہم نے آپکے سامنے رکھا آپ کے لئے اب یہ فیصلہ کرنا غالباً کوئی مشکل نہ ہوگا کہ یہ سب کے سب بشمول مولانا حسین علی وان بھچرویؒ اور شیخ القرآن حضرت ماسٹر صاحبؒ مؤلف المسلک المنصور کے قول کے مطابق ''تقیہ باز'' اور ''رضا خانی'' ہیں۔ فوا اسفا۔ کوئی عقلمند امت مسلمہ کے اس جم غفیر کے سامنے اس نومولود کی بڑ کو کوئی حیثیت دینے کے لئے تیار نہ ہوگا تو نتیجتہً تقیہ باز کون نکلا؟ عیاں را چہ بیان۔

ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

﴿مَنْ عام ہے یا خاص؟﴾

نام نہاد محقق فرماتے ہیں ''من صلّٰی علی عند قبری'' میں لفظ ''من'' عام ہے یا خاص؟ یعنی آپ کے نزدیک ہر ایک آدمی کا سلام سنتے ہیں یا بعض کا؟ سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کے روضہ مبارک پر شیعہ، بریلوی، پرویزی عثمانی، قادیانی سب جاتے ہیں۔ تو کیا خیال ہے کہ ان سب کو روضۂ انور سے سلام کا جواب ملتا ہے؟۔بلفظہ ﴿المسلک ص ۲۸۹﴾

جواب:

مؤلف نے اپنے اجہل حواریوں میں بیٹھ کر خوب بغلیں بجائی ہونگی کہ مذکورہ سوال کر کے کمال ہی کر دیا ہے بلکہ کمال کا ''تیا پانچا'' کر دیا ہے۔ مثال مشہور ہے ''اندھوں میں بھینگا امام''۔ مگر یہاں تو ایک سے بڑھ کر ایک اندھا ہے۔ اور دل و دماغ کے اندھے ہیں جہاں بصیرت کا دور سے بھی کوئی گذر نہیں۔ اس جاہل کو اتنا علم نہیں کہ فی نفسہٖ مَنْ عام ہی ہوتا ہے البتہ بعض حالات و قرائن کی وجہ سے خصوصیت اختیار کرتا ہے۔

﴿مولوی احمد سعید خانصاحب کا جواب ملاحظہ ہو﴾

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم کونسا ''چوڑیاں'' پہن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ دھکے مار مار کر ہم ان جہلاء کو مولانا احمد سعید صاحب کے دروازے پر لے چلتے ہیں کہ انہیں بتایا جائے ''مَنْ'' عام ہے یا خاص؟ لیجیئے جناب۔

پڑا فلک کو دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

مولانا احمد سعید صاحب نے ڈاکٹر مسعود عثمانی کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ہے ''دمدمۃ الجنود علیٰ دندنۃ الیہود'' اس کے صفحہ ۶۲ پر احمد سعید صاحب ڈاکٹر کے اعتراض کا یوں

جواب دیتے ہیں '' وہی رافضیوں والا استدلال ہے حالانکہ بات تو اس میں ہے کہ مَن اصل کے لحاظ سے تو عام ہی ہوتا ہے۔ اگر چہ خاص حالات میں دلائل وقرائن کی وجہ خلاف اصل ہو کر خصوص کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہاں ''من'' کو خاص کرنے کی کون سے وجہ ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ عمومی طور پر مومن کو خوشخبری سُنا رہے ہیں۔ پھر کمال یہ کر دکھایا کہ کہتے ہیں کہ اگر ''من'' کو عام جانتے ہو تو پھر اپنے اعتقاد کے خلاف یہ بھی مانو کہ نبی کو ایک مشرک، اور قادیانی بھی خواب میں دیکھ سکتا ہے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) احمق آدمی اتنا بھی نہیں سوچتا کہ اگر ایسا ہو بھی جائے تو کون سی شرعی حد ٹوٹ جائے گی؟ آخر ۔ ابو جہل وغیرہ نے بھی تو زندگی میں حضور ﷺ ہی کو دیکھا تھا۔ اور اگر اللہ کریم کسی مشرک یا قادیانی یا آپ سے محرف کو ترھیب وتنبیہ یا ہدایت کے بہانے محض اپنی قدرت سے زیارت کروا بھی دے تو اس میں کون سی قباحت لازم آئے گی۔ (دمدمۃ الجود علیٰ دندنۃ الیہود ص ۶۲ از مولانا احمد سعید بلوچ صاحب) مؤلف المسلک المنصور صاحب اس عبارت کو بار بار پڑھیں، باوضو ہو کر پڑھیں پھر بھی سمجھ نہ آئے تو گجرات تشریف لے جائیں اور بانی فتنہ مماتیت کی قبر کا مراقبہ کریں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

﴿سماع کی حد کہاں تک ہے؟﴾

مؤلف المسلک المنصور کا ایک اور دجل، حماقت، سفاہت بلکہ مذاق ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں ''سماع کی حدود کہاں تک ہے؟ (بہت کچھ ہانکنے کے بعد) جو حد بھی مقرر فرمائیں ساتھ شرعی دلیل بھی ذکر فرمادیں ﴿المسلک المنصور ص ۲۹۲﴾

جواب:

واہ رے توحیدی گویا کہ اپنے پیارے نبی ﷺ تک امتی کا سلام پہنچانے میں اللہ

تعالیٰ حدود و قیود کے پابند اور محتاج ہیں (العیاذ باللہ، ثم العیاذ باللہ) قارئین کرام! بزرگوں کی گستاخی کا فطری انجام ملاحظہ کریں کہ جو حضرت اقدس قاضی صاحبؒ اور مولانا اوکاڑویؒ پر توہین نبوت کا الزام لگا رہے تھے اب وہ خود اللہ تعالیٰ کی توہین کرنے پر اتر آئے۔ مؤلف صاحب! آپ اور آپ کا ٹولہ کتنا بد قسمت ہے کہ آپ کو نہ درود شریف پڑھنے کی توفیق ہے اور نہ حضور ﷺ کو سنانے کی سعادت! بفضل اللہ، بکرم اللہ، بحمد اللہ، بعون اللہ یہ شرف ہم اہل سنت والجماعت کو حاصل ہے۔ ہم اس پر اپنے مولا کریم کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ باقی ممکن ہے کہ مؤلف صاحب کہیں میری بات کا تو پھر جواب نہیں آیا۔ یعنی حد کیا ہے۔ لیجئے جناب ملاحظہ ہو۔ علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں۔

والذی یظھر ان المراد باالعندیته ان یکون فی محل قریب من القبر بحیث یصدق علیه عرفاً انه عنده وباالبعد عنه ماعدا ذالک (شرح مواہب للزرقانیؒ ج ۷ ص ۳۷۲ طبع بیروت) علامہ زرقانیؒ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کو عرف میں قرب کہا جائے وہی قرب مراد ہے۔ اور فرماتے ہیں "**اذا کان المصلي عند قبره الشریف سمعته** ﷺ **بلاواسطه**" جب صلوٰۃ وسلام پڑھنے والا روضہ شریف کے قریب پڑھے تو آنجناب ﷺ بغیر کسی واسطہ کے سماعت فرماتے ہیں۔ اور قرب کے متعلق پہلے فرمادیا کہ جسکو عرف میں قریب کہا جائے وہ مراد ہے۔

﴿حضرت سہارنپوریؒ کی آستانہ محمدیہ ﷺ پر حاضری﴾

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے متعلق حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ فرماتے ہیں۔ آستانہ محمدیہ ﷺ پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ آواز نکالنا تو کیا مواجہہ شریف کے قریب بالمقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ خوفزدہ مؤدبانہ دبے پاؤں آتے اور مجرم قیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے۔ بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض

کرتے اور چلے آتے تھے۔ زائرین بیبا کانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے اس سے
آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں اور ایسی آواز سے
سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ ﷺ کی ایذاء کا سبب ہے۔ لہذا پست آواز سے سلام عرض
کرنا چاہیئے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو
آنحضرت ﷺ سنتے ہیں (تذکرۃ الخلیل ص ۳۷۰)

لیجئے جناب مؤلف صاحب!

امام زرقانی کے بعد حضرت سہارنپوریؒ کا ارشاد پڑھیئے۔ اگر آپ کی قسمت میں ہدایت
ہے تو پھر اتنا سامان کافی ہے اور اگر ہدایت کے دروازے بند ہیں تو دین اسلام کا پورا کا پورا
ذخیرہ بھی ناکافی ہے۔ **واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔**

ایک سوال:

لگے ہاتھوں ذرا ایک جواب دے دیں۔ جناب مؤلف صاحب کہ "مَنْ جَآءَ
باالحسنتہِ فلہ عَشْرُ امثالِھا" اور حدیث نبوی ﷺ "**مَن بنیٰ لِلّٰہ مسجدًا بَنیَ اللّٰہ
لہ بیتًا فی الجنتہ**" میں مَنْ عام ہے یا خاص؟

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

قارئین کرام!

مؤلف "المسلک المنصور" کا علم تو ان کی کتاب کے ابتدائی پچاس صفحات پر ہی
ختم ہو گیا تھا۔ مگر چونکہ کتاب کی ضخامت اور حجم بھی تو بنانا تھا۔ اصل میں حق وصداقت پر
مشتمل کتاب لکھنی ذرا مشکل ہوتی ہے کیونکہ کتاب وسنت کے سائے میں اسلاف
امت کے ایک ایک دروازے پر دستک دینا ہوتی ہے۔ جبکہ جھوٹ کے لئے کونسا پاپڑ بیلنا

پڑتے ہیں؟ بس لکھتے جاؤ، لکھتے جاؤ، لکھتے جاؤ۔ کچے پکے روڈ پر قلم کالاغر گھوڑا دوڑاتے چلے جاؤاور جب اچھے خاصے صفحات بن جائیں تو ''المسلک المنصور'' کا نام دے کر وقت کے ''محقق اعظم'' بن جاؤ۔ ھینگ لگے نہ پھٹکڑی۔اور رنگ بھی چوکھا آئے۔ مؤلف المسلک المنصور نے اپنی کتاب کا اختتام ص ۲۹۵ پر کردیا۔ ''تمت بالخیر'' بھی لکھ دیا ''وماعلینا الا البلاغ المبین'' بھی تحریر کردیا۔ مگر پھر اچانک خیال آیا پندرہ بیس صفحات اور ہو جاتے تو ذرارعب پڑ جائے گا۔ چنانچہ ''تمت'' کہنے کے بعد پھر آ گئے ''خاتمۃ الکتاب'' کے عنوان سے پھر کوئی چالیس صفحات لکھ ڈالے۔ وہ ساری آیات غیر متعلقہ ہیں مثلاً ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حي اور قیوم ہیں۔ انکار کس نے کیا ہے؟ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے کو فنا کریں گے۔ انکاری کون ہے؟ ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاءؑ پر موت آئی ہے۔ انکاری کون ہے؟۔ البتہ آخر میں جا کر حضرت شیخ مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہم پر قرآن مجید کی آیت بگاڑنے کا الزام داغ دیا۔ مماتی کوئی چھوٹا ہو یا بڑا، شہری ہو یا دیہاتی، جاہل ہو یا اجہل (کیونکہ عالم تو ان میں ہوتے نہیں) حضرت شیخ مدظلہم پر برسنا ان سب کی اجتماعی مجبوری ہے۔ چنانچہ مؤلف لکھتے ہیں ''کما یئس الکفار من اصحب القبور (ترجمہ) جیسا کہ کافر اہل قبور (کی حیات سے) ناامید ہو چکے ہیں (تسکین الصدور ص ۸۹) حضرت صفدر صاحب نے بین القوسین جو عبارت لکھ کر آیت کے مفہوم میں تبدیلی کرنے کی کوشش فرمائی ہے، انتہائی افسوسناک ہے ﴿المسلک المنصور ص ۳۳۱﴾

جواب:

اجی صاحب! جانے دیجیے۔ جس ہستی کے شاگردوں کی اولاد مفسر قرآن بنی بیٹھی ہے۔ آپ ان کو طعنہ دے رہے ہیں کہ ترجمہ غلط کیا ہے۔ جانِ من ذرا منہ تو دکھایئے! مگر پہلے دھو کر ضرور آیئے گا۔ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر دام مجدھم

قبر کے حقیقی مفہوم کو بیان کرر ہے ہیں کہ لفظ قبر اسکی جمع قبور اور اس کا مادہ قرآن کریم میں آیا ہے اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ . اور پھر منافقین کی تردید میں نازل ہونے والی چند آیات درج کی ہیں۔ جن میں لفظ'' قبر'' ''اقبرہ'' یا'' قبور'' آیا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ یوں ترجمہ کرتے ہیں'' جیسے آس توڑی منکروں نے قبر والوں سے'' پھر اس پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ کا تفسیری حاشیہ ملاحظہ ہو'' یعنی منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا اور پھر دوسری زندگی میں ایک دوسرے سے ملیں گے یہ کافر بھی ویسے ناامید ہیں (تفسیر عثمانی ص ۷۳۱) تسکین الصدور میں بھی حضرت علامہ عثمانی صاحبؒ کی یہ عبارت بطور توضیح موجود ہے۔ مگر مؤلف المسلک المنصور اس کو'' ماں کا دودھ سمجھ کر'' پی گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو (المسلک المنصور ص ۸۹) اور مزید فرماتے ہیں'' بعض مفسرین کے نزدیک'' من اصحب القبور'' کفار کا بیان ہے یعنی جس طرح کافر جو قبر میں پہنچ چکے وہاں کا حال دیکھ کر اللہ کی مہربانی اور خوشنودی سے بالکلیہ مایوس ہو چکے ہیں۔ اسی طرح یہ کافر بھی آخرۃ کی طرف سے مایوس ہیں۔ علامہ عثمانی صاحبؒ کے یہ الفاظ کہ'' جو قبر میں پہنچ چکے وہاں کا حال دیکھ کر'' دیکھنا اور مایوس ہونا جسم و روح کے رشتے سے ہی ممکن ہے۔ اور اسی کو شیخ دامت فیوضہم نے حیات لکھ دیا۔ اور یہ حیات اخفیٰ ہے۔ نہ خفی نہ ظاہری۔ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ آپ ہمارے اکابر کو کبھی محرف قرآن کہہ دیتے ہیں کبھی گستاخ نبی اور کبھی گستاخ صحابہؓ (العیاذ باللہ) یہ تمام بیماریاں چونکہ بدرجہ اتم تمہارے اندر موجود ہیں اس لئے'' چور مچائے شور'' کے مصداق ایسی کاروائیاں کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر دنیا ابھی عقل مندوں، ہوشمندوں اور سعادتمندوں سے خالی نہیں ہوئی۔ خوف خدا رکھنے والا ہر مسلمان جانتا ہے کہ بدتمیزی کا طوفان کدھر سے آرہا ہے؟

ہواؤں کا رُخ بتا رہا ہے، ضرور طوفان آ رہا ہے
نگاہ رکھنا سفینے والو، اٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے

﴿مماتیوں کے بعض دلائل اور اُن کے جوابات﴾

اللّٰہُ یَتَوفَّی الاَنْفُسَ حِیْنَ موتِھا وَالَّذِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ منامِھا فَیُمسِکُ الّتِیْ قضٰی عَلَیھَا المَوتَ وَیُرْسِلُ الاُخْریٰ اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِقَومٍ یَتفکَّرُوْن (سورۃ الزمر پارہ نمبر۲۴ آیت نمبر۴۲)

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ) اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں، جب وقت ہو اُن کے مرنے کا اور جو نہیں مریں انکو کھینچ لیتا ہے اُن کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے، جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے۔ اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک اور اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔

مؤلف المسلک المنصور رقمطراز ہیں اس آیت میں جمع معرف باللام ہے جو عام قطعی ہے۔ انبیاء وغیرہ سب کو شامل ہے اور مفسرین اہل سنت والجماعت نے اس آیت مبارکہ کے معنی میں تصریح فرمائی ہے، کہ قیامت تک روح بدن عنصری میں واپس نہیں آتی ﴿المسلک المنصور ص۳۰۳﴾

جواب:

اس آیت میں روح کے بدن سے نکلنے کے دو اوقات بیان فرمائے گئے۔

۱: موت کے وقت ۲: نیند کے وقت۔ نیند کے وقت روح بدن میں نہیں ہوتی جیسا کہ ترمذی میں ہے "الحمد للّٰہ الّذی عافانی فی جسدی وردّ علي روحی" اور بخاری میں ہے "ان اللّٰہ قبض ارواحکم حین شاء وردھا الیکم حین شاء" جب حالت نیند میں بدن سے روح خارج ہوتی ہے تو اس کے باوجود زندگی کے آثار موجود ہوتے ہیں

مثلاً سانس، کروٹ، چیخ، حرکات وسکنات وغیرہ۔ یہ سارا کام روح نہ ہونے کے باوجود کون کر رہا ہے؟ ظاہر ہے تعلق روح کر رہا ہے۔ نیند میں مماتی بھی تعلق روح کا انکار نہیں کرتے۔ جب نیند میں تعلق روح اس آیت کے خلاف نہیں تو موت کے بعد والا تعلق جس سے مردہ دکھ سکھ محسوس کرے اس آیت کے خلاف کیونکر ہوگا؟ پس اس آیت سے مردہ کی پہلی حالت پر آنے کی نفی ہے۔ عالم برزخ میں رہتے ہوئے روح اور جسد کے برزخی تعلق اور عدم تعلق سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں ہے، باقی مؤلف کا یہ کہنا کہ قیامت تک روح بدن عنصری میں نہیں آئے گی، یہ اس دنیا کی بات ہے کہ اس بدن کی طرف اب روح واپس نہیں لوٹے گی، امساک کا تعلق اُسی جہان سے ہے جس جہان سے ارسال کا تعلق ہے۔ ظاہر ہے نیند والے کی روح کا ارسال اسی جہان میں بدن کی طرف ہوتا ہے نہ کہ کسی اور جہان میں جب ارسال اس جہان کا ہے تو اس کی ضد امساک بھی اسی جہان کے اعتبار سے ہوگا۔ برزخ میں تعلق روح کی نفی اس آیت سے ثابت نہ ہو سکی، اور نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔

﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾

ہم پہلے تحریر کر آئے ہیں کہ قبروں میں ارواح کا اجساد کے ساتھ اتنا تعلق ہوتا ہے کہ عذاب و راحت کا احساس ہو سکے اور اسکو ہم نے ''حیاتِ اُخرٰی'' سے تعبیر کیا تھا۔ آیت بالا سے مؤلف المسلک المنصور نے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے ہیں۔

۱: زندگی کے بعد موت آئے گی اور موت کے بعد قیامت تک سارے مردے ہی رہیں گے۔

۲: مردوں کے لئے قیامت سے پہلے قبروں میں حیات حقیقیہ حسیہ قطعاً نہیں ہوتی۔

۳: اس میں انبیاء و غیر انبیاء سب شامل ہیں۔

جواب:

زندگی کے بعد موت آنے سے تو کوئی انکاری نہیں، عالم برزخ کے معاملات و کیفیات کا عالم دنیا کے ساتھ نہ کوئی ربط نہ کوئی واسطہ! مؤلف کو اور تمام منکرین حیات النبیؐ کو اصل تکلیف ''حیاتِ انبیاءؑ '' سے ہے۔ اس لئے وہ اس بحث کو لے کر ضرور آتے ہیں۔ بیچارے قسمت کے مارے کتنے قابل رحم ہیں کہ اللہ کی مخلوق میں برگزیدہ ترین ہستیوں کی برزخی حیات ان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ وَاِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَت سے ارواح و اجسام کا عدم تعلق ثابت کرنا بھی نادانی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ کا فرمان کہ روحیں جسموں میں چھوڑ دی جائیں گی، کا مطلب ہے حیات ظاہری دے دی جائے گی۔ جن کے بدن مٹی میں مل چکے تھے یا غرق و سوختہ ہو چکے تھے، پہلے تو منتشر ذرات کے ساتھ ارواح کا تعلق تھا اب ان کے اجساد کو مکمل کر کے ارواح لوٹائی جائینگی اور محشر کے میدان میں لا کھڑا کیا جائے گا۔ مفسرین کرام کی آراء ملاحظہ کریں اور پھر سوچیں کہ اس دلیل کی مؤلف المسلک المنصور کے دعوے کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں۔

ا: تفسیر مدارک:

قرنت کل نفس بشکلها الصالح مع الصالح فی الجنته والطالح مع الطالح فی النار (جلد۵ص۳۲۹)

۲: روح المعانی:

عن النعمان بن بشیر عن عمرؓ انه سُئل ذالک فقال یقرن الرجل الصالح مع الرجل الصالح ویقرن الرجل السوء مع الرجل السوء وذالک تزویج الانفس وفی حدیث مرفوع رواه النعمان ایضاً مایقتضیٰ ظاهرهٗ ذالک (ج

۴ص ۵۲)

۳: تفسیر عثمانی:

یعنی کافر کافر اور مسلم مسلم کے ساتھ پھر ہر قسم کا نیک یا بدعمل کرنے والا اپنے جیسے عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے اور عقائد اعمال اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ جماعتیں بنادی جائیں یا یہ مطلب ہے کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑ دیا جائے (ص ۷۷۹)

۴: بیان القرآن:

جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جائیں گے کافر الگ مسلمان الگ (ج ۱۲ ص ۸۰)

۵: ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ:

اور جس وقت جانیں قسم قسم کی ملائی جاویں (ص ۷۱۰ تاج کمپنی)

۶: حاشیہ شاہ عبدالقادرؒ

یعنی قسم قسم کے گناہ گار اکٹھے ہوں (۷۱۰)

۷: معارف القرآن، مفتی صاحبؒ:

حضرت نعمان بن بشیرؓ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں جو لوگ ایک جیسے اعمال کرتے ہوں گے وہ ایک جگہ کردیئے جاویں گے۔ (ج ۸ ص ۶۸۲)

۸: معارف القرآن کاندھلوی صاحبؒ:

اور جس وقت کہ تمام انسان ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں گے، کافر کافر کے ساتھ اور مسلمان مسلمان کے ساتھ۔ بدعمل بدعمل کے ساتھ اور نیکوکار نیکوکار کے ساتھ (ج ۸ ص ۲۸۹)

۹: تفسیر ماجدی:

مثلاً مومن مومن اکٹھے کردیئے جائیں گے، اور کافر کافر (ج ۷ ص ۱۱۷۸)

۱۰: تفسیر جوناگڑھی:

زیادہ قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کو اسکے ہم مذہب اور ہم مشرب کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ (ص ۱۶۸۹)

۱۱: حل القرآن:

اور جس وقت کہ قیامت کے میدان میں لوگوں کو ان کے ہم مشربوں کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (ج ۲ ص ۶۱۴)

۱۲: تفسیر ابن عباس:

اذا النفوس زوجت: قرنت بالازواج ویقال قرنت بقرنها المومن بحور العین والکافر باالشیطان والصالح بالصالح والفاجر بالفاجر (۳۸۲)

۱۳: خزائن العرفان، مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی:

اس طرح کہ نیک نیکوں کے ساتھ ہوں اور بد بدوں کے ساتھ یا یہ معنی کہ جانیں اپنے جسموں سے ملادی جائیں، یا یہ کہ اپنے عملوں سے ملادی جائیں یا یہ کہ ایمانداروں کی جانیں حوروں کے اور کافروں کی جانیں شیاطین کے ساتھ ملادی جائیں (۷۰۴)

۱۴: تفسیر کشف الرحمٰن:

اور جب لوگوں کو اپنے اپنے ہم مشربوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔ نفوس کے باہمی تزویج کے کئی معنی کئے گئے ہیں، مثلاً مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ اور کافروں کو کافروں کے ساتھ یا ہر شخص کا جوڑا اس شخص سے لگا دیا جائے گا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا یا یہ کہ ہر

شخص اپنے ہم مذہب اور اپنی ملت کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ (جلد دوم ص ۹۴۰)

۱۵: تفسیر ثنائی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری:

جب ہر قسم کے نفوس اپنی امثال کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے۔ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ (ص ۷۰۸)

۱۶: فوائد سلفیہ (برترجمہ نواب وحید الزمان خانصاحب):

مطلب ہے کہ جنت میں نیکوں کو نیکوں کے ساتھ اور دوزخ میں بدوں کو بدوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے (ص ۷۰۰)

۱۷: تفہیم القرآن:

یعنی انسان ازسرِ نو اسی طرح زندہ کئے جاویں گے جس طرح وہ دنیا میں مرنے سے پہلے جسم وروح کے ساتھ زندہ تھے۔ (جلد نمبر ۶ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور)

۱۸: تفسیر جلالین:

قرنت باجسادھا (ص ۴۹۱)

۱۹: تفسیر القمی (مذہب شیعہ):

اما اھل الجنته فزوجوا لخیرات الحسان واما اھل النار فمع کل انسان منھم شیطان یعنی قرنت نفوس الکافرین والمنافقین بالشیاطین فھم قرناؤھم (جلد نمبر ۲ ص ۴۰۷، مطبوعہ نجف اشرف عراق)

۲۰: ترجمہ فرمان علی شیعہ:

اور جس وقت روحیں (ہڈیوں سے) ملادی جائیں گی۔ (۷۰۴)

﴿مماتیوں کا دعویٰ﴾

مماتیوں کا دعویٰ ہے کہ قیامت کے دن ارواح کو اجساد میں لوٹا دیا جائے گا لہذا برزخ میں اجساد کے ساتھ ارواح کا تعلق نہیں ہوتا)۔ وَاِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ . میں اجساد کے ساتھ تعلقِ روح کی نفی مماتی مراد لیتے ہیں، یہاں سے اس کا قطعاً ثبوت نہیں اور نہ قرآن مجید کی کسی آیت سے کوئی ''محقق خاں'' ثابت کرسکتا ہے۔ قارئین کرام! ہم نے اہل سنت کے متقدمین و متاخرین مفسرین کرام سمیت بلاتفریق، دیوبندی، بریلوی، غیر مقلدین حتیٰ کہ شیعہ مذہب کے معتبر مفسرین کے حوالوں کا ذخیرہ پیش کردیا ہے۔ مختلف اقوال کی صورت میں خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح انسان دنیا میں تھا بعینہٖ اسی طرح اس کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا یعنی دنیا والی حیات ظاہری عطا کردی جائے گی۔ برزخ کی ''حیاتِ انھیٰ'' کا نہ ہونا مراد نہیں یعنی روح کا اس حد تک تعلق کہ (عذاب وثواب) محسوس ہوسکے کی نفی مراد نہیں۔ یہ مماتیوں کی تفسیر بالرّائے ہے۔ ہم نے دورِ حاضر کے معتزلہ کو گریبان سے پکڑ کر بیس مفسرین کی عدالت میں پیش کردیا ہے۔ جہاں سے یہ مجرم ثابت ہوچکے ہیں۔ باقی سزا کیا کتنی اور کب ہوگی؟ ایں داستان فرداشب۔

﴿تیسری دلیل﴾

اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ (پارہ ۲۲ سورۃ فاطر آیت نمبر ۱۴) اگر تم پکارو سُنیں نہیں پکار اور اگر سنیں پہنچیں نہیں تمہارے کام کو (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ) مؤلف المسلک المنصور نے یہ آیت اپنے اس دعوے پر پیش کی ''اہل قبور دنیا کے حالات اور دعا پکار فریاد سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں نہ تو دنیا والوں کے حالات کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی دعا پکار اور فریادیں سن سکتے ہیں ﴿ص ۳۲۷﴾

اہل قبور کا اہل دنیا کے حالات سے آگاہ ہونے نہ ہونے کا مسئلہ تو رہا اپنی جگہ پر۔ پیش کردہ آیت کا دعوے سے کوئی تعلق نہیں ''سوال از آسمان جواب از ریسمان'' سوال آسمان کے متعلق اور جواب رسی کے بارے میں'' یہ مماتیوں کا شیوہ ہے۔

﴿اس آیت سے سماع موتی کی نفی یا اثبات نہیں ہوتا۔ مفتی اعظمؒ﴾

اس آیت کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں ''یعنی یہ بُت یا بعض انبیاءؑ یا فرشتے جن کو تم خدا سمجھ کر پرستش کرتے ہو اگر ان کو مصیبت کے وقت پکارو گے تو اولاً یہ تمہاری بات سُن ہی نہ سکیں گے، کیونکہ بتوں میں تو سننے کی صلاحیت ہے ہی نہیں، انبیاءؑ اور فرشتوں میں اگرچہ صلاحیت ہے مگر نہ وہ ہر جگہ موجود ہیں، نہ ہر ایک کے کلام کو سنتے ہیں، آگے فرمایا کہ اگر بالفرض وہ سُن بھی لیں جیسے فرشتے اور انبیاءؑ تو پھر بھی وہ تمہاری درخواست پوری نہ کریں گے کیونکہ خود ان کو قدرت نہیں اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش نہیں کرسکتے۔ سماع موتی کا مسئلہ جو پہلے گذر چکا ہے اس آیت سے نہ اس کا اثبات ثابت ہوتا ہے اور نہ نفی، اس بحث کے دلائل دوسرے ہیں۔ (تفسیر معارف القرآن جلد نمبر ۷ ص ۳۲۹)

۲: تفسیر بے نظیر، مولانا حسین علیؒ: کفار انبیاء اور ملائکہ کو غائبانہ پکارتے ہیں ص ۳۸

۳: اگر تم ان کو پکارو بھی تو تمہارا پکارنا نہیں سنتے اس لئے کہ وہ جمادات و بے حس و حرکت ہیں۔ (ج ۶ ص ۱۲۸)

۴: بلغۃ الحیران: غائبانہ پکار مراد ہے (ص ۵۱ تا ۵۲)

۵: جواہر القرآن: غائبانہ پکار مراد ہے (جلد ۲ ص ۹۷۲)

۶: جلالین: وهم الاصنام (ص ۳۶۵)

۷: ابن کثیرؒ: ای من الاصنام ...... جماد لارواح فیها (ج ۳ ص ۵۵۱)

۸: جمل علی الجلالین: بانه جماد لیس من شانه اسماع (ج ۳ ص ۴۹۰)

۹: روح المعانی: بت یا عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے پکارنے والے سے دور ہیں (ج ۲۲ ص ۱۸۲)

۱۰: قرطبی: جمادات ہیں (ج ۱۴ ص ۳۳۶)

۱۱: فتح القدیر للشوکانیؒ ۔ جمادات ہیں

۱۲: بیضاوی: جمادات ہیں (ج ۲ ص ۲۷۰)

۱۳: تفہیم القرآن: مشرکین کے معبود کسی حقیر سے حقیر چیز کے بھی مالک نہیں (ج ۴ ص ۲۲۶)

۱۴: خزائن العرفان: کیونکہ جماد بے جان ہیں (۵۲۴)

۱۵: مظہری: اصنام مراد ہیں (ض ۸ ص ۵۰)

۱۶: خازن: ان تدعوهم اي الاصنام (ج ۴ ص ۳۰۰)

۱۷: تفسیر بغوی: ان تدعوهم یعنی ان تدعوا الاصنام (ج ۴ ص ۴۰۰)

۱۸: تفسیر قمی (مذہب شیعہ): ثم احتج علیٰ عبدة الاصنام فقال: ان تدعوهم لا یسمعو ادعائوکم ولو سمعو امااستجابوا لکم . الیٰ قولہٖ بشرککم (ج ۲ ص ۲۰۸)

﴿مماتی ٹولے کا ایک سوال﴾

''ھُم''، ضمیر ذوی العقول کے لئے آتی ہے لہذا انبیاء اور اولیاء مراد ہیں۔

جواب نمبر ۱:

''ھُم''، ضمیر غیر ذوی العقول کے لئے بھی آجاتی ہے۔ ۱: رأیتھم لِیْ سٰجِدِین (پارہ نمبر۱۲ سورۂ یوسف آیت نمبر۴) ۲: بَلْ فَعَلَہ کبیرُھُمْ ھذا فاسئلوھُمْ (پارہ نمبر۱۷ آیت نمبر۶۳ سورۂ الانبیاء)

جواب نمبر۲:

علماء و مفسرین کے پیش نظر بھی ''ھُم''، ضمیر موجود تھی اور وہ اس کے استعمال کو آپ سے زیادہ جانتے تھے مشہور ہے ''زبانِ خلق نقارۂ خدا'' قرآن مجید کی تفسیر و تعبیر وہی معتبر ہے جو اسلاف سے چلی آ رہی ہے۔

﴿معتزلہ کی چوتھی دلیل﴾

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَدْعُوا من دون اللّٰہ من لا یستجیب لَہ الٰی یوم القیامۃ وَھُمْ عَنْ دُعَائِھِم غٰفِلُون (سورۂ احقاف پارہ نمبر۲۶ آیت نمبر۵)

(ترجمہ) اور اس سے زیادہ گمراہ کون۔ جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو۔ دن قیامت تک۔ اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔

اہل قبور کے سماع یا عدم سماع کے ساتھ اس آیت کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ بُت مراد ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱: تفسیر ابن عباسؓ: ''ھُم''، یعنی الاصنام ...... (وکانوا) یعنی الاصنام (ص ۳۱۲)

۲: تفسیر عثمانی: یعنی اس سے بڑی حماقت اور گمراہی کیا ہوگی کہ خدا کو چھوڑ کر ایک ایسی بے جان یا بے اختیار مخلوق کو اپنی حاجت برآری کے لئے پکارا جائے جو اپنے مستقل اختیار سے کسی کی پکار کو نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ان کو پکارنے کی خبر بھی ہو۔ پتھر کی مورتوں کا تو کہنا ہی کیا۔ فرشتے اور پیغمبر بھی وہی بات سن سکتے اور وہی کام کر سکتے ہیں جس کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔ (ص ۶۶۷ حاشیہ نمبر۵)

۳: تفسیر معارف القرآن: یعنی اگر تمہارے پاس بت پرستی کی کوئی دلیل نقلی موجود ہے تو کسی آسمانی کتاب کو پیش کرو جس میں بُت پرستی اور شرک کی اجازت دی گئی ہو۔ (ج ۷ ص ۷۹۳)

۴: معارف القرآن کاندھلویؒ: بت پرستوں کے معبود بت ہوں یا مادہ پرستوں کے خیالی معبود۔ کوئی بھی ان میں سے ایسا نہیں کہ خود اس میں ادراک اور شعور ہو تو جب ان معبودانِ باطلہ میں خود ہی ادراک اور شعور نہیں تو اپنے عابدوں کی پکار کہاں سے سُنیں گے؟ اور ان کی بات کیا پوری کریں گے۔ فرشتوں اور انبیاء کو خدا اور معبود بنانے والے بھی خود اپنی آواز نہ فرشتوں کو سنا سکتے ہیں نہ انبیاء کو۔ فرشتے اور انبیاء وہی سن سکیں گے جو خدا انہیں سنائے گا۔ (ج ۷ ص ۳۶۷)

۵: تفسیر قمی (شیعہ مذہب): قال: من عبد الشمس والقمر والکوکب والبھائم و الشجر والحجر الخ (ج دوم ص ۲۹۶)

﴿مماتیوں کے ممکنہ دھوکے سے خبردار﴾

ممکن ہے مولانا ادریس کاندھلویؒ کی عبارت سے مماتی احباب دھوکہ دیں جیسا کہ ان کی

عادت ہے۔ کج فہم ایسی حرکت سے باز رہیں۔ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں مولانا کاندھلویؒ کا عقیدہ وموقف بالکل عیاں ہے، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ میں ''حیات نبوی'' کے عنوان سے باقاعدہ باب ہے، حوالہ جات گذشتہ سطور میں گزر چکے ہیں اور مکمل تفصیل کے لئے سیرۃ المصطفیٰ ﷺ کی طرف مراجعت فرمائیں۔

﴿معتزلہ کی پانچویں دلیل﴾

وَمَآ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ (سورہ فاطر پ۲۲ آیت نمبر۲۲)

ترجمہ: برابر نہیں جیتے اور نہ مُردے، اللہ سناتا ہے جس کو چاہے اور نہیں سُنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

﴿معتزلہ کی چھٹی دلیل﴾

فَاِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی الخ (سورۃ الروم آیت نمبر۵۲ پارہ نمبر۲۱)

ترجمہ: سوتو سُنا نہیں سکتا مردوں کو۔

﴿مؤلف المسلک المنصور کا ڈھکوسلہ﴾

ان آیات کے تحت مماتی مؤلف صاحب رقمطراز ہیں'' مذکورہ آیات کا معنیٰ خیر القرون خصوصاً اصحاب رسول ﷺ سے یہی چلا آرہا ہے کہ مردے نہیں سنتے ﴿المسلک المنصور ص۳۲۹﴾

دونوں دلیلوں کا جواب:

مؤلف المسلک المنصور نے یہ جھوٹ داغ کر نہ صرف اپنے بڑوں کی قبور کے بوجھ میں اضافہ کیا ہے بلکہ اصحاب رسول ﷺ اور اصحاب خیر القرون پر الزام لگا کر اپنی عاقبت برباد کی ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

۱: تفسیر عثمانی:

یعنی اللہ چاہے تو مردوں کو بھی سنا دے یہ قدرت اوروں کو نہیں ۔ اسی طرح سمجھ لو کہ پیغمبر کا کام خبر پہنچانا اور بھلے بُرے سے آگاہ کرنا ہے ۔ کوئی مردہ دل کافر اُن کی بات نہ سُنے تو یہ ان کے بس کی بات نہیں (ص ۵۸۳)

۲: تفسیر معارف القرآن:

مَن فِی القُبُور سے مراد کفار ہیں ۔......... مردوں کے سنانے کی جو نفی اس آیت میں کی گئی ہے اس سے مراد خالص اسماع نافع ہے ۔ جس کی وجہ سے سننے والا باطل کو چھوڑ کر حق پر آجائے اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ مسئلہ سماعِ موتی کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں (ج ۷ ص ۳۳۴)

۳: تفہیم القرآن:

للہ کی مشیت کی تو بات ہی دوسری ہے وہ چاہے تو پتھروں کو سماعت بخش دے ۔ لیکن رسول کے بس کا یہ کام نہیں ہے کہ جن لوگوں کے سینے ضمیر کے مدفن بن چکے ہوں اُن کے دلوں میں پنی بات اتار سکے اور جو بات سننا ہی نہ چاہتے ہوں اُن کے بہرے کانوں کو صدائے حق سنا سکے ۔ (ج ۴ ص ۲۳۰)

۴: انوار البیان:

مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُور ای الکفار (ص ۴۴۵)

۵: جواہر القرآن ۔ ماسٹر غلام اللہ خان (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راول پنڈی) وما یستوی الاحیاء ولا الاموات احیاء سے زندہ مومنین اور اموات یعنی مردے سے مراد کفار ہیں ۔ (۹۷۳)

﴿مماتیوں سے دوسوالات﴾

ا: بد مذہب کہا کرتے ہیں کہ مَن ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ تو پھر تسلیم کرلو کر قبروں میں پڑے ہوئے عقل والے اور باشعور ہیں کیونکہ ''مَنْ فی القبور'' آیا ہے۔

۲: ''القُبُور'' سے زمین والی قبریں مراد ہیں یا علیین والی؟ اگر تو علیین والی قبریں مراد ہیں تو وہ پیغمبر کے بس کی بات نہیں اگر زمین والی قبریں مراد ہیں اور یقیناً وہی مراد ہیں آج قبر زمین پر کیسے آ گئی؟ کیونکہ زمین والی قبر کو تم مانتے نہیں۔ اور اگر اس سے سنانا ہی مرا ہے تو پھر ''اِنْ اَنْتَ اِلَّا نزیر'' کا معنی کیا ہوگا؟

﴿اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی کا جواب﴾

ا: بیضاوی: انما شبّھو باالموتیٰ لعدم انتفاعھم لسماع ٥ یتلی علیھم (جلد ص ۱۸۳)

۲: ابن کثیر: ای تسمعھم شیئا ینفعھم فلذلک ھؤلاء (ج ۴ ص ۳۷۴)

۳: فتاویٰ ابن تیمیہؒ: انک لا تسمع الموتیٰ انما ارادبہ السما المعتاد الذی ینفع صاحبہ (ج ۴ ص ۲۹۸)

۴: فتح الباری: انک لا تسمع الموتیٰ فقالوا معناھا لا تسمع سما ینفعھم (ج ۳ ص ۳۰۰)

۵: مرقات: المراد من الموتیٰ الکفار والنقی منصب علی نفی النف

لا علی مطلق السماع (۸ص۱۱)

۶: تفسیر مظہری: انک لا تسمع الموتی ای الکفار شبّھم لعدم الانفاع (ض ۷ص ۱۳)

﴿معتزلہ کی ساتویں دلیل﴾

مؤلف المسلک المنصور نے عدم سماع موتی اور اجساد کے ساتھ ارواح کے عدم تعلق کے نام نہاد دعوے پر ایک یہ آیت بھی پیش کی ہے ''اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ وَ الْمَوْتٰی یَبْعَثُھُم اللّٰہ ثُمَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ . (سورۂ انعام آیت ۳۶)

مانتے وہی ہیں جو سنتے ہیں اور مُردوں کو زندہ کرے گا اللہ پھر اس کی طرف لائے جائیں گے۔

جواب:

سماع کے دو معنٰی ہیں ایک ہے ظاہری کانوں سے سُننا دوسرا ہے قبول کرنا۔ سماع کبھی قبولیت کا معنٰی میں آتا ہے اور عدم سماع عدم قبولیت کے معنٰی میں آتا ہے۔ اسکی امثلہ قرآن وحدیث میں بکثرت موجود ہیں۔

۱: اللّٰھُمَّ انی اعوذ بک من الاربع من علم لا ینفعُ ومن قلب لا یخشع ومن نفسٍ لا تشبع ومن دُعاءٍ لا یُسمَع (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۷)

۲: ارفع محمد وقل تُسمع (بخاری کتاب الرد علی الجھمیۃ)

نیز

۳: ونطبع علٰی قلوبھم فھم لا یسمعون (اعراف)

۴: قالوا سمعنا وھم لا یسمعون (انفال) وغیرھم

تفسیر قرطبی میں ہے ''والموتیٰ یبعثھم اللّٰہ وھم الکفار '' (ج٦ص ٤١٨ اور تفسیر مظہری میں ہے ''والموتیٰ یعنی الکافر '' الخ (ج٣ص ٢٦١)

﴿قابل غور بات﴾

منکرین حیات النبی ﷺ بلاوجہ فساد مچارہے ہیں۔ اپنے بے سروپا نظریئے پر جتنی آیات قرآنی پیش کرتے ہیں وہ سب کی سب ان کے خلاف جاتی ہیں، اکابر دیوبند عرصہ پچاس سال سے ان دلائل کا رد کرتے اور ان بھٹکے ہوئے دوستوں کو سمجھاتے چلے آرہے ہیں مگر نتیجہ وہی ''ڈھاک کے تین پات'' دنیا، برزخ اور محشر کی حیات کے متعلق کئی بار اور ہزاروں صفحات پر بحث ہوچکی ہے اور توضیح وتشریح ہوچکی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں انسان ازلی تو نہیں مگر ابدی ضرور ہے۔ کیا مطلب؟ کہ قبل از پیدائش کچھ بھی نہ تھا مگر پیدائش کے بعد یہ عالم دنیا پھر عالم برزخ اور پھر عالم محشر تک سفر کرتا چلا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ قبر کی زندگی دنیاوی حیات کا تتمہ ہے اور اخروی حیات کا مقدمہ ہے جس طرح کسی سے اس کی عمر پوچھی جائے تو وہ والدہ کے پیٹ والی زندگی کو شمار نہیں کرتا کیونکہ وہ مقدمہ زندگی ہے۔

﴿مؤلف ''المسلک المنصور'' کا آخری کارتوس﴾

مماتی مؤلف صاحب اپنی کتاب کا اختتام ثانی (چونکہ اختتام اول تو پہلے ہو چکا ہے) ان الفاظ پر کرتے ہیں ''اگر فرصت ملی تو انشاء اللہ فریق مخالف کی تحریفات پر مستقل ایک کتاب لکھی جائے گی ﴿المسلک المنصور ص ٣٣٣﴾

جواب:

مؤلف صاحب، اہل حق پر تبرا خوب کیجئے۔ اجماع امت کے خلاف مسائل

ایجاد کیجیئے ۔ دیوبندی کہلوا کر اکابرین دیوبند کے خلاف زہر اگلیے مگر برائی کا ارادہ کرنے سے قبل ''انشاءاللہ'' نہیں کہا کرتے ۔ یہ ہمارا آپ کو مشورہ ہے ۔ باقی رہ گیا کتابیں لکھنا، ضرور لکھیں ۔ اور تُرکی بہ تُرکی نقد جواب وصول کریں (انشاءاللہ العزیز) اگر آپ جھوٹ پر مبنی کتابیں لکھ کر شیطان کو واہ واہ کہنے کا حوصلہ رکھتے ہیں تو ہم بھی حق وصداقت کا پرچار کر کے اپنے رب رحمان کو خوش کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں ۔

حرفِ آخر!

برادران اہل سنت والجماعت! اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہم نے منکرین حیات النبی ﷺ کی کتاب ''المسلک المنصور'' کا جواب دے دیا ہے ۔ مماتیت دورِ حاضر کا فتنہ عظیم ہے ۔ اگر ان شاطر اور چالباز لوگوں کو بے مُہار چھوڑ دیا گیا تو پوری دیوبندیت خارجیت، ناصبیت اور مماتیت کی بھینٹ چڑھ جائے گی ۔ علماء کرام کی خدمت میں دست بستہ التماس ہے کہ خدارا قوم کے حال پر رحم کیجئے اور پوری قوت وخلوص کے ساتھ ''دیکھنا، لینا، پکڑنا، دوڑنا اور جانے نہ پائے'' کی اجتماعی آواز کے ساتھ اس فتنے کا قلع قمع کردیں ۔ حق والوں کو من جانب اللہ ضرور فتح ونصرت نصیب ہوگی ۔ ہم نے اپنی بساط کے مطابق ''ملحدین کے شرور سے مسلمانوں کو'' بچانے کے لئے اکابرین کا مسلک پیش کردیا (الحمدللہ، ثم الحمدللہ) اور ہمارا اعلان ہے

ان عادت العقرب عدنالها

وکانت النعل لها حاضره

اگر بچھو دوبارہ لوٹا تو ہمارا جوتا بھی حاضر ہے ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عصر حاضر کے تمام فتنوں سے محفوظ فرمائے اور ہم سب کو ''مَا اَنَا عَلَیه واصحابی'' کے نشانِ نجات کا مستحق

بنائے آمین۔ بحرمتہ نبی الکریم علیہ التحیتہ والتسلیم۔

فقط والسلام

غلام آستانۂ مشائخ دیوبند

حافظ عبدالجبار سلفی حنفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور

مورخہ ۱۷ اگست ۲۰۰۶ء بروز جمعرات بوقت بعد از نماز مغرب

تنبیہُ الناس

علیٰ

شَرِّ الوسواس الخنّاس

ازقلم حقیقت رقم

حافظ عبدالجبار سلفی

انتساب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

مظہر شریعت و طریقت ، وکیل صحابہؓ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے نام! جن کی نگاہِ فیض نے میرے اندر فتنوں کے تعاقب کا جذبہ پیدا کیا۔

خاکپائے اکابرین دیوبند

عبدالجبار سلفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صریر خامہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین ۔ وعلیٰ الہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین ۔

(حمد بیحد اس خدائے حکیم وعلیم وخبیر کو زیبا ہے جس نے انسان ضعیف البُنیان کو اپنی ساری مخلوقات پر شرف عطا فرمایا ہے اور زیور علم وحکمت سے اس کو زینت بخشی لگا انبیاء علیہم السلام سے سلسلہ ہدایت جاری فرمایا اور فخر موجودات، منبع فیوضات جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ نبوت ورسالت کا اختتام فرمایا اور دین متین کی ترویج کے لئے حضرات صحابہ کرامؓ جیسے مقدس طبقے کا انتخاب فرمایا اور پھر آب وحی میں ڈھلی ہوئی زبان نے "مَـا اَنَـا عَـلَيـهِ وَاَصْـحَابِي" کا فرمان عالیشان جاری کر کے اہل سنت والجماعت کو نشان نجات عطا فرمایا۔ دنیا میں کوئی تحریک شہرت عام کی فضا میں اس وقت تک پرواز نہیں کر سکتی اور بقائے دوام کی سند اسے نہیں مل سکتی جب تک محرک کے معاون اور مددگار کچھ ایسے لوگ نہ ہوں جنہوں نے حقیقی تحریک کی گہرائیوں تک اپنی نظر عمیق کو نہ پہنچایا ہو اور اس کے تمام پہلوؤں کو اُلٹ پلٹ کر اس کی ہر تہہ میں اپنے ایمان کو اس طرح رچا بسا نہ دیا ہو کہ مخالف ہوا کا زبردست سے زبردست جھونکا بھی اس کی گرفت کو ڈھیلا نہ کر سکے۔ حضور ﷺ کی بعثت ایک ایسی قوم اور معاشرے میں ہوئی جو جہالت کے پہاڑ اپنے سر پر اٹھائے ہوئے تھی۔ جس قوم کے ہر فرد سے کفر وشرک کا پسینہ پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا تھا۔ صدیاں بیت گئیں تھیں کہ علم کی روشنی میں ان کی آنکھیں کھلی ہی نہ تھیں۔ ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے نے ان کو چاروں طرف سے گھیر

رکھا تھا۔ ان کا رشتۂ اخلاص وایمان، معبودِ حقیقی سے قطع ہوکر پتھر کی چھوٹی بڑی مورتیوں سے وابستہ ہوگیا تھا۔ دماغی صلاحیتوں پر اوس پڑ چکی تھی اور جذبات کے شیاطین ان کی زندگیوں پر حاکم بن بیٹھے تھے۔ ایسی نکمی دھات کو سونا بنانا، جہالت کے غاروں میں پھنسے ہوؤں کو علمی اسٹیج مہیا کرنا اور ابلیسی پیکروں میں روحِ ایمانی پھونکنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو آغاز ہی میں ایک ایسے جوانمرد جتھے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اسلام کی مقدس تحریک کے بازوؤں میں وہ طاقت بھر دیں کہ ہر محاذ پر کامیابی وکامرانی ان کا مقدر ہو۔ چنانچہ حضور ﷺ کی معاونت کے لئے صحابہ کرامؓ کا اور پھر صحابہ کرامؓ کے مشن کو پھیلانے کے لئے ہر دور میں اللہ کریم نے مخلص رجال کو پیدا فرمایا۔ علماء وفقہاء کا ایک جم غفیر پرچم دین بلند کرتا ہوا میدان میں آیا، جنہوں نے اپنے زہد وتقویٰ کی بنیاد پر علم وفضل کے وہ چراغ جلائے کہ ان کی بلند نظری اور معنی آفرینی کے سامنے حکماء ومتکلمین کی ذہنی رسائیاں ٹھٹھک کر رہ جاتی ہیں اور نکتہ رس طبعیتوں کو عجز ونارسائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

اسلافِ امت کے احسانات:

وہ بزرگ ہمارے عظیم ترین شکریے کے مستحق ہیں جو اپنی عمریں ترویج دین اور حمائیت دین وملت میں صرف کرتے ہیں۔ علوم معارف، حقائق اور دقائق مدون فرماتے ہیں۔ تحقیق وتدقیق کے آسمانوں پر نجوم ہدایت بن کر چمکتے ہیں اور غوایت وضلالت کی تاریکیوں کو ایمان ویقین کے نور سے زائل کرتے ہیں۔ زمانے کا رخ دیکھ کر مختلف زمانوں میں تالیف وتصانیف کا بارگراں اپنے سر پر اٹھاتے ہیں تاکہ ہدایت کا فائدہ عام وتام ہو اور ایمان کی گراں قیمت جنس کی خریداری مایہ دار وکم مایہ سب پر آسان ہو۔ اللہ تعالیٰ بزرگان اہل سنت والجماعہ کی خدمات جلیلہ کو ان کی بلندی درجات کا ذریعہ بنائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

وجہ تالیف کتاب ہذا:

اکابرین اہل سنت والجماعت سب کے سب اس کعبۂ حقیقت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ برزخ میں حیات عطا فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ بھی اپنے روضہ اطہر میں روح مع الجسد کے تشریف فرما ہیں اور اسی تعلق روح کی وجہ آپ ﷺ امت کی جانب سے روضہ اطہر پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو سماعت فرماتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں یہ مسئلہ اتفاقی رہا ہے۔ اور اسی اتفاقی واجماعی مسئلہ پر مشائخ دیوبند مضبوطی سے قائم ودائم رہے۔ تا آنکہ ۱۹۵۸ء میں مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری نے اجماع امت کے ساتھ بے جگری سے ٹکراتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ''حضور ﷺ کو قبر اطہر میں حیات حاصل نہیں ہے اور مزید کہ یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔ (العیاذ باللہ) علماء اہل سنت نے شاہ صاحب کے اس اختراع کے خلاف آواز بلند کی۔ تحریراً اور تقریراً اس فتنے کا سد باب کیا اور اس ضمن میں علماء اہل سنت کی خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ منکرین حیات النبی ﷺ کی جانب سے ایک کتاب المسلک المنصور شائع ہوئی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ اس کا جواب ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' کے نام سے دیا۔ مماتی جماعت کے مؤلف کی غلط بیانیوں کو طشت از بام کیا گیا۔ اور نہایت مثبت انداز میں مسئلہ حیات النبی ﷺ کو واضح کیا گیا۔ کتاب جہاں جہاں پہنچی اہل علم نے بے حد پسند فرمایا۔ بذریعہ خطوط تحسین وآفرین کی۔ دریں حالات قصرِ مماتیت میں زبردست بھونچال کا آنا یقینی تھا۔ چنانچہ صاحب المسلک المنصور مولوی خضر حیات صاحب نے جواب الجواب میں ایک کتاب ''الفتح المبین'' شائع کی۔ اور یہ کتاب اپنے نام سے نہیں بلکہ کسی اور کے نام سے شائع کروا کر اپنی شکست اور بزدلی کا اعتراف کیا۔ پھر بھی ہمیں خوشی ہوئی کہ فریقین کی کتابوں کا تقابلی مطالعہ عوام کریں گے تو شاید افہام وتفہیم کی راہیں کھلنے میں مدد ملے گی۔ مگر صد افسوس کہ جب الفتح المبین ہمیں موصول ہوئی تو اس میں علم وتحقیق نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ البتہ مؤلف کتاب نے ہر ہر صفحے پر گالیوں کا ایسا ذخیرہ جمع کر دیا ہے کہ اب بے حیاء بے

ضمیر، جگت باز اور سطحی قسم کے لوگوں کو احساس تشنگی نہیں رہے گا۔ ہم ان گالیوں کو جواب دینے سے عاجز وقاصر ہیں۔ الحمدللہ کتاب تعویذ المسلمین جس کے گوہر آبدار علم وادب کے دامن کو زرنگار بنائے ہوئے ہیں اور اپنی چمک دمک سے جوہر شناسوں کو محو حیرت کیئے ہوئے ہیں۔ ارباب علم ودانش دونوں کتابوں کا مطالعہ کر کے کُلُّ اِناءٍ بِمَا یَتَرَ شَّحُ فیه کے تحت خود فیصلہ فرمالیں گے۔ صاحب مکائد نے جوزبان المسلک المنصور میں استعمال کی ہے اس سے کئی گنا بڑھ کر گھٹیا زبان ''الفتح المبین فی کشف مکائد الکاذبین'' میں استعمال کی ہے۔ کتاب میں موجود تمام گالیوں کو ہم بلا تبصرہ یہاں درج کریں گے تاکہ منکرین حیات النبی ﷺ کی اخلاقی حالت کی ایک جھلک سامنے آسکے۔ یقین جانیئے کتاب الفتح المبین مغالطات کا پلندہ ہے اور بس! بودے طرز استدلال، لچر مضامین، رکیک ایرادات، بھونڈے اعتراضات، بے بنیاد اشکالات نیز انتہائی بے ربط اور بھدی عبارات کی وجہ سے درخورِ اعتناء نہ سمجھی گئی۔ لیکن بعد ازاں اکابر علماء کے حکم پر ہمیں اشہب قلم کو جولانی دینا پڑی۔

انشاء اللہ یہ حق کا تازیانہ عبرت ہے۔ جس کے درد کی شدت سے منکرین کو یوم القرار تک قرار نہ آوے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے اور کتاب وسنت کا علم فہم اسلاف کے مطابق نصیب فرمائے۔ آمین۔

سرور ونور، وجد و حال ہوجائے گا سب پیدا
مگر لازم ہے کہ ہو پہلے ترے دل میں طلب پیدا
نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے اے نور کے طالب
وہی پیدا کرے گا دن بھی، کی ہے جس نے شب پیدا

خاکپائے اہل سنت والجماعت (اکابر دیوبند)

محمد عبدالجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الفتح المبین پر مولانا عبدالسلام صاحب کی ناپسندیدگی:

کسی بھی کتاب کی علمی حیثیت جاننے کے لئے وقت کے محقق اور بزرگ علماء کرام کی آراء کو دیکھا جاتا ہے۔ تعویذ المسلمین کو علماء کرام نے کیسا پایا اس پر ہم صرف چند ایک جھلکیاں دکھائیں گے۔ لیکن اس سے قبل منکرین حیات النبی ﷺ کی کتاب ''المسلک المنصور'' پر شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب کا ایک مکتوب پڑھیں۔ یہ مکتوب المسلک المنصور اور الفتح المبین کے مؤلف مولوی خضر حیات کے نام ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی کتاب کا نام ''موت کا پیغام غالی مولویوں کے نام'' رکھا تھا، جو بعد میں بدل دیا گیا۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترم المقام فاضل عزیز جناب مولانا خضر حیات صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی کتاب ''موت کا پیغام غالی مولویوں کے نام'' چیدہ چیدہ مقامات دیکھے آپ نے بڑی محنت کی ہے۔ آپ کی کتاب جس کا ردعمل ہے دلپذیر وہ ہم نے نہ سنی ہے نہ دیکھی ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کا لہجہ کیسا ہے۔ اس کتاب کے متعلق چند گزارشات عرض ہیں۔

۱: اس کے انتساب میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد صابر صاحب کا نام آپ نکال دیں۔

۲: جس قدر مشترک پر ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، شیخ الحدیث مولانا قاضی نور محمد اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے بھی دستخط فرمائے اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی شمس الدین نے اس کی تائید فرمائی۔ یہ فیصلہ ہزاروں عوام کے سامنے پیش کیا گیا۔ تاکہ عوام کو انتشار سے بچانے کے لیے یہ قدر مشترک بیان کیا جائے۔

۳: دوبارہ یہ فیصلہ ستمبر ۱۹۶۲ء تعلیم القرآن میں اس کے بارے میں یہ وضاحت کی گئی کہ یہ قدر مشترک بحال ہے۔ البتہ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحبؒ پر پابندی کالعدم ہے۔

۴: اس فیصلہ میں جہاں حضرت شاہ صاحبؒ کو حامی سنت ناشر دیوبندیت کہا گیا وہاں یہ بھی لکھا گیا کہ وہ مؤوّل ہیں گو ان کی تاویل بمقابلہ جمہور اور دستخط کنندان کے نزدیک قبول نہیں ہے آپ نے یہ الفاظ اس کتاب میں ذکر نہیں کئے ہیں۔

۵: اسوقت حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ یہ فرما سکتے تھے کہ المہند پر دستخط کرو لیکن قاری محمد طیبؒ نے اپنے مقام کے مطابق اس پر اصرار نہ فرمایا اور اس قدر مشترک میں فرمایا کہ وفات کے بعد نبی پاک ﷺ کے روحِ مبارک کو برزخ یعنی قبر شریف میں بتعلق روح حیات حاصل ہے۔ جس سے وہ عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اس میں انہوں نے وفات اور روح مبارک کا اعلیٰ علیین میں ہونا بیان فرما کر تعلق اور عند القبر سلام کا سننا واضح فرمایا ہے۔

۶: شیخ الحدیث والتفسیر مولانا قاضی شمس الدینؒ اپنی کتاب مسالک العلماء صفحہ نمبر ۲۴۸ پر لکھتے ہیں کہ ہم انبیاء کے اجساد کے ساتھ تعلق کے بھی قائل ہیں۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ایمان کے لئے یہی کافی ہے کہ انبیاء کی حیات کو تسلیم کیا جائے۔ جس کی کیفیت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

۷: تفسیر جواہر القرآن میں بھی یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی غیر معلوم الکیفیت تعلق کو مان لے تو وہ قابل ملامت نہیں ہے۔ (جلد اوّل ص ۱۹۴) آپ نے عند القبر کی بحث بھی چھیڑی ہے۔ اس کے متعلق حضرت قاضی شمس الدین صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ہم سماع عند القبر النبی ﷺ کے قائل ہی نہیں بلکہ اسے قرب الی الاجابت سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ نے لکھا ہے لیکن یہ سماع روحانی ہے۔ جیسا کہ حضرت مدنیؒ نے لکھا ہے (مسالک العلماء ص ۲۴۷) حضرت

مدنیؒ نے سماع روحانی لکھا ہے (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۵۳) حضرت شیخ القرآنؒ کی تفسیر جواہر القرآن کے معاون خصوصی حضرت مولانا سجاد بخاریؒ لکھتے ہیں کہ ہم حفظِ اجساد انبیاء کے ساتھ جس طرح کتاب اور سنت اور ارشاداتِ سلف سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح سماع انبیاء کے بھی قائل ہیں۔ (اقامتہ البرہان ص ۲۳۵)

نیز لکھتے ہیں کہ ان عبارتوں سے علامہ ابن قیمؒ کا مسلک روز روشن سے بھی روشن ہے کہ رسول ﷺ کی روح طیبہ اعلیٰ علیین میں ہے اور کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتی۔ اور اس کے باوجود اس کو قبر اور بدن سے اتصال ہے اور جب کوئی زائر آپ ﷺ کی قبر پر سلام کہتا ہے تو روح اعلیٰ علیین میں رہنے کے باوجود اپنی شان انبساط یا سرعتِ انتقال سے اس کا سلام سنتی اور جواب دیتی ہے۔ (ص ۱۹۲ ص ۸۴ ص ۱۹۵ پر موجود ہے) نیز حضرت سجاد بخاریؒ، حضرت مفتی کفایت اللہؒ کا ایک جواب نقل فرماتے ہیں۔ (الجواب) انبیاءؑ زندہ ہوتے ہیں۔ یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام کرنا جائز ہے۔ انبیاء کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں ہے۔

اب آپ ان روحانی سماع عندالقبر کے قائلین حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت سجاد بخاریؒ سے بھی عندالقبر کی پیمائش کا سوال کریں گے؟۔

۸: ابھی گجرات ۳۱ دسمبر ۲۰۰۵ء اشاعت التوحید کے اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب نے فرمایا کہ جمہور سماع عندالقبر کے قائل ہیں اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے والد صاحب اور حضرت قاضی شمس الدین صاحبؒ بھی قائل ہیں۔ اب یہاں عندالقبر کی کیا وضاحت ہے؟ رہا عام سماع اموات تو اس کے بارے میں اشاعت التوحید کے علاوہ بزرگوں کے قول یہ ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت

مولانا محمد زکریاؒ لکھتے ہیں کہ ہر وقت تو نہیں سنتے ہاں جب اللہ تعالیٰ سنانا چاہے تو سنتے ہیں۔ (تقریر بخاری ص ۳۰۷ جلد ۴) حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ البتہ عوام کا ایسا اعتقاد کہ اس کو حاضر ناظر متصرف سمجھے یہ صریح ضلالت ہے اگر اس کی اصلاح بدون انکار کے نہ ہو سکے تو انکار سماع واجب ہے۔ (التکشف)

۹: قبر میں قائلین حیات محققین کامل زندگی اور دنیوی زندگی نہیں مانتے اور انك مَیِّت اور موتیٰ والی تمام آیات کو مانتے ہیں وہ قبر میں جسم میں نوع من الحیات مانتے ہیں جیسے تسکین الصدور ص ۳۸ پر ہے۔ اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ تعلق ہونے کے باوجود کوئی دوسرا شخص اس زندگی کو دیکھنا چاہے تو اس کے لئے وہ بالکل محسوس نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کو انبیاء کے اجساد مبارکہ ساکن ہی نظر آئیں گے۔ نیز لکھتے ہیں کہ بالفرض قبر مبارک کھل جائے تو لوگ ان کو اس طرح بے حس و حرکت دیکھیں گے۔ (تسکین الصدور) اور حضرت سجاد بخاریؒ بھی لکھتے ہیں کہ اس تعلق اتصال سے بدن میں صفت حیات پیدا نہیں ہوتی۔ (اقامتہ البرہان ص ۱۹۲) اب اس اختلاف میں مولانا سرفراز خان صاحب صفدر تعلق مانتے ہیں اور دیکھنے میں جسم مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بے حس و حرکت نظر آئے گا۔ اور حضرت سجاد بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس تعلق سے بدن میں صفت حیات پیدا نہیں ہوتی۔

کیا اس نفی اثبات میں کوئی تطبیق ہو سکتی ہے؟

۱۰: آپ نے اس کتاب میں انتہائی محنت اور عرق ریزی کے باوجود لب ولہجہ مقررین والا اختیار کیا ہے آپ جانتے ہیں للفظ اذا تلفظ فتلاش۔ اگرچہ آج ٹیپ ریکارڈ نے یہ بات ختم کر دی ہے۔ تحریر میں لب ولہجہ صبر اور مہذبانہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ تحریر باقی رہتی ہے۔ حیات فی القبر کے اختلاف کو ۱۹۶۲ء میں پانچوں اکابرؒ نے اسی لئے قدر مشترک پر ختم کیا تھا تاکہ یہ نزاع مزید نہ بڑھے۔

۱۱: میں اور حضرت مولانا محمد صابرؒ دریا میں حضرت شیخ القرآنؒ کی نظر بندی میں زیادہ قریب رہے حضرت شیخ القرآنؒ حضرت شاہ صاحب کے اس مسئلے میں تشدد پر ناراض ہوتے تھے ۱۹۸۰ء میں شیخ القرآنؒ کی وفات کے بعد اشاعت التوحید کا ہر اجلاس سماع موتی کی تکفیر پر جھگڑے کی نذر ہوتا تھا۔ ابھی مارچ ۲۰۰۶ء میں تعلیم القرآن کے اجلاس میں حضرت قاضی عصمت اللہ صاحب نے مزید فرمایا کہ سماع موتی پر تکفیر کا فیصلہ حضرت شاہ صاحب سے علامہ احمد سعید خان نے کرایا ہے۔ جماعت کا فیصلہ ملتان والا ہے۔

۱۲: ملتان کے فیصلہ میں سماع عبد القبر کو اہل سنت کا عقیدہ بتایا گیا ہے۔ جب یہ عقیدہ بھی اہل سنت کا ہے تو اس میں اشاعت التوحید کے مبلغین تمام اصولی اختلاف کو چھوڑ کر کیوں اتنی توانائیاں آپس میں ضائع کر رہے ہیں۔

۱۳: آپ کو یہ مشورہ ہے کہ کتاب کا یہ نام جس سے انتہائی غیض وغضب ظاہر ہوتا ہے بدل کر کوئی اور نام رکھ دیں۔ اس طرح بعض مقامات جس کی نشاندہی مولوی محمد ادریس نے اپنے مکتوبات میں کی ہے ان عبارات پر بھی نظر ثانی کر لیں۔ یقیناً دلپذیر کتاب کا لہجہ سخت ہوگا اور آپ کی کتاب اس کا ردعمل ہے۔ لیکن پھر بھی ادفع بالتی ھی احسن پر عمل چاہیے۔ میں پھر کہتا ہوں کاش آپ اتنی محنت اس مسئلے کے بجائے کسی اصولی دشمن کے خلاف کرتے۔

۱۴: حقیقت کی علامات میں سے ایک العراء علی القرینہ و التوادر الی الفھم ہے۔ قبر پورے قرآن میں اس کا متبادر المفہوم یہ شرعی قبر ہے۔ جیسے وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ اور اگر قبر سے مراد یہی گڑھا داخل نہیں ہے تو وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ سے عدم سماع پر کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ احادیث میں اس قبر کو قبر کہا گیا ہے۔ اور علم عقائد کی کتابوں میں غریق فی الماء طریق کے لئے بھی عذاب قبر مانا گیا ہے۔ تفسیر کے لئے دیکھیں (فیض الباری جلد ۱ ص ۱۹۵، شامی جلد ۲ ص ۲۸، ہدایہ جلد ۲ ص ۴۸۲، شرح عقائد، الخیالی)

۱۵: تفسیر جواہر القرآن میں لکھا ہے کہ سماع موتی کا مسئلہ تکفیر، تفسیق، تضلیل کا نہیں ہے۔

۱۶: میں پھر آخر میں کہتا ہوں کہ آپ اس کتاب کا انتساب تینوں مرحومین اکابرین کی طرف نہ کریں۔ یعنی حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد حسین نیلویؒ، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد صابرؒ ورنہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صابر صاحب کا نام حذف کردیں۔ کیونکہ اس مرد درویش نے زندگی میں کسی کو برا نہیں کہا ہے۔ اس لئے اب بھی انہیں کوئی برا نہ کہے۔

مدرسہ کے تمام اساتذہ کرام اور مولانا نور محمد صاحب کو سلام

فقط والسلام!

طالب دعا: عبدالسلام خادم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو۔

23/05/2006 ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

خلاصہ مکتوب:

مولانا عبدالسلام صاحب کے خط کا خلاصہ یہ ہے۔

۱: اس کے انتساب سے شیخ الحدیث مولانا محمد صابر صاحبؒ کا نام خارج کردیں۔ (یعنی کتاب اس قابل قطعاً نہیں کہ ایک عالم دین کی طرف اس کا انتساب کیا جائے)۔

۲: حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ نے جو فیصلہ فرمایا تھا عوام الناس کے سامنے اسی کو بیان کیا جائے۔

۳: ایمان کے لئے یہی کافی ہے کہ انبیاء کی حیات کو تسلیم کیا جائے۔

۴: تحریر میں لب ولہجہ مہذبانہ نہیں ہے۔ (اور اب الفتح المبین میں:

بالکل بازاری زبان ہے)۔

۵: اشاعت التوحید کا ہر اجلاس سماع موتیٰ کی تکفیر پر جھگڑے کی نذر ہوتا ہے۔

۶: کتاب کے نام میں غیظ وغضب ہے، بدل دیں۔

۷: "وما انت بمسمع من فی القبور" سے عدم سماع پر کیسے استدلال کی جا سکتا ہے۔ احادیث میں اسی قبر کو قبر کہا گیا ہے۔ اور علم عقائد کی کتابوں میں غریق فی الماء طریق کے لئے بھی عذاب قبر مانا گیا ہے۔ وغیرہم۔

قارئین کرام!

المسلک المنصور کے جواب میں ہم نے "تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین" لکھی تو پورے ملک سے اہل علم نے بزریعہ خطوط و بالمشافہ خوشی کا اظہار فرمایا۔ ہمارا ارادہ ہے کہ عنقریب "تائیدی تبصرے" کے عنوان سے ہم مستقل کتابچہ تحریر کریں گے۔ "مشتے نمونہ از خروارے" ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب:

مولانا عبدالجبار سلفی نے اپنی کتاب "تعویذ المسلمین" میں اسی مسئلہ (حیات النبی ﷺ) کی دلائل کے ساتھ وضاحت کی ہے چونکہ یہ کتاب ایک صاحب کی تصنیف کے جواب میں ہے اور اسلوب مناظرانہ ہے اس لئے زبان ولہجہ بھی اسی کے موافق ہے الخ

مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب:

(اپنے ایک طویل مکتوب میں لکھتے ہیں) "تعویذ المسلمین" اگرچہ المسلک المنصور نامی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن میں اسے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے مقدس عنوان پر بلا مبالغہ ایک عام فہم شاہکار تصنیف قرار دیتے ہوئے مولانا سلفی کو مبارکباد

دیتا ہوں کہ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر حضرت قاضی صاحبؒ کے شاگرد ہونے کا حق ادا کردیا ہے...... تعویذ المسلمین مولانا سلفی کی زبردست تصنیف ہے، قابل مطالعہ، معلومات افزا مواد اور انتہائی دلچسپ کتاب ہے، اس کتاب میں نہ صرف المسلک المنصور کے جوابات دیئے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ اپنے مسلک کا زبردست مدلّل دفاع بھی کیا ہے الخ

اس کے علاوہ ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ اور ماہنامہ نور بصیرت بہاولپور میں جاندار تبصرے شائع ہوئے۔ اب ہر سلیم الفطرت انسان خود فیصلہ کرے گا کہ المسلک المنصور کی حیثیت کیا ہے اور تعویذ المسلمین کی علمی حیثیت کیا ہے؟ بازاری وسوقیانہ لہجہ کس کا ہے اور ادیبانہ ومہذبانہ کس کا؟ معتزلی مؤلف کی اصل حقیقت تو المسلک المنصور سے ہی واضح تھی بہر حال رہی سہی کسر الفتح المبین سے پوری ہوگئی ہے۔

مولانا عبدالسلام کا رجوع الی الحق:

مدرسہ اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک کے شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب پہلے اشاعت التوحید والوں کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اب انہوں نے علاقہ چھچھ کے ۸۴ علماء کرام سمیت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ کے ۱۹۶۲ء والے فیصلے کو تسلیم کرلیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں باقاعدہ رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہ ہے کتاب المسلک المنصور کی مقبولیت کا حشر کہ خود مؤلف کے سابق بزرگ نالاں ہیں۔ اور منکرین حیات النبی ﷺ ہیں کہ بغل میں دبا کر ناچتے پھر رہے ہیں کہ ہم نے میدان فتح کرلیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مماتی تہذیب کی ایک جھلک:

۱: تلاش بسیار کے بعد غالیوں کی فریاد تلہ گنگ سے ٹمن، ٹمن سے کہروڑ پکا، کہروڑ پکا سے اوکاڑہ اور اوکاڑہ سے ہوتی ہوئی ہیرا منڈی لاہور کے ایک ہیرو کے کانوں

سے جاٹکرائی۔ جس میں غالی صاحبان کی مطلوبہ صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ آخر موصوف کی رہائش لاہور میں ہے اور مشہور ہے کہ لاہور لاہور ہے۔ (الفتح المبین ص ۱۳)

۲: صاحب شرور لاہوری نے ڈھٹائی، ہٹ دھرمی، خرد ماغی، تحریف و تلبیسات، ضد و عناد، تعصب، بددیانتی، قطع و برید میں غالیوں کی ہم جنسی کا پورا ثبوت دیا ہے۔ (ص ۱۳، ۱۴)

۳: صاحب شرور الموسوم عبدالجبار سلفی بالکل ہی جاہل نو مولود محقق ہے صاحب شرور نے کتاب شرور کے نام سے لے کر اختتام تک اپنی جہالت حماقت اور چھوکرے پن کا خوب اظہار فرمایا ہے۔ (ص ۱۵)

۴: جو کچھ نا قابل ذکر بدتہذیبی اور گالم گلوچ تھے وہ ہم نے ماسٹر اوکاڑوی کی روح کو بطور ایصال عذاب بخش دیئے ہیں۔ (ص ۱۷)

۵: جو بکواس بازی کی گئی ہم تمام بکواس بازی اور گالیاں قاضی مظہر حسین چکوالی کی روح کو بطور عذاب ایصال کرتے ہیں۔

۶: صاحب شرور جیسے مادر پدر آزاد اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اولیاء اللہ پر تبرا بازی کر کے اور جھوٹ بول کر جاہلوں سے کرایہ وصول کرنے کے چکر میں طوقِ لعنت گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں۔ (۳۲)

۷: جناب نومولود لاہوری ہیرا آپ کو ذرہ بھی غیرت نہیں آئی (ص ۳۷)

۸: آپ نے چند ٹکوں پر اپنی جسم فروشی کی ہے۔ (ص ۳۸)

۹: صاحب شرور ''ہیرامنڈی'' کی مٹھائی سمجھ کر ہڑپ کر گیا اور ڈکار تک بھی نہیں لی۔ یہ مجہول النسب صاحب شرور کیا ہانک رہا ہے۔ (ص ۴۲)

۱۰: صاحب شرور کو شاید اپنی بدبختی سے توبہ کی توفیق ہوتی ہو۔ (ص ۴۴)

۱۱:　جو بات بھی ہانکتے ہیں گدھے کی لات کی طرح ہوتی ہے۔(۴۶)

۱۲:　صاحب شرور نے جھوٹ بولنے میں محرف کھروڑی (یعنی مولانا منیر احمد صاحب) جیسے کذابوں کے کان کتر ڈالے ہیں۔(ص ۴۸)

۱۳:　اجہل الناس اور خناس صاحب شرور کی ہٹ دھرمی اور کمینگی کا اندازہ فرمائیں۔(۴۹)

۱۴:　سطح زمین پر بڑے بڑے ڈھیٹ اور کذاب بستے ہوں گے لیکن ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ صاحب شرور جیسے کذاب اعظم اور ڈھیٹ کی مثال ڈھونڈنا ناممکن ہے۔(۵۰)

۱۵:　کاش المسلک المنصور کا جواب دینے سے پہلے حمام میں جا کر اپنی زیارت کر لی ہوتی۔(ص ۵۰)

۱۶:　صاحب شرور نے انتہائی بدبودار جھوٹ بولا ہے۔جس کے تعفن سے کذاب ثانی اور محرف کھروڑی کے ہیضہ سے مرنے کا سخت خطرہ ہے۔(ص ۵۴)

۱۷:　آپ قیامت تک مل کر زور لگائیں اور مسٹر اوکاڑوی، پیر کرم الدین کی اولاد مظہر چکوالی کی روح سے استمداد بھی کر لیں۔(ص ۵۷)

۱۸:　صاحب شرور اس کے مقرظین ومقدمہ باز جہالت اور ضد میں اتنے بڑھ چکے ہیں کہ ابوجہل سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔(ص ۵۸)

۱۹:　ماسٹر اوکاڑوی کی روح بھی سقر میں تڑپ اٹھی ہوگی۔(ص ۶۳)

۲۰:　آپ کے کرایے کے وکیل مجہول نے اتنا زبردست فراڈ کیا ہے کہ اگر آپ حضرات میں شرم وحیاء کی رتی بھی موجود ہو تو کسی گٹر میں ڈوب کر کوچ فرما جائیں۔(ص ۶۳)

۲۱:　بدتہذیب مادر پدرآزاد صاحب شرور کو شرم کرنی چاہیئے ۔(ص ۶۴)

۲۲:　صاحب شرور نے اس مقام پر دجل، خباثت اور حرامکاری کا ثبوت دیا ہے۔(ص ۶۴)

۲۳:　جس طرح صاحب شرور نے اس مقام پر جنگلی چوہوں والا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔(ص ۶۶)

۲۴:　جہاں سے سفید ریش شیخ الحدیث کہروڑی بھاگ گئے وہاں بیچارہ یہ کھلونا ہیری لاہوری چھوکرا کیا جواب دے گا۔(۶۷)

۲۵:　صاحب شرور خر دماغ واقع ہوا ہے۔(ص ۶۹)

۲۶:　کہاں بیچارہ پی۔ایچ۔ڈی لندن اخباری ملا (یعنی علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب)(ص ۶۹)

۲۷:　صاحب شرور نے بدترین خباثت کرتے ہوئے علامہ سیالکوٹیؒ کی عبارت کے مفہوم میں اپنی طرف سے الفاظ گھسیڑ کر سبائی ذہنیت کا ثبوت دیا ہے۔(ص ۷۲)

۲۸:　صاحب شرور کو اپنے باپ کی پہچان میں تردد ہے۔(ص ۷۳)

۲۹:　صاحب شرور اپنی کرتوتوں کی وجہ سے جہالت کے ساتھ ساتھ نسیان کا بھی لاعلاج مریض بن چکا ہے۔(ص ۷۴)

۳۰:　صاحب شرور نے ذریت ماسٹر اوکاڑوی۔۔۔۔۔۔کی رگڑ کر ناک کاٹ دی ہے۔(ص ۷۷)

۳۱:　جناب محمدی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔ایسا دعویٰ کرنے سے کچھ شرم آنی چاہیئے۔اور اگر اپنی شرم نہ ہو تو سلفی صاحب سے مانگ کر گزارہ

کر لیتے۔ (ص ۷۷)

۳۲:　　صاحب شرور صاحب! آپ کا ورود منحوس بہت لیٹ ہوا ہے۔۔۔۔ آپ نے اتنا لیٹ جنم لے کر بہت بڑا نقصان کر دیا ہے۔ (ص ۷۵)

۳۳:　　ہمیں تو یقین ہے کہ تمام واہیاتیوں کے روح اور جسم دونوں کو عذاب دیا جائے گا۔ (ص ۷۹)

۳۴:　　دجل، کذب، ڈھٹائی اور بے حیائی کے اگر سینگ ہوتے تو صاحب شرور کم از کم بارہ سنگھا ضرور ہوتا۔ (ص ۸۰)

۳۵:　　ہم نے ڈھیٹ و بے حیاء لوگ دنیا میں بہت دیکھے ہیں لیکن صاحب شرور اور اس کے مقرظین و مقدمہ باز جیسا اور کوئی نہیں دیکھا۔ (ص ۸۱)

۳۶:　　صاحب شرور ہم آپ کی فنکاری اور گلوکاری کو داد دیتے ہیں۔ (ص ۸۲)

۳۷:　　ماسٹر اوکاڑوی کا پروردہ ٹولہ سرتاپا فسادی، بددیانت، بدخواہ، بدنیت، کم حوصلہ، بزدل اور شرارتی ہے۔ (۸۷)

۳۸:　　صاحب شرور کو ہمدردانہ مشورہ ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ان دغابازوں سے دور رہیں۔ کیونکہ بعض اوقات بچپن کی غلطیاں جوانی کے لئے لرزش ثابت ہوتی ہیں۔ (ص ۹۰)

۳۹:　　تمام حوارین ماسٹر اوکاڑوی سے گذارش ہے کہ سر میں مٹی ڈال کر اور ماتمی لباس پہن کر اور صاحب شرور کو دُلدُل بنا کر سینہ کوبی کرتے ہوئے حضرت اوکاڑوی کی قبر پرنورات کے لئے تشریف لے جائیں۔ (ص ۹۵)

۴۰:　　شاید آپ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اہل سنت وہی لوگ ہیں جو مظہری

ٹانگے پر بیٹھنے والے ہیں۔ (ص ۱۰۰)

۴۱: صاحب شرور یہ باور کرانے پر تلا ہوا ہے کہ اہل سنت والجماعۃ صرف وہی چند گنجیاں ہیں جو ماسٹر اوکاڑوی کے ٹانگے پر سوار ہونیوالی ہیں۔ (ص ۱۰۴)

۴۲: صاحب شرور دیگر غالی واہیاتیوں کی طرح خوف خدا، فکر آخرت اا مخلوق خدا سے شرم میں بالکل بے نیاز ہو چکا ہے اور ٹھیکہ لیا ہے مخلوق خدا کو دھوکہ دے کراا ان کی راہ مار کر اپنے ظالم تنور میں ایندھن ڈالنا ہے۔ (ص ۱۰۷)

۴۳: ماسٹر اوکاڑوی کے تمام چیلے دغابازی، فریب اور تحریف میں ایۓ ماسٹر ہیں کہ شیطنت بھی سر پیٹ کر رہ جائے۔ (ص ۱۰۷)

۴۴: ہم اعتراف کرتے ہیں کہ تمام کذابوں، فراڈیوں اور ڈھیٹوں ۓ صاحبِ شرور کا نمبر اول ہے۔ (ص ۱۰۹)

۴۵: صاحبِ شرور کے داداجی مرزا غلام احمد قادیانی الخ (ص ۱۱۲)

۴۶: اگر عبداللہ بن ابی جیسا کٹر منافق اور عبداللہ بن سبا جیسا تقیہ یہودی بھی زندہ ہوتے تو اپنے روحانی بیٹے صاحب شرور کو چوم لیتے۔ (ص ۱۱۲)

۴۷: مولوی عبدالحق خان بشیر پرلے درجے کے کذاب آدمی ہیں۔ (ص ۵)

۴۸: صاحب شرور نے انتہائی بے حیائی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر۔ ہوئے مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اور ماسٹر اوکاڑوی کے حوالہ جات ہڑپ کر گئے سیاہ بخت اپنا نامہ اعمال مزید سیاہ کرتے ہوئے قاضی صاحب موصوف کے قیاس فاسد استدلال مردود کی حمایت میں سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ تف ہے اس ذہنیت خبیثہ پر۔ (ص ۴)

۴۹: یزید جتنا بڑا فاسق اور فاجر بھی ہو، صاحب شرور لاہوری اور ۔۔۔۔۔ ماسٹر اوکاڑوی وغیرہ سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ (ص ۱۴۲)

۵۰: ہماری قسمت میں خدمت دین آئی اور صاحب شرور کی قسمت میں بھونکنا لکھ دیا۔ (ص ۱۴۵)

۵۱: صاحب شرور نے بزمی شریروں سے کرایہ وصول کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ (ص ۱۵۸)

۵۲: کاش کہ صاحبِ شرور جاہلانہ چیلنج کر کے ذریت اوکاڑوی کا منہ کالا نہ کرتا۔ (ص ۱۵۹)

۵۳: صاحبِ شرور میں اگر ذرہ بھر غیرت ہوتو بکواس بازی کذب بیانی، بہتان تراشی سے توبہ کر کے امت مرحومہ پر رحم فرمائیں۔ (ص ۱۶۱)

۵۴: یہ تو ہے اس حضرت کا حال جو بے وقوف، مچھندر، بے حجامتا المسالک المنصور کا جواب لکھنے بیٹھ گیا۔ (ص ۱۶۲)

۵۵: صاحبِ شرور نے بکواس بازی کر کے مورچہ فتح کرنے کی ناکام کوشش کی۔ (ص ۱۶۴)

۵۶: صاحبِ شرور کچھ شرم فرمایئے اور ایسے فراڈ کرنے سے باز رہیں۔ (ص ۲۰۰)

۵۷: صاحب مقدمہ (مولانا اسماعیل محمدی) کو کم از کم شرم آنی چاہیئے اور بے تکے جھوٹ نہیں ہانکنے چاہئیں۔ (ص ۲۱۴)

۵۸: آپ کے رافضیانہ پن سے اکابرین امت میں کوئی محفوظ نہیں۔ (۲۱۵)

۵۹ مقدمہ باز محمدی نے اپنی جہالت، بدبختی اور خباثت کی حد کرتے ہوئے اپنی یہودیت کا ثبوت دیتے ہوئے الخ (ص ۲۱۶)

فیصلہ عوام کی عدالت میں:

ارباب علم ودانش!

آپ نہ صرف ہماری کتاب تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین بلکہ جملہ لٹریچر کو سامنے رکھیں اور پھر مماتی ہزلیات پر مشتمل کتاب الفتح المبین پڑھ کر دیکھیں اور پھر فیصلہ صادر فرمائیں کہ دلائل و براہین پر یقین کون رکھتا ہے اور بازاری و بے ہودہ زبان کس کا شیوہ ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صاحب مکائد کا پہلا اور بڑا دھوکہ:

صاحب مکائد مولوی خضر حیات نے اپنے جس شاگرد ناہنجار کے نام سے کتاب لکھی ہے اس کا مکمل نام ٹائیٹل پر یوں دیا گیا ہے "حافظ احمد عبداللہ سنی حنفی دیوبندی حسینی"

صاحب مکائد سُنی نہیں:

اس لئے کہ اہل السنّت والجماعت کے مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک عالم کی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کیا جاسکتا جو حیات النبی ﷺ کا قائل نہ ہو اور صاحب مکائد کی طرح منکر ہو۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم فرماتے ہیں "وبالجملته فان هذه الاحاديث مع حديث الباب تدل على كان الانبياء احياء بعد وفاتهم وهو من عقائد جمهور اهل السنته والجماعته" (تکملہ فتح الملہم جلد ۵ ص ۳۰)

ترجمہ! قصہ مختصر مذکورہ بالا حدیثیں مع حدیث الباب کے دلالت کرتی ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور یہ بات اہل سنت والجماعت کے عقائد میں

سے ہے۔لہٰذا صاحب مکائد کا خودکو یا کسی بھی مماتی کا خودکو سنی کہلوانا نرا دھوکہ ہے۔

صاحب مکائد حنفی نہیں ہے:

فقہاء وعلماء احناف میں سے کسی ایک کا عقیدہ یہ ہو کہ بعداز وفات حضرات انبیاء علیہم السلام کو برزخ میں روح مع الجسد کے حیات حاصل نہیں ہوتی اور حضور علیہ السلام روضۂ اطہر پر پڑھے جانیوالے صلوٰۃ وسلام کو سماعت نہیں کرتے۔تو حوالہ پیش کیا جائے۔اگر پیش نہیں کیا جا سکتا اور یقیناً نہیں کیا جا سکتا تو صاحب مکائد یا دیگر مماتیوں کا خودکو حنفی کہلوانا بھی دھوکہ ہے۔

صاحب مکائد دیوبندی بھی نہیں ہے:

اکابرین دیوبند میں کسی ایک عالم کا حوالہ مماتی اپنے عقیدے کے اثبات پر بطور دلیل پیش کرنا چاہیں تو قیامت تک نہیں کر سکتے۔بلکہ دارالعلوم دیوبند سے تو ان سے لاتعلقی کے کئی فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔اور پاکستان کے علماء دیوبند نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے اثبات میں اور مماتیوں کی تردید میں کئی کتب لکھ کر ان کا ناطقہ بند کیا ہے۔لہٰذا صاحب مکائد کا خودکو دیوبندی کہلوانا سینہ زوری اور بددیانتی کی بدترین مثال ہے۔

صاحب مکائد حسینی نہیں ہے:

مماتی جماعت کے لوگ یزید پلید کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور امام عالی مقام سیدنا حسینؓ کی شان گھٹاتے ہیں۔مولوی عطاء اللہ بندیالوی کی ''واقعہ کربلا کا پس منظر'' اور نیلوی شاہ صاحب کی ''شہداء ومظلوم کربلا'' کتابیں آج بھی گواہ ہیں۔لہٰذا صاحب مکائد کا خودکو حسینی کہنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی بدزبان شیعہ اپنے نام کے ساتھ صدیقی، فاروقی یا عثمانی لکھے۔لہٰذا صاحب مکائد کا خودکو حسینی کہلوانا بھی بہت بڑا دجل

اور جھوٹ ہے۔

صاحب مکائد کو کیا مجبوری پیش آئی:

ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تعویذ المسلمین میں ٹھوس دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ مماتی نہ سنی ہیں نہ حنفی، نہ دیوبندی ہیں اور نہ حسینی۔ اب یہ اپنے دامن سے داغ دھبے صاف کرنے کے لئے دہائیاں دے رہے ہیں کہ دیکھو لوگو ہم، سنی ہیں، حنفی ہیں، دیوبندی ہیں اور حسینی ہیں۔ لیکن اس واویلے سے اب قوم تمہاری تلبیسات کا شکار بالکل نہیں ہوگی۔

صاحب مکائد کی ہرزہ سرائی:

صاحب مکائد رقمطراز ہیں۔

بہر حال غالی صاحبان اپنی درد بھری آہیں اور سسکیاں اور دکھ بھری فریادیں لے کر مارے مارے اس تلاش میں پھرتے رہے کہ ہائے کاش! کوئی ہمارے جیسا شرم و حیا سے عاری دین و مذہب کا بیوپاری، خوفِ خدا سے بے نیاز، جھوٹ فریب دفراڈ میں نڈر، تحریف و تلبیسات میں بیباک، غیرت حق سے محروم، بددیانتی وقطع و برید میں ماہر، مذہبی بہروپیا ہوتا جو قرآن وسنت کے دلائل و براہین کے مقابلہ میں سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا اور کچھ نہ کچھ کسی طرح اوراق سیاہ کر دیتا تا کہ ہم عوام کو دھوکہ دے سکتے کہ لو جی! ہم نے دلائل قرآن وسنت پر مشتمل کتاب المسلک المنصور کا جواب لکھوا مارا ہے۔ آخر کار تلاش بسیار کے بعد غالیوں کی یہ فریاد تلہ گنگ سے ٹمن، ٹمن سے کہروڑ پکا، کہروڑ پکا سے اوکاڑہ اور اوکاڑہ سے ہوتی ہوئی ہیرا منڈی لاہور کے ایک ہیرو کے کانوں سے جا ٹکرائی۔ جس میں غالی صاحبان کی مطلوبہ صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ آخر موصوف کی رہائش لاہور میں ہے اور مشہور ہے کہ لاہور لاہور ہے۔ الخ۔

نیز صاحب مکائد اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵ پر لکھتے ہیں'' صاحب شرور الموسوم عبدالجبار سلفی بالکل ہی جاہل و مجہول محقق ہے۔جس کی علمی پوزیشن کذاب ثامنی کے برابر معلوم ہوتی ہے۔صاحب شرور نے کتاب شرور کے نام سے لے اختتام تک اپنی جہالت حماقت اور چھوکرے پن کا خوب اظہار کیا ہے۔رسلیہ شرور میں جی بھر کر اپنی بازاری زبان اور گالیاں بک بک کر اپنے نسب کو مشکوک ٹھہرایا ہے۔

الجواب بعون اللہ الوہاب :

صاحب مکائد نے لاہور کے اس مخصوص مقام کا نہ یا ہے جس کو ایک شریف اور مہذب آدمی زبان پر لانا تو کجا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پھر تعجب ہے کہ صاحب مکائد کو لاہور میں امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت علی بخش ہجویریؒ سمیت اولیاء کرام کے مراکز، دینی مدارس اور صوفیائے کرام کی پر رونق اور روح پرور محافل تو نظر نہ آئیں۔نظر وہاں پڑی جہاں رات دن شیطنت دندناتی ہے۔جہاں سر عام خدا کے غضب کو دعوت دی جاتی ہے۔صاحب مکائد کو سوائے اس کے لاہور میں اور کچھ نظر نہ آیا۔مثل مشہور ہے گندی مکھی گند پر ہی بیٹھتی ہے۔

دراصل صاحب مکائد تعویذ المسلمین میں اپنے لایعنی بزعم خود دلائل کے پرخچے اڑتے دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے ہیں اس لئے واہی تباہی (اول،فول) بکنے پر مجبور ہیں۔ ثانیاً۔صاحب مکائد کا یہ کہنا کہ''ہم نے تعویذ المسلمین میں بازاری زبان استعمال کی ہے'' اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ قریب ہے آسمان کا شامیانہ پھٹ پڑے اور فرش زمین پانی میں جنس جائے۔ایسے پاجیانہ فقرے کس کر اہل حق کے دلائل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوگا۔

باقی مشکوک نسب کس کا ٹھہرا؟ یہ تو ملتان کی دھرتی گواہ ہے جب جامعہ خیر المدارس کے سالانہ جلسے میں سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کی موجودگی میں اکابر دیوبند

کی بھری جماعت نے مماتیوں کے نسب کو مشکوک قرار دیا۔ اور جیسے ابو جہل نے سیدنا صدیق اکبرؓ کی بیٹی کے چہرے پر تھپڑ مارا تھا ایسے ہی شاہ صاحب نے مجاہد ختم نبوت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے منہ پر تھپڑ مار کر خود کو ہیرو قرار دیا تھا۔

قارئین کرام! یہ بھی نیرنگیٔ روزگار کا شاہکار ہے کہ گدا بھی شاہوں کے سامنے اپنی بڑائی کی بڑھ ہانکتے ہیں۔

صاحب مکائد کی حماقت یا صاحب تعویذ المسلمین کی؟:

صاحب مکائد لکھتے ہیں ''المسلک المنصور ص ۵۱، ۵۲ پر سورۂ زمر کی آیت اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا الخ پیش کی گئی اور تین طرح استدلال کیا گیا ہے کہ جس پر موت آجائے قیامت تک اس کی روح بدن میں واپس نہیں آسکتی۔ اس پر بیس اکابر مفسرین اہل سنت کے حوالہ جات ذکر کئے گئے ہیں۔ لیکن صاحب شرور نے کسی ایک حوالہ کا جواب ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کسی استدلال کا جواب دینے کی جرأت کر سکا البتہ اپنی جہالت کا ثبوت دینے کے لئے مردے کو نیند والے پر قیاس کر کے اپنے بقول حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ الخ۔

الجواب و باللہ التوفیق للصواب:

''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین کے صفحہ نمبر ۴۹ سے لے کر ص ۵۲ تک اس آیت کے متعلق بحث موجود ہے۔ مگر صاحب مکائد پر تعویذ المسلمین کا ایسا بھوت سوار ہے کہ انہیں یہ بحث نظر ہی نہیں آئی اور اگر آئی ہے تو اس میں صرف حماقتیں اور جہالتیں نظر آئی ہیں۔ ہم نے تعویذ المسلمین میں آیت ''اللّٰہ یتوفی الانفس'' پر بحث کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس آیت میں روح کا بدن کی طرف نہ آنے پر استدلال معتزلہ کا ہے اہل سنت والجماعت میں سے کسی کا نہیں۔ اس پر صاحب مکائد ہم سے خاصے خفا ہوئے چنانچہ لکھتے ہیں ''تو ان بیس مفسرین کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا جن کے حوالہ جات المسلک المنصور

ہیں اس آیت سے استدلال کے ضمن میں موجود ہیں۔ کیا آپ کے اس نسوانی فتویٰ کے مطابق سب کے سب مفسرین معتزلہ کے نقش قدم پر تھے۔ بلفظہ (الفتح المبین ص ۱۰۰)

جناب من! بیس مفسرین میں سے کوئی ایک بھی آپ کا ہمنوا نہیں ہے۔ اگرچہ اس پر بحث قبل ازیں تعویذ المسلمین میں ہو چکی ہے۔ لیکن تاحال صاحب مکائد کے پیٹ میں کھجلی باقی ہے۔ اس لئے ہم اس پر قدرے مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ پہلے آیت اور ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۔ الی آخرہ

(سورۃ الزمر پارہ ۲۴ آیت نمبر ۴۲)

ترجمہ: اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو اُن کے مرنے کا، اور جو نہیں مریں اُن کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے۔ اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدۂ مقررہ تک۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

قارئین کرام! یہ آیت بتا رہی ہے کہ دو اوقات میں روح قبض ہو جاتی ہے۔ (۱) بوقت موت (۲) بوقت نیند۔ نیند کے وقت روح جسم سے باہر رہتی ہے، اندر نہیں، تاہم روح کا تعلق جسم کے ساتھ رہتا ہے اب رہا یہ سوال کہ نیند میں روح ہوتی کہاں ہے؟ اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں اور موت کے بعد روح کہاں ہے؟ اس کا جواب بھی اس آیت میں نہیں ہے۔ فقط اتنا تذکرہ ہے کہ موت کے وقت روح نکل جاتی ہے۔ جس طرح قرآن مجید کی آیت "اقیمو الصلوۃ" میں نماز کا ذکر ہے، تعداد رکعت کا ذکر نہیں۔ رکعتوں کا ذکر ہم حدیث رسول ﷺ سے لیتے ہیں۔ تو نیند میں روح کہاں جاتی ہے اس کا ذکر بھی حدیث سے دریافت کرتے ہیں۔

احادیث میں مختلف مقامات کا ذکر ہے چونکہ روح ایک جگہ قید نہیں رہتی ۔ روایات میں آتا ہے کہ مومن کی روح کو عرش کے نیچے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اب جسم فرش پر ہے اور روح عرش کے نیچے سجدہ کر رہی ہے اور درمیان میں فاصلہ کتنا ہے؟ اتنے طویل فاصلے سے روح کا جسم سے تعلق ہوتا ہے۔ اگر ہم سوئے ہوئے کو بیدار کریں تو روح لوٹنے میں ایام یا گھنٹے نہیں لگتے بلکہ ایک سیکنڈ میں روح لوٹ آتی ہے۔ بات تو صرف اتنی ہے کہ امساک کا تعلق اُسی جہان سے ہے جس جہان سے ارسال کا تعلق ہے۔ نیند کے بعد روح اسی دنیا میں واپس آتی ہے اور موت کے بعد روح واپس اس دنیا میں نہیں آتی ۔ یہاں سے یہ استدلال کرنا کہ قبر میں اعادۂ روح نہیں ہوتا، نری اختراع ہے اور مماتیوں کا فریب ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ روح قبر میں آتی ہے۔

اعادۂ روح:

مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں " مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول کریم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں ۔ رہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کو یہ عذاب وثواب نظر نہیں آتے سو اس کے تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی ۔ جنات اور فرشتے بھی کسی کو نظر نہیں آتے مگر موجود ہیں، ہوا نظر نہیں آتی مگر موجود ہے۔ الخ (تفسیر معارف القرآن جلد پنجم ص ۲۴۸)

آیت يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ کے

تحت بخاری شریف میں ہے۔

ان النبی ﷺ اذا سُئل فی القبر یشهد ان لآ اله و ان محمد رسول الله فذلك قوله یثبت الله الذین الخ (بخاری جلد۲ص ۶۸۲)

اور اسی قسم کی روایت بخاری جلد۲ص ۱۸۳ پر بھی ہے۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴ پر ہے ''نَزَلَتْ فی عذاب القبر''۔ جلالین ص ۲۰۸ پر ہے ''اي فی القبر لما یسئلهم الملکان''۔ مظاہر حق جلد۱ص ۱۸۱ میں ہے ''عالم برزخ میں جب قبر کے اندر ان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ ٹھیک ٹھیک جواب دیتے ہیں''۔ تفسیر کشف الرحمٰن جلد۱ص ۴۱۳ میں ہے ''کلمۂ توحید کی برکت سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا میں ثبات عطا کرتا ہے اور قبر میں بھی''۔ خزائن العرفان ص ۳۱۱ میں مولوی نعیم الدین مرادآبادی نے لکھا ہے ''یعنی قبر میں کہ اول منازل آخرت ہے''۔ حتیٰ کہ موجودہ دور کے مشہور شیعہ عالم طالب جوہری رقمطراز ہیں ''عالم برزخ میں انسان زندہ رہتا ہے''۔ (تفسیر احسن الحدیث جلد۲ص ۲۷۳) اور مولانا سید نیلوی شاہ صاحب نے بھی اعتراف کیا ہے ''تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ قبر یعنی عالم برزخ میں میت کی طرف حیات اور زندگی واپس آجاتی ہے''۔ (ندائے حق جلد۱ص ۱۸۴)

فقہ اکبر کی عبارت میں ابہام نہیں:

ہم نے اپنی کتاب تعویذ المسلمین میں کہا تھا کہ منکرین جو فقہ اکبر کو امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف نہیں مانتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ الفقہ الاکبر میں یہ عبارت ہے ''اعادة الروح الی الجسده فی قبره حق'' یعنی قبر میں روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا برحق ہے''۔ اس پر صاحب مکائد یوں حاشیہ آرائی کرتے ہیں ''عرض ہے کہ صاحب شرور کا یہ نرا احمقانہ اور ابلیسی واویلا ہے کیونکہ اگر بفرض غلط فقہ اکبر کو امام صاحبؒ کی کتاب تسلیم بھی کر لیا جائے تو صاحب شرور کو یہ عبارت قطعاً مفید نہیں ہے۔ اس عبارت میں ''اعادة الروح والجسد''

والا جملہ مبہم ہے۔ اس سے اعادہ کامل مراد ہے یا ناقص؟ اور قبر سے مراد عرفی ہے یا شرعی؟
وغیرہ وغیرہ الخ (الفتح المبین ص ۱۰۵)

الجواب واللہ المعین علی الصواب :

"اعادۃ الروح الی الجسد" کو مبہم قرار دے کر صاحب مکائد میدان سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ صاحب مکائد کو جو ابہام نظر آیا وہ یہ کہ یہاں اعادہ کامل مراد ہے یا ناقص؟ اور قبر سے مراد قبر عرفی ہے یا قبر شرعی؟ اس کا جواب تو ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔ سر دست وکیل احناف ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) کا "اعادہ روح" کے متعلق ارشاد ملاحظہ ہو۔

" واعادۃ الروح ای ردّھا او تعلقھا الی العبد ای جسدہ بجمیع اجزائہ او ببعضھا مجمتعتہ او متفرقۃ فی قبرہ حق " (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۰)

ترجمہ: اور اعادۂ روح یعنی مکمل طور پر اس کا رد کرنا یا تعلق انسان کے جسم کی طرف تمام اجزاء بدن میں یا بعض میں، عام اس سے کہ اجزاء مجتمع ہوں یا بکھرے ہوئے، (روح کا لوٹنا) قبر میں حق ہے۔

اور مزید لکھتے ہیں "واعلم ان اھل الحق اتفقوا علیٰ ان اللّٰہ یخلق فی المیّت نوع حیٰوۃ فی القبر الخ "۔ جان لے کہ اہل حق اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ میت میں ایک قسم کی حیات پیدا کرتے ہیں۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ مماتیوں کے ادلّہ اتنے کمزور ہیں کہ خانۂ عنکبوت بھی ان سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ پوری امت کے اتفاقی مسائل کے سامنے کم سوادی کا مظاہرہ کرنا مماتیوں کی کھلی نادانی ہے۔ باقی صاحبِ مکائد کا یہ کہنا کہ روح کا اعادہ کامل ہوتا ہے یا ناقص؟ سو اس کا جواب بھی ملا علی القاری حنفیؒ سے لیتے ہیں۔ آپؒ نے شرح فقہ اکبر

میں لکھا ہے کہ "والمنقول عن ابی حنیفۃ التوقف "امام ابوحنیفہؒ سے یہاں توقف منقول ہے۔ امام صاحبؒ کا توقف اس میں ہے کہ آیا روح پورے بدن میں آتی ہے یا بعض حصہ میں؟ چنانچہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں "ولعل توقف الامام فی الاعادۃ متعلق بجزء البدن "حضرت امام صاحبؒ کا جو توقف منقول ہے وہ اس میں نہیں کہ قبر میں میت کو زندگی ملتی ہے یا نہیں؟ وہ اس میں ہے کہ حیات پورے بدن میں لوٹائی جاتی ہے یا بعض میں؟ پھر یوں جواب ارشاد فرماتے ہیں "تعاد روحہ فی جسدہ ظاھر الحدیث ان عود الروح الی جمیع اجزاء البدن فلا التفات الی قول البعض بان العود انما یکون الی البعض "الخ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ا ص ۱۹۸)

ترجمہ: میت کی روح اس کے جسد کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اس حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ یہ عودِ روح جمیع اجزائے بدن کی طرف ہوتا ہے۔ سو ان چند لوگوں کی بات کی طرف دھیان نہ کیا جائے۔ جو روح کا بعض بدن کی طرف لوٹنا مانتے ہیں۔

(بحوالہ مدارک الاذکیا ص ۱۸۶)

روح کا بدن میں کامل لوٹنا:

ملا علی قاریؒ مزید فرماتے ہیں "حتیٰ یرجعہ اللّٰہ فی جسدہ ای یرد الیہ کاملاً فی بدنہٖ "الخ۔ (مرقات جلد ۴ ص ۲۵)

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح اس کے جسد میں پھر سے لے آئے اس سے مراد روح کا کامل طور پر بدن میں لوٹنا ہے۔

صاحب مکائد اور دیگر مماتیوں کو اب تسلی ہو جانی چاہیئے۔ مگر ضد اور عناد کی پٹیاں دل و دماغ سے اتار کر۔ اسلاف نے وضاحت فرما دی ہے کہ روح کا لوٹنا ناقص نہیں بلکہ کامل ہوتا ہے۔ یہ اسی اشکال کا جواب ہے جو صاحب مکائد کے پیٹ میں انگڑائی لے رہا

تھا۔ باقی حیات حسی سے مراد اگر آپ یہ لے رہے ہیں کہ دنیاوی زندگی کی طرح جسم نشوونما پاتا ہے یا عبادت کا مکلف ہوتا ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ مراد صرف یہ ہے کہ راحت کا احساس بھی پورا پورا ہوتا ہے اور عذاب کا بھی۔ چونکہ اعادۂ روح کامل ہوتا ہے نہ کہ ناقص۔

صاحب مکائد کا چیلنج:

صاحب مکائد نے ص ۱۰۵ پر حسب عادت چیلنج دیا ہے کہ فقہ اکبر سے ثابت کردیجئے کہ اعادہ روح کامل ہوتا ہے اور حیات حسی پیدا ہوتی ہے تو ہم آپ کا ماتھا چوم لیں گے۔ لیکن یاد رکھیں آپ اپنے اگلوں پچھلوں کو جمع کر کے ایسا صریح حوالہ پیش نہیں کر سکتے۔ بلفظہٖ۔ گذشتہ سطور میں ثابت ہو چکا ہے اور تعویذ المسلمین میں بھی اس پر بحث ہو چکی ہے۔ باقی ہمارے ماتھے سے آپ اپنا منہ مبارک دور ہی رکھیئے۔ ہم محروم ہی بھلے۔ جہلاء وحمقاء کی طرح ایسے چیلنج کرنا اہل علم کا وطیرہ نہیں۔ چیلنج بازی کا یہ سبق اصل میں گجرات سے مماتیوں کو ملا ہوا ہے۔ شاہ صاحب ساری زندگی چیلنج دیتے رہے۔ وہ الگ بات ہے کہ اہل حق کے سامنے آنے کی جرأت ساری زندگی نہ ہوئی۔ خصوصاً حضرت اوکاڑویؒ نے تو خوب عمامے کی برتری کو روندا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک صاحب مکائد جیسے بدتمیز اور بداخلاق بعد از وفات حضرتؒ کے متعلق ایسے گھٹیا الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ خود شرم وحیاء سر پیٹ کر رہ جائے۔ مگر ایسی حرکات سے حضرت اوکاڑویؒ کا کچھ بگڑتا ہے اور نہ ہی ہم خدام کا۔ البتہ ذوق سلیم اور طبع مستقیم رکھنے والے بخوبی جان گئے ہیں کہ صاحب مکائد جیسے لوگ کس بازار کے آدمی ہیں۔

قبر شرعی اور عرفی:

مماتی مخترعین نے قبریں بھی دو تجویز کر رکھی ہیں نمبر ا شرعی نمبر ۲ عرفی۔ علماء حق اہل سنت والجماعت کے نزدیک زمین کے اس حصہ کو قبر کہا جاتا ہے جس میں مردہ انسان کو دفن کیا

جاتا ہے۔ میت کے مدفن یعنی جائے دفن کو قبر کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور کتب لغات میں بھی قبر مدفن کو کہا گیا ہے۔ اور یہی قبر کا شرعی، لغوی اور عرفی مفہوم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو منافق کی قبر پر کھڑا ہونے سے روکا گیا۔ ولا تقم علی قبرہ۔ حضرت مولانا ماسٹر غلام اللہ خانؒ (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی) فرماتے ہیں "اگر ان منافقین میں سے کوئی مرجائے تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوکر اس کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ (جواہر القرآن جلد ۲ ص ۴۴۹) (نغمہ توحید ص ۲۷ جلد ۳ شمارہ نمبر ۷)

مولانا احمد سعید بھی لکھتے ہیں "آنحضرت ﷺ کی عادت یہ تھی کہ مومنین کی قبر پر کھڑے ہوکر دعا واستغفار وغیرہ کے لئے توقف فرماتے تھے۔ (رق منشور ص ۵۱)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کونسی قبر پر کھڑے ہوکر دعا واستغفار کرتے تھے۔ زمین والی قبر پر یا اعلیٰ علیین پر؟ اور آپ کو کن قبور پر کھڑے ہونے سے روکا گیا۔ زمینی قبر پر یا اعلیٰ علیین پر؟ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جب دفن میت سے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر فرماتے، استغفرو لاخیکم۔ یعنی اپنے بھائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔ یہ الفاظ آپ ﷺ کون سی قبر پر کھڑے ہوکر فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کا قبر پر ٹہنی رکھنا:

عَنْ ابْنِ عباسؓ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّ بَان وَمَا يُعَذِّبَانِ فِي كبير اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبول وَاَمَّا لآخرُ فَكان يَمْشِي باالنَّمِيمَتهِ ثُمَّ اَخَذَ جَدِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِصُفَين۔ فَغرزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ واحِدة قَالُوا يَارَسُولَ اللّٰه لِمَ فَعَلْتَ هٰذا؟ قَالَ لَعَلَّه يُخَفَّفُ عَنْهُمَا ما لَمْ يَيْبسا۔

(بخاری جلد اول ص ۳۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے

آپ ﷺ نے فرمایا دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور بڑے گناہوں میں عذاب نہیں ہو رہا۔ ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک گیلی ٹہنی لی۔ اسے چیر کر آدھا حصہ ایک قبر پر گاڑ ھ دیا اور آدھا دوسری پر۔ لوگوں نے پوچھایا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا شاید جب تک ٹہنیاں گیلیاں رہیں ان پر عذاب ہلکا ہو سکے۔

قارئین کرام!

یہی حدیث صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم جلد اول ص ۱۴۱ سطر اول پر بھی آرہی ہے۔

اب ہم صاحب مکائداور دیگر مماتیوں سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ٹہنی عرفی قبر پر رکھی تھی یا شرعی قبر پر؟ سجین میں رکھی تھی یا زمینی قبر پر؟ مماتی لوگ پورے ذخیرۂ احادیث میں اس قبر کی نفی اور اُس قبر کے اثبات پر ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکتے۔

آنحضرت ﷺ نے ٹہنیاں زمینی قبروں پر رکھیں کیونکہ عذاب زمینی قبر میں ہو رہا تھا۔ اب رہا معاملہ برزخ کا تو ہم ان زمینی گڑھوں کو برزخ سے بے تعلق نہیں کہہ سکتے۔ قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کی غرض سے جن اکابر نے برزخ کا کثرت سے استعمال کیا ہے ان کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ زمینی گڑھا قبر نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے انتہائی عام فہم گفتگو کرتے ہوئے تعویذ المسلمین میں وضاحت کی تھی کہ برزخ ظرف زمان ہے اور قبر ظرف مکان ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں لیکن مماتی دوستوں کی عقلوں پر گرد و غبار کی ایسی تہہ جم چکی ہے کہ عام فہم باتیں بھی انکی سمجھ میں نہیں آتیں۔ مماتی کہتے ہیں کہ عذاب روح کو ہوتا ہے۔ اگر جسم مانتے بھی ہیں تو عنصری نہیں بلکہ مثالی کا لاحقہ لگاتے ہیں۔ اور یہی عذاب قبر کا انکار ہے۔ صحیح مسلم ص ۱۴۱ کے حاشیہ میں ہے۔ ”ففیہ اثبات عذاب القبر و ھو مذھب

اھل السنته و الجماعته خلافا للمعتزله ''ہم مماتیوں کو دورِ حاضر کے معتزلہ کہہ دیں تو ناراض ہوتے ہیں کہ صاحب ہم تو توحید و سنت کے پختہ اشاعتی ہیں۔ اہل السنتہ والجماعتہ کا مذہب تو بالکل صاف شفاف اور نکھرا ہوا ہے اور یہ احباب ریب و تشکیک کی پُر خار وادیوں میں وقفِ کرب و اضطراب، اور سرگرداں و حیراں پھر رہے ہیں۔ ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کہ مماتیوں کا قبر کو برزخ سے جدا کرنا نری حماقت ہے اور اکابرین کی عبارت کو نہ سمجھنے کی بیّن دلیل ہے۔ اسلاف کی عبارات میں قطعاً کوئی تضاد ہے نہ اختلاف، ابہام ہے اور نہ التباس۔ واضح عبارات ہیں۔ واللّٰہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم۔

فقہ اکبر امام صاحبؒ کی تصنیف ہے:

صاحب مکائد نے اپنی کتاب المسلک المنصور میں لکھا تھا کہ فقہ اکبر کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف غلط ہے۔ اس کا مدلل جواب ہم نے تعویذ المسلمین میں دیدیا۔ اور امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم کی تحقیقِ انیق پیش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ہمیں حضرت شیخ کی تحقیق پر بھرپور اعتماد ہے۔ صاحب مکائد نے سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک پوری قوت صرف کی ہے مگر تحقیقی جواب ایک بھی پیش نہ کرسکے۔ اور اپنی تائید میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبلی نعمانی ؒ اور علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ کو پیش کرتے ہیں کہ یہ حضرات بھی فقہ اکبر کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف غلط سمجھتے ہیں۔ سو اس کا جواب ملاحظہ ہو ''صاحب مکائد کا دعویٰ یہ ہے کہ فقہ اکبر امام صاحبؒ کی تصنیف ہی نہیں ہے''۔ جبکہ علامہ فرہارویؒ فرماتے ہیں کہ اس کی نسبت محل نظر ہے۔ بالکل غلط قرار دینے والا محل نظر کہنے والے کو کس طرح اپنی دلیل میں پیش کر رہا ہے۔ دوسرا حوالہ فیض الباری کا دیتے ہیں۔ بھلا ہو صاحب مکائد کا کہ وہ فیض الباری کو تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حضرت کشمیریؒ کی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ یہ العرف الشذی کی طرح

املائی تقریر ہے۔ لہٰذا پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ علامہ کشمیریؒ کا قول ہے۔ یہ املائی تقریریں ان کے شاگردوں نے ان کی وفات کے بعد شائع کی ہیں۔ اور ناقلین سے سننے یا نقل کرنے میں لغزش کا امکان ممکن ہے۔ مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے لکھا ہے کہ "فیض الباری میں نذر لغیر اللہ کے متعلق کچھ غلط لکھا ہے، احقر نے مولانا بدر عالم مرحوم کو جب وہ بہاولنگر میں تھے تو لکھا کہ اس کا تدارک کریں۔ انہوں نے وعدہ کیا مگر کر نہ سکے اور آج تک وہ غلطی باقی ہے الخ (الشہاب الثاقب ص ۸۴)

خود حضرت کشمیریؒ کے داماد مولانا احمد رضا بجنوریؒ نے "انوار الباری شرح صحیح بخاری" میں فیض الباری اور العرف الشذی کے بعض تسامحات کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ رہ گئے علامہ شبلی نعمانیؒ جن کو صاحب مکائد اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ شبلی صاحبؒ نے الفقہ الاکبر پر بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے "ہم نے اس بحث میں اپنی رائے اور قیاسات کو بہت دخل دیا ہے۔ لیکن تمام واقعات بھی لکھ دیئے ہیں۔ ناظرین کو ہم اپنی رائے کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے۔ (سیرۃ النعمان حصہ اول ص ۷۵)

اور سیرۃ النبی ﷺ میں جو علامہ شبلی نعمانیؒ کے تسامحات ہیں وہ بھی اہل علم سے کوئی ڈھکے چھپے نہیں۔ یقین نہ آئے تو حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی سیرۃ المصطفیٰ ﷺ پڑھ لیجئے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت کاندھلویؒ نے اس کے جواب میں لکھی ہے۔ بلکہ علامہ شبلیؒ کی بعض عبارات سے تو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی مطمئن نہ تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں "میرے سامنے یہ کتاب (سیرۃ النبی ﷺ) لائی گئی۔ کاغذ اس کا نہایت عمدہ اور قیمتی، خط نہایت نفیس و پر رونق، ظاہر تو اس کا ایسا اور اندر اس میں یہ خرافات بھری ہیں کہ نوحؑ میں ترحم نہ تھا۔ عیسیٰؑ میں سیاست نہ تھی۔ کس قدر بے ادبی کی انبیاء کی شان میں۔ (اشرف الجواب حصہ دوم ص ۱۶۳)

ہمارا مطالبہ:

حضرت ملا علی القاریؒ فقہ حنفی کے مایۂ ناز وکیل ہیں اور چوٹی کے عالم ہیں۔ انہوں نے فقہ اکبر کی شرح لکھی ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ملا علی القاریؒ کے پایہ کا کوئی ایسا عالم پیش کیا جائے جو فقہ اکبر کو امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں مانتا۔ جو نام صاحب مکائد نے دیئے ہیں وہ یقینی طور پر نہیں کہتے کہ یہ امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں ہے۔

مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ کی وضاحت:

جاہل صاحب مکائد نے اپنی طرف سے جو بڑا تیر چلایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ کو فقہ اکبر پر یقین ہے کہ واقعی یہ امام ابو حنیفہؒ کی کتاب ہے تو براہ کرم فقہ اکبر کا یہ مسئلہ جو نبی اکرم ﷺ کے والدین کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ایک دفعہ اپنے اسٹیج کی زینت بنا کر دکھائیں۔ الخ (الفتح المبین ص ۱۰۵)

الجواب بنائید الثواب:

فقہ اکبر کے بعض نسخوں میں یہ عبارت ہے۔

"وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ"

(نوٹ! مصر سے طبع ہونے والے نسخہ میں یہ عبارت نہیں ہے)۔ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ "فِی دَوْرِ الْکُفْرِ" یعنی آنحضرت ﷺ کے والدین کریمین کفر کے زمانہ میں فوت ہوئے نہ کہ کفر کی حالت میں۔ مماتی لوگ چونکہ اسٹیج پر اشتعال انگیز باتیں کر کے فتنہ وفساد برپا کرنے کا چسکا رکھتے ہیں اس لئے ہمیں مشورہ دیا جا رہا ہے کہ یہ مسئلہ اسٹیج پر بیان کرو۔ اس جاہل کو اتنا علم نہیں کہ "کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ" "لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے۔ قابل تشریح باتوں کو بلا ضرورت عوام الناس میں

بیان کرنا فتنے سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن فتنہ پرور لوگوں کو اس سے کیا غرض؟ جن کا مقصد اور جماعتی دستور ہی شرارت وسرکشی اور بد معاشی وبغاوت ہو وہ حکمت ومصلحت کیا جانیں؟۔

یہ اعتراض شیعوں کی جانب سے آیا:

فقہ اکبر کی جس عبارت پر صاحب مکائد نے اعتراض اٹھایا ہے۔ دراصل یہ اہل تشیع کی قے ہے۔ جس کو مماتیوں نے چاٹا ہے۔ چنانچہ لاہور کا ایک دریدہ دہن شیعہ مصنف غلام حسین نجفی آنجہانی نے اپنی کتاب ''حقیقت فقہ حنفیہ'' میں لکھا ہے'' یہ فتویٰ نعمان کا ہی فقہ اکبر میں ہے کہ'' ووالدا رسول اللّٰہ ﷺ ماتا علی الکفر '' کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین (معاذ اللہ) کفر کی حالت میں مرے ہیں۔ پس ہم ایسے بے ادب امام کی فقہ نہیں مانتے۔ الخ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۹)

''ما'' نافیہ کاتب سے چھوٹ گئی:

علامہ زاہد الکوثریؒ مصری مشہور عالم ہیں۔ آپؒ نے احناف کی ترجمانی میں کئی ایک کتب تصنیف کی ہیں۔ حتیٰ کہ خطیب بغدادی کے جواب میں ''تانیب الخطیب'' لکھ کر امام ابوحنیفہؒ کی خوب خوب وکالت کی ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ آپؒ نے لکھا ہے کہ اصل عبارت یوں تھی'' ما ماتا علَی الکفر ''یعنی ابوین کریمین کفر پر فوت نہیں ہوئے۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے فقہ اکبر کے دو نسخے خود ملاحظہ کئے جن میں اصل عبارت موجود تھی۔ مگر بعض نسخوں میں کاتب کی غلطی سے'' ما'' رہ گیا جو کہ نافیہ تھا اور بات کچھ کی کچھ بن گئی۔ نیز مولانا عبدالشکور ترمذیؒ نے قصور مولوی غلام دستگیر صاحب کا ذاتی کتب خانہ دیکھا تھا اس میں موجود فقہ اکبر کے ایک قلمی نسخہ میں اس عبارت کے حاشیہ پر مولوی غلام دستگیر صاحب نے بھی یہی لکھا ہے کہ'' ما'' کاتب سے رہ گیا ہے۔ اور بعد میں جب ترمذی صاحبؒ نے علامہ کوثریؒ کی تالیف دیکھی تو ان کی بات صحیح ثابت ہوئی۔ (حیات ترمذی ص ۳۵۹)

علامہ فرہاروی ؒ کا ارشاد:

علامہ عبدالعزیز فرہاروی ؒ اپنے منظوم فارسی کلام میں فرماتے ہیں۔

گرچہ منکرے مے شود ہر مدعی   اہل اسلام اند آباء نبی ﷺ

قصہ احیاء ضعیف است و علیل   والدینش ہر دو بر دین خلیل

(ایمان کامل فارسی ص ۲، از علامہ فرہاروی ؒ)

اب جس اعتراض کو لے کر شیعوں نے فقہ اکبر کو نشانہ بنایا وہی ہتھکنڈہ صاحب مکائد کو بھی مل گیا۔ بہر حال یہ اپنا اپنا تعلق اور رشتہ ہوتا ہے۔ وضاحت ہم نے پہلے کر دی ہے کہ مراد "فی دور الکفر" ہے۔

مسئلہ سماع موتی اور سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ:

صاحب مکائد اپنی علمی دھاک بٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں "صاحب شرور جمیل "مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ" اور "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" پر دلیل پکڑنے کو معتزلہ کی دلیل قرار دیتا ہے۔ گویا صاحب شرور جمیل کے نزدیک ان دو آیتوں سے عدم سماع موتی پر استدلال کرنا اعتزال ہے حالانکہ سب سے پہلے انہی دو آیتوں کو مُردوں کے نہ سننے پر حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے دلیل قرار دیا ہے۔ الخ (الفتح المبین ص ۳۰)

الجواب بتسدید الوہاب:

انك لا تسمع الموتیٰ وغیرہ آیات سے جو سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ نفی سماع موتی ثابت کرتی ہیں یہ ان کا تفرد ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ چونکہ مجتہدہ تھیں اور مجتہد سے خطا بھی ہو جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ لہٰذا اُن پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ ہم جمہور کی اتباع کرتے ہیں۔ کیونکہ اس مسئلہ میں جمہور کی رائے اماں صاحبہ ؓ سے مختلف ہے۔ وقد خالفها

الجمهور فی ذالك (فتح الباری جلد۳ ص ۴۷۷ حافظ ابن حجرؒ، عمدۃ القاری جلد ۸ ص ۲۰۲ علامہ عینیؒ، خزائن السنن جلد ا ص ۵۲۰، شیخ صفدر مدظلہ) جو لوگ جمہور صحابہؓ اور اجماع امت کو چھوڑ کر اور خصوصاً دیوبندیت کے دعویدار علماء دیوبند کو چھوڑ کر جو عقیدہ اپنائے ہوئے ہیں اور اماں عائشہ صدیقہؓ کا بار بار حوالہ دیتے ہیں کیا وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دیگر تفردات اور مسلک کے قائل ہیں۔

۱: مثلاً بخاری جلد اول ص ۹۶ پر ہے "وَكَانَتْ عائشة يَؤُمُّهَا عبدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصحف" یعنی حضرت عائشہؓ کی امامت ان کا غلام ذکوان قرآن پاک اٹھا کر کیا کرتا تھا۔ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ کاروائی عمل کثیر ہونے کی وجہ سے مفسد صلوٰۃ ہے کیا مماتی خود کو حنفی نہیں کہتے؟ اگر کہتے ہیں تو سیدہؓ کے اس مسلک کا سہارا لے کر کیا وہ فقہ حنفی سے ٹکرائیں گے؟

حاشیہ بخاری میں ہے "قال العینی القراءۃ من المصحف فی الصلوۃ مفسدۃ عند ابی حنیفه لا نه عمل کثیر" بخاری جلد ا ص ۹۶ حاشیہ نمبر ۴)

۲: حضرت عائشہؓ سفر میں چار رکعت والے فرائض میں اتمام کرتی تھیں، قصر نہ کرتی تھیں۔ (نووی شرح مسلم جلد ا ص ۲۴۱)

۳: سیدہ عائشہؓ خمس رضعات میں حرمت رضاعت کی قائل نہ تھیں۔ (بحوالہ خزائن السنن ج ا ص ۵۲۰)

وکیل احناف مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ کا ارشاد:

شرح وقایہ ہر مدرسے میں پڑھائی جاتی ہے۔ جس کا حاشیہ مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ نے لکھا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔ "انك لا تسمع الموتیٰ ففیه نفی الاسماع لا السماع . صحیحة ان المراد بالموتیٰ هناك موتی القلوب وهم الکفار لا

الاموات العرفیہ۔ ‘‘(حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۵۴)

آیت ’’انك لا تسمع الموتی ‘‘اسماع کی نفی کر رہی ہے نہ سماع کی کیونکہ اس سے مراد مردہ قلوب ہیں جو کفار کے ہیں، نہ کہ عرفی اموات مراد ہے۔

مزید لکھتے ہیں

وَبِالجُملَتِه لَمْ يَدُلُّ دَلِيلٌ قَوِيٌّ عَلٰى نَفِيْ سِمَاعِ المَيِّتِ وادْرَاكِهٖ وفَهْمِهٖ وتاملهٖ لامِنَ الكِتَابِ وَلَا مِنَ السنتهِ الصحيحتهُ الصّريحته دَالَّةٌ عَلٰى ثُبُوتِهَا لَهُ وَالْحَقُّ فِيْ هٰذا لمُقام اَنَّ هٰذا كُلُّهُ مِنْ تقريراتِ المشائخ وَتَوْجِيْهَا تِهِمْ وَتَكَلُّفَا تِهِمْ ولا عبرة بِهَا حِيْنَ مخالفتها لِلَا حاديثِ الصحيحته وآثارِ الصحابةِ الصريحته الخ **(جلد ثانی ص ۲۵۴ حاشیہ شرح وقایہ)**

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی دلیل قوی نفی سماع میت پر یا نفی ادراک میت یا نفی فہم میت پر یا میت کے متالم نہ ہونے پر قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث نبوی سے۔ بلکہ احادیث صحیحہ تو سماع موتی کے ثبوت پر دال ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ عدم سماع کی تمام تقریریں مشائخ کی ہیں۔ انہی کی توجیہات اور ان کے تکلفات بارده ہیں۔ ان تقریرات کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جب وہ صحیح احادیث اور آثار صحابہؓ کے خلاف ہوں۔

اب صاحب مکائد ہم پر گرجنے برسنے کی بجائے یا ہمارے فوت شدہ اکابرین رحمہم اللہ پر زبان درازی کرنے کی بجائے ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ کیا علامہ لکھنویؒ کا اس ضمن میں ارشاد قول فیصل کی حیثیت نہیں رکھتا؟

قارئین کرام!

یہ قول کسی عام درجے کے عالم دین کا نہیں۔ برصغیر کے اس عظیم حنفی عالم دین کی تحقیق ہے جنہوں نے کئی برس تحقیق وکاوش کی سنگلاخ زمینوں اور خاردار وادیوں میں گذارے۔ جنہوں نے اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ سے عالم انسانیت میں تحیر انگیز اور عدیم

نظیر انقلاب برپا کردیا۔

علامہ سیوطیؒ سے مفتی محمد شفیع صاحبؒ تک:

شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں

سماع موتی کلام الخلق معتقد

جاء ت به عندنا آثار فی الکتب

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مردے مخلوق کی باتیں سنتے ہیں اس عقیدہ کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس کتابوں میں لکھے آثار موجود ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۴)

اور یہ شعر فیض الباری میں بھی موجود ہے نیز مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں۔

قال شیخنها انور المشائخ فی مشکلات القرآن نظماً

سماع موتیٰ کلام الخلق قاطبة

قد صح فیه لنا الآثار فی الکتب

ہمارے شیخ علامہ انور شاہ کشمیریؒ مشکلات القرآن میں ایک نظم پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''مردوں کا مخلوق کی باتوں کو سننا صحیح احادیث سے ثابت ہے جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔

قاضی بیضاویؒ کا ارشاد:

وانما شبهوا بالموتیٰ لعدم انتفاعهم بسماع ما یتلی علیهم کما شبهوا بالصم فی قوله ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرین فان اسماعهم فی هذه الحال ابعد (بیضاوی ج ۲ ص ۱۸۳)

ترجمہ: اور کفار کو تشبیہ مردوں کے ساتھ صرف عدم نفع میں ہے کہ جو آیات قرآنیہ ان پر پڑھی جاتی ہیں سننے کے باوجود نفع نہیں اٹھاتے جیسا کہ ان کافروں کو بہروں کے ساتھ تشبیہ بھی عدم نفع میں ہے کیونکہ پیٹھ پھیرنے کی حالت میں انکو سنانا بہت دور کی بات ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

(انك لا تسمع الموتیٰ) ای تسمعهم شيئا ينفعهم فكذلك هؤلاء على قلوبهم عشاوة وفی اذانهم وقر الكفر (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۴)

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ مردوں کو کوئی چیز ایسی نہیں سنا سکتے جو ان کو نفع دے اسی طرح یہ کافر بھی ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے ہیں اور کانوں پر کفر کا بوجھ ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا ارشاد:

انك لا تسمع الموتیٰ فقالوا معنا ها لاتسمع سماعاً ینفعهم

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۰)

ترجمہ: آیت (انك لا تسمع) کے متعلق علماء کرام نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تو ان کو اس طرح نہیں سُنا سکتا جس سے ان کو نفع ہو۔

اس آیت کے تحت مندرجہ ذیل علماء و مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے کہ کفار کو مردوں سے تشبیہ عدم انتفاع میں دی گئی ہے۔ نہ کہ عدم سماع میں۔

۱: فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۸

۲: علامہ شیخ معین الدین تفسیر جامع البیان ص ۳۳۴

۳: مرقات، ملا علی قاریؒ ج ۸ ص ۱۱

۴: علامہ بدر الدین بعلیؒ مختصر الفتاوی ص ۱۸۹

۵: علامہ داؤد حنفی بغدادیؒ، المنحۃ الوھبیہ ص ۸

۶: علامہ ابن جریر طبریؒ، تہذیب الآثار ج ا ص ۳۶۱

۷: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۱۳۰

۸: حکیم الامت حضرت تھانویؒ تفسیر بیان القرآن ج ۸ ص ۹۸

نیز مولانا وحید الزمان خانصاحب نے بھی لکھا ہے ''انك لا تسمع الموتیٰ ''تو مُردوں (یعنی کافروں کو) اسلام قبول نہیں کرا سکتا۔ اس آیت سے سماع موتیٰ کی نفی نہیں نکلتی جیسے حضرت عائشہؓ نے خیال کیا الخ (لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۶۳ مادہ۔ سم)

اور تو اور مرزا بشیر الدین قادیانی نے بھی لکھا ہے ''انك لا تسمع الموتیٰ ''تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ مراد یہ ہے کہ تو جاہلوں سے بات نہیں منوا سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۲۶۵)

حافظ ابن حجرؒ نے اس قول سے بھی حضرت عائشہؓ کا رجوع ثابت کیا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ **(فتح الباری جلد ۷ ص ۳۸۶)**

مماتی ذریت کو چیلنج ہے کہ دنیا کے کسی ایک مفسر کا حوالہ لاؤ جس نے اس آیت کو عدم سماع پر بطور دلیل لیا ہو۔ اگر پیش نہیں کر سکتے تو جھوٹ بول کر اکابرین پر بہتان بازی کر کے اور قرآن و سنت میں تحریف کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔

علامہ سندھیؒ کا ارشاد:

سنن نسائی پر علامہ سندھیؒ نے حاشیہ لکھا ہے، چنانچہ رقمطراز ہیں۔

وایضاً الآیته فی الکفرة والمراد انك لا تجعلهم منتفعین بما یسمعون منك کالموتی والحدیث لا یخالفه ولا یثبت الانتفاع للمیت و باالجملته فالحدیث صحیح وقد جاء بطریق فتخطئیته غیر متجهة واللّٰه تعالیٰ اعلم۔

(حاشیہ سنن نسائی جلد اول ص ۲۹۳)

ترجمہ: اور آیت قرآنیہ کفار کے بارے میں ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اے نبی کرم ﷺ آپ ان کفار کو اس بات سے جو آپ سے سنتے ہیں، نفع اٹھانے والا نہیں بنا سکتے مُردوں کی طرح۔ اور حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مردوں کے لئے نفع

ثابت نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث ابن عمرؓ بالکل صحیح ہے اور دیگر اصحابؓ سے بھی مروی ہے۔ پس اماں عائشہؓ کا ان کو غلط کہنا کسی طور ٹھیک نہیں ہے۔

مماتی تابوت میں آخری کیل:

صاحب مکائد اب ذرا ہوش کے ساتھ مندرجہ ذیل حوالہ پڑھیں۔ آپ کے بزرگ مولانا قاضی شمس الدین صاحب لکھتے ہیں۔ انك لا تسمع الموتیٰ ای الکفار موتی القلوب **(انوار النبیان ص۳۹۹)**

اس آیت سے مراد کافر ہیں جن کے دل مردہ ہیں۔

لو جی۔ قاضی صاحب حضرت عائشہؓ کے خلاف میدان میں اتر آئے۔ پاکستان کا کوئی مماتی مولوی ان آیات سے عدم سماع ثابت نہیں کرسکتا۔ دھونس دھاندلی، دغابازی، فریب کاری اور رنگ برنگی گالیاں تو شاید ان کو ورثے میں ملی ہیں۔ باقی دلائل کی دنیا میں آکر کوئی مماتی سامنا کرسکے یہ آج تک کبھی ہوا ہے نہ قیامت تک ہوگا انشاء اللہ۔

صاحب مکائد کی بدترین جہالت:

مولوی خضر حیات صاحب اپنے مجموعہ مکائد میں لکھتے ہیں۔

علماء کی اصطلاح میں مسائل ضروریہ سے مراد وہ ضروریات دین ہیں جن کا منکر و مؤول دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور جن مسائل سے جہالت بھی عذر نہیں ہوسکتی۔ ہر خاص و عام کے لئے ان کا جاننا اور ماننا ضروری ہے۔ جبکہ عذاب وثواب قبر کی کیفیت اور حیات برزخیہ کی تفصیل ہرگز ان مسائل ضروریہ سے نہیں ہے۔ **(الفتح المبین ص ۳۲)**

تعارض:

صاحب مکائد اسی صفحہ پر لکھتے ہیں " صاحب شرور اینڈ کمپنی کا عقیدہ قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ (ص۳۲)

سبحان اللہ! نادان مماتی کی حالت دیکھیئے کہ ایک ہی صفحہ کی ابتداء میں کہتا ہے'' یہ مسئلہ ضروریہ نہیں ہے'' اور اُسی صفحہ پر لکھ دیا'' صاحب شرور کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے''۔ جناب محقق صاحب جو عقیدہ قرآن کے خلاف ہے تو پھر وہ غیر ضروری کیسے بن گیا؟ اور اگر یہ مسئلہ بقول تمہارے غیر ضروری ہے تو شاہ جی ساری زندگی قائلین سماع کو ابوجہل کا ٹبر (خاندان) کیوں کہتے رہے؟ مولوی خضر حیات صاحب نے کسی اور کے نام سے کتاب لکھ کر چھپنے کی لاکھ کوشش کی۔ مگر چور پکڑا گیا۔ بالکل یہی بات المسلک المنصور کے ص ۱۹ پر کہی گئی تھی جس کا رد ہم نے تعویذ المسلمین ص ۱۴ پر کر دیا۔ اب بالکل وہی جاہلانہ چٹکلہ الفتح المبین میں فٹ کر دیا گیا۔

دراصل ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' نے منکرین حیات النبی ﷺ میں بے چینی کی وہ فضا پیدا کر دی ہے کہ بیچاروں کو خود علم نہیں کہ ہم کیا ہانک رہے ہیں۔ دلیل کا جواب دلیل سے ہو تو بھرم رہ جاتا ہے اگر چہ وہ دلیل کمزور ہی کیوں نہ ہو اہل علم اسکو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر جہاں کتاب وسنت، اجماع صحابہؓ اور تعامل امت کے سامنے جھوٹ، فریب، دھوکہ، گالیاں، گھٹیا زبان، بھدی تحریر، احمقانہ تقریر اور تحریف و تلبیس ہو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اور مماتیوں میں یہ سب کچھ تھوک کے حساب سے موجود ہے۔ جاہل ہونا برا نہیں جہالت پر ناز کرنا قابل افسوس ہے۔ اب اس سے بڑھ کر جہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک طرف تو مسئلے کا تعلق کتاب وسنت سے جوڑا جا رہا ہے اور دوسری طرف مسئلے کو سرے سے غیر ضروری قرار دیا جا رہا ہے۔ اور پھر تعلي ملاحظہ کیجئے کہ راقم الحروف کے متعلق لکھتے ہیں'' صاحب شرور نے اپنی جہالت کا خوب مظاہرہ کیا چونکہ اس جاہل مطلق کو نہ تو اصطلاحات علماء سے واقفیت ہے اور نہ ہی بنیادی وغیر بنیادی مسائل کی تمیز ہے۔ (الفتح المبین ص ۳۱)

خدا کی شان تو دیکھیے کہ کلچڑی گنجی
حضور بلبل بستان کرے ہے نوا سنجی

ہم نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ انہوں نے حضرت نانوتویؒ کی کتاب آبِ حیات کو کشمیر کے ایک مقام پر جوتوں پر ڈال دیا تھا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ صاحب مکائد کسی ٹھوس دلیل سے اسکی تردید کرتے۔ مگر چونکہ ضمیر مطمئن تھا کہ قبلہ شاہ صاحبؒ سے ایسی حرکات کا صدور ممکن ہے۔ جواب تو کوئی بن نہ سکا۔ البتہ یوں بھڑاس نکالی۔

''صاحب شرور جیسے مادر پدر آزاد اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اولیاء اللہ پر تبرا کر کے اور جھوٹ بول کر واہیاتی جاہلوں سے کرایہ وصول کرنے کے چکر میں طوقِ لعنت گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں''۔ (ص ۳۲)

اربابِ انصاف! یہ ہے مماتی محقق کا جواب!

صاحب مکائد۔ ہم آپ کو مادر پدر آزاد نہیں کہتے۔ نہ ہی طوقِ لعنت آپ کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ لیکن حضور یہ تو بتلائیے اولیاء ہوتے کون ہیں؟ کیونکہ جو کچھ ہم نے سن رکھا ہے وہ اولیاء کے شایانِ شان بالکل نہیں۔ اور سنی سنائی باتوں کی تشہیر ہمارا شیوہ نہیں اور نہ ہی ہمارا اخلاق اس کی اجازت دیتا ہے۔ ہاں البتہ اتنا ضرور پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا حضرت نانوتویؒ ولی اللہ نہیں تھے؟ اور کل کے کل علماء امت جو قائلین حیات النبی ﷺ ہیں کیا وہ اولیاء اللہ نہیں ہیں؟ تو کیا اولیاء کی کتابوں کی جوتیوں سے تواضع کرنا اور ان کو ابو جہل کا خاندان کہنا لائق ہے؟ ذرا سوچ کر بتلائیے گا۔

صاحب مکائد کی بوکھلاہٹ:

''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' ص ۱۵ پر ہم نے چند ایک علمائے دیوبند اور ان کی رد بدعات پر لکھی جانے والی کتب کا ذکر کرتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ یہ سب کے سب علماء حیات النبی ﷺ کے قائل تھے۔ ہماری اس بات نے صاحب مکائد کے پیٹ میں کافی مروڑ پیدا کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں'' صاحب شرور کا رئیس المناظرین ابن شیر خدا

حضرت علامہ سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ مجاہد اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ اکابرین علماء کو اپنے کھاتے میں ڈالنا ایسے ہی ہے جیسے رضا خانی تمام اولیاء اللہ کو اپنا سمجھے بیٹھے ہیں۔ جس طرح رضا خانیوں نے مزارات اولیاء کو تجارت بنا کر اپنی نسبت اولیاء اللہ سے جوڑنے کا اہتمام فرمایا ہے بعینہ اسی طرح صاحب شرور جیسے غالیوں نے اکابرین علماء کے ناموں پر چندے وصول کرنے اور اپنی دکانیں چمکانے کیلئے ناجائز قبضہ جمانے کی سعی نامشکور فرمائی ہے۔ الخ (الفتح المبین ص ۳۵)

الجواب واللہ الموفق للسداد والرشاد :

ہم نے جن علماء کا تذکرہ کیا اگر صاحب مکائد ہماری پوری بحث نقل کرتے تو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوتی۔ ابن شیر خدا مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر رسالہ ''دفع العجاج'' تحریر فرمایا ہے۔ امام اہل سنت حضرت لکھنویؒ نے لکھا ہے ''ہمارے رسول اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اپنی قبر اقدس واطہر میں موجود ہیں'' (تفسیر آیات خلافت ص ۲۷) نیز لکھتے ہیں ''ہمارے نبی کریم ﷺ بھی اپنی قبر اقدس وانور میں موجود ہیں اور ایسی زندگی کے ساتھ کہ اس عالم کی کروڑوں زندگیاں اس پر قربان ہیں۔ (تفسیر آیات امامت ص ٦) اور مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ نے ''الجنۃ'' لکھی۔ یہ ایک بدعتی کی کتاب ''التحقیقات لدفع التحریفات'' کا جواب ہے جو المہند کے خلاف لکھی گئی تھی چنانچہ جواب میں مولانا پٹیالویؒ نے ''الجنۃ لاہل السنۃ'' لکھی اور اس میں مسئلہ حیات کے اثبات میں دلائل رقم فرمائے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ''محدث گنگوہیؒ نے زبدۃ المناسک میں اور علامہ نانوتویؒ نے مستقل رسالہ آب حیات میں اور شیخ الہندؒ نے حاشیہ ابوداؤد میں اور مولانا سہارنپوریؒ نے شرح ابوداؤد میں اور تھانویؒ نے نشر الطیب میں بھی حضور ﷺ کی جسمی حقیقی حیات کو مدلل ثابت فرمایا ہے۔ (الجنۃ لاھل السنۃ ص ٦٧ بحوالہ ضرب المہند ص ۱۳۲)

چوتھے نمبر کے بزرگ مولانا محمد منظور نعمانی ؒ ہیں جن پر ناجائز قبضہ کرنے کا ہمیں صاحب مکائد نے طعنہ دیا ہے۔مولانا نعمانی ؒ نے ماہ نامہ الفرقان لکھنو بابت ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ میں ایک مضمون بعنوان ''مسئلہ حیات النبی ﷺ '' لکھا اور اس میں بدلائل ثابت فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بعد از وفات روضہ اطہر میں جسمانی حیات حاصل ہے۔نیز آپ ؒ کا دوسرا مضمون ''مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ'' ماہ نامہ ''الحنفیہ'' لاہور میں شائع ہوا تھا ملاحظہ ہو''ماہ نامہ الحنفیہ بابت فروری ۱۹۶۰ء، ٹمپل روڈ لاہور''

قارئین کرام!

مماتیوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسم اطہر محفوظ ہے مگر اس میں روح نہیں۔ بے حس و حرکت ہے۔آپ ﷺ وہاں پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو سماعت نہیں فرماتے۔اور بقول شاہ صاحب کے ایسا نہ ماننے والے ابوجہل کا خاندان ہیں ،لوئر کلاس مشرک ہیں، بدعتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔اب صاحب مکائد بتائیں کہ مذکورہ بالا بزرگ تمہارے ہیں یا ہمارے۔اللہ کے فضل سے ہم شخصیات کو بلا وجہ کھاتے میں نہیں ڈالتے۔ ہمارے ہاں ایک معیار ہے اگر محض شخصیت پرستی ہوتی تو عین غین کبھی عضو معطل کی طرح الگ نہ کر دیئے جاتے۔

بزرگوں پر ناجائز قبضہ کرنے والے کون ہیں؟:

اب ہم مندرجہ ذیل ایک حوالہ کی مدد سے ثابت کریں گے کہ بزرگوں کو ناجائز اپنے کھاتے میں ڈالنے والا کون ہے۔ایک خط کا مضمون ملاحظہ ہو۔

پیرو مرشد جناب حضرت اقدس مولانا (عبدالقادر) رائپوری مدظلہم

بعد آداب وسلام کے عرض ہے کہ اس علاقہ میں افواہ پھیل رہی ہے کہ حضرۃ اقدس مدظلہ مولوی غلام اللہ خان اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے ہم عقیدہ ہو گئے ہیں۔جیسا کہ

رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں مولوی غلام اللہ خان صاحب نے بھی اعلان کر دیا ہے۔
چنانچہ اسکی تحقیق کے لئے میں حضرت مولانا محمد صاحب لائلپوری کی خدمت میں گیا وہ لاہور تشریف لے گئے تھے۔ حضرت ہم خدام بہت پریشان ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ والسلام مع الاکرام

احقر صابر علی معرف نیو جنٹلمین واچ کمپنی

لائلپور ۳/۱۰/۱۹۵۸

حضرت رائپوریؒ کا جواب:

از احقر عبد القادر۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

تمہارا خط ملا، کیفیت معلوم ہوئی۔ یہ بات جو تم نے لکھی ہے غلط ہے احقر دیوبندی حضرات کے ساتھ اور انہی کا ہم عقیدہ ہے اور حضرت مولانا محمد صاحب کے ساتھ ہے۔ جو وہ ہیں وہی احقر ہے۔

والسلام

عبد القادر۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء ایمپرس روڈ لاہور۔

(بحوالہ ماہ نامہ دار العلوم دیوبند انڈیا دسمبر ۱۹۵۸ء)

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے:

صاحب مکائد بار بار یہ مکتوب پڑھیں۔ اور اپنے کرتوتوں پر ایک نظر ڈالیں۔ ہمیں طعنہ دیا کہ آپ بزرگوں کو ناجائز اپنے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ ہم نے اس الزام کا مدلل جواب دے کر اور حضرت رائے پوریؒ کا مکتوب پیش کر کے ثابت کر دیا کہ اصلی مجرم کون ہے؟

چلی تھی برچھی کسی پہ، کسی کے آن لگی۔

اب حقیقت بالکل کھل کر سامنے آ گئی کہ رضا خانی اور غلام خانی ایک جیسی عادات رکھتے ہیں۔

فاعتبرو یا اولی الابصار

شیخ صفدر کو خراج تحسین:

صاحب مکائد مولوی خضر صاحب لکھتے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر، علامہ دوست محمد قریشی، حضرت مولانا نورالحسن شاہ بخاریؒ نے جو توحید وسنت پر کتابیں لکھیں ہم ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں الخ (ص ۳۵)

الجواب الکبیر بعون اللہ الخبیر:

لیکن شیخ صفدر مدظلہ نے جو تسکین الصدور، سماع موتی اور الشہاب المبین لکھی اور شاہ صاحبؒ نے جو حیات الاموات لکھی وہ آپ کو ہضم کیوں نہیں ہو رہی ہیں۔ تعجب ہے ایک طرف تو اتنا اعتماد کہ خدمات توحید پر ان کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اتنی بد تہذیبی کہ تسکین الصدور کا نام پڑھ کر اول فول بکنے لگتے ہیں۔ آپ کی کتاب الفتح المبین اور دیگر کتب پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مماتیوں کے ہاں تہذیب و اخلاقیات کو کس طرح کند چھری سے ذبح کیا جاتا ہے۔ بزرگوں سے جو سلوک آپ کر رہے ہیں اس پر تو حیوانیت بھی منہ چھپا لیتی ہے۔ صاحب مکائد نے بالکل ابوجہل والی بات کہی کہ رسول اللہ ﷺ صادق بھی ہیں، امین بھی ہیں، مگر ان کا دعوائے نبوت غلط ہے (معاذ اللہ)

اور مماتی بھی کہتے ہیں شیخ صفدر مدظلہ اور دیگر حضرات موحد بھی ہیں، سنت کے شیدائی بھی ہیں مگر حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر یہ سارے کے سارے غلطی پر اکٹھے ہو گئے (استغفر اللہ العظیم)

صاحب مکائد نے ہمیں یہ بھی طعنہ دیا کہ اگر آپ حب صفدری میں سچے ہیں تو حضرت شیخ صفدر کے بیان کردہ اصولوں کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟۔اور یہ کہ ہمارا حب صفدری کا نعرہ ایسا ہے جیسا روافض حب علی کا نعرہ لگاتے ہیں الخ۔اجی صاحب غصہ تھوک دیجئے۔

آپ خود نیلوی وعنایتی قانون پس پشت ڈال چکے ہیں۔مولانا حسین علیؒ کا عقیدہ آپ مسترد کر چکے ہیں۔مولانا ماسٹر غلام اللہ خانؒ (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول پنڈی) سے بھی آپ کو عداوت ہے اور الزام ہمیں دیتے ہو کہ ہم اپنے بڑوں کی نہیں مانتے۔

محرف کون؟

صاحب مکائد نے استاذ الحدیث مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں تمام اکابرین کو احمق اور محرف کہنے سے ذرہ برابر شرم نہیں آئی (ص ۳۷)۔مولانا مدظلہم یہ بات کب اور کہاں کہی قیامت تک ثابت نہیں کی جاسکتی۔ہاں البتہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ صاحب مکائد کے علامہ احمد سعید کو گجراتی گروپ نے محرف قرآن کہا ہے۔یقین نہ آئے تو دیکھ لیجئے خس کم جہاں پاک کا بیک ٹائٹل جہاں یہ سرخی دی گئی ہے"تفسیر یا تحریف؟ نیز کافروں اور بتوں والی آیات کو انبیاء کرامؑ پر چسپاں کرنے والوں سے بڑھ کر محرف اور کون ہوگا؟

اعتراف حقیقت:

صاحب مکائد نے راقم الحروف کے متعلق لکھا ہے کہ "معلوم ہوتا ہے موصوف کا تعلق لاہور کے کسی مخصوص مقام سے ہے" (ص ۳۸) جواباً عرض ہے کہ بندہ کا تعلق اللہ کے فضل وکرم سے مسجد و مدرسہ سے ہے اور اپنے اکابر سے ہے۔ہمارے نزدیک اس سے افضل اور اخص مقام اور کیا ہوسکتا ہے؟ ہاں صاحب مکائد کی ذہنیت کے مطابق مخصوص مقام کوئی اور ہے تو یہ وہی بہتر جانتے ہیں۔کیونکہ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھاوے" مثال مشہور

ہے۔ باقی صاحب مکائد کو مشورہ ہے کہ آپ اس پریشانی میں نہ پڑیں۔ فیقین کی کتب پڑھ کر ارباب علم و دانش خود نتیجہ تک پہنچ جائیں گے کہ کون سی "مخصوص" مقام کا باسی ہے۔

دوسری بات نیلوی شاہ صاحب کے حوالے سے ص ۳۹ پر لکھی ہے کہ "حالانکہ سوائے حضرت نانوتویؒ کے تمام کا اجماع ہے کہ دفن سے پہلے آپ ﷺ کے جسد عنصری اطہر واطیب میں روح مبارک واپس نہیں آئی الخ

جان من! ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ دفن سے پہلے روح نہیں لوٹی بلکہ بعد از دفن برزخی حیات نصیب ہوئی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ قاضی شمس الدین صاحب اور نیلوی شاہ صاحب سے لے کر صاحب مکائد تک جتنے بھی مماتی قلم کار ہیں لکھتے وقت خود انہیں علم نہیں ہوتا کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں۔ اس لئے ان کی کتابیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ علم نام کی کوئی چیز ان میں نہیں۔ بس "چوں چوں کا مربہ ہے"۔

اور اس کی وضاحت ہم بار بار کر چکے ہیں کہ حضرت نانوتویؒ کا نفس موت میں کوئی اختلاط نہیں۔ کیفیت موت میں تفرد ہے۔ اور خالص ذوقی و وجدانی باتوں کو جاہل اور بدتمیز کیا خاک سمجھیں گے؟

بات پھر وہیں رہی:

ہم نے تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین میں نیلوی صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ وہ نبوت ورسالت فقط روح کی صفت مانتے ہیں جسم کی نہیں۔ اس پر ہم نے چند مثالیں دیں کہ اگر نبوت فقط روح کو کہا جائے تو کیا کیا خرابیاں لازم آتی ہیں۔ مؤلف الفتح المبین المعروف صاحب مکائد نے بڑا زور صرف کیا مگر وہ شاہ صاحب کی جان چھڑا سکے اور نہ ہی اپنی۔ اور بدستور ان کا سر "اوکھلی" میں ہے۔ صاحب مکائد ادھر اُدھر کی ہانکنے کے بعد اپنے مجموعہ مکائد کے ص ۱۴۱ پر پھر کہہ بیٹھے کہ "رسالت ونبوت دراصل روح کی صفت ہے۔ نہ

جسد عنصری مع الروح کی'' اور موت کا روح کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ائ۔ جناب محقق صاحب پھر میت میت کی رٹ کیوں لگاتے ہو بقول آپ کے نبوت روح کی صفت ہے۔ اور روح پر تو فنا ہے نہیں۔تو گویا آنحضرت ﷺ پر موت نہیں آئی (معاذ اللہ) باقی صاحب مکائد نے جو ندائے حق کے حوالے سے علامہ آلوسی کی روح المعانی کی عبارت لکھی ہے وہ قطعاً ان کو مفید نہیں۔ کیونکہ اس میں وصف نبوت کے لئے جسم کا انکار نہیں کیا گیا۔ بلکہ پوری عبارت میں جسم کا لفظ ہی نہیں ہے۔اور نیلوی صاحب نے تو صاف کہا ہے کہ نبوت روح کا نام ہے، جسم کا نہیں۔ بہرحال'' وہی چال بے ڈھبی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے'' مؤلف بیچارے سے جواب نہ بن سکا تو ٹپٹا کر یوں اپنے'' اخلاق'' کا مظاہرہ کیا۔ (علامہ آلوسیؒ کی عبارت) صاحب شرور ہیرا منڈی کی مٹھائی سمجھ کر ہڑپ کر گیا۔ مجہول النسب صاحبِ شرور کیا ہانک رہا ہے۔وغیرہ (ص ۴۲)

صاحب مکائد کا ایک لایعنی اعتراض:

صاحب مکائد کو کوئی کام کی بات تو کرنی نہیں آتی۔ بس کتاب کا پیٹ بھرنے کے لئے کچھ نہ کچھ بھرتی کر ہی دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔'' کیا فرماتے ہیں کذاب ثمن اور محرفین کہروڑ پکا دراں مسئلہ کہ آپ کا زرخرید وکیل عذاب قبر میں تین مذاہب بیان کرتا ہے۔ جبکہ آپ حضرات کے شیخ الحدیث (یعنی مولانا سرفراز صاحب مدظلہ) صاحب آٹھ مذاہب بیان کرتے ہیں۔ اب آپ حضرات کو آپ کے چیلے سمیت کذاب اور تقیہ باز سمجھا جائے یا آپ کے شیخ الحدیث صاحب کو؟ (ص ۴۸)

الجواب بعون الملک الوہاب:

صاحب مکائد جب بھی بولتے ہیں تو منہ سے غلاظت کے علاوہ کچھ نہیں نکالتے۔ کافر، مشرک، کذاب، دغا باز اور تقیہ باز سے کم درجے پر ان کا پیمانہ نہیں ٹھہرتا۔ یہ

اپنی اپنی جبلت اور عادت ہوتی ہے اور اکثر لوگ اپنی بری عادات کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں۔ حضرت امام اہل سنت شیخ صفدر مد ظلہم نے پوری تفصیل کے ساتھ عذاب قبر پر آٹھ مذاہب بیان کئے مثلاً بعض بالکل ہی عذاب کے قائل نہیں، بعض صرف عذاب روح کے قائل ہیں، بعض صرف عذاب جسم کے قائل ہیں وغیرہ، اور آٹھویں نمبر پر لکھا ہے "قبر میں عذاب وراحت جسم اور روح دونوں سے وابستہ ہے یہ جمہور کا مذہب ہے اور یہی حق ہے۔
(تسکین الصدور ص ۱۰۳)

ہم نے اس پر تفصیلی کلام نہیں کیا مختصراً تین مذاہب بیان کئے اور جملہ "بنیادی طور پر" استعمال کیا۔ یعنی خلاصہ یہی ہے اور تیسرے نمبر پر ہم نے بھی یہی لکھا کہ "عذاب قبر جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔ تیسرا قول ہی سب سے معتبر ہے اور یہی صحیح تر مذہب ہے۔
(تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین ص ۲۳، ۲۴)

صاحب مکائد سے ہمارا سوال ہے کہ مذاہب تین بیان ہوں یا آٹھ؟ مذہب اہل سنت جو ہمارے شیخ مد ظلہم نے بیان کیا، کیا ہماری عبارت کا اس سے کوئی ٹکراؤ ہے؟ اعتراض تو تب ہوتا کہ حضرت شیخ مذہب اہل سنت کچھ قرار دیتے ہیں اور صاحب تعویذ المسلمین کچھ۔ جبکہ اس میں قطعاً کوئی تعارض یا اختلاف نہیں ہے۔

ارباب انصاف! فیصلہ کریں کہ کذاب اور محرف کون ہیں نیز تقیہ بازی روافض سے کہاں منتقل ہو رہی ہے۔

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

حافظ ابن تیمیہؒ وابن قیمؒ:

ہم نے تعویذ المسلمین میں علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد خاص حافظ ابن قیمؒ کے متعلق ملا علی قاریؒ کے حوالے سے لکھا تھا کہ یہ دونوں اہل سنت والجماعت کے بزرگ

اکابر ہیں۔اس عبارت کو پڑھ کر صاحب مکائد پھڑک اٹھے۔چنانچہ لکھتے ہیں۔

''صاحب شرور سے گذارش ہے کہ اپنی اس بات پر قائم رہیں اور ارتداد سے بچنے کی کوشش فرمائیں۔توسل،شدرحال اور استشفاع میں ان اکابرین اہل سنت کا انکار کر کے اہل سنت سے بھاگ ہی نہ جائیں الخ (الفتح المبین ص ۵۳)

یہ بالکل ہیجان اعتراض ہے۔اہل علم جانتے ہیں بعض مسائل میں ان حضرات کے تفردات بھی ہیں۔ہم ان کے تفردات کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی ایسے تفردات سے یہ دونوں قابل احترام شخصیات اہل سنت سے خارج ہوتی ہیں۔مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری حیات النبی ﷺ کے نہ صرف قائل بلکہ اس موضوع پر کتاب کے مصنف تھے اور قائلین حیات کو آپ طرح طرح کی گالیاں دیتے ہیں۔بایں ہمہ فیصل آباد سے شائع ہونے والی مماتیوں کی کتاب ''نفی سماع موتی'' میں شاہ صاحب کو امام اہل سنت لکھا گیا ہے۔ملاحظہ ہو (نفی سماع موتی صفحہ آخر) اب فیصل آبادی مماتیوں کو گجرات کے شاہ جی کیسے قبول کریں گے جن کے نزدیک یہ سب لوئر کلاس مشرک ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جھوٹ اور حماقت کس کی؟:

صاحب مکائد نے ''صاحب شرور کا ایک اور بڑا جھوٹ'' کے تحت لکھا ہے۔

''صاحب شرور لکھتا ہے مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ بدن عنصری کے ساتھ حیات کے اتصال کا مسلک رکھنے والے قرآن وسنت سے جاہل اور ناواقف ہیں''۔ہم صاحب شرور لاہوری،صاحب فتور ثامنی اور صاحب قصور کہروڑی اور ان کے حواری بزمی حضرات کو بانگ دہل چیلنج کرتے ہیں کہ آپ کے زرخرید وکیل نے جو یہ عبارت مؤلف المسلک المنصور (گویا مؤلف الفتح المبین خود کو کہہ رہے ہیں۔سلفی) کے ذمہ لگائی ہے۔المسلک المنصور کتاب سے یہ الفاظ نکال دکھائیں (مکائد ص ۵۴)

الجواب المرضی بعون اللہ القوی :

المسلک المنصور ص ۲۲ پر یہ عبارت ہے۔

''جو لوگ عذاب و ثواب قبر اور اس کے ادراک کیلئے اعادۂ روح جسد عنصری میں یا روح کا تعلق حیات بایں معنی کہ بدن عنصری میں حیات حقیقی پیدا ہو جائے شرط قرار دیتے ہیں وہ قرآن و سنت اور مذہب اہل سنت سے جاہل و ناواقف ہیں'' ۔ الخ ۔ ہم نے جو تعویذ المسلمین میں عبارت کا حاصل معنی دیا ہے اس میں اور مندرجہ بالا عبارت میں کیا فرق ہے؟ حیرت ہے کہ الفتح المبین کے مؤلف کو علم نہیں ہوتا کہ میں المسلک المنصور میں کیا گل کھلا آیا ہوں ۔ بہر حال شرور، فتور اور قصور تینوں آپ کے ہیں ۔ دراصل مولوی صاحب اتنے بوکھلا گئے ہیں کہ انہیں خود سمجھ نہیں آ رہی میں کیا لکھ رہا ہوں ۔ پاگل پن کی انتہاء دیکھیئے کہ المسلک المنصور کے حوالے سے ہماری پیش کردہ جس عبارت کو جھوٹ کہہ رہے ہیں وہی عبارت الفتح المبین میں پھر پیش کر دی ۔ ملاحظہ ہو الفتح المبین ص ۵۶، سچ ہے

دروغ گو را حافظہ نباشد۔

کتاب آیات بینات اور صاحب مکائد کی فضول گوئی:

ہم نے تعویذ المسلمین میں علامہ محمود آلوسیؒ کے فرزند نعمان آلوسیؒ کے رسالہ آیات البینات کے متعلق کہا تھا کہ غیر معتبر رسالہ ہے کیونکہ نعمان آلوسیؒ حنفی نہیں تھے اور یہ کہ رسالہ ان کی وفات کے بعد لکھا گیا ۔ چنانچہ صاحب مکائد اس پر گرجتے ہوئے رقمطراز ہیں ۔ معلوم نہیں کہ صاحب شرور اس مقام پر اپنے مذہب پر اعتماد کیوں نہیں کرتا ۔ جب مذہب اِن کا یہ ہے کہ مردے قبروں میں حیات دنیوی، حقیقی کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں، زائر کو دیکھتے پہچانتے ہیں، سفارشیں کرتے ہیں اور ہر ایک کے کلام کو سنتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صاحب شرور کے ایک بزرگ نے یہاں تک لکھ مارا کہ غالیوں کا ایک مردہ کفن

چور کے پیچھے بھاگتا ہوا گھر میں جا گھسا۔ اور سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹا بھی دیا۔
عادات و خصائل سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید صاحب شرور کا تعلق اسی نسل سے ہے۔ اگر صاحب شرور محسوس نہ فرمائیں تو کیا سوال کر سکتے ہیں کہ جب آپ کے نزدیک مردے یہ سب کام کرتے ہیں تو اگر نعمان بن آلوسیؒ نے بعد از وفات ایک رسال لکھ دیا تو آپ کے مذہب پر کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ الخ (مکائد ص ۴۷)

الجواب:

صاحب مکائد نے لایعنی اور گھٹیا زبان و قلم سے صفحات تو سیاہ کر دیئے ہیں مگر جواب دینے سے قاصر ہی رہے۔ برزخ کے اندر حیات حقیقی، دنیوی اور نمازوں کا پڑھنا صرف خاصہ انبیاء ہے۔ اور اس کا بھی مطلب فقط اتنا ہے کہ دنیا والے جسموں میں ارواح ہوتی ہیں اور بطور تلذذ کے وہ نماز پڑھتے ہیں نہ کہ تکلف کے۔ عام انسانوں کو برزخ میں جو حیات ملتی ہے وہ فقط اتنی کہ ارواح کو راحت و عذاب ہو تو اجسام محسوس کرتے ہیں۔ اور شہداء کی حیات ان سے افضل ہے پھر انبیاء علیہم السلام کی حیات تو ان سب سے افضل ہے کیونکہ برزخ میں مختلف درجات ہیں۔ باقی مردے کا قبر سے لوٹ آنے والے واقعہ پر جو صاحب مکائد نے مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کا مذاق اڑایا ہے۔ انتہائی بھونڈی حرکت ہے۔ کیونکہ ہم تعویذ المسلمین میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ واقعہ قاضی صاحبؒ نے علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب ''المنتظم'' سے لیا ہے۔ اب اگر گندگی پھینکنی ہی ہے تو اسلاف پر پھینکو۔ مگر قاضی زاہد الحسینیؒ کے نام سے مماتی ذریت اس لئے خفا ہے کہ میدان تحریر میں اس خناس طبقے کی تردید میں پہلی اینٹ شاید انہوں نے رکھی تھی اور رحمت کائنات لکھ کر ان کے مذمومہ اور تراشیدہ عقیدے کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوڑ دیا تھا۔

کتاب ''رحمت کائنات'' پر اکابرین کا اعتماد

منکرین حیات النبیؐ اور خصوصاً صاحب مکائد مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کے نام سے اس لئے خائف ہیں کہ آپؒ نے فتنۂ مماتیت کا تعاقب کر کے صحیح معنوں میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد ہونیکا ثبوت دیا ہے۔ چونکہ شیخ مدنیؒ کے تلامذہ وخلفاء ہر فتنہ کے خلاف ننگی تلوار ہیں لیکن سورج پر تھوکنے سے منہ تھوکنے والے کا ہی بگڑتا ہے۔ ''رحمت کائنات'' مقبول بارگاہ نبوی کتاب ہے۔ چنانچہ حضرت قاضی زاہد الحسینیؒ نے لکھا ہے کہ ''نومبر ۱۹۵۷ء ایبٹ آباد اپنے مکان میں عشاء کی نماز سے قبل استراحت میں تھا کہ رسالت مآب ﷺ کی زیارت سے اللہ تعالیٰ نے مشرف فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہاری کتاب کو نئی ترتیب دیکر انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کی مجلس میں پیش کروں گا''۔ یہ ایک عظیم بشارت ہے جو صاحب کتاب کو بارگاہ رسالتؐ سے ملی اور یہ اُسی برکت کی ایک جھلک ہے کہ اس کتاب کے تقریباً چودہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور یوں حیات النبیؐ کے جلوؤں سے اہل ایمان جلاء پا رہے ہیں جو کتاب امام الانبیاء ﷺ کی نظر کیمیاء میں مقبول ہو چکی ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے علمی ورثاء یعنی علماء کرام کی نگاہوں میں کیوں نہ جچے گی۔ وقت کے جہاندیدہ روزگار مشائخ اور علم وعرفان کے بے تاج شہنشاہوں نے اس کتاب کو کیسا پایا؟ اور تحسین وآفرین کے کیسے ڈونگرے برسائے؟ ایک جھلک ملاحظہ کریں۔

سرتاج الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا ''میرا یقین ہے کہ اس مسئلہ میں حق تلاش کرنیوالوں کو اس گلدستہ سے یقین کامل ہو جائیگا کہ حضور انور ﷺ کی حیات طیبہ جیسے سطح زمین پر تھی ویسے ہی مزار اقدس میں ہے'' شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے فرمایا ''رحمت کائنات کے دو عدد نسخے پہنچ کر موجب احسان ہوا'' علامہ شمس الحق افغانیؒ نے فرمایا ''مطالعہ کر کے دل خوش ہوا اور آپکو دعائیں دیں'' مفسر

قرآن مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا'' مولانا زاہد الحسینی صاحب نے نہایت نافع اور مفید تحقیقات جمہور اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق جمع کر دی ہیں'' حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ (بانی خیر المدارس ملتان) نے فرمایا'' اس کتاب کے مطالعہ کی برکت سے احقر اپنے قلب میں محبت نبویؐ میں اضافہ محسوس کرتا ہے نیز مولانا محمد انوری صاحب تلمیذ مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو بحالت خواب اس کتاب کی اشاعت پر خوش دیکھا''۔ اس کے علاوہ مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب، حضرت مولانا بدر عالمؒ اور حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے بھی بیحد خوشی کا اظہار فرمایا اور مکتوبات کے ذریعے صاحب کتاب کی دلجوئی فرمائی۔

قارئین کرام کتاب ''رحمت کائنات'' کی ابتداء میں ان تمام بزرگوں کے تأثرات اور آراء پڑھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہل علم نے مسئلہ حیات النبیؐ کی توضیح وتشریح پر مشتمل تحریر کو کتنا پسند فرمایا۔ اب مماتی مؤلف جو نہایت چرب زبانی کیساتھ مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ پر طنز کر رہا ہے کیا در حقیقت وہ ان تمام مشائخ دیو بند کو مذاق کا نشانہ نہیں بنا رہا؟ کیا اب بھی اس بدنصیب ٹولے کو دیو بندی کہلوانے کا حق ہے؟

خامہ انگشت بدنداں ہے، اسے کیا لکھیے؟
ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیے؟

میت کا زائر کو دیکھنا مولانا حسین علیؒ کا عقیدہ ہے:

صاحب مکائد نے ہمیں طعنہ دیا کہ ہم اس کے بھی قائل ہیں کہ مردے زائر کو پہچانتے ہیں۔ مؤلف صاحب کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم تو قائل ہیں یا نہیں ہیں مولانا حسین علی واں بھچرویؒ ضرور قائل ہیں۔ جن کے نام پر تم نے اپنی جعلی دوکان چمکار کھی ہے۔ اور جن سے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کو دین سمجھ آیا تھا (حضرت کشمیریؒ سے نہ آیا)

ہم نے اپنی کتاب ''لطمتہ الحق'' کے اندر بھی حوالہ پیش کیا۔ اوراب پھر پڑھ لیجئے ۔مولانا حسین علیؒ اپنی زندگی کی آخری کتاب ''تحریرات حدیث''میں لکھتے ہیں۔

ونؤمن بان المیت یعرف من یزورہٗ اذا اتاہ وآکدہ یوم الجمعتہ بعد الطلوع الفجر قبل طلوع الشمس (تحریرات حدیث ص ۲۵۷ مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس ملتان، باہتمام محبوب احمد اویسی مینجر)

ترجمہ: اوراس پرایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کوآتا ہے تووہ اس کو پہچان لیتی ہے۔خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعداور طلوع آفتاب سے پہلے۔

جی صاحب مکائد۔اب ذرا ہمت کیجیئے اور ایک عدد فتوی مولانا حسین علیؒ صاحب پرداغ دیجیئے۔

ویسے آپ سے پہلے مولانا محمد حسین نیلوی شاہ صاحب انکوملحد کہنے کی ہمت کرچکے ہیں۔نیلویؒ صاحب لکھتے ہیں''ان مسئلة سماع الموتیٰ واجابتھم و معرفتھم مختلق للملحدین''(شفاء الصدور ص ۱۸۵)

ترجمہ: بلاشبہ سماع موتیٰ اوران کے جواب دینے اوران کی معرفت کامسئلہ ملحدین کا گھڑا ہوا ہے۔

قارئین کرام!اب آپ فرمائیں کہ ہم اس پرکیا تبصرہ کریں؟مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کودین کی جہاں سمجھ آئی ہے(خس کم جہاں پاک ص) وہاں توبقول مولانا نیلوی کے الحاد ہے۔ذراصاحب مکائد بھی تفکر فرما کرہمیں جواب باصواب سے مستفید کریں کہ کون سچا ہے؟حضرت واں بھچرویؒ فرماتے ہیں۔میت زائرکوشناخت کرتی ہے۔حضرت نیلوی فرماتے ہیں۔ایسا کہنے والے ملحدین ہیں۔اورآپ نے بھی ہمیں طعنہ دیا۔اب آپ کے اپنے جوتوں میں دال بٹ رہی ہے۔کوئی درمیان کی راہ نکال کرآگاہ فرمائیں۔شکریہ۔

باقی رسالہ الآیات البینات کے غیر معتبر ہونے پر صرف یہ دلیل نہیں کہ یہ نعمان آلوسیؒ کی وفات کے بعد لکھا گیا بلکہ اس میں حوالوں کے اندر بھی خیانت اور تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ ہم نے ضرب المہند کے حوالے سے تعویذ المسلمین میں لکھا ہے کہ "فتح الباری، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی سے عدم سماع موتی نقل کیا گیا ہے۔ حالانکہ مذکورہ تمام کتب میں سماع موتی کو ثابت کیا گیا ہے۔

صاحب مکائد کا فرار:

صاحب مکائد اس کا کوئی جواب دینے کی جرأت نہ کر سکے اس کے علاوہ الآیات البینات کے اندر ابن ملک حنفیؒ (۸۰۱ھ) کا حوالہ نقل کرنے میں بھی دیانت کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ انہوں نے حدیث "اِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اِذَا انْصَرَفُوْا" کا جو معنی اور تشریح کی ہے اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح روح المعانی کا حوالہ بھی صحیح نہیں دیا گیا۔ ان تمام حقائق کا جواب دینے کی بجائے ذاتیات پر اتر آنا، گھٹیا زبان استعمال کرنا، فوت شدگان بزرگوں کو سب وشتم کا نشانہ بنانا، بازاری لہجہ استعمال کرنا، اور بات بات پر دوسرے کو جاہل، دھوکہ باز اور شریر کہنا، کیا یہ اہل علم کی شان ہے؟۔ اب یہ بات یقینی ہے کہ خیر المدارس میں سید صاحب کے تھپڑ سے لے کر صاحب مکائد کی گالیوں تک نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ براہین نام کی کوئی چیز ان کے پلے نہیں ہے۔ مؤلف مجموعہ مکائد کہتے ہیں پھر المہند علی المفند بھی تو مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی وفات کے بعد چھپی ہے۔ اس کے متعلق تو آپ کہتے ہیں کہ کتاب کا مصنف کی وفات کے بعد چھپنا غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں ہے تو پھر آیات بینات کیسے غیر معتبر ہوگئی۔ الخ۔ حالانکہ جاہل مؤلف نے ہمارا مدعا سمجھا ہی نہیں ہے۔ آیات بینات نعمان آلوسیؒ کی وفات کے بعد لکھی گئی ہے اور ان کے نام سے منسوب کی گئی ہے۔ اور اگر بالفرض وہ خود بھی لکھتے تو ہمیں پریشانی نہ تھی۔ اور اس کے غیر معتبر ہونے پر ہم گذشتہ سطور

میں بھی اور تعویذ المسلمین میں بھی کلام کر چکے ہیں۔ المہند تو ایک اجماعی دستاویز ہے مشائخ دیوبند کی۔ اور اکابرین کے اس پر دستخط موجود ہیں۔ اگر حضرت سہارنپوریؒ فوت ہو گئے تھے تو حضرت تھانویؒ، مفتی محمد کفایت اللہؒ وغیرہم مشائخ تو موجود تھے۔ ہم صاحب مکائد اور انکی پوری جماعت کو چیلنج کرتے ہیں کہ جب سے شاہ صاحب مسئلہ حیات النبی ﷺ کے انکاری ہوئے ہیں۔ ان سے پہلے کسی ایک عالم کا قول پیش کر دکھاؤ جنہوں نے المہند پر عدم اعتماد کیا ہو؟ سوائے مٹھی بھر چند شریروں کے آج تک سب کے سب اہل سنت اس پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لہٰذا صاحب مکائد کا اس کو الآیات البینات پر قیاس کرنا نری حماقت ہے۔ فاعتبر یا اولی الابصار۔

اعادۂ روح:

ہم نے اپنی کتاب "تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین" میں لکھا ہے کہ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کی عبارت "هذا لا يستلزم اعادة الروح " پر علامہ فرہارویؒ نے گرفت کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ سوال کے وقت جسم میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔ اس پر صاحب مکائد واویلا کرتے ہوئے اور علامہ خالد محمود مدظلہم جیسے محقق و مفکر کو "اخباری ملا" کہہ کر استہزاء کرتے ہوئے لکھتے ہیں "علامہ فرہاروی جس اعادہ کی بات کرتے ہیں وہ بھی آپ کو قطعاً مفید نہیں کیونکہ علامہ فرہارویؒ ایسے اعادہ کے قطعاً قائل نہیں جس سے بدن عنصری میں حیات دنیوی، حقیقی، حسی پیدا ہو جائے۔

(مجموعہ مکائد ص ۶۹)

الجواب:

علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ کی عبارت بالکل بے غبار ہے کہ اعادہ روح وقت سوال مذہب اہل سنت ہے، اور مزید فرماتے ہیں "وهو ان الاحاديث الصحيحة

ناطقنه بان الروح یعاد فی الجسد عند السئوال '' (نبراس ص ۳۲۲)

ترجمہ: احادیث صحیحہ صاف اعلان کر رہی ہیں کہ سوال کے وقت روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔

صاحب مکائد یہ کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں کہ علامہ فرہارویؒ جس اعادہ کے قائل ہیں وہ آپ کو مفید نہیں۔ چلو اعادہ کی جس ''قسم'' کے وہ قائل ہیں وہ تم بتادو مگر آگے صاحب مکائد بالکل خاموش ہے بلکہ ان کے تمام بڑے اعادہ روح کے متعلق اکابرین اہل سنت کی عبارات دیکھ کر مرغ بسمل کی طرح تڑپتے ہیں۔ اعادہ روح کے متعلق مماتیوں کی تضاد بیانیاں ملاحظہ ہوں۔

اعادہ روح اور سجاد بخاری صاحب:

جمعیت اشاعت التوحید کے ترجمان جناب ماسٹر سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں

''مومنین کی روحیں عنصری بدنوں میں نہیں ہوتیں بلکہ مثالی بدنوں میں ہوتی ہیں الخ

(اقامتہ البرہان ص ۹۹)

قرآن مجید کی یہ نص صریح اعادہ روح مفہوم مذکور کو باطل ٹھہراتی ہے۔

(اقامتہ البرہان ص ۱۵۸)

نکیرین کے وقت بدن میں روح کا اعادہ کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں (اقامتہ البرہان ص ۲۵۷) نیز شیخ القرآن مولانا ماسٹر غلام اللہ خان صاحب نے بھی لکھا ہے'' ارواح کا ابدان میں اعادہ نفخ ثانیہ پر ہوگا''۔ (جواہر القرآن ص ۱۹۴)

مولانا محمد حسین نیلوی کا اعادۂ روح کے متعلق انکار:

اس جسد عنصری میں بعد از دفن دوبارہ روح کا آنا اور میت کا قبر میں زندہ ہونا یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۱۷۴)

مولانا نیلوی کا اعادہ روح کے متعلق اقرار:

مولانا نیلوی انکار اعادۂ روح کے بعد رقمطراز ہیں

''میت صرف قبر کے عذاب وثواب ہی کو محسوس کرنے کی قدر زندہ کیا جاتا ہے۔

(ندائے حق ج ا ص ۱۸)

''تمام اہل سنت والجماعۃ اس پر متفق ہیں کہ قبر یعنی عالم برزخ میں میت کی طرف حیات اور زندگی واپس آجاتی ہے۔ کرامیہ اور ان کے موافقین اس بارے میں مذہب اہل سنت والجماعۃ کے مخالف ہیں۔ (ندائے حق ج ا ص ۱۸۴)

''بعد از موت حیات ثانیہ برزخیہ میں کسی کا اختلاف نہیں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔ اس حیات برزخیہ کا انکار قطعیات ومحکمات کا انکار ہے۔

(ندائے حق ج ا ص ۱)

''اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف دوبارہ ایک خاص قسم کی حیات دے دیتے ہیں اور دیتے بھی اسی قدر ہیں کہ جتنے سے دکھ یا سکھ محسوس کر سکے۔ (ندائے حق ج ا ص ۱۹)

قارئین کرام!

سجاد بخاری صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کی عبارات کو بغور پڑھیئے۔ نیز مولانا نیلوی کی پہلی عبارت کو پڑھیئے اور بعد ازاں دوسری عبارات کو پڑھیئے کہ کہیں یہ اعادۂ روح کا انکار کرتے نظر آتے ہیں اور کہیں اقرار۔ صاحب الفتح المبین ذرا اپنے علمی جملے ''بول علی القول'' کا جائزہ لے بتائیں کہ یہ عادت کہیں آپ کے اپنے گھر میں نہ پائی جاتی ہو۔

اشاعت التوحید میں مساٹیر کی بھرتی:

ہم نے تعویذ المسلمین میں شیخ القرآن صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ ابتداءً وہ اسلامیہ ہائی سکول میں ٹیچر تھے لہٰذا مماتیوں کو حضرت اوکاڑوی ؒ کو طنزاً ماسٹر کہنے کا حق نہیں

ہے۔صاحب مکائد اپنی کتاب الفتح المبین میں اپنی عادت سے باز نہیں آئے اور پھر حضرتؒ کے متعلق نازیبا جملوں کا استعمال کیا۔یہ حضرت اوکاڑویؒ کی کرامت ہے کے جب ہم نے مزید غوروخوض کیا تو اشاعت التوحید میں اچھے خاصے ماسٹرز برآمد ہوگئے۔مثلاً۔

ماسٹر سجاد بخاری صاحب:

مولانا حسین علی واں بھچرویؒ کی سوانح حیات میاں محمد الیاس نے لکھی ہے۔ اس میں سید سجاد بخاری صاحب کے متعلق لکھا ہے ''انہوں نے محنت شاقہ سے انگریزی زبان سیکھی اور دو ایک سکولوں میں انگلش ٹیچر کی حیثیت سے کام کیا الخ۔

(مولانا حسین علی، شخصیت، کردار، تعلیمات ص ۳۴۷)

ماسٹر محمد حسین نیلوی صاحب:

مولانا محمد حسین نیلوی شاہ کے متعلق میاں الیاس صاحب اپنی اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں '' کچھ عرصہ موچھ (ضلع میانوالی) کے ہائی سکول میں ٹیچر رہے۔اس کے بعد وہاں سے چوکیرہ آگئے اور تقریباً گیارہ سال تک وہاں تدریس کی۔

(سوانح مولانا حسین علی ص ۳۵۶)

ماسٹر عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری:

شاہ صاحب کی سوانح حیات انہی کے ایک ہمنام عنایت اللہ گجراتی نے لکھی ہے اس میں لکھا ہے ''اور سکول میں فارسی پڑھنے والے بچوں کو آپ ہی پڑھایا کرتے تھے الخ

(سوانح حیات ص ۲۹)

ماسٹر غلام اللہ خان صاحب:

شیخ القرآن کی سوانح حیات مولانا عبدالمعبود صاحب نے لکھی ہے جن کو صاحب

مکائد نے ''مستور الحال'' کا خطاب دیا ہے۔ مولانا عبدالمعبود صاحب کی مرتب کردہ سوانح شیخ القرآن منکرین حیات کو اس لئے قبول نہیں کہ مرتب نے اس میں حقیقت پسندی سے کام لیا ہے۔ کئی ایک حقائق کے علاوہ ان کو ماسٹر بھی ثابت کیا ہے کہ وہ راولپنڈی کے ایک ہائی سکول میں ٹیچر رہے الخ (مزید تفصیل کیلئے تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین ص ۱۹۳)

قارئین کرام!

خود اندازہ کریں کہ ماسٹر ایک مقدس پیشہ ہے۔ ہم قطعاً حقارت یا طنز کے طور پر ان حضرات کو ماسٹر ثابت نہیں کر رہے بلکہ احمق لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کہ اگر مولانا محمد امین صفدرؒ کو ماسٹر کہہ کر ان کے علم و فضل کا انکار کیا جاسکتا ہے تو ان پرانے ماسٹرز حضرات کے علم و فضل کا جنازہ کیوں نہیں نکلتا؟

قارئین کرام! بات اعادۂ روح سے چلی تھی درمیان میں ماسٹروں سے پالا پڑ گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

ان الاحادیث مصرحته باعادة الروح الی البدن عندالسئوال

(شرح الصدور ص ۶۰)

علامہ سلفی کا ارشاد پڑھیں۔

عود الروح الی الجسد فی القبر ثابت علی الصحیح لجمیع الموتیٰ

(بشریٰ کئیب ص ۹۷)

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

ان سائر الاحادیث الصحیحته المتواتره تدل علی عودالروح الی البدن

(شرح حدیث النزول ص ۸۲)

تمام احادیث صحیحہ متواترہ روح کے بدن میں اعادہ پر دلالت کرتی ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ کے

اس قول کی تائید ابن قیمؒ نے کی ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب الروح ص ۶۲)

مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا ارشاد گرامی:

قارئین کرام! اعادۂ روح مذہب اہل سنت ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، اگر ہم علمائے متقدمین کی عبارات لکھنے بیٹھ جائیں تو اندیشۂ طوالت ہے۔ سطور بالا میں چند ایک عبارات پیش کرنے کے بعد مفتی اعظم ہند کا ارشاد پڑھیئے۔

"میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کر سکے"۔ (کفایت المفتی جلد نمبر ۱ ص ۱۹۶)

آیت عہد الست اور صاحب مکائد کی نادانی:

ہم نے تعویذ المسلمین ص ۴۰ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آل فرعون روح اور جسم دونوں کو کہا جاتا ہے۔ دنیا میں آل فرعون ارواح مع الاجساد کے غرق ہوئے۔ قیامت کے دن عذاب بھی ارواح و اجسام دونوں پر مرتب ہوگا، تو درمیان میں جو برزخی زندگی ہے یہاں عذاب صرف ارواح پر کیوں ہے؟ اجسام شریک کیوں نہیں؟ آیت قرآنی "النار یعرضون عَلَیھا غُدُوّاً وَ عَشِیّاً وَیومَ تقُوم الساعَته اَدْخِلُوا آلَ فِرْعَونَ اَشَدَّ العَذَاب" میں تینوں عالم کے عذاب کا ذکر ہے۔ اس کا جواب مولوی خضر صاحب سے بالکل نہ بن سکا آئیں، بائیں، شائیں کرنے کے بعد یہ آیت اور اس کے تحت لکھتے ہیں۔ واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظھورھم و ذریتھم واشھد ھم عَلٰی انفسھم ۔ الست بربکم قالو بلٰی شھدنا ان تقولوا یوم القیامته انا کنا عن ھذا غفلین ۔ آیت مذکورہ میں جس میثاق کا ذکر ہے وہاں پر اوکاڑوی اینڈ کمپنی کے اجساد عنصریہ موجود تھے یا ارواح؟ اور اگر کوئی سوال کرے کہ ذریت سے مراد آپ حضرات کے نزدیک روح اور جسد دونوں ہوتے ہیں جبکہ روز میثاق ماسٹر اوکاڑوی اینڈ کمپنی کے اجساد عنصریہ موجود نہیں تھے لہذا ماسٹر اوکاڑوی اینڈ

کمپنی ذریت آدم سے خارج ہے۔تو کیاارشاد ہوگا؟ (الفتح المبین ص ۷۹)

الجواب:

سب سے پہلا ارشاد تو یہ ہوگا کہ صاحب مکائد انتہائی نکھٹو اور پگلے ہیں۔اور دوسرا رشاد یہ ہوگا کہ عصر ہذا کے معتزلین کے جملہ اکابر واصاغر کی تحقیقات دریا بُرد کر دینے کے قابل ہیں۔اگلا ارشاد ملاحظہ کریں اور اپنی جُہل وکذب والی مرض کی دوا کریں۔سب سے پہلے آیت کا ترجمہ دیکھیں۔''اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں میں سے ان کی ولاد کو نکالا اور ان سے انکی جانوں پر اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بولے ہاں ہم قرار کرتے ہیں۔کبھی کہنے لگو کہ قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی۔

(پارہ نمبر۹ رکوع نمبر ۱۱ آیت نمبر ۱۷۲)

قارئین کرام!

اس آیت میں اس عہد کا ذکر ہے جو تمام بنی آدم سے ان کی اس دنیا میں پیدائش سے پہلے عالم ارواح میں لیا گیا تھا۔انسان دراصل روح کا نام ہے جس کو بدن کچھ مدت تک رہنے کے لئے ملا ہے۔بدن یا نفس چونکہ اس دنیا کی چیز ہے اس لئے وہ اسے دنیا کی طرف کھینچتا ہے۔لیکن روح عالم بالا سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں فطری طور پر اپنے رب کی پہچان موجود ہے۔اگر بدن خواہشات سے پاک وصاف ہوجائے تو اپنے رب کی طرف مائل ہوتی ہے۔اس لئے بدن اور روح کی کشمکش جاری رہتی ہے اور انسان اکثر بدنی آرام وآرائش کے خیال میں پھنس کر روح کے تقاضوں سے غافل ہوجاتا ہے۔اس غفلت کو زائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بھیجے جاتے ہیں اور وہ اس کو بتاتے ہیں کہ بدن ایک عارضی چیز ہے اور روح ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح میں تو فطری طور پر خداشناسی موجود تھی۔پھر روحِ محض سے عہد کیوں لیا گیا؟ اور

اسی سوال کا جواب نہ پا کر معتزلی محقق صاحب مکائد بغلیں بجانے لگا کہ جب بقول ہمارے آل کا اطلاق روح و جسم دونوں پر ہوتا ہے تو اس آیت میں ''ذریت'' کا اطلاق صرف روح پر ہے۔ کیونکہ اجسام وہاں تھے نہیں۔ صاحب مکائد بگوش ہوش سُن لے ذریت آدم سے مراد صرف ارواح نہیں۔ دونوں مراد ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ہر عالم میں کیفیات نوعیات مختلف ہوتی ہیں۔ مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ ''قرآن مجید میں اس سب ذرّیت آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار لینے میں اس کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ یہ ذرّیت آدم جو اس وقت پُشتوں سے نکالی گئی تھی صرف ارواح نہیں تھیں بلکہ روح اور جسم کا ایسا مرکب تھا جو جسم کے لطیف ترین ذرات سے بنایا گیا تھا۔ کیونکہ ربوبیت اور تربیت کی ضرورت زیادہ تر وہیں ہوتی ہے جہاں جسم و روح کا مرکب ہو اور جس کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرنی ہو، ارواح کی یہ شان نہیں ہوتی وہ تو اول سے آخر تک ایک ہی حال پر ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ احادیث مذکورہ میں جوان کے رنگ سفید وسیاہ مذکور ہیں یا ان کی پیشانی کی چمک مذکور ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف روح بلا جسم نہیں تھی ورنہ روح کا تو کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ جسم ہی کے ساتھ کہ اوصاف متعلق ہوتے ہیں، الخ (معارف القرآن جلد نمبر ۴ ص ۱۱۳، ۱۱۴)

صاحب مکائد بار بار مذکورہ بالا بحث پڑھیں۔ چونکہ ہم حقیقت سے لاعلم نہیں ہیں اس لئے ہم نہیں کہتے کہ عنایت شاہی اینڈ کمپنی ذرّیت آدم سے خارج ہے البتہ آدمیت نام کی کوئی چیز ان میں نظر نہیں آتی۔

آدمیّت اور شئی ہے علم ہے کوئی اور شئی
کتنا طوطے کو رٹایا پر حیوان ہی رہا

فسقِ یزید کا مسئلہ:

دورِ حاضر کے معتزلہ بعض غیر متعلقہ مسائل کو خواہ مخواہ کھینچتے رہتے ہیں۔ مقصد کتاب کی ضخامت بڑھانا ہوتا ہے۔ ہم نے یزید کے مسئلہ پر المسلک المنصور میں پیش کردہ تمام ہزلیات کا جواب تعویذ المسلمین میں دے دیا ہے۔ مگر المسلک المنصور کے مؤلف الفتح المبین میں پھر وہی اوٹ پٹانگ باتیں لے آئے۔ چنانچہ ''یزید کے متعلق ہمارا موقف'' اس کے تحت لکھتے ہیں ''یزید کے متعلق ہمارا نظریہ یہ ہے کہ یزید جتنا بڑا فاسق اور فاجر بھی ہو تو صاحب شرور لاہوری، کذاب ثامنی، محرف کھروڑی و دیگر شریر واہیاتی بزمی اور ماسٹر اوکاڑوی وغیرہ سے لاکھ درجہ بہتر تھا۔ کیونکہ یزید نے کبھی قرآن اور سنتِ رسول کی صریح تحریف کا جرم نہیں کیا۔ الخ (الفتح المبین ص ۱۴۲)

جواب:

معتزلی صاحب مکائد یزید کو لاکھ درجات کی بہتری اس لئے دے رہے ہیں کہ اس شقی القلب نے خاندان نبوت کو اتنی آسانی سے تہہ تیغ کر دیا کہ آٹے سے بال کا نکالنا بھی مشکل ہے۔ اس نے نواسۂ رسول کو معاف نہ کیا اور یہ کمبخت لوگ سیدنا حسینؓ کے نانا امام الانبیاء ﷺ کی برزخی حیات کے منکر ہو کر سعادت و شرافت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ باقی حضرت اوکاڑویؒ کی تجلیاتِ صفدر پر جو اعتراض کیا گیا ہم نے اس کا جواب تعویذ المسلمین میں دے دیا ہے۔ المسلک المنصور میں جو فضول بھرتی کی گئی تھی من و عن وہی عبارات الفتح المبین میں ہیں۔ یعنی مزید بزدلی سے پردہ اٹھ گیا کہ الفتح المبین کے مؤلف بھی صاحب المسلک المنصور ہیں۔ نامعلوم یہ کھل کر سامنے آنے کی جرأت کیوں نہیں کرتے؟

عامل سنت یوسفی؟:

مولانا محمد حسین نیلوی صاحب نے ''مظلوم کربلا'' کتاب کے اندر امام عالی مقام سیدنا حسینؓ کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کیئے خونِ ناحق اہل بیتؓ رنگ لایا اور بالآخر نیلوی صاحب پابندِ سلاسل کردیئے گئے۔ نیلوی صاحب نے امام عالی مقام سیدنا حسینؓ کا خونِ ناحق چھپانے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن

خونِ ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے؟
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

قصہ مختصر نیلوی صاحب جیل میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہم نے اپنی کتاب تعویذ المسلمین میں جناب نیلوی صاحب کو ''اسیر ناموسِ یزید'' کے لقب سے نوازا تھا۔ بس پھر کیا ہوا؟ دوستوں کو کانٹا چبھ گیا۔ اور صاحب مکائد کو کچھ زیادہ ہی چُبھا۔ چنانچہ طیش میں آکر ایک سرخی جماتے ہیں ''اسیر ناموس یزید یا عامل سنت یوسفی'' اس کے تحت لکھتے ہیں ''صاحب شرور نے شیخ التفسیر والحدیث، مرشد العلماء، عامل سنت یوسفی، شہید ناموس صحابہؓ (سبحان اللہ! گویا یزید صحابی تھا، سلفی) حضرت علامہ سید محمد حسین شاہ نیلویؒ کے بارہ میں جو بدتمیزی اور بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ صاحبِ شرور کی غلیظ ذہنیت کا ترجمان ہے۔ صاحب شرور اپنے خبثِ باطن اور مادر پدر آزادگی کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت نیلوی شاہ صاحب کے بارہ میں لکھتا ہے ''ہم ان کو اسیر ناموس یزید کہنے کا حق رکھتے ہیں'' دراصل صاحب شرور کا پیر و مرشد قاضی مظہر صاحب چکوالی ایک قتل کیس میں کافی عرصہ مبتلائے عذاب رہا، صاحب شرور قاضی صاحب کے اس کرتوت پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت نیلوی پر بکواس بازی کر کے کمینگی کا ثبوت دیتے ہوئے شور مچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ (مزید لکھتے ہیں) حضرت نیلوی شاہ صاحبؒ کو سنت یوسفی پر عامل ہونے کی اللہ نے سعادت بخشی۔ (الفتح المبین ص ۱۴۵)

جواب:

خدا جانے شاہ صاحب کے پیچھے کونسی ''زلیخا'' پڑ گئی تھی کہ جس کی دعوت عصیاں سے دامن عصمت بچا کر وہ عامل سنت یوسفی ہو گئے؟ ہم ان کی ذات پر زیادہ کلام نہیں کرتے کہ وہ اس فانی دنیا کو چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی لغزشوں سے درگذر فرمائے (آمین ثم آمین) لیکن نظریات وتحریرات دنیا ہی میں رہ جاتی ہیں۔ اور اس حقیقت سے آنکھ بند کر کے کوئی جائے تو جائے کہاں کہ انہوں نے اپنی متنازعہ کتاب میں واقعہ کربلا کو مسخ کر کے یزید کو بچانے کی کافی کوشش کی۔ جس میں وہ ناکام رہے۔

گھوڑے تو دوڑے تھے لاشۂ شبیر پر

تاریخ نے یزید کو روند کر رکھ دیا۔

نیلوی صاحب کی کتاب ''مظلوم کربلا''

ہم نے ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' میں بھی وضاحت کردی ہے کہ نیلوی صاحب کی گرفتاری انکی کتاب ''مظلوم کربلا'' کی اشاعت کے بعد ہوئی اور پھر حالت اسیری ہی میں وہ انتقال کر گئے۔ جس طرح فسق یزید پر بھی یہ بزرگان دیوبند سے متصادم ہیں (اس عنوان پر ہمارا رسالہ ''یزیدی فتنہ'' کا مطالعہ کیا جائے) نیلوی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں جگہ جگہ امام عالی مقام سیدنا حسینؓ پر تنقید کی ہے اور یزید کی ناجائز وکالت کی ہے چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں ''حضرت حسینؓ کو زبردستی عورتوں بچوں سمیت اغواء کیا گیا الخ (مظلوم کربلا ص ۲۶) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں ''امام حسینؓ سے تو جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا کہ جب بھی اسے کوئی مہم پیش آتی تو سیدھا مکہ شریف جا پہنچتا'' الخ (ص ۱۰۰)

قارئین کرام! مذہب اہل سنت اعتدال کا مذہب ہے اور اہل سنت خصوصاً اصحاب رسولؐ کے بارہ میں انتہائی حساس مزاج رکھتے ہیں لیکن نیلوی صاحب کی مذکورہ بالا

عبارات پڑھنے کے بعد منکرین حیات النبیؐ کے ناصبی اور خارجی ہونے میں بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

باقی جہاں تک مظہر شریعت وطریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) کی گرفتاری کا تعلق ہے۔ وہ مختصراً حضرتؒ کی کتاب کا ہم ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں۔

''ستمبر ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم (دیوبند) سے فراغت کے بعد میں اپنے وطن موضع بھیں تحصیل چکوال میں ہی رہ کر وقتاً فوقتاً سنی دیوبندی مسلک کی تبلیغ کے لئے علاقہ بھر میں جلسے کرتا رہا۔ ہمارا علاقہ اکابر دیوبند سے آشنا نہ تھا۔ رفض و بدعت کے اثرات پھیلے ہوئے تھے۔ چکوال شہر میں بھی صرف چند گنے چنے افراد اکابر دیوبند سے عقیدت رکھتے تھے۔ الحمدللہ ان جلسوں کے ذریعے عوام اکابر دیوبند کے مسلک حق کو سمجھنے لگ گئے تھے کہ اچانک اپنے گاؤں میں ایک متنازعہ مکان کے بارے میں ہماری لڑائی ہوگئی۔ مخالف فریق کا سرغنہ ایک چوھدری تھا جو اہل تشیع سے تعلق رکھتا تھا۔ چوھدری صاحبان سے قرابت کی وجہ سے دوسرے گاؤں ایک قد آور لڑاکا سنی نوجوان بھی اس کی حمایت میں آ گیا تھا۔ اس نے مجھ پر حملہ کرنے میں پہل کی جس سے میں زخمی ہوگیا۔ لیکن میری دفاعی ضرب سے وہ شدید زخمی ہوکر بھاگ نکلا۔ میں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور مخالف فریق کے چند اور ساتھی سرغنہ سمیت بھاگ گئے اور زخم چونکہ شدید تھا۔ اس کے لوگ تین چار کوس کے فاصلہ پر تھانہ ڈوہمن کے ہسپتال لے گئے۔ اور وہ وہاں انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت نصیب ہو۔ (آمین) یہ غالباً جون یا جولائی ۱۹۴۱ء کا واقعہ ہے۔ میں تو چونکہ زخمی تھا اور مقدمہ سے نکل نہیں سکتا تھا۔ مخالفین نے مقتول مرحوم سے ہی بیان دلوا دیا کہ اس کو میرے بڑے بھائی

مولوی منظور حسین سے قتل کیا حالانکہ وہ اس لڑائی میں موجود ہی نہیں تھے باہر کھیت میں گئے ہوئے تھے......... ہم پر دفعہ ۳۰۲ کے تحت قتل کا مقدمہ چلا اور بالآخر ہم چاروں کو سیشن جج جہلم نے عمر قید کی سزا سنادی اور اس وقت عمر قید کے سزایافتہ کو ۲۰ سال قیدی تصور کیا جاتا تھا جس میں سے چودہ سال قید بامشقت کاٹنی پڑتی تھی۔

(ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور کا شیخ الادب نمبر ص ۱۶، ۱۷)

حضرتؒ ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ قتل اپنے گاؤں کی ایک لڑائی میں ہوا تھا۔ فریق مخالف کے ایک جوان نے (جو دوسرے گاؤں سے آیا تھا) پہلے مجھ پر وار کیا تھا۔ میں نے اس کا دفاع کیا جس میں اسے کاری ضرب لگی۔ وہ بھاگ کھڑا ہوا میں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آخر وہ ہسپتال میں وفات پا گیا۔ میں نے شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کی خدمت جیل سے یہ سارا واقعہ لکھ دیا تھا۔ اور یہ بھی رہائی کے بعد عرض کیا تھا کہ میں مرحوم کے ورثاء سے معافی مانگوں گا تو شیخ الادب نے فرمایا تھا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ (کشف خارجیت ص ۱۰۸)

قارئین کرام!

یہ ہے حضرت قاضی صاحبؒ کے مقدمے کی نوعیت منکرین حیات النبی ﷺ پرانے مردے اکھاڑ کر نیلوی صاحب کے مقدمے کو عوام کی نظروں سے اوجھل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ "یزید کے بارے میں ہمارا موقف" کی سرخی تو جمادی گئی مگر موقف پھر بھی پیش نہ کیا سوائے اول فول بکنے کے۔

پاکستان میں بڑھتا ہوا یزیدی فتنہ:

مسلک دیوبند مسلک اعتدال ہے۔ یزید کے متعلق ہمارے اکابر سکوت کا حکم

فرماتے ہیں۔ لیکن سکوت کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ قتلِ حسینؓ سے اس کو بری الذمہ سمجھتے ہیں۔ آئے روز ان کی جانب سے مختلف قسم کے پمفلٹس اور کتابیں حمایت یزید میں چھپ کر آرہی ہیں۔ جس سے عوام الناس کا اچھا خاصا طبقہ ہیجانی کیفیت کا شکار ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

امام کاندھلویؒ کی ایک عبارت:

ہم نے اپنی کتاب ''تعویذ المسلمین'' کے صفحہ نمبر ۸۷ پر محدث کبیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی۔

''احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی حیاتِ مبارکہ میں حضرات انبیاءؑ کی ارواح طیبہ سے ملاقات فرماتے تھے، مکہ مکرمہ سے جب معراج کے لئے براق پر روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ ان حضرات نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور حضور ﷺ نے جواب دیا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور حضرت موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پس جس طرح نبی اکرم ﷺ اس عالم میں تشریف فرما تھے اور حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ عالم برزخ میں تھے اور ملاقات ہوتی رہی اور سلام وکلام ہوتا رہا الخ (القول المحکم ص ۳۰)

صاحب مکائد کی حاشیہ آرائی:

صاحب مکائد ''صاحب شرور مرزا قادیانی کی گود میں'' کی سرخی جما کر پہلے ہماری پیش کردہ علامہ کاندھلویؒ کی عبارت درج کرتے ہیں اور بعد ازاں یوں تبصرہ کرتے ہیں۔ ''تمام باتوں سے قطع نظر ہم صاحب شرور سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کا اسی عبارت پر ایمان ہے تو ٹھنڈے دل سے بتائیں کہ عالم برزخ میں موت کے بعد انسان پہنچتا ہے یا بغیر موت کے؟! اگر موت کے بعد پہنچتا ہے تو حضرت عیسیٰؑ کا جو برزخ میں ہونا بتلایا جا رہا

ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پر موت آچکی ہے۔ اور وفات عیسیٰؑ کا نظریہ خالص مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔ ماشاء اللہ اب تو صاحب شرور نے بڑی اچھی ترقی فرمائی ہے کہ سفر کرتے کرتے نھیال پہنچ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ واپس آنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (الفتح المبین ص ۱۱۹)

الجواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ عبارت ہم نے مولانا ادریس کاندھلویؒ کی پیش کی ہے۔ اور آپ کا علمی مقام نہایت بلند و بالا ہے۔ دھرتی کے سارے معتزلیہ اور مماتی اکٹھے ہو جائیں تو امام کاندھلویؒ کی بغل کے پسینے جتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کا جو برزخ میں ہونا بتلایا گیا ہے تو وہ بایں معنیٰ کہ آپ پردے میں ہیں، نظروں سے اوجھل ہیں، آسمانوں پر ہیں، دنیا میں نہیں ہیں۔ کیونکہ برزخ کا معنی پردہ ہے۔ اس معنی میں نہیں کہ آپ العیاذ باللہ ذائقہ موت چکھ کر عالم برزخ میں چلے گئے۔ یہ مماتی مؤلف کی یاوہ گوئی ہے۔

گویا مرزا قادیانی کی گود میں بیٹھنے کا طعنہ ہمیں نہیں دراصل علامہ کاندھلویؒ کو دیا جارہا ہے۔ یہ مماتی نادان کی ذہنیت۔ عبرت، عبرت، عبرت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ہم العیاذ باللہ وفاتِ عیسیٰؑ کے قائل ہو کر نھیال نہیں پہنچے۔ البتہ صاحب مکائد کے پیر سید عنایت اللہ شاہ جی حیات النبی ﷺ کے منکر ہو کر ددھیال ضرور پہنچ گئے تھے۔ کیونکہ شاہ جی نے ٹیکسلا کے ایک رافضی ریاض حسین کی انجمن سادات کے جلسہ میں شرکت کی تھی۔ (دیکھیے روزنامہ جنگ راولپنڈی ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء) مزید تفصیل کے لئے "ضرب المہند علی القول المستند" کی طرف رجوع کیا جائے۔

شیشہ دیکھ کے مت گھبرا
کردار اپنا تو دیکھ ذرا

صاحب مکائد کی خباثت:

صاحب مکائد اپنے مجموعہ مکائد کے ص ۱۱۵ پر ''اوکاڑوی صاحب کے مناظروں کی حقیقت'' کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ اور پھر آپ کی علمی پوزیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب کا حضرت اوکاڑوی پر لکھے گئے مضمون کا ادھورا اقتباس پیش کرتے ہیں صاحب مکائد نے جو اقتباس پیش کیا ہے وہ من وعن یوں ہے۔

'' مفتی عبدالقدوس ترمذی لکھتا ہے '' حضرت اوکاڑوی ایک مرتبہ ساہیوال تشریف لائے اور حضرت والد صاحب قدس سرہ سے فرمایا کہ میں نے حیات النبی کے موضوع پر منکرین حیات کے عمائدین سے مناظرے کئے ہیں اور مناظروں میں ان کو شکست فاش بھی دی ہے۔ پھر اس موضوع سے متعلق کافی کتب، تحریرات کا بغور مطالعہ بھی کیا ہے۔ لیکن مجھے اب تک منقح طور پر واضح نہیں ہوا کہ ہمارے اور فریق مخالف کے مابین محل نزاع کیا ہے۔ اس پر حضرت نے ان کے سامنے ایک تقریر فرمائی جس سے محل نزاع کی قدرے تعین ہوئی۔ مگر مولانا اوکاڑوی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پورے طور پر اطمینان نہیں ہوا اور میں واپس آیا۔ (ماہ نامہ الخیر کا مولانا اوکاڑوی نمبر) (الفتح المبین ص ۱۱۵)

صاحب مکائد یہ اقتباس پیش کرنے کے بعد رقمطراز ہیں '' جس آدمی کو محل نزاع کا بھی علم نہیں اور اصل مسئلے ہی سے جاہل ہے وہ بیچارہ مناظرہ کیا کرے گا؟ الخ

الجواب:

مماتی نام نہاد محقق نے مولانا عبدالقدوس ترمذی کے مضمون کی ادھوری عبارت پیش کر کے عادتاً باؤلے جانور کی طرح صوت مخصوص میں چلانا شروع کر دیا اور بقیہ عبارت کو ماں کا دودھ سمجھ کر پی گئے۔ اس کے آگے یہ عبارت ہے '' پھر کچھ عرصہ بعد ساہیوال جامعہ حقانیہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرت (مولانا عبدالشکور ترمذی) دروازہ میں کھڑے

ہیں مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ میں تمہیں یاد کر رہا تھا۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھیج دیا، ہنس کے فرمایا کہ تم لوگ کرامتوں کے قائل نہیں ہو، کیا یہ کرامت نہیں کہ تم اس وقت پہنچ گئے۔ پھر فرمانے لگے میں تمہیں اس لئے یاد کر رہا تھا کہ آپ نے جو سوال کیا تھا اس کا تفصیلی جواب مل گیا ہے۔میرا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح وہ آپ تک پہنچا دوں۔ پھر حضرت نے مجھے وہ مفصل تحریر پڑھ کر سنائی جو اس موضوع سے متعلق حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے تحریر فرمائی تھی۔اس میں واضح طور پر محل نزاع اور موضوع کی تعیین تھی۔ یہ تحریر حضرت نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے حاصل فرمائی تھی۔اسے پڑھ کر پہلی مرتبہ واضح اور منقح طور پر موضوع اور محل نزاع کا علم ہوا جس پر بڑی خوشی ہوئی۔(ماہنامہ الخیر کا حضرت اوکاڑوی نمبر ص ۲۳۹)

قارئین کرام!

یہ ہے منکرین حیات النبی ﷺ کی دیانت کا نمونہ کہ آدھی عبارت تو دیدی اور بقیہ بغیر ڈکار لئے ہڑپ کر گئے۔ علاوہ ازیں ہم کئی بار اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ کسی زمانے میں علامہ اوکاڑویؒ نے شاہ صاحب گجرات والوں کی غیر مقلدیت کے بھوت سے جان چھڑا کر مشکل کشائی کی تھی۔مگر جب ان کے خود ساختہ اور گمراہ کن عقیدے کے خلاف مولانا اوکاڑویؒ سر بکف ہو کر میدان میں اترے اور ان کے بڑے بڑے سورماؤں نے پتے پانی ہوتے دیکھے تو جاھلوں کی طرح اوٹ پٹانگ ہانکنا شروع کر دیں۔بات بات پر اہل علم کو جاہل کہنا بذات خود جہالت ہے۔اس مشکوک النسب ٹولے سے کوئی پوچھے کہ مولانا اوکاڑویؒ بقول تمہارے اتنے ہی علم سے دور تھے تو ساری زندگی ان کے سامنے تمہارے قدم کیوں نہ ٹک سکے؟ مولانا اوکاڑویؒ کے علم و فضل اور امام المناظرین ہونے کا اتنا ہی ثبوت کافی ہے کہ آج ان کی وفات کے بعد بھی یہ مماتی ٹولہ ان کا نام سن کر یوں بھاگتا ہے جیسے شیر ببر کو دیکھ کر گیدڑوں کا ریوڑ بھاگتا ہے۔ فاعتبرو یا اولی الابصار۔

مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر سے مماتیوں کو تکلیف:

امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ کے فرزند سعادت مند مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر کے متعلق صاحب مکائد نے اپنی خاندانی زبان استعمال کی ہے۔ ہاتھ اور زبان کا ناجائز استعمال ان غنڈوں کو ''بزرگِ گجرات'' سے ورثے میں ملا ہے۔ ان پر برسنے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ فتنوں کے خلاف سرگرم رہتے ہیں۔ اور منکرین حیات النبی ﷺ کو بھی انہوں نے چھٹی کا دودھ یاد دلایا ہے۔ صاحب مکائد کے معدے میں کیڑوں کا بلبلانا بھی یقینی تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

''صاحب شرور نے ایک نوٹ کے تحت عبدالحق خان بشیر کو امام اہل سنت بناتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ بشیر صاحب نے رسالہ نور بصیرت بہاولپور میں دارالافتاء کے مفتیان عظام کی تردید کی ہے۔ عرض ہے کہ مولوی خان بشیر صاحب کو امام اہل سنت کہنا اکابرین اہل سنت والجماعت کی سخت توہین ہے۔ کیونکہ خان صاحب جھوٹ بولنے میں انتہائی بے باک واقع ہوئے ہیں۔ (الفتح المبین ص ۱۱۴)

جواب:

صاحب مکائد آنکھیں کھول کے بلکہ پھاڑ کے تعویذ المسلمین کا صفحہ ۷۶ دیکھ لیں کہ وہاں ''ابن امام اہل سنت'' لکھا گیا ہے۔ یعنی حضرت شیخ صفدر مدظلہ کے فرزند کو ابن امام اہل سنت کہا گیا۔ لیکن ان دوستوں کی آنکھوں پر ضد وتعصب کے ساتھ بے حیائی اور ڈھیٹ پن کی بھی سیاہ پٹیاں چڑھی ہوئی ہیں۔ جھوٹ بولنے کی مہارت مماتیوں سے زیادہ اور کسے ہوسکتی ہے۔ جو ساٹھ سال سے توحید وسنت کے نام پر بڑے تسلسل کے ساتھ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک جھوٹا ان میں نظر آئے گا۔ اور اب یہ ''کذاب'' ٹولہ بچوں پر کیچڑ اچھال کر اپنی خفت مٹا رہا ہے۔

''لا يُذِيقَكَ اللّٰهُ الموتَتَين '' کی بحث:

بخاری شریف میں موجود خطبہ صدیق اکبرؓ میں یہ جملہ کہ '' اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کا ذائقہ نہیں چکھائیں گے'' پر صاحب مکائد نے پھر بلاوجہ غیر متعلقہ بحث کر دی ہے۔صاحب مکائد نے مجموعہ مکائد الموسوم بہ الفتح المبین کے ص ۱۲۸ تا ص ۱۳۱ تک جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کا مقصود ان لوگوں کا رد کرنا تھا جو کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ دوبارہ زندہ ہوں گے۔اور منافقین کو سزا دیں گے۔اگر ایسا ہو تو آپ کی وفات اور موت دوبارہ ہو جائے گی۔نیز اس جملے کے شارحین حدیث نے چار مطالب بیان کیے ہیں۔وغیرہ۔

جواب:

وہ چار مطالب کس نے بیان کئے؟ اور احسن قول کونسا قرار دیا اسکو صاحب مکائد ہڑپ کر گئے۔کیونکہ ماخذ تھا نہیں۔پس جس طرح المسلک المنصور دس پندرہ بندوں کے مشترکہ زور سے منظر عام پر آئی ہے ایسے ہی الفتح المبین ہے۔بہر حال ہم اس پر قدرے بحث کرتے ہیں کہ چار قول بیان کر کے محدثین نے بہتر قول کسے کہا، ملاحظہ کریں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی ''فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں (اختصار کی غرض صرف عربی عبارت کا معنی دیا جا رہا ہے) ''اس میں زیادہ اشکال کی چیز حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول ہے کہ اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔اس کے چند جوابات ہیں۔

ا: کہا گیا ہے کہ یہ اپنی حقیقت پر مبنی ہے اور اس سے ان لوگوں کی تردید کی طرف اشارہ ہے جن کا یہ گمان تھا کہ حضرت زندہ ہوں گے اور منافقین کا خاتمہ کریں گے۔اگر یہ صحیح ہوتا تو لازم آتا کہ دوبارہ موت طاری ہو تو اس کی خبر دی گئی کہ اللہ کے نزدیک حضرت اس سے اکرم واعلیٰ ہیں کہ آپ پر دو موتیں جمع کرے۔جیسا کہ ان لوگوں کے ساتھ

ہوا جن کو آیت قرآنی ''الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف ''اور ''او کاالذی علی قریۃ ''میں بیان کیا گیا ہے اور یہ اور جوابوں سے زیادہ اسلم ہے۔

۲: اور کہا گیا کہ مراد یہ ہے کہ دوبارہ موت قبر میں نہیں ہوگی جیسا کہ اور لوگ قبر میں زندہ کیئے جائیں گے اور سوال و جواب کے بعد موت طاری ہوگی، اور یہ داؤدی کا جواب ہے۔

۳: اور کہا گیا کہ دو موت سے مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات کی موت اور شریعت کی موت جمع نہیں ہوگی۔

۴: اور کہا گیا کہ موت سے تکلیف اور اذیّت مراد ہے یعنی اس موت کی تکلیف کے بعد کوئی دوسری تکلیف نہیں ہوگی۔ (فتح الباری شرح بخاری جز ۳ ص ۹۱)

علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ ''قال موتتین'' کے تحت لکھتے ہیں۔ ''یہ قول حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت کہا جبکہ حضرت ﷺ کی وفات ہوگئی۔ اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مبعوث کریں گے تو وہ منافقین کا خاتمہ کریں گے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس وقت آپ کی وفات ہوگئی پھر آخری زمانہ میں وفات ہوگی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کی تردید فرمائی کہ دنیا میں ایک ہی بار موت طاری ہوگی اور داؤدی نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ قبر میں دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری جز ثامن ص ۴۵)

کوئی توضیح حیات انبیاء کے معارض نہیں، مؤید ہے:

حافظ ابن حجرؒ نے ''لا یذیقك اللّٰہ الموتتین '' کی شرح میں چند اقوال لکھے ان میں پہلا قول جس کو واضح بتایا وہ یہی ہے کہ بعض صحابہؓ کو جب خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ﷺ دوبارہ زندہ ہوں گے۔ منافقین کو سزا دیں گے تب آپ کی وفات ہوگی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے تردید فرمائی کہ ایسا نہیں ہے کہ آپ زندہ ہوں اور پھر آپ پر موت طاری ہو۔ جو

مقرر تھی وہ واقع ہوگئی۔ علامہ عینیؒ نے بھی اپنی شرح میں چند دوسرے اقوال ذکر کرکے اس کو لکھا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ دونوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے قول کی دوسری توضیح یہ کی ہے کہ منشاء یہ ہے کہ قبر میں حضرت ﷺ کے لئے دوبارہ موت نہیں ہے یعنی جس طرح تمام لوگ قبر میں زندہ کرکے سوال و جواب کے مرحلے سے گذاریں جائیں گے پھر ان کی روح قبض کر لی جائے گی۔ حضرت کے لئے ایسا نہیں ہے۔ بلکہ آپ کو قبر اطہر میں زندگی عطا ہوگی تو پھر دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی توضیح واقعیت کی بناء پر صحیح ہے کیونکہ یہ مبنی بر حقیقت ہے کہ حضرت ﷺ کو دوبارہ ایسی حیات حاصل نہیں ہوگی کہ امور مہمہ دنیاوی انجام دیں اور منافقین کا خاتمہ کریں۔ لیکن اس کے باوجود وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی وہ حیات جسمانی تسلیم شدہ رہی جس کی بناء پر وہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے والوں کا سلام سنتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اور اپنی جسمانی حیات کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ اس توضیح سے اس کی نفی تو درکنار اس کی طرف اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ نیز حافظؒ نے اسی اجماعی عقیدے کا اظہار کیا کہ

واحسن من هذا الجواب ان يقال ان حياة ﷺ فی القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيّا والانبياء احياء فی قبورهم ولعل هذ هو الحكمته فی تعريف الموتتين ای المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل احد غير الانبياءؑ۔ (فتح الباری جلد ۷ ص ۲۲ طبع مصر)

ترجمہ: اور اس جواب سے احسن یہ ہے کہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایسی زندگی عطا ہوئی کہ پھر اس کے بعد موت نہیں ہے آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور غالباً یہی حکمت ہے کہ الموتتین کو معرف باللام لایا گیا ہے یعنی وہ مشہور و معروف موتیں جو سوائے انبیاء علیہم السلام کے ہر ایک کے لئے متعین

ہیں۔علامہ عینیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے۔(ملاحظہ ہو عمدۃ القاری جزء ۷ ص ۶۰۰)

صحیح بخاری کے یہ دونوں چوٹی کے شارحین ''الموتتین'' میں موت ثانیہ سے قبر کی موت مراد لیتے ہیں اور علامہ ابن حجرؒ اس کو احسن بتا رہے ہیں اور فرمایا ہے کہ اذاقت موت کے بعد پھر کوئی موت حضرت ﷺ پر قبر میں طاری نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔''موتتین'' پر دوسرے محدثین مثل علامہ عبدالحق محدث دہویؒ، علامہ نورالحق محدث دہلویؒ اور علامہ سہارنپوریؒ کے اقوال ہم نے اپنی کتاب ''تعویذ المسلمین'' میں دے دیئے ہیں۔

خلاصۂ گفتگو یہ کہ شارحین حدیث کی تصریحات سے واضح ہو رہا ہے کہ قول صدیق اکبرؓ ''لا یذیقك الموتتین'' کی کوئی توضیح مسلک حق حیات انبیاء کے مخالف و معارض نہیں ہے۔ بلکہ اُن کا قول اور اسکی توضیح ہمارے عقیدے کی تائید و موافقت میں ہے۔الحمد للّٰہ علیٰ ذالك۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صاحب مکائد کی سفاہت:

ہم نے اپنی کتاب ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' کے ص ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسم اطہر کے زمین پر آجانے کو قرآن مجید میں ''خَرَّ'' کہا گیا ہے ''سَقَطَ'' نہیں کہا گیا۔ اور ''خَرَّ'' کا کلمہ قرآن مجید میں زندہ انسانوں کے جھک جانے اور گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔اور پھر اس پر تقریباً آٹھ مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ صاحب الفتح المبین اس پر بڑے تلملائے۔جواب تو بن نہ سکا البتہ بے وقوفوں کی طرح کچھ نہ کچھ ہانک ضرور دیا۔لکھتے ہیں'' وتخر الجبال ھدًّا ''یعنی اگر گر جائے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر۔تو کیا صاحب شرور اینڈ کمپنی کے نزدیک پہاڑ بھی حیاتِ دنیوی، حقیقی، حسی

کے ساتھ زندہ ہوتا ہے۔ (الفتح المبین ص ۱۶۱) دراصل صاحب مکائد تعویذ المسلمین کی مضبوط گرفت اور دلائل سے بوکھلا گئے ہیں۔ ہم نے دعوے میں کہا تھا کہ جہاں لفظ ''حی'' انسانوں کے ساتھ استعمال ہوا ہے تو وہ زندوں کے لئے ہی ہوا ہے۔ فرمایئے کیا آپ پہاڑوں کو انسان سمجھتے ہیں؟ یہ حالت ہے ان نام نہاد محققین کی کہ ''سوال از گندم جواب از چنا'' کے مصداق ہو کر پھولے نہیں سماتے۔ جاہل ہونا اتنا بڑا جرم نہیں کیونکہ علم اللہ کی دین ہے۔ البتہ جہالت وسفاہت پر فخر کرتے ہوئے ہمیں اس بدقسمت جماعت پر ہنسی بھی آجاتی ہے اور تعجب بھی ہوتا ہے۔

ایک احمقانہ الزام اور جواب:

تعویذ المسلمین میں ہم نے لکھا ہے کہ اگر حیات کو تین حصوں میں منقسم کر دیا جائے تو بات آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے۔

۱: بیداری: یہ حیات ظاہری ہے

۲: نیند: یہ حیات خفی ہے

۳: موت: یہ حیات اخفیٰ ہے

حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا ''حیاتِ اخفیٰ'' سے کھلی حیات کی طرف لے آنا ہے۔ لیکن کتابت کی غلطی سے ''اخفیٰ'' کی بجائے ''خفی'' آ گیا۔ پس پھر کیا تھا صاحب مکائد خنثوں کی طرح تالیاں بجانے لگے۔ لو جی ہم نے پہلوان گرا دیا۔ عبارت کے اول و آخر کو چھوڑ کر اور صاحب کتاب کے بنیادی عقیدے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اگر ہم بھی ایسی گرفت کرنے لگ جائیں تو صاحب مکائد تو کیا اس کے بڑے بھی نہیں بچ سکیں گے۔ صاحب مکائد یوں الزام دیتے ہیں ''یہاں پر صاحب شرور نے دو کفر بکے ہیں، ایک تو قرآن پاک کی آیت کی تحریف کی ہے (کونسی آیت کی تحریف؟ مگر یہ نہ پوچھیئے، سلفی) اور

دوسرا حضرۃ عیسیٰؑ کے معجزہ کا صریح انکار کیا ہے۔اور یہ ''لکھ مارا ہے'' (سبحان اللہ کیا اردو ادب ہے۔سلفی) کہ گویا حضرت عیسیٰؑ نیند والوں کو بیدار کرتے تھے الخ۔ہم نے نہ تو ...محمد کی کسی آیت کی تحریف کی اور نہ ہی حضرت عیسیٰؑ کے معجزے کے منکر ہوئے۔اس قسم کے جملہ سیاہ کرتوت آپ و نسیب ہوں۔بات صرف اتنی ہے جس کا اظہار ہم کر چکے کہ کمپوزنگ کی غلطی سے ''اخفی'' کی جگہ ''خفی'' آگیا ہے۔اصل مسودہ دیکھا جا سکتا ہے وہاں ''اخفی'' ہے۔یعنی نہایت چھپی زندگی سے ظاہری حیات کی طرف آنا۔اور یہ بات ہم نے حضرت ملا علی قاریؒ کے اس قول کی روشنی میں کہی کہ انسان ازلی تو نہیں مگر ابدی ضرور ہے۔پیدائش سے قبل یہ کچھ بھی نہ تھا مگر جب پیدا ہو جائے تو پھر یہ مرتا نہیں ہے بلکہ ایک سے دوسرے عالم میں منتقل ہوتا ہے۔انسان دنیا کے اعتبار سے مرتا ہے۔برزخ کے اعتبار سے زندہ ہوتا ہے۔اس حد تک زندگی ہوتی ہے کہ قبر میں عذاب وثواب کو محسوس کر سکے۔

مگر صاحب مکائد نے ہم پر محرف قرآن اور کفر کے فتوے دینے شروع کر دیئے اور کفر کے فتوؤں کا سبق انہیں گجرات سے ملا ہے۔یہ تو اہل علم جانتے ہیں کہ مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں ہوتا، تحقیقی ہوتا ہے۔اور اس جماعت جہلاء کے بانی جملہ اکابرین اہل سنت کو ''ابو جہل کا خاندان'' کہا کرتے تھے تو تلہ گنگ کے اس بہروپئے ورکر سے خیر کی کیا توقع ہے؟

فاعتبر یا اولی الابصار۔

مؤلف الفتح المبین نے اپنے مجموعہ مکائد کے ص ۱۷۰ سے ص ۱۸۰ تک اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کی مسلکی دستاویز المہند علی المفند کے خلاف زہر اُگلا ہے۔وہی پرانے گھسے پٹے اعتراضات اور جاہلانہ اشکالات جن کا ہم بارہا تفصیلی جواب دے چکے ہیں۔اور اب پھر یہاں اس پر بحث کرنا خالی از مقصد سمجھتے ہیں۔جو پروگرام صاحب مکائد کا ہے وہ ہمارا نہیں ہے یعنی بے تکی ابحاث سے کتابوں کا پیٹ بھرنا۔قاضی شمس الدین صاحب کی

المسالک العلماء سے جو بحث صاحب مکائد نے چرائی ہے اس کا جواب بھی ہم اور ہمارے اکابر دے چکے ہیں۔ المہند پر اعتراضات مماتیوں کے وہی چبے چبائے لقمے ہیں۔ مثلاً اس میں حیات دنیوی کہا گیا ہے اور برزخی سے انکار کیا گیا ہے نیز آبِ حیات بطور ثبوت پیش کی گئی ہے جبکہ آبِ حیات کے مصنف مولانا محمد قاسم نانوتویؒ وفات کے قایل نہیں ہیں (العیاذ باللہ) اس کا جواب بتفصیل ہم نے لطمۃ الحق میں دیا ہے کہ حیات دنیوی سے مراد فقط یہ ہے کہ آپ کے دنیاوی جسم اطہر کے ساتھ روح مبارکہ کا تعلق ہے اور اسی تعلق کی بناء پر آپ ﷺ روضے پر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔ اور حضرت نانوتویؒ پر ان گلابی نام نہاد دیوبندیوں کا الزام بھی سراسر دھوکہ بازی اور بُغض پر مبنی ہے۔ کیونکہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا کیفیت وفات میں تفرد ہے نفسِ موت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان جہلاء نے حضرتؒ کی کتب اور آپ کی عبارت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اسی طرح صاحب مکائد نے حدیث ''مَن صَلّٰی عَلَيَّ عِندَ قبری '' پر بھی قلم کو ناجائز رگڑا دیا ہے۔ ہم نے تعویذ المسلمین میں اس پر مفصل بحث کر کے صحیح ثابت کیا ہے۔ مولانا حسین علی واں بھچرویؒ اور مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ کے حوالہ جات بھی اس ضمن میں پیش کئے۔ حتیٰ کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی حضرو کی ایک تقریر مین یہ حدیث پڑھی اور اس پر تقریر کی۔ علاوہ ازیں متقدمین ومتاخرین علماء کرام کے حوالہ جات سے اپنے دعوے کو مضبوط کیا۔ مگر صاحب مکائد ان سب حقائق سے منہ چھپا گئے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کا حوالہ جو ہم نے مولانا عبدالمعبود صاحب کی مرتب کردہ ''سوانح شیخ القرآن'' سے پیش کیا ہے۔ اس کو پڑھ کر تو صاحب مکائد گویا لباس مجازی سے نکل کر ''لباس فطرت'' میں آ گئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں '' شیخ القرآن کا عقیدہ مولوی عبدالمعبود مستور الحال سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے'' (ص ۱۸۲)....... مولانا عبدالمعبود صاحب نے چونکہ سوانح مرتب کرتے

ہوئے دیانت و خداخوفی کا مظاہرہ کیا ہے اور اصل حقائق عوام کے سامنے پیش کر دیے
چنانچہ وہ مستور الحال ٹھہرے اور صاحب مکائد جن کے مجموعہ مکائد کے ایک ایک جملے سے
مٹی کے تیل کی بدبو آتی ہے۔ ان پر تو ایسا حال طاری ہے کہ سو فیصد دھوکہ اور فراڈ کر کے بھی
ان کی شان ولائیت وصداقت میں فرق نہیں آتا۔

صاحب مکائد کی ''زعفرانی تحاریر'' سے آنے والی نسلوں میں بھانڈ اور میراثیے تو
استفادہ کر سکیں گے، اہل علم اور سلیم الفطرت قطعاً نہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

صاحب مکائد نے حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کی رحمت کائنات سے ایک
واقعہ پر المسلک المنصور میں شدید بدتمیزی سے تبصرہ کیا تھا۔ ہم نے اس کا جواب تعویذ
المسلمین میں دے دیا۔ لیکن ان دوستوں کو تب تک چین نہیں ملتا جب تک اپنے اکابر پر
''آوازِ سگاں'' کا شوق پورا نہیں کر لیتے۔ چنانچہ صاحب مکائد نے لکھا ہے'' صاحب شر در
کے ایک بزرگ نے یہاں تک لکھ مارا کہ غالیوں کا ایک مردہ کفن چور کے پیچھے بھاگتا ہوا گھر
میں جا گھسا۔ اور سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک بیٹا بھی دیا (ص ۳۷) اور پھر
بریکٹ میں راقم الحروف پر یوں بھڑاس نکالی ہے''(عادات وخصائل سے معلوم ہوتا ہے کہ
شاید صاحب شرور کا تعلق اسی کی نسل سے ہے۔ اس لئے اب تک بیچارے اپنے باپ کی
پہچان میں تردد میں ہے، جیسا کہ اِس کتاب کے انتساب سے ظاہر ہے)''

الجواب:

راقم الحروف نے اپنی کتاب ''تعویذ المسلمین'' کا انتساب چونکہ اپنی والدہ ماجدہ
کے نام کیا تھا۔ صاحب مکائد اسی پر یہ زہر اُگل رہے ہیں۔ جہاں تک راقم کے متعلق انہوں
نے لب کشائی کی ہے اس کا جواب میرے پاس فقط اتنا ہے'' جواب جاہلاں باشد خاموشی''
باقی نادان مؤلف کا قاضی صاحبؒ کو طعنہ دینا کہ انہوں نے یہ واقعہ'' لکھ مارا'' ہے (یہ

"لکھ مارا" بھی مماتی اردو ادب کا شاہکار ہے) انتہائی کذب پر مبنی ہے کیونکہ انہوں نے یہ واقعہ علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب "المنتظم" سے لیا ہے جیسا کہ تعویذ المسلمین میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ نیز کتابوں میں کئی ایک واقعات ایسے ملتے ہیں کہ کسی آدمی پر سکتہ طاری ہوا اور اس کو مردہ سمجھ کر دفن کر دیا گیا بعد ازاں ہوش میں آجانے پر اس کو قبر سے نکالا گیا۔ ممکن ہے یہ واقعہ اسی نوعیت کا ہو۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً صاحب فوائد الفواد نے لکھا ہے "ایک مرتبہ ناصر الدین بستیؒ بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہو گیا، اعزاء اقرباء نے آپ کو مردہ تصور کر کے دفن کر دیا۔ رات کے وقت آپ کو ہوش آیا، خود کو مدفون دیکھا، سخت متحیر ہوئے، اس حیرت و پریشانی و اضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو رفع کرتا ہے اور تنگی فراخی سے بدل جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ ابھی انتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھودی، امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے۔ چالیسویں مرتبہ آپ نے بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سن سکے ادھر آپ نے چالیسویں مرتبہ پورا کیا ادھر کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا۔ آپ اٹھ کر قبر سے باہر آئے کفن چور اس قدر ڈرا کہ اس کا دل پھٹ گیا اور چل بسا۔ امام ناصر الدین کو خیال ہوا کہ اگر میں فوراً شہر چلا جاؤں تو لوگوں کو سخت پریشانی و حیرت و ہیبت ہو گی۔ پس آپ رات کو ہی شہر میں گئے اور ہر محلہ کے دروازے کے آگے پکارتے تھے کہ میں ناصر الدین بستی ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلطی سے مردہ تصور کیا اور دفن کر دیا۔ میں زندہ ہوں، اس واقعہ کے بعد امام ناصر الدین نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔

(بحوالہ "کتابوں کی درسگاہوں میں" ص ۱۶۴)

اسی کتاب ''کتابوں کی درسگاہوں میں'' اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی درج ہے۔ نیز شیعہ مذہب کے ایک مشہور عالم ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہ سکتے کے مرض میں دفن کیئے گئے بعدازاں باہر نکالے گئے اور انہوں نے ''مجمع البیان لعلوم القرآن'' کے نام سے تفسیر بھی لکھی۔ بہرحال ایسے واقعات کا عقائد سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ جب اس عنوان پر کلام ہوتا ہے تو ذوقی طور پر ان واقعات کو علماء کتابوں میں لاتے ہیں۔ اور صاحب مکائد جیسے اجہل واشر الناس مذاق اڑا کر اپنا منہ کالا کرتے ہیں۔

صاحب مکائد نے اپنی کتاب کے آخر میں وہی غیر متعلقہ آیات پھر پیش کی ہیں، جن کا جواب ہم نے تعویذ المسلمین کی آخری بحث میں دیا ہے۔ اور مسئلہ سماع کی بحث میں مسئلہ استمداد لے آئے۔ جن کا نہ ان کے دعوے سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہمارے عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام سے۔

صاحب مکائد سے ایک سوال:

مسئلہ سماع کی بحث میں تفسیر جواہر القرآن میں زبردست تضاد پایا جاتا ہے۔ ذرا اپنے بڑوں کی منت سماجت کر کے اس کی وضاحت کریں۔ جواہر القرآن جلد اول ص ۱۹ میں ہے کہ ''سماع موتی ضعیف حدیثوں سے ثابت ہے'' جبکہ سورہ الروم ص ۹۰۲ میں ہے کہ ''قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں''۔

توہین علماء کا الزام:

ہم نے تعویذ المسلمین میں لکھا ہے کہ سماع موتی کے انکار میں مماتی برادری جتنی آیات قرآنی کا سہارا لیتی ہے وہ سب کی سب آیات غیر متعلقہ ہیں۔ (ابتداءً ہم اس پر بحث کر آئے ہیں اور سیدہ عائشہ ؓ کے مسلک پر بھی خامہ فرسائی کی گئی ہے) صاحب الفتح المبین نے ہمیں توہین علماء کا مرتکب قرار دیا ہے۔ ہمیں اس پر صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں

جاننے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اہل حق کی توہین کون کر رہا ہے اور ان کے مسلک حقہ کا دفاع کس کے مقدر میں ہے؟ باقی یقین جانئے ہم ایک بار پھر پورے چیلنج سے دعویٰ کرتے ہیں کہ جناب من آپ کی پیش کردہ آیات کا آپ کے نام نہاد اور اختراعی عقیدے کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ کا قول گذشتہ صفحات میں گذر چکا اور دیگر مفسرین کے حوالہ جات بھی۔ لیجئے سنن نسائی پر علامہ سندھیؒ کا حاشیہ پڑھ لیجیئے۔ آپؒ علامہ سیوطیؒ کا ایک قول ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ''والمراد انك لاتجعلهم منتفعين بما يسمعون منك كالموتىٰ والحديث لا يخالفه ولايثبت الانتفاع للميت وباالجملته فاالحديث صحيح وقد جاء بطريق فتخطئته غير متجهة والله تعالىٰ اعلم'' (حاشیہ امام سندھی علیٰ نسائی جلد اول ص ۲۹۳ سطر نمبر ۱۹)

ترجمہ: اور آیت کفار کے متعلق ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اے نبی ﷺ آپ ان کفار کو اپنی باتوں سے منتفع نہیں بنا سکتے مُردوں کی طرح اور حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ مُردے کے لئے نفع ثابت نہیں ہے۔ خلاصۂ کلام حدیث (ابن عمرؓ) صحیح ہے اور دیگر اصحاب سے بھی مروی ہے پس سیدہ عائشہؓ کا ابن عمرؓ کو خطا کار ٹھہرانا مناسب نہیں۔

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا رجوع:

صاحب مکائد کہتے ہیں کہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ''حنفیہ سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں اور حضرت عائشہؓ کا یہی مذہب ہے'' الخ۔ لیکن صاحب مکائد کو علم ہونا چاہیے کہ یہ مفتی صاحبؒ کی علمی لغزش تھی انہیں ایمان (یعنی قسمیں) کے مسئلے پر غلط فہمی ہوئی ہے کہ مُردے نہیں سنتے۔ چونکہ قسموں کا مدار عرف پر ہے۔ نیز مفتی صاحبؒ کے ان الفاظ سے اُن کا رجوع ثابت ہوتا ہے ''اور یہ اختلاف صحابہؓ کے زمانے سے ہے۔ بہت سے آئمہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے

مذکور ہیں جن سے عدم سماع معلوم ہوتا ہے مگر امام صاحبؒ سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے''(فتاوٰی دارالعلوم دیوبند جلد پنجم ص ۴۶۱)

صاحب مکائد نے اپنے مجموعہ مکائد مسمی بہ الفتح المبین کا خاتمہ حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل محمدی مدظلہم کے خلاف زہر اگلنے پر کیا ہے۔ علامہ محمدی صاحب چونکہ اس وقت دور حاضر کے معتزلہ کے سینوں پر مونگ دل رہے ہیں۔ کامیاب مناظروں اور علمی تقریروں سے ان کی نیندیں حرام ہو گئیں ہیں اور آپ نے ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' پر جو مقدمہ لکھا ہے وہ انہیں بالکل ہضم نہیں ہو سکا اور یوں ذاتیات پر کیچڑ اچھال کر یہ اپنے سینے کا ابال نکال رہے ہیں۔ معتزلیہ جو گھٹیا زبان ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ اس کا جواب دینے کے لئے نہ ہمارے پاس وقت ہے اور نہ ہمیں زیب دیتا ہے۔ ہاں خالص علمی و تحقیقی انداز مین کوئی اپنا نقطہ نظر پیش کرتا ہے تو ہم بھی پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ہم نے الفتح المبین میں موجود جو باتین قابل جواب تھیں ان کا جواب دے دیا ہے اور دیگر مغلظات و بکواسات کی طرف بالکل توجہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور عصر حاضر کے تمام فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

خاکپائے اہل سنت

محمد عبدالجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک

ملتان روڈ لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سعی ناحق سے ہوگا حاصل کیا؟
حق کے آگے فروغ باطل کیا؟

منکرین حیات النبی ﷺ کے رسالے ''کلمہ حق'' کا مفصل، مدلل اور مسکت جواب

مسمّٰی بہ

لطمۃ الحق

﴿یعنی حق وصداقت کا طمانچہ﴾

رسالہ ہٰذا میں مماتی فرقہ کے دجل وتلبیسات اور کذب وخرافات سے نقاب اٹھا دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ اس ٹولے سے اس کا جواب ناممکن ہوگا۔

از قلم حقیقت رقم

محمد عبد الجبار سلفی حنفی

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِی ھَدَانَا لِاَھۡلِ السُّنَّۃِ وَالۡجَمَاعَۃَ .وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الاَنۡبِیَاءِ . وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الطَّیِّبِینَ الطاھرین . خَصُوصًا عَلٰی سَیِّدِ الخُلَفَآءِ الرَّاشِدِینَ المَھدِیِّین . اما بعد فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیۡم . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرحیم . قُلۡ جَآءَ الحَقُّ وَزَھَقَ البَاطِلُ، اِنَّ البَاطِلَ کَانَ زَھُوۡقاً. صَدَقَ اللّٰہ العظیم .

اس حقیقت کو ہر انسان بخوبی سمجھتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے یہاں کسی چیز کو ثبات نہیں ہے۔ ہر ذی روح نے اس جہان کے بعد اگلے جہان میں منتقل ہونا ہے۔ کائنات میں افضل ترین اور اکمل ترین ذات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے ۔ اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہیں تو مصطفیٰ کریم ﷺ مقصودِ کائنات ہیں ۔ اللہ ''رب العالمین'' ہیں تو یہ ''رحمۃ اللعالمین'' ہیں ۔ آپ ﷺ جیسی پاکیزہ ہستی نہ آپ ﷺ سے پہلے دنیا میں آئی اور نہ آپ ؐ کے بعد قیامت تک کوئی آئے گی ۔ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' آنجناب ﷺ کی سیرت بھی اعلیٰ ہے اور صورت بھی اعلیٰ ۔ آپ ﷺ کی ذات ،صفات ،ازواجِ مطہرات ، بنات ، اور جماعت سب اعلیٰ وارفع ہیں ۔ سیدنا امام زین العابدینؒ نے کیا خوب فرمایا۔

مَنۡ وَّجۡھَہٗ شَمۡسُ الضُّحٰی ، مَنۡ خَدَّہٗ بَدۡرُ الدُّجی

مَنۡ ذَاتہٗ نُورُ الھُدٰی ، مَنۡ کَفُّہٗ بَحۡرُ الھِمَمۡ

جن کا چہرہ مبارک سورج کی طرح چمکتا ہے ، جن کا رخسار چاند کی طرح چمکتا ہے ، جن کی ذات نورِ ہدایت ہے ، جن کی ہتھیلی ہمتوں کا دریا ہے ۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اتنی عظمت ورفعت والی ذات بھی تریسٹھ برس گذارنے کے بعد ''اَللّٰھُمَّ الرَّفِیقِ الاعلٰی'' کہتے ہوئے اس فانی دنیا کو چھوڑ گئی ۔ دنیا کا کوئی انسان کسی

بھی مذہب سے متعلق ہو وہ موت کا انکار نہیں کر سکتا۔ ہاں البتہ اسلام میں موت کا وہ معنی نہیں جو دیگر مذاہب میں ہے۔ دین اسلام میں موت فنائے محض کا نام نہیں، دارِ دنیا سے دارِ آخرت کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔ یعنی آسان الفاظ میں موت ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسان عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ برزخ کہتے ہیں پردے کو۔ اس پردے کے پیچھے کیا ہے؟ یہاں دنیا میں بیٹھ کر ہم وہاں کا نظارہ نہیں کر سکتے۔ بس جتنا لِسان نبوت سے ہمیں پتہ چلا اسی کو آنکھیں بند کر کے قبول کرنا اور پھر اس عالم دنیا میں رہ کر اس عالم برزخ کے لئے زادِ راہ تیار کرنا ارباب علم و دانش کا شیوہ ہے۔ اور یہی حکم خداوندی ہے اور منشائے نبوت بھی۔ قانون قدرت ہے کہ جو پیدا ہوگا وہ مرے گا بھی۔ یعنی دنیا میں انسان کا آنا اس کے جانے کی تمہید ہے اور كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموت کے الفاظ اس حقیقت سے پردہ اٹھا رہے ہیں کہ یہ دنیا والی موت حیات ابدی کے نقطۂ آغاز کا کام سرانجام دیتی ہے کیونکہ ذائقہ کسی بھی چیز کا عارضی ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد ارواح کے مقامات دو ہیں۔ ۱: علیین ۲: سجین۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اِنَّ كِتٰبَ الفُجَّارَ لَفِیْ سِجّیْن ۔ بے شک اعمال نامہ گناہ گاروں کا سجین میں ہے اور فرمایا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارَ لَفِیْ عِلّیین ۔ بے شک اعمال نامہ نیکوں کا علیین میں ہے۔ روایاتِ احادیث میں ہے کہ کفار و فجار کی ارواح کا مستقر سجین ہے اور مومنین و متقین کی ارواح کا مستقر علیین ہے۔

مسئلہ سماعِ موتیٰ:

یہ مسئلہ کہ مرنے کے بعد میت پر عذاب و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ اہل سنت والجماعت میں متفق علیہ ہے۔ قبروں میں پڑے ہوئے سنتے ہیں یا نہیں سنتے؟ اس مسئلہ میں امت کے اندر اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہ کرامؓ کے دور سے چلا آ رہا ہے۔ یہ علمی و تحقیقی مسئلہ علمائے کرام تک تو ضرور رہے کہ علمی بحث سے علم کی مزید راہیں کھلتی ہیں۔ مگر

ایسے مسائل میں عوام کالانعام کو الجھانے سے راستے مسدود ہوتے ہیں۔عوام الناس فریقین کے دلائل سنتے ہیں محدود علم اور محدود عقل وخرد کی وجہ سے یہ بحث علمی دھارے سے نکل کر تشتت وافتراق کا روپ دھار لیتی ہے۔بات تکفیر وتفسیق پر پہنچ جاتی ہے۔عوام باہم دست وگریبان ہوجاتے ہیں۔نتیجتاً آواز بلند ہوتی ہے کہ علماء لوگوں کو آپس میں لڑاتے ہیں، یہ تنگ ظرف ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔چنانچہ آہستہ آہستہ لوگ اہل علم سے بدظن ہوجاتے ہیں۔اور انبیاء کرام کے ورثاء سے ہی جب دنیا کٹ جائے تو ان کا جوحشر ہوگا، یا ہو رہا ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔

مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام:

تمام انبیاء ومرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین اور خصوصاً سرکارِ دو عالم، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از وفات اپنی اپنی قبروں میں وہ کیفیت نہیں ہوتی جو عام انسانوں کی ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شہداء کو زندہ کہا ہے۔تو انبیاء کا رتبہ جو یقیناً شہداء سے اعلیٰ ہے وہ بدرجۂ اولیٰ زندہ ہوں گے، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں "ایک شخص نے حیات نبوی ﷺ میں مجھ سے گفتگو کی میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں ان کے حق میں ارشاد ہے" بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ" اور جو مقتول فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مقتول فی اللہ ہیں وہ کیونکر زندہ نہ ہوں گے۔اور اسی نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہیں۔اس میں حدیث صریح موجود ہے۔اور یہ (نکتہ) تائید کے درجے میں ہے۔﴿مقالاتِ حکمت ص ٦٠﴾

انکارِ حیات کا فتنہ:

بدقسمتی سے پاکستان اور ہندوستان فتنوں کی آماجگاہ ثابت ہوئے ہیں۔نت نئے

فتنوں سے پالا پڑ رہا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد جن فتنوں نے سر اٹھایا ہے ان میں ایک منکرین حیات النبی ﷺ کا فتنہ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر پریشان کن بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپکو دیوبندی کہتے ہیں۔ دیوبندیت کوئی مذاق نہیں، ایک نظریئے کا نام ہے دیوبندیت کوئی نیا مسلک یا مذہب نہیں بلکہ متقدمین اہل سنت کی تحقیق پر کاربند رہنے کا نام دیوبندیت ہے۔ فقہاءِ احناف پر اعتماد کر کے اعتدال کیساتھ شاہراہِ دین پر گامزن رہنے کا نام دیوبندیت ہے۔ یہ کوئی اچھوت نگری نہیں کہ جس کا جی چاہے منہ اٹھا کر دیوبندی بن جائے اور پھر اس کے سہارے لوگوں کے ایمان پر غارت گری کرے۔ مسلک دیوبند کو سمجھنے کے لئے حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی زندگی کی آخری تصنیف ''علماءِ دیوبند کا مسلکی مزاج'' کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے خصوصاً اس مسلک سے وابستہ حضرات کے لئے نہایت ضروری ہے۔ قیام پاکستان کے گیارہ سال بعد گجرات سے سید عنایت اللہ شاہ بخاری تحقیق کی منڈی میں نئی جنس لے کر آئے کہ حضور ﷺ کو قبر اطہر میں حیات حاصل نہیں۔ اور یہ کہ آپ ﷺ روضے پر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام سماعت نہیں فرماتے۔ مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ اور مولانا قاضی نور محمد صاحب وغیرہ نے تو ۱۹۶۲ء میں رجوع کر لیا تھا۔ اور یہ بزرگ واپس دیوبندیت کے صاف شفاف چشمے سے آ کر آبِ علم پینے لگے۔ مگر سید صاحب اور ان کے دیگر حواریوں نے تو وہ اودھم مچایا کہ الامان والحفیظ۔ ان حضرات نے ذرا نہ سوچا کہ ہم اجماعِ امت سے ٹکر لے کر مسلکِ حق دیوبند کو منقسم کر رہے ہیں۔ اکابر علماء دہائیاں دیتے رہے۔ اجلاس بلا کر سمجھاتے رہے مگر ان بزرگوں کے جذبۂ اخلاص کو ان کی علمی کمزوری سمجھ لیا گیا۔ آخر اہل حق میدان میں اترے۔ اور انہوں نے متفقہ اعلان فرمایا کہ مماتی ٹولے کا مسلک دیوبند کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تقریراً اور تحریراً اس مسئلے کو کھولا گیا۔ اور اس سلسلہ میں علماء دیوبند نے جو تحقیقات کے دریا

بہائے۔ اللہ جانتا ہے کہ ہر مسلک کے منصف اہل علم عش عش کرا ٹھے۔ اس سلسلہ میں جو کتب منظر عام پر آئیں ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

۱: رحمتِ کائنات از مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحبؒ ۲: مقام حیات از علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب ۳: تسکین الصدور از علامہ محمد سرفراز خان صاحب صفدر ۴: حیات الاموات از علامہ سید نور الحسن شاہ بخاریؒ ۵: القول النقی از مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ ۶: دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف از مولانا عبدالعزیز شجاعبادیؒ ۷: الحیات بعد الوفات از مولانا نور محمد تونسوی صاحب ۸: حیات انبیاء کرامؑ از مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ ۹: حیات النبیؐ از مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ ۱۰: حیات النبی ﷺ مذاہب اربعہ اہل سنت والجماعت کی نظر میں از مولانا اللہ یار خان صاحبؒ ۱۱: حیاتِ برزخیہ از مولانا اللہ یار خان صاحبؒ ۱۲: تسکین الاتقیاء از مولانا محمد مکی صاحب ۱۳: علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ از مولانا عبدالحق خان بشیر ۱۴: نور الصدور از حکیم محمود احمد ظفر ۱۵: اوران سب سے پہلے یعنی مماتی فتنے کے ظہور سے قبل حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے آبِ حیات اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے رسالہ ''دفع العجاج ''تحریر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم اپنے اکابر کی ان تحقیقات کی روشنی میں مسئلہ ھذا کو مختصر رسائل کی شکل میں وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہتے ہیں۔ ادارہ مظہر التحقیق نے مختصر عرصہ میں جن رسائل کے ذریعے مسلک حقہ سے عوام کو آگاہ اور مماتیت سے خبردار کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱: مناظرہ حیات النبی ﷺ۔ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب تین بار چھپ چکی ہے۔ ۲: القول المعتبر فی حیات خیر البشر ﷺ۔ ۳: سیف سراجیہ بر فتنہ مماتیہ۔ ۴: آئینہ دکھایا تو برا مان گئے۔ ۵: سب سے پہلا انکشاف۔ ۶: سلفی کون؟۔ ۷: جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی۔ ۸: یزیدی فتنہ۔ ۹: فکری یکجہتی۔ ۱۰: دردمندانہ اپیل۔ یہ وہ رسائل ہیں جو مسئلہ حیات النبیؐ اور ردّ مماتیت

کے سلسلہ میں ہیں ان کے علاوہ ردّ شیعیت پر بھی کافی رسائل چھپ کر عوامی ہاتھوں میں جاچکے ہیں۔

سببِ تالیف رسالہ ھذا:

تحریر کے علاوہ تقریر کی صورت میں بھی علماء کرام نے اس مسئلہ کو خوب اجاگر کیا۔ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ، مولانا حق نواز صاحب شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا محمد سلیمان طارقؒ اور دیگر خطباء عظام نے اسٹیج پر خوب وکالت کی۔ مگر تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ جس عظیم شخصیت نے مناظرہ و مباحثہ میں مماتیت کا ناطقہ بند کیا وہ رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے۔ ان کی روح کو جنت الفردوس میں اپنی نعماوافرہ سے بہرہ یاب فرمائے اور پسماندگان کو حوادثِ دہر سے محفوظ و مصئون رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔ مولانا اوکاڑویؒ نے اپنے بعد شاگردوں کی ایک جماعت چھوڑی ہے جو بحمد اللہ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فتنوں کے خلاف ہر محاذ پر سرگرم نظر آتے ہیں۔ ان میں ایک جانا پہچانا نام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولتِ علم، قوتِ حافظہ، اور عوام کے ذہن میں دلائل کے ساتھ مسئلے کو اتارنے کا خاص سلیقہ عطا فرمایا ہے۔ بے مثال مناظر اور باعمل عالم دین ہیں، اس وقت موجود تمام اکابر علماء کے منظورِ نظر ہیں۔ انتہائی سنجیدہ، ذہین، فطین، متین اور دفاع مسلک کے لئے ہر وقت چوکس نظر آتے ہیں۔ غیر مقلدین اور مماتیت کو ناکوں چنے چبوانے کی خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔ مولانا موصوف نے اس موضوع پر بمقام کوٹ بلال گوجرانوالہ نہایت پُر مغز تقریر کی تھی۔ بعد میں احباب نے اس تقریر کو آوازِ حق کے نام سے کتابی شکل دیدی، جس نے منکرین حیات النبی ﷺ کی نیندیں حرام کر دیں۔ چنانچہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ تلہ گنگ کی

رف سے اس کا جواب '' کلمۂ حق '' کے نام سے شائع ہوا۔ وہی پرانی باتیں، اور
ربار کے چبائے ہوئے لقمے ہیں۔ اِدھر اُدھر کی لایعنی باتوں سے رسالے کا پیٹ بھر دیا گیا
ہے۔ راکھ کے اوپر چاندی کے ورق لگا دینے سے وقتی طور پر دھوکہ تو ہوسکتا ہے مگر حقیقت
یادہ دیر چھپ نہیں سکتی۔ مؤلف کلمہ حق نے بھی دکانِ باطلہ پر ''کلمہ حق '' کا بورڈ نصب
لر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ مجبوراً ہمیں بھی حق کا طمانچہ رسید کرنا پڑا۔ رسالہ اگر چہ
ں قابل نہیں ہے کہ ہم دیگر ضروری مشاغل چھوڑ کر اس کا جواب لکھنے بیٹھ جاتے۔ مگر بعض
باتیں چونکہ عام قاری کی گمراہی کا باعث بن سکتی تھیں اس لئے جوابی رسالہ '' لطمۃ الحق''
کے نام سے پیش کیا جارہا ہے۔ عقل ٹھکانے نہ آئی تو پھر ''سیفِ حق '' کا وار کرنے سے
بھی گریز نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ حق وصداقت کے آگے باطل زیادہ دیر نہیں
ٹھہر سکتا۔ ہم اوچھے ہتھکنڈوں سے نہ گھبرائیں گے اور نہ میدانِ تحقیق سے بھاگیں گے۔
شاء اللہ۔ بقول شاعر۔

کیا بند درِ فضل خدا کر لوگے ؟
مسدود کرم کا راستہ کر لوگے ؟
ہے سر پر مرے، ہاتھ میرے مالک کا
دیکھوں تو ذرا، تم میرا کیا کر لوگے؟

خاکپائے اکابرین اہل سنت دیوبند
محمد عبدالجبار سلفی حنفی
خطیب جامع مسجد ختم نبوت، کھاڑک، ملتان روڈ، لاہور۔

ٹ: سب سے پہلے آوازِ حق کی عبارت اور مؤلف کلمہ حق کا تبصرہ دیا جائیگا۔ بعد ازاں
لجواب سے ہمارا تبصرہ شروع ہوگا۔ مؤلف۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مؤلف کلمہ حق کی سب سے پہلی جہالت:

مؤلف کلمہ حق نے اپنے رسالہ میں حضرت مولانا محمدی صاحب مدظلہ کو "آوازِ حق" رسالے کا مصنف بنا کر پیش کیا ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں "مولوی صاحب نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے" نیز "آوازِ حق از مولانا اسماعیل محمدی (کلمہ حق ص ۳۹) حالانکہ آوازِ حق میں دی جانے والی تقریر مولانا محمدی صاحب مدظلہ کی ہے۔ مرتب قاری اللہ دتہ عثمانی ہیں۔ نہ تو مولانا موصوف نے اپنی تقریر کو کتابی شکل دی ہے اور نہ رسالے کا نام تجویز کیا ہے۔ جو لوگ مصنف، مؤلف اور مرتب میں فرق تک نہیں جانتے اب خیر سے وہ بھی کتابیں لکھنے بیٹھ گئے ہیں۔

خدا کی شان تو دیکھو کہ کلچڑی گنجی
حضورِ بلبل بستان کرے ہے نوا سنجی

ہماری قسمت میں یہ دن بھی دیکھنے لکھے تھے کہ ایسے "محقق" جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کی بجائے اہل علم اور حق گو علماء کو حقانیت کا سبق پڑھائیں گے۔ رسالہ کلمہ حق پر تقریظ لکھنے والے اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب ہیں۔ خانۂ سادات کے یہ چشم و چراغ لکھتے ہیں "کلمہ حق کا مطالعہ نصیب ہوا، چیدہ چیدہ مقامات کا نظارہ یہ بتاتا ہے کہ مولانا ضیاء الرحمن صاحب نے خوب محنت سے مواد اکٹھا کیا ہے۔ علماء اسلام کے حوالہ جات، اکابر کو معصوم کی حد تک سمجھنے والوں کے لئے تسلی کا سامان بننے چاہئیں (کلمہ حق ص ۲) ماشاء اللہ "ایں خانۂ ہمہ آفتاب است" کم از کم شاہ جی ہی مؤلف کلمہ حق کو مصنف اور مرتب کا فرق سمجھا دیتے۔ شاہ صاحب آپ کسی بلند و بالا بلڈنگ کی چھت پر کھڑے ہو کر شہر کا نظارہ نہیں کر رہے تھے بلکہ ایک کتاب پر مہر تصدیق ثبت

کررہے تھے۔اوراس میدان میں محض نظارہ نہیں ''دقیق نظارے'' کی ضرورت ہوتی ہے۔
مگر آہ!

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیامیں سفر کر نہ سکا

نیز آپ نے ایک اور پتے کی بات بتادی کہ دورِ خلفاءِ راشدینؓ سے لے کر ۱۹۵۸ء تک کے تمام اکابر غیر معصوم ہیں۔اور معصومیت کی حد ''گجرات'' سے شروع ہوتی ہے۔کیونکہ مؤلف کلمہ حق نے جو عقائد لکھے ہیں وہ ۱۹۵۸ء کے بعد کے ہیں اوران پر ''میڈ اِن گجرات'' لکھا کھائی دے رہا ہے۔

تقریظ کسے کہتے ہیں؟

تحقیق وتدقیق کی دنیامیں جب کسی موضوع پر قلم اٹھایا جاتا ہے تو صاحب کتاب اپنے خیال میں اپنے سے بڑے اہل علم کی خدمت میں اپنی تالیف پیش کرتا ہے تا کہ وہ محققانہ اور دیانتدارانہ نظرِ عمیق ڈال کر ترمیم واصلاح کا حق رکھتے ہوئے تصدیق کرے اور کچھ تائیدی وتعریفی جملے تحریر کرے۔لہذا تقریظ نگار کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ صرف دور بیٹھ کر ''نظارا'' ہی نہ کرے بلکہ ذمہ داری سمجھتے ہوئے مندرجات کو اچھی طرح پڑھے۔تقریظ لکھنے کے بعد اسکی صحت وسقم اور قوت وضعف کی ذمہ داری مصنف ومؤلف پر کم اور تقریظ نگار پر زیادہ ہوتی ہے۔کتاب کلمہ حق (جس کا ایک ایک لفظ تحریف، بغض وعناد اور خیرہ چشمی کا شاخسانہ ہے) جب سید ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی خدمت میں پیش ہوتی ہے تو وہ اس کو ''سامانِ تسلی'' قرار دیتے ہیں۔پھر جواباً مولف کلمہ حق بھی تقریظ نگار کو ''رہبر شریعت'' اور ''پیر طریقت'' کے خوشامدانہ اور ''دلبرانہ'' الفاظ سے نوازتے ہیں۔گویا۔

تو من شدم من تو شدی، من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

یا پھر ''من ترا ملا بگویم تو مرا حاجی بگو''۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی انسان کے قلب ونظر پر ضد اور عناد کی دبیز اور سیاہ پٹیاں چڑھ جائیں تو وہ متلاشی حق ہونے کی بجائے حواس باختہ ہوجاتا ہے اور واہی تباہی بکنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ جب انسان تعصب پر اتر آئے تو پھر دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ مؤلف کلمہ حق کی طرح سرگودہا کے مولوی عطاء اللہ بندیالوی بھی ''مریض تعصب'' ہونے کی وجہ سے گُل کھلاتے رہتے ہیں چنانچہ وہ اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں ''حضرت تھانویؒ اپنی مایہ ناز تصنیف اشرف الجواب جلد ۲ ص ۱۶۰ طبع دیوبند میں فرماتے ہیں'' (حیات النبی ص ۱۴) اب یہ نرالی وانوکھی تحقیق اور ''شوق محقق'' کا نتیجہ ہی تو ہے کہ بندیالوی صاحب اشرف الجواب کو حضرت تھانویؒ کی تصنیف کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ منشی علی محمد صاحبؒ ٹوبہ ٹیک سنگھ والوں کی تالیف ہے۔ جنہوں نے حضرت حکیم الامتؒ کے ملفوظات کو یکجا کرکے ''اشرف الجواب'' کا نام دیا۔

مماتی علماء کو مشورہ:

لہٰذا راقم الحروف ان حضرات کو مخلصانہ مشورہ دے گا کہ آپ شاہراہِ علم پہ گامزن ہونے کے لئے اور مصنف ومؤلف، مقرر ومرتب میں فرق جاننے کے لئے وزیر آباد آکر مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کریں۔ راقم سفارش کروانے کے لئے تیار ہے۔ اور تعلیمی داخلے کیساتھ ''امدادی داخلہ'' ہوگا یعنی تین وقت کا کھانا بھی ملے گا۔ انشاء اللہ۔

صلائے عام ہے، یارانِ نکتہ داں کے لئے۔

دیکھیئے اب ہمارے اس مشورہ کو" مہربان" پسند کرتے ہیں یا.......

سرشکِ شوق کی موجوں سے کیوں گھبرا گئی دنیا؟

ابھی تو میں نے اک قطرہ، سمندر سے نکالا ہے

منکرین حیات النبی ﷺ کی پیدائش:

ان مسائل میں سے جو اجتماعی تھے اور اختلافی بنا دیئے گئے۔ ایک مسئلہ حیات النبی ﷺ کا بھی ہے...... حیات النبی ﷺ کے منکر ۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے ۱۹۵۸ء میں اسمیں اختلاف پیدا کیا۔ اور اختلاف پیدا کرنے والے گجرات سے اٹھے ہیں انہوں نے اس مسئلہ میں رخنہ اندازی کی۔ ﴿آوازِ حق ص ۹-۱۰﴾

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

مولانا (محمدی) صاحب صرف حیات النبی ﷺ کے نعرہ سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں ورنہ مطلقاً حیات النبی ﷺ کا ہم نے کب انکار کیا ہے؟ اور نہ یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ مولوی صاحب اور ان کے ہمنوا جرأت کریں اور اپنا عقیدہ کھل کر بیان کریں کہ ہم حیات النبی ﷺ دنیوی کے قائل ہیں، برزخی حیات کے قائل نہیں۔ جیسا کہ تمہارا عقیدہ المہند میں لکھا ہوا ہے۔

"**حیٰوته، صلی الله علیه وسلم وبجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم اجمعین دنیویته لابرزخیه** (المہند) مولانا اسی طرح کھل کر اپنا عقیدہ بیان کریں کہ ہم برزخی حیات کے قائل نہیں ہیں۔ پھر ہم جناب سے پوچھیں کہ یہ اجماعی اور اتفاقی بات کس کی ہے؟ اور قارئین کرام بھی ان کو مجبور کریں کہ یہ اپنا عقیدہ چھپاتے کیوں ہیں؟.... مولوی صاحب کو سخت غلط فہمی ہوئی ہے جناب عالی! منکر حیات اور مُقرِ وفات ۱۹۵۸ء میں پیدا

نہیں ہوئے بلکہ ۱۱ھ سے آج تک آ رہے ہیں۔ سب سے پہلے جنھوں نے حیات کا انکار کیا وہ اکابرین کے اکابر حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، جنہوں نے آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلی تقریر ''ممات النبیؐ '' پر کی اور آپ کی میت ہونے کا اعلان فرمایا ''مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدً قَدْمَاتَ '' (جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو تحقیق حضرت محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں) اس پر تمام صحابہؓ کرام نے اجماع کیا، پیغمبر علیہ السلام کا جنازہ پڑھا گیا۔ آپ کو دفن کیا گیا۔ خلافت ابوبکرؓ کا اعلان ہوا۔ جبکہ آپ کی حیات میں یہ سب ناممکن تھے۔ تمام محدثین نے ''وفات النبیؐ '' کا باب باندھا اگر آپ اپنا اجماعی مسئلہ بابِ حیات النبیؐ میں دکھا سکتے ہیں تو پیش کریں ﴿کلمہ حق ص ۷، ۸﴾

الجواب مع البرهان بفضل الله المنّان:

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھ، میری باری آئی

مؤلف کلمہ حق کہتے ہیں کہ تم صرف حیات النبی ﷺ کے نعرے سے عوام کو دھوکہ دیتے ہو۔ اور یہ کہ مطلقاً حیات النبی ﷺ کا ہم نے کب انکار کیا؟ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً سید الانبیاء، فخر موجودات، منبع فیوضات، حضرت نبی اقدس ﷺ اپنے دنیا والے جسم کے ساتھ اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ زندگی جسم کے اندر روح کے تعلق سے آتی ہے۔ روح اور جسم کے تعلق ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ روح جسم کے اندر موجود ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ موت کے بعد جو روح کا ٹھکانہ ہے، روح وہاں اپنے مستقر میں ہو۔ لیکن وہاں ہوتے ہوئے اس کا دنیا والے جسم کے ساتھ تعلق جڑا ہوا ہو۔ جسم سے انقطاعِ روح کا نام موت ہے۔ اور روح کا تعلق جسم کے ساتھ رہے تو حیات ہے۔ ہمارا عقیدہ حقہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا دنیا والا جسم اطہر روضے میں زندہ ہے۔ برخلاف اس

کے منکرین حیات النبی ﷺ کہتے ہیں کہ روضۂ اطہر میں دنیا والا جسم محفوظ تو ہے مگر اس میں حیات نہیں ہے۔ روح برزخ میں ہے۔ جسم مبارک تمام کمالات سے خالی ہے۔ حالانکہ جملہ کمالات سے متصف ہونے کے لئے جسم وروح کا رشتہ ضروری ہے۔ جیسا کہ "البصائر لمنکر التوسُّل باهل المقابر" میں ہے۔ "ان الانبیاء علیهم الصلوة و السلام حیوة برزخیه جسدانیة . ویدل علیه قوله علیه الصّلوٰة و السلام مررت بقبر موسیٰ علیه الصلوة و السلام فاذا هو یصلی فی قبره . و الصلوة تقتضی جسدا حیاً"۔ (البصائر ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ پشاور) یعنی انبیاء علیہم السلام کی زندگی برزخی اور جسمانی ہے اور اس پر دلیل حضور ﷺ کا وہ فرمان عالیشان ہے کہ (معراج کی شب) جب میں حضرت موسیٰؑ کی قبر پر سے گذرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ اور علامہ سندھیؒ بھی فرماتے ہیں "الصلوة تستدعی جسدًا حیاً" (حاشیہ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۵) نماز پڑھنا زندہ جسم ہی سے ہوسکتا ہے۔ مؤلف کلمۂ حق اور دیگر منکرین حیات النبی ﷺ حضور علیہ السلام کی حیات برزخی کے مبہم اقرار سے دھوکہ دیتے ہیں اور جسم کے ساتھ تعلق روح کا انکار کرتے ہیں۔ جسم اطہر کے بارے میں نہایت قیمتی اور پُرکشش جملے کہتے ہیں چنانچہ مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام کو حضرت حق تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ، نے ایک مخصوص اور ممتاز حیات عطا فرمائی ہے۔ جو شہداء کرام کی حیات کی طرح نہیں بلکہ ان کی حیات، شہداء کی حیات سے ممتاز اور بلند و بالا اور ارفع، انفع، اوقع، اعلیٰ، اولیٰ، احلیٰ، اقویٰ، ابقیٰ، اصفیٰ، ازکیٰ، اسنیٰ، اشہیٰ، اطہیٰ، اجمل، افضل، اکمل، ادوم، اقوم، اتم، اہم، اعظم، اطیب اور اقدس ہے ﴿عقائد علماء دیوبند اور مسئلہ حیات الانبیاء ص ۱۲﴾

قارئین کرام، اب آپ نیلوی صاحب کے مذکورہ بالا پُرکشش جملے پڑھنے کے

بعد یہ الفاظ بھی ملاحظہ کریں ''جب صحابہ کرامؓ کا عقیدہ تھا کہ آپؐ قبر میں جا کر زندہ ہو جائیں گے تو قبر کھودنے کی تکلیف کیوں کی؟ چلو اگر دفن کر دیا تھا تو تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت ﷺ کو نکال لیتے، لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر صحابیت کا مقام حاصل کر لیتے (بحوالہ عقائد ص ۹۹) اب بتلایئے کہ ان الفاظ سے گستاخی کا پہلو نہیں نکل رہا؟ ان الفاظ میں ادب، لحاظ، تمیز اور اخلاق کا کوئی پہلو ہے؟ کاش نیلوی صاحب نے سوچا ہوتا کہ وہ کس ذات پر بحث کر رہے ہیں؟ اور ساقی کوثر ﷺ کے متعلق ''صحابہؓ نے دفن کیوں کیا'' ''پھر نکال لیتے'' جیسے الفاظ ایک امتی اور وہ بھی عالم دین کو کیا زیب دیتے ہیں؟ دراصل جب انسان اپنے اسلاف کا دامن چھوڑ دیتا ہے تو پھر اس سے ادب کی نعمت چھین لی جاتی ہے۔ شاید اس لئے مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب نے ہماری کتاب مناظرہ حیات النبی ﷺ پر تقریظ لکھتے ہوئے کہا تھا کہ ''ہر مماتی بے ادب اور متکبر ہو گا نیز جذباتی اور کریک ہو گا﴿مناظرہ حیات النبی ﷺ طبع سوم ص ۲۰﴾

المہند کا حوالہ دینے میں مؤلف کلمہ حق کی بددیانتی:

مؤلف کلمۂ حق نے المہند کی عبارت یوں دی ''حیوتہ ﷺ و بجمیع الانبیاء صلوات اللّٰہ اجمعین دنیویتہ لا برزخیہ'' (کلمہ حق ص ۷) جبکہ المہند علی المفند کی مکمل عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

عندنا و عند مشائخنا حضرة الرسالته ﷺ حیٌ فی قبرہ الشریف و حیوتہ ﷺ دنیویتہ من غیر تکلیف و ھی مختصتہ بہ ﷺ وبجمیع الانبیاء صلوات اللّٰہ علیھم والشھداء لابرزخیہ کماھی حاصلة لسائر المئومنین بل لجمیع الناس کمانص علیہ العلامتہ السیوطی فی رسالتہ انباء الاذکیاء بحیاةِ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین

السبکی حیوۃ الانبیاء والشہداء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا و یشھدلہ صلوٰۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہٖ فان الصلوٰۃ تستدعی جسدًا حیاً ، فثبت بھذا ان حیوتہ دنیویتہ برزخیہ لکونھا فی عالم البرزخ ولشیخنا الاسلام دین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللّٰہ سرہ العزیز فی ھذہ المبحث رسالتہ مستقلۃ دقیقۃ الماخذ بدیعتہ المسلک لم یر مثلھا قد طبعت وشاعت فی الناس واسمھا " آب حیات " ای ماء الحیوٰۃ.

﴿ترجمہ﴾

ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ وہ حیات برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ سب انسانوں کو حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ "اِنباءُ الاذکیا فی حیات الانبیاءؑ" میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسے دنیا میں تھی۔ اور موسیٰ علیہم السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اسکی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنے میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل، جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام آبِ حیات ہے۔

﴿المہند علی المفند ، السوال الخامس﴾

قارئین کرام اس عبارت کو بغور پڑھیں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ مؤلف

کلمہ حق ''بجمیع الانبیاء'' سے پہلے اور ''لا برزخیہ'' کے بعد والی ساری عبارت ''کوکا کولا'' سمجھ کر غٹا غٹ پی گئے ہیں۔ یہاں ہمارے اکابرین فرمارہے ہیں کہ جو حیات برزخی تمام نسا: کو حاصل ہے وہ انبیاء علیہم السلام کو نہیں۔ یعنی ان کی حیات ان سے اعلیٰ ہے۔ اور پھر آخر میں جاکر ''لکونها فی عالم البرزخ'' کہہ کر یہ توضیح بھی کردی گئی ہے کہ اس سے مراد مطلق دنیاوی حیات نہیں، دنیا کی سی حیات ہے، یعنی دنیا والے جسم اطہر میں روح ہے، تشبیہ میں ہر جہت سے مشابہت ضروری نہیں ہوتی۔

حیات دنیویٰ سے مراد کیا ہے؟

حیات دنیوی سے مراد یہاں وہ حیات نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ کو وفات سے پہلے عالم شہادت میں حاصل تھی۔ کیونکہ موت کے بعد عالم شہادت کی حد ختم ہے۔ اور عالم برزخ کی قیامت تک رہتی ہے۔ یار لوگوں نے خوامخواہ تشتت وافتراق کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں لوگوں کو بھٹکا رکھا ہے۔ مؤلف کلمہ حق اور ان کے ٹولے کا نظریہ ہے کہ صرف روح زندہ ہے۔ اور ہم اہل سنت والجماعۃ کا نظریہ یہ ہے کہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے آپ ﷺ روضہ اطہر پر پڑھا جانیوالا اسلام سنتے ہیں۔ حیات فی القبر کا یہ معنیٰ نہیں کہ معاذ اللہ آپ ﷺ پر موت کا ورود ہی نہیں ہوا۔ جیسے نیلوی صاحب نے لکھا ہے کہ پھر صحابہؓ نے قبر کیوں کھودی؟ اور مؤلف کلمہ حق نے اپنے وڈیروں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لکھا کہ آپؐ کا جنازہ پڑھا گیا، آپ کو دفن کیا گیا وغیرہ حیات دنیاوی کا مطلب صرف اتنا ہے کہ دنیا والا جسم قبر میں زندہ ہے۔ اور اسی کو حیات جسمانی بھی کہا جاتا ہے۔ حیات حسی بھی کہا جاتا ہے یعنی روضۂ اطہر میں قبر والا محسوس جسم زندہ ہے اور اسی کو حیات حقیقی اور برزخی کہا جاتا ہے۔ مختلف وجوہات کی بناء پر حیات قبر کے مختلف نام ہیں۔ جیسے محقق اہل سنت حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم فرمایا کرتے ہیں کہ ایک آدمی ماں والے تعلق کے

اعتبار سے بیٹا ہے، بیٹی والے تعلق کے اعتبار سے باپ ہے، بہن والے تعلق کے اعتبار سے بھائی ہے، بیوی والے تعلق کے اعتبار سے شوہر ہے، پوتے کے اعتبار سے دادا، نواسے کے اعتبار سے نانا وغیرہ، یہ ایک ہی شخص ہے مگر مختلف اعتبار سے نام مختلف ہیں اسی طرح حضور ﷺ کی حیات، روحانی، برزخی، حقیقی، دنیوی، حسی، مختلف ناموں سے ہو سکتی ہے مگر نفسِ حیات ایک ہی ہے کہ آپ ﷺ کا دنیاوی جسم قبر میں زندہ ہے۔

خطبہ صدیق اکبرؓ:

مؤلف کلمہ حق اپنے بے سروپا عقیدے پر بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں کہتے ہیں جی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور علیہ السلام کی وفات کا اعلان کیا اور یہ کہ سب سے پہلے حیات کے منکر حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔ (**لعنت الله علی الکذبین و الجاهلین**) یہ نیم رافضی کم از کم وجہِ اختلاف کو تو سمجھیں۔ ارے نام نہاد محقق! کس بدبخت نے حضور ﷺ کی وفات کا انکار کیا ہے؟ جنازے اور تدفین کا انکاری کون ہے؟ اکابر میں سے کسی ایک بزرگ کا حوالہ لاؤ جو وفات، جنازہ، اور تدفین کا منکر ہو۔ اکابر تو اکابر رہے یہ راقم الحروف جو مشائخ اہلِ سنت کے صدقے اللہ تعالیٰ سے روٹی مانگ کر کھاتا ہے، "جنازۃ الرسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ" کے عنوان سے مستقل رسالہ لکھ چکا ہے۔ جس کے دو ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اور یہاں بھی مماتی لوگ تحریف کر کے "بریلی والے خان جی" کی روح کو خوش کرتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں ان دغاباز لوگوں سے کہ خطبہ صدیق مکمل پڑھتے ہوئے تمہارے پیٹ میں مروڑ کیوں اٹھتا ہے؟ خطبہ صدیق اکبرؓ سے تو حیات ثابت ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی جلد اول ص ۵۱۷ پر خطبہ صدیقؓ موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ کی رحلت ہوئی سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا "طِبْتَ حَیًّا وَ مَیِّتًا۔ آپ کی زندگی اور موت دونوں پاک ہیں۔ اور پھر لَا یُذِیقُکَ اللّٰهُ الموتتَینِ اَبدًا۔ الله

آپ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائیں گے۔ مؤلف کلمہ حق اور دیگر منکرین حیات النبیؐ سے جب پوچھا جاتا ہے کہ پہلی موت کا ذائقہ تو آنجناب ﷺ نے چکھ لیا۔ مگر یہ دوسری موت کونسی ہے جو آپ پر نہیں آئی؟ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَیِّتُوْن" اور "وَمَآ مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل" آیات پڑھیں۔ ان آیات کے اندر جو خلیفہ بلافصل موت کا اعلان فرما رہے ہیں وہ قبر والی موت کا نہیں، عالم دنیا والی موت کا اعلان ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ جیسے بعض جلیل القدر صحابہؓ جو موت کا انکار کر رہے تھے۔ آپؓ نے یہ آیات پڑھ کر بتایا کہ دنیا والی موت کا ذائقہ آپ چکھ چکے ہیں اور ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا والی موت آئی ہے۔ مماتی ٹولہ خوامخواہ "میں نہ مانوں" کی رٹ لگا کر وقت بھی ضائع کر رہا ہے اور ایمان بھی۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ بعد از وفات قبر میں سوال و جواب کے لئے دوبارہ زندگی ملتی ہے۔ غیر انبیاء پر سوال و جواب کے بعد پھر موت مسلط کر دی جاتی ہے۔ روح اپنے مستقر میں چلی جاتی ہے۔ البتہ جسم کے ساتھ اتنا تعلق رہتا ہے کہ میت ثواب و عذاب کو محسوس کر سکے۔ پھر عام کے متعلق اختلاف ہے۔ (اور ہم نے اسی کتاب کے ابتدائیہ میں اشارہ کر دیا ہے) البتہ حضور ﷺ پر جب روح لوٹی تو پھر دوبارہ نہیں نکلی اور اسی بات کا اعلان سیدنا ابوبکر صدیقؓ فرما رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام کی وفات پر بھی صحابہ کا اجماع ہے۔ اور حیات فی القبر پر بھی۔ اور الحمد للہ ہم اہل سنت والجماعت دونوں باتوں کو مانتے ہیں وفات کو بھی اور حیاتِ ابدی کو بھی۔ باقی وہاں کی زندگی اعلیٰ وارفع ہے۔ اس کا دنیاوی معاملات کے ساتھ تعلق نہیں ہے لہذا مؤلف کلمہ حق کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ کے پاس فیصلے کروانے کوئی نہیں جاتا جو حیات نہ ہونے کی دلیل ہے، نری حماقت اور ہکلاپن ہے۔

دیوبندی کون ہوتا ہے؟

میں نے یہ بات کئی دفعہ کہی ہے کہ ایک شخص دیوبند میں پڑھا بھی نہ ہو۔ اور اس کے عقائد بھی دیوبند والے نہ ہو، ہم اس کو دیوبندی نہیں کہہ سکتے۔ ﴿آواز حق ص ۱۱﴾

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

واقعی آپ دیوبندی نہیں ہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب نہ تو دیوبند میں پڑھے۔ نہ تمہارے عقائد اکابرین علمائے دیوبند والے ہیں۔ کیونکہ اکابرین علماء دیوبند میں سے کوئی بھی فیصلہ کروانے روضے پر نہیں جاتا۔ سب دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ آپ کی زندگی صرف تریسٹھ برس تھی۔ اب موتی میں شامل ہیں۔ مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نے اپنی مایہ ناز کتاب "المسلک المصور ص ۳۶" پر لکھا ہے، آنحضرت ﷺ بھی تو نص قطعی اِنَّکَ مَیِّتٌ کی رو سے وفات پا چکے ہیں۔ اور الموتیٰ میں شامل ہیں۔ ۲: قرآن کریم، صحیح احادیث اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح حضرات انبیاء کرام اور حضرت عیسیٰؑ جسدِ عنصری کیساتھ بلکہ دیگر تمام مومنوں کی روحیں آسمانوں پر موجود ہیں۔ ﴿احسن الکلام ص ۱۸ اج ۲﴾

الجوابُ السّدید بفضل الرّب الحمید:

ان باتوں کا جواب ہم نے گذشتہ سطور میں دے دیا ہے۔ بحث حیات فی القبر کی ہے جو آنحضرت ﷺ کو تریسٹھ برس کی زندگی گزارنے کے بعد موت کا ذائقہ چکھا کر پھر قبر اطہر میں نصیب ہوئی۔ ہم یہاں دنیا میں ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ جنت کے اعلیٰ مقام میں رونق افروز ہیں۔ اس جہان کی کیفیت اور ہے اور وہاں کی اور۔ مؤلف کلمہ حق کے دائیں بائیں کراماً کاتبین موجود ہیں اسی طرح ہر انسان کے ساتھ ہیں۔ تو آج تک کسی نے اپنی گم

کردہ چیز کے متعلق ان کراماً کاتبین سے پوچھا ہو یا اپنا کوئی فیصلہ لے کر ان کے پاس گئے ہوں؟ نہیں یقیناً نہیں تو مماتی فلسفے کے مطابق لازم آیا کہ کراماً کاتبین کو حیات حاصل نہیں ہے۔ اور اگر کہیں گے کہ ان کی حیات کی کیفیت ہمارے عقل وخرد سے بالا ہے تو پھر "ماھو جوابکم فھو جوابنا" اور حضرت شیخ صفدر مدظلہم نے جو فرمایا کہ "بنص قطعی" وفات پا چکے ہیں۔ تو وفات کا انکار کس نے کیا؟

وہی رفتار بے ڈھبی جو پہلے تھی، وہ اب بھی ہے

نیز احسن الکلام کی عبارت پہ مؤلف کلمہ حق نے جو اختراعی حاشیہ چڑھایا وہ بھی ان کے خبثِ باطن کا مظہر ہے۔ اس عبارت سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت شیخ صفدر مدظلہم زمینی قبروں میں ارواح کا تعلق نہیں مانتے۔ جب اس مسئلہ خاص پر بحث ہوتی ہے تب عام مومنین اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر کے فرق کو بیان کیا جاتا ہے۔ احسن الکلام مسئلہ فاتحہ خلف الامام پر لکھی گئی ہے اور اس کی ایک مجمل عبارت کو دیکھ کر مؤلف کلمہ حق یوں بغلیں بجانے لگے جیسے کبھی "تسکین الصدور، سماع الموتیٰ، المسلک المنصور اور شہاب المبین دیکھی ہی نہ ہوں۔

ہمارا عقیدہ:

ہمارا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آقائے نامدار آمنہ کے لعل، تاجدارِ مدینہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے روضۂ پاک میں زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں، امت کا سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں۔ ﴿آوازِ حق ص ۱۱﴾

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

آپ کا عقیدہ اہل سنت والجماعت والا عقیدہ نہیں ہے آپ کے متفقہ بزرگ

نورالحسن شاہ بخاریؒ حیات الاموات ص ۱۲۱ میں لکھتے ہیں کہ

''آپ ﷺ کی روح پاک دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح رفیق اعلیٰ اعلیٰ علیین میں ہے۔ مستقل طور پر وہیں قرار پزیر ہیں اور کسی حال میں وہاں سے جُدا نہیں اور صفحہ ۱۲۲ پر لکھا ہے ''حیاتِ اقدس اخروی ہے۔ دنیوی نہیں'' آگے فرماتے ہیں'' کیونکہ آپ ﷺ وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی حیات ہے۔ دنیوی حیات کے مشابہ بھی نہیں ۔ جرأت کریں اور نکالیں ان بزرگوں کو اہل سنت والجماعت سے! یہ سارا نزلہ اشاعت التوحید پر کیوں گرتا ہے؟ کیا تعصب کے سوا کوئی چیز ہوسکتی ہے؟ ہم اشاعت والوں کا عقیدہ وہی ہے جو سید نورالحسن شاہ بخاریؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد حیاتِ اخرویہ کیساتھ زندہ ہیں اور روح پاک اعلیٰ علیین میں ہے۔ یہ حیات نہ دنیوی ہے اور نہ دنیوی حیات کے مشابہ ہے۔ ﴿کلمہ حق ص ۹۔۱۰﴾

الجواب التّسلیم بعون الرّب الرّحیم:

بڑا فلک کو دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

یقین جانیئے ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ ''بریلی والے خان جی'' کی طرح مماتی فتنہ بھی تحریفات، تلبیسات، اور تدلیسات کا مرکب اور ملغوبہ ہے۔ حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ کی کتاب ''حیات الاموات'' کی ادھوری عبارت سے مؤلف کلمہ حق نے جو اپنا مطلب نکالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ یقیناً کسی خوفِ خدا سے عاری بندے کا کام ہوسکتا ہے۔ اب دیکھنا ذرا ہم شاہ صاحبؒ کی مکمل عبارت ذیل میں دے رہے ہیں اور فاروقی جلال کے ساتھ ایسا وار کریں گے کہ انشاءاللہ زخم چاٹتے چاٹتے بقیہ زندگی گذرے گی۔

علامہ سید نور الحسن شاہ بخاریؒ اور مسئلہ حیات النبی ﷺ:

مؤلف کلمہ حق نے حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت میں سے قطع و برید کر کے اپنے چہرے پر جو کذب و دجل کی کالک ملی ہے اس کا فیصلہ تو انشاء اللہ روزِ محشر ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب ''حیات الاموات ص ۱۲۱ پر شیخ الاسلام مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا فتح الملہم ج ۳ کے حوالے سے عقیدہ حیات النبی ﷺ تحریر کرنے کے بعد لکھا ''شیخ الاسلامؒ کا یہ ارشاد بڑا واضح و مدلل ہے۔ اور اس سے تمام شبہات کا ازالہ ہو جانا چاہیے۔ آپ کے اس محققانہ کلام سے یہ حقائق ثابت ہوتے ہیں کہ:۔

۱: حضرت کی وفاتِ شریفہ کے بعد آپ کی روح پاک دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رفیق اعلیٰ، اعلیٰ علیین میں ہے۔ اور مستقل طور پر وہاں قرار پذیر ہے۔ اور کسی حال میں بھی وہاں سے جدا نہیں ہوتی۔

۲: لیکن اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ قبر اقدس میں آپ کی حیات کا انکار کر دیا جائے۔ گو آپ ﷺ کی روحِ پاک اعلیٰ علیین میں ہے۔ لیکن اس کا تعلق قبر پاک میں موجود وجودِ اقدس کیساتھ ہے وہ جسمِ انور پر روشنی ڈال رہی ہے۔ جیسے سورج اپنے بلند مقام پر ہے لیکن زمین سے اس کا تعلق ہے اور اس کی تاثیر سے حیوانات و نباتات کی زندگی ہے۔

۳: جیسے زمین کے ساتھ سورج کے تعلق و تاثیر سے حیوانات و نباتات کی حیات ہے۔ بلکہ خود زمین میں حیات ہے۔ اسی طرح وجود پاک کے ساتھ روحِ اقدس کے تعلق و اتصال سے نبی اکرم ﷺ قبر شریف میں زندہ و حیات ہیں۔

﴿حیات الاموات خصوصاً حیات النبیؐ سید الکائنات ص ۱۲۱، ۱۲۲﴾

شاہ صاحبؒ مزید لکھتے ہیں۔

اور چونکہ حیات اسی جسم اقدس کو حاصل ہے۔ جو دنیا میں تھا اس لئے ہمارے بعض اکابر

دیوبندرحمھم اللہ اور دوسرے اکابرو مشائخ امت نے اسے بعض موقعوں پر دنیوی حیات یا دنیا کی سی حیات سے تعبیر فرمایا۔ چونکہ بعض شریفوں نے دوسرے جسم ایجاد کر کے آپ کی حیات اس ایجادی جسم کی طرف منسوب کردی اور قبر اقدس میں جسدِ اطہر کی حیات مقدسہ کا انکار کر دیا۔ ہمارے اکابر کی فراست ایمانی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے مدتوں پیشتر یہ فرمادیا کہ آپ کو جو حیات مقدسہ حاصل ہے وہ کسی اور ایجاد کردہ جسم کے ساتھ نہیں بلکہ اس دنیا والے جسم پاک کو حیات حاصل ہے۔ ﴿حیات الاموات ص ۱۲۵﴾

ارباب انصاف فیصلہ کریں:

مؤلف کلمہ حق کی ادھوری، تحریف شدہ عبارت اور اس مکمل عبارت کو پڑھ لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر فیصلہ دیں کہ اگر یہ ’’کلمہ حق‘‘ ہے تو پھر دجل وکذب، ڈھٹائی اور بے شرمی کے کیا سینگ ہوتے ہیں؟۔ مؤلف کلمہ حق نے محض شاہ صاحبؒ کی کتاب سے ’’روح علیین میں ہے اور مستقل طور پر وہاں قرار پذیر ہے‘‘ کی عبارت تو نوٹ کردی اور آگے جہاں آپ نے جسم اطہر کے ساتھ روح کے تعلق کی بحث کی اس کو شیرِ مادر سمجھ کر ہڑپ کر گئے۔ کیا اکابر کی کتب لاوارث ہیں؟ یا ان پر تمہارے پدر کی اجارہ داری ہے کہ تم جب چاہو، جیسے چاہو اور جہاں سے چاہو تحریف کر کے من پسند مطلب نکال لو۔ اور کوئی تمہیں پوچھنے والا نہ ہو۔

مؤلف کلمہ حق کا ایک اور مجذوبانہ واویلا:

مؤلف کلمہ حق رئیس المناظرین حضرت محمدی صاحب مدظلہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ ’’مولوی صاحب کا قیاس یا عقلی ڈھکوسلا اگر قرآن وسنت کے خلاف ہو تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ مثلاً مولانا صاحب فرماتے ہیں۔ ’’نیکیاں جسد عنصری کرے اور جزاء جسدِ

مثالی پائے، قتل اور زخمی عنصری جسم ہو اور جنت کی سیر شہیدوں کی ارواح سبز رنگ میں پائے اور جنت کی سیر کرے اسی طرح مشقتیں جسد عنصری اٹھائے اور لذت وسرور مثالی ابدان حاصل کریں! (پھر اپنا تبصرہ یوں پیش کرتے ہیں) اگر دلائل چھوڑ کر عقلی ڈھکوسلوں سے بات منوانا ضروری سمجھتے ہیں تو ہم ان کو اور ان کے ہمنواؤں کو عقلی دلائل سے بھی سمجھا سکتے ہیں ''شرابی کو پشت پر کیوں کوڑے مارے جاتے ہیں کیا پشت نے شراب پیا؟ زانی کو پشت پر کوڑے کیوں مارے جاتے ہیں کیا زنا پیٹھ نے کیا؟ ﴿کلمہ حق ص ۱۳﴾

الجواب بفضل اللہ التوّاب:

سبحان اللہ! کیا نکتہ سنجی ہے۔ اہل علم ذرا دیانت داری سے بتائیں کہ ایسے نکات اور نادر موتی رازیؒ کی کبیر اور زمخشریؒ کی کشاف میں کہاں؟ ایسے ''گوہر بے مثال'' واقعی توحید وسنت کے ''جدید اشاعتیوں'' سے ہی مل سکتے ہیں۔ گویا مؤلف کے نزدیک شراب پینے والا مُنہ ''جسد عنصری'' ہے اور کوڑے کھانے والی پیٹھ جسم مثالی ہے نیز بدکاری کرنیوالی شرمگاہ اگر ''جسم عنصری'' ہے تو سزا بھگتنے والی پیٹھ جسم مثالی ہے۔ واقعی یہ تحقیق انیق لاہور کے عجائب گھر میں نہیں بلکہ مینارِ پاکستان پر لٹکا دینی چاہیے تاکہ بغیر ٹکٹ خلق خدا نظارا کر کے مماتی تحقیق کو دادِ تحسین دے سکے۔ مولانا ضیاء اللہ شاہ صاحب تو پہلے ہی اس نرالی تحقیق کا ''نظارا'' کر چکے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے ''چیدہ چیدہ مقامات کا نظارہ یہ بتاتا ہے..... (کلمہ حق ص ۳۰) بندۂ خدا میت پر جو عذاب وثواب مرتب ہوتا ہے اس کا انکار تو اہل سنت میں سے کوئی بھی نہیں کرتا۔ خواہ روح اپنے استقرار پر ہوتے ہوئے جسم کہیں بھی منتشر ہو جائے۔ یہ احوال وکیفیات ہماری عقل سے چونکہ ماوراء ہیں اس لئے ناممکن نظر آتے ہیں مگر خالق اور مخلوق، رازق اور مرزوق میں ایک فرق یہ بھی تو ہے کہ جو امر مخلوق کی نگاہ میں ناممکن ہو، وہ نگاہ خالق میں ناممکن قطعاً نہیں۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ ''وقد

اجمع اهل الکشف علیٰ ان المیت یحس بضغطة القبر ویحس باختلاف اضلاعہٖ ولو کان فی بطون السباع والطیور (تذکرہ قرطبیؒ ص۳۶) جملہ اہل کشف کا اس پر اتفاق ہے کہ میت قبر کی تنگی اور پسلیوں کے آر پار ہونے کو محسوس کرتی ہے اگر چہ درندوں اور پرندوں کے پیٹ میں ہو۔ شیخ الحدیث، امام اہل سنت حضرت علامہ محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدفیوضہم فرماتے ہیں ''قبر کی تنگی اور عذاب سے وہ لوگ بھی مستثنیٰ نہیں جن کو درندے اور پرندے کھا گئے ہیں جہاں بھی ذرے ہوتے ہیں وہی جگہ ان کے حق میں قبر ہوتی ہے۔﴿تسکین الصدور ۹۲﴾

مولانا حسین علی واں بھچرویؒ کا عقیدہ کہ ''میت پہچان لیتی ہے'':

مؤلف نے حسب عادت اپنے رسالے کے صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۲۳ تک بیکار بھرتی کرتے ہوئے اپنے تئیں ڈنکے کی چوٹ لکھا ہے'' آواز حق کے صفحہ ۱۸، ۱۹ پر ہے۔

اسی طرح قبر میں زندہ ہوں گے جس طرح اب زندہ ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے'' وَمَا یَسْتَوِی الاَحْیَآءُ وَلَا الاَمْوَات '' مردے اور زندہ برابر نہیں ہیں۔ مولانا (محمدی صاحب) نے فرمایا برابر ہیں فیصلہ کس کا سچا۔ قرآن کا یا مؤلف آوازِ حق کا؟﴿کلمہ حق ص ۲۲، ۲۳﴾

الجواب بفضل اللہ الوھّاب:

اس آیت کا سماع موتیٰ کی بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مولانا حسین علی واں بھچرویؒ جن پر فخر کرتے ہوئے مؤلف کلمہ حق نے لکھا'' انہوں نے شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی یاد تازہ کردی (کلمہ حق ص ۳) آپؒ کی مشہور کتاب ''تحریرات حدیث'' ہے۔ اس میں ہے'' المنکر والنکیر یاتیان المیت فیرسل فی ذالک المیّت

الروح ثم یقعد فاذا سُئِلَ رُسلت روحہ بلا الم ونومن بان المیّت یعرف من یزورہٗ اذا اتـا و آکدہ یوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس ''
(تحریرات حدیث ص ۲۵۷ مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس ملتان، باہتمام مولوی محبوب احمد اویسی مینجر) ترجمہ: منکر نکیر جب میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ پھر اس کو اٹھایا جاتا ہے۔ جب اس سے سوال ہو چکتا ہے تو اس کی روح بلا تکلیف نکال دی جاتی ہے۔ اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کو آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔ مولانا محمدی صاحب پر برسنے والے مولانا حسین علیؒ کے متعلق کیا تبصرہ کریں گے؟ اور مؤلف کلمہ حق کو کچھ اپنی خبر بھی ہے کہ تمہارے قلم کا گھوڑا اپنے بیان کردہ عقیدے کو روندتا ہوا گذر جاتا ہے چنانچہ کلمہ حق کے ص ۶۳ پر لکھتے ہیں ''مطلق حیات میں اختلاف نہیں، ہم تو مرنے کے بعد کفار کی حیات کے بھی قائل ہیں نیز نیلوی شاہ صاحب لکھتے ہیں ''ہم تو کافروں کی حیات کے بھی قائل ہیں'' ﴿عقائد اہل سنت ص ۱۴۳﴾

مولانا نیلوی کا فتویٰ مولانا حسین علیؒ پر:

مؤلف ''کلمہ حق'' اب ذرا سنبھل کر بیٹھیے گا۔ بڑی پریشانی کا مرحلہ آ گیا۔ ''تحریراتِ حدیث'' میں مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ ''میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کو آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے (تحریرات ص ۲۵۷) اور نیلوی صاحب اپنی کتاب ''شفاء الصدور'' میں رقمطراز ہیں۔

''ان مسئلة سماع الموتیٰ واجابتھم و معرفتھم مختلق للملحدین (یعنی بلاشبہ سماع موتی اور ان کے جواب دینے اور انکی معرفت کا مسئلہ ملحدین کا گھڑا ہوا ہے۔ نیز شفاء الصدور ص ۱۸۵ پر لکھتے ہیں۔ ''فی بیان الفرقة القائلته

بسماع الموتیٰ من اهل الالحاد و الابتداع" (یعنی ملحدین اور مبتدعین قائلین سماع موتی کے بیان میں) یہ پانچویں باب کا عنوان ہے۔ مماتی دوستوں کو دعوتِ فکر ہے کہ آپ کے یہ حضرات جن کی محبت کا دم بھرتے ہیں ان پر الحاد کے فتوے بھی داغ دیتے ہیں۔ اگر تمہاری کھوپڑی میں عقل کی ایک رمق بھی ہے تو جان لینا چاہیے کہ تمہارے حلق سے "توحید وسنت" کی آڑ میں "زہر ہلاہل" کی "شوگر کوٹڈ" گولیاں اتاری جارہی ہیں۔ اگر اب بھی نہ سمجھو گے تو پھر "تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں"

مولانا اوکاڑوی پر تنقید:

مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب چونکہ استاذ المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ کے قابل فخر شاگرد ہیں۔ حضرت اوکاڑوی ؒ کا نام مماتی بیچارے کیسے ہضم کرسکتے ہیں؟ مؤلف کلمہ حق لکھتے ہیں "آپ کے استاذ کے کیا کہنے، وہ پرائمری ٹیچر تھے، باقاعدہ کسی مدرسہ سے پڑھے نہیں تھے۔ یہ پہلی شخصیت ہے جو مناظر پہلے بنے پھر بغیر درس نظامی پڑھے دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔ (**کلمہ حق صفحہ ۲۹**)

الجواب الرضی بعون اللہ القوی:

مولانا اوکاڑوی ؒ کی وفات کے بعد آج بھی منکرین حیات آپ کا نام سنتے ہیں تو ان کے بدن پر رعشہ اور کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ مولانا اوکاڑوی ؒ کے علم وفضل کا انکار کرکے پرائمری ماسٹر کہکر ان کی اہانت کرنیوالوں کو چلو میں پانی لے کے ڈوب مرنا چاہیے کہ تمہارے بڑے بڑے سورماؤں کو "پرائمری ٹیچر" نے تگنی کا ناچ نچایا۔ ڈیرہ غازی خان والے مناظرہ میں مماتی ٹولہ کے مولوی احمد سعید کو مناظرہ میں جس ذلت کا سامنا کرنا پڑا، وہ آج بھی سب کو یاد ہے۔ اس متکبر ٹولے کا سارا غرور اس "مردِ درویش" نے مٹی میں ملا دیا

تھا۔اوراب یہ تاریخی شکست کھانے کے بعد ''دُم بریدہ'' سانپ کی طرح اندر ہی اندر پیچ و تاب کھارہے ہیں۔مؤلف کلمہ حق جوشاید خودکو''غزالی زماں''اور''رازی دوراں'' سمجھتا ہوگا کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ ساری زندگی ماسٹر کے سامنے آنے سے کنی کیوں کتراتے رہے؟

شاہ صاحب کی مشکل کشائی:

۱۹۸۰ء میں جب کہ گجرات کے اندر شاہ صاحب کے مریدین غیر مقلدیت تیزی سے قبول کررہے تھے۔اس وقت مشہور غیر مقلد مناظر عبدالقادر روپڑی کے ساتھ مناظرہ طے ہوا تھا جس میں شاہ صاحب خودصدر مناظر تھے اور قاضی عصمت اللہ صاحب معاون مناظر تھے۔اس وقت سید عنایت اللہ شاہ صاحب کواپنی ''مشکل کشائی'' کے لئے کوئی مناظر نظر آیا تو وہ مولانا اوکاڑویؒ تھے جن کوآج شاہ صاحب کے حواری طعن و تشنیع کا نشانہ بنارہے ہیں۔مولاناؒ نے عبدالقادر روپڑی کوشکست دے کرمماتیوں کی غیر مقلدیت کے بھوت سے جان چھڑائی تھی۔مگر احسان فراموشی،کودن طبعی،پست ذہنیت اورگھٹیاسوچ کی انتہا ہے کہ آج اپنے محسن پرتنقید کے تیر برسائے جارہے ہیں۔مؤلف کلمہ حق کا مولانا اوکاڑویؒ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے درس نظامی کی کتب نہیں پڑھی تھیں۔نرا تعصب اور حماقت ہے۔آپ نے درس نظامی کی کتب باقاعدہ پڑھی تھیں۔اتنی بات ضرور ہے کہ آپ کی تعلیم مروجہ طریقہ کے مطابق نہیں ہوئی اوراس میں عیب کی کونسی بات ہے؟ آپؒ نے پورے ملک میں دیگر فتنوں کے ساتھ ساتھ جومماتیت کا تعاقب کیا وہ روشن کارنامے قیامت تک یادرکھے جائیں گے۔تفسیر واحادیث اور خصوصاً اسماء الرجال پر مولانا مرحوم کو قدرت کی جانب سے وافر حصہ ملا تھا۔اورخداداد ذہانت وبصیرت کے بل بوتے پرآپؒ نے مماتیت کی دکھتی رگ کودبایا۔ اس لئے یہ پروپیگنڈا کرکے حقیقت کے چہرے کونہایت

چالاکی وعیاری سے مسخ کر رہے ہیں کہ مولانا اوکاڑویؒ عالم نہیں تھے۔

عالم کون ہوتا ہے؟:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اِنَّمَا یَخشَی اللّٰہَ مِن عِبَادِہِ العُلَمآء (اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں ڈرتے وہی ہیں جن کو سمجھ ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ''لیس العلم بکثرة الحدیث ولکن العلم عن کثرة الخشیة'' بہت سی احادیث یاد کر لینا یا (باتیں کر لینا) کوئی علم نہیں، علم وہ ہے جس کے ساتھ خدا کو خوف ہو۔

حضرت ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں ''مَن لَم یَخشَ فَلَیسَ بِعَالِمٍ'' جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں ''صرف عربی زبان یا اس کے صرف ونحو اور فنونِ بلاغت جاننے والوں کو قرآن کی اصطلاح میں عالم نہیں کہا جاتا، جب تک اسکو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ ہو۔ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا جملہ اس ضمن میں بڑا قیمتی ہے فرمایا ''علم نام ہے ایسے جاننے کا جس جاننے کے بعد بندہ عمل کے لئے بے تاب ہو جائے۔ قیامت کی نشانی ہے کہ مؤلف کلمہ حق سفید دن میں دجل وتلبیس اور جھوٹ کے مرتکب ہو کر ثقہ عالم ٹھہرے، اور جس شخص نے ساری زندگی بے لوث دین خدا کی خدمت کی وہ ان کے ہاں ''پرائمری ماسٹر'' سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ یہ بدنصیب لوگ جو امام الانبیاء ﷺ کی ممات ثابت کرنے کے لیے ہلکان ہوتے پھر رہے ہیں سب کے سب، رہبر شریعت، پیر طریقت اور نہ جانے کیا کچھ ہیں۔

خامہ انگشت بدنداں ہے، اسے کیا لکھیئے۔

درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا ''فان صلوتکم معروضة علی '' تمہارا درود مجھے پہنچایا

جاتا ہے، پیش کیا جاتا ہے۔قالوا یارسول اللّٰہ و کیف تعرض صلٰو تنا علیک وقد ارمت ای یقولون قد بلیت " ہمارا سلام آپ ﷺ پر کس طرح پہنچے گا۔آپ ﷺ تو قبر کے اندر پہنچ جائیں گے۔قال علیہ الصلوۃ والسلام " ان اللّٰہ عزوجل قد حرم علی الارض ان تأ کل اجساد الانبیاء " حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللّٰہ رب العزت نے زمین پر حرام کردیا کہ نبیوں کے جسم کو کھائے۔یہ نبی پاک کا فرمان ہے۔
﴿آوازِ حق ص ۳۸﴾

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

اختلاف یہ ہے کہ اشاعتی کہتے ہیں، جب بھی آپ ﷺ پر کوئی درود شریف پڑھے تو اس کا پڑھا ہوا درود نبی پاک ﷺ پر پہنچ جاتا ہے۔حضور کا خود سننا ثابت نہیں بلکہ پڑھنے والے کو ثواب مل جاتا ہے..... حضرت عثمان غنیؓ کو جب مشرکین مکہ نے نظر بند کردیا اور واپس نہ آنے دیا اور افواہ پھیل گئی کہ ان کو شہید کردیا گیا ہے تو حضور ﷺ نے اس افواہ کو سچ سمجھ کر صحابہ کرامؓ سے قصاصِ عثمانؓ کے لئے موت کی بیعت کی۔حالانکہ حضرت عثمانؓ مکہ میں زندہ تھے، نمازیں پڑھتے تھے، درود شریف پڑھتے ان کا درود ضرور نبی پاک ﷺ تک پہنچتا مگر آپ ﷺ کو اس کا علم نہیں ہوتا تھا اس لئے آپ ﷺ نے ان کے لیے موت کی بیعت کی۔﴿کلمہ حق ص ۳۱﴾

الجواب الحکیم بفضل اللّٰہ الکریم:

اس حدیث کو حضرت مولانا حسین علی واں بھچرویؒ بھی تحریراتِ حدیث ص ۲۱۰ پر لے کر آئے ہیں۔مؤلف کلمہ حق نے اس حدیث کو بھی سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے۔اور یہ مسلک کہ درود آقا خود سماعت فرماتے ہیں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے۔ فقط مولانا محمدی

حب کا ہی نہیں تمام اہل سنت علماء دیو بند کا مسلک ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا''ان صلوٰتکم معروضة علی'' تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہ آپ کی حیاتِ طیبہ کی بات ہے۔آپ کی زندگی میں جو سلام پیش ہوتا تھا اسکی کیفیت تو ظاہر ہے کہ قریب آکر سلام کہنے والے کا سلام آپ ﷺ خود سنتے تھے اور جو دور سے پڑھا جاتا وہ فرشتے پہنچا دیتے تھے۔باقی اس بحث میں پڑنا کہ فرشتے درود کیسے پہنچاتے ہوں گے؟ یہ اللہ تعالیٰ جانیں،فرشتے جانیں یا پھر حضور ﷺ کہ جن کی ذاتِ اقدس پر درود پیش ہوتا ہے۔مفکر سلام علامہ خالد محمود صاحب لکھتے ہیں''آنحضرت ﷺ کے امتی ہر طرف ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں اور پھر ہر ایک امتی آپ ﷺ پر سینکڑوں بار درود بھیجتا ہے۔اور یہ سارا درود حضور علیہ السلام پر ایک ایسے لطیف پیرائے میں پیش ہوتا ہے کہ ہم اس وادی کے نا آشنا اس باب میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ درود وسلام آپ ﷺ پر کسی مرئی شکل میں پیش ہوتا تھا یا آپ ﷺ صرف اس پر اطلاع پاتے تھے۔آپ ﷺ نے اس کی تفصیل نہیں بتائی۔تاہم یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اس دنیاوی حیات میں اعمال امت کے بہت سے برزخی جلوے دیکھے ہیں۔﴿مقام حیات ص ۴۳۱﴾

نیز وفات کے بعد آپ ﷺ پر درود وسلام کا پیش ہونا نئے سرے سے نہیں بلکہ دنیاوالی کیفیت کا تسلسل ہوگا۔اور جب یہ بات ظاہر ہے کہ دنیا کی زندگی میں صلوٰۃ وسلام روح اور جسد دونوں پر پیش ہوتا تھا تو قبر کی زندگی میں بھی روح وجسد کے مجموعے پر پیش ہوگا۔مؤلف کلمہ حق کا یہ کہنا ان کی بے راہروی کی دلیل ہے کہ''اشاعتی اس حدیث کے متعلق یوں کہتے ہیں''اشاعتی کس باغ کی مولی ہیں؟اگر دیوبندی کہلانے پر بضد ہو تو اپنے دعویٰ پر مسلک دیوبند پیش کرو۔صحابہ کرامؓ کا یہ سوال کہ جب آپ مٹی میں مل چکے ہوں گے تو ہمارا درود کیسے پیش ہوگا؟بارگاہ رسالت سے جواب ملا''ان اللہ حرم علی

الارض ان تاكل اجساد الانبياء " یہ درود شریف کے جواب میں کہا تو معلوم ہوا بدن اس طرح محفوظ ہے کہ اس پر صلوۃ وسلام پیش ہو سکے اور یہ شعور کی علامت ہے۔ اور اگر شعور کا انکار کر دیا جائے تو حدیث کے دونوں ٹکڑوں میں ربط نہیں رہ سکتا۔

مؤلف کلمہ حق "عرض اور علم" میں فرق نہیں جانتے:

حدیث کے الفاظ "صلوتکم معروضته علي " ہیں۔ یعنی آنجناب ﷺ پر درود پیش ہوتا ہے درود کا علم نہیں دیا جاتا۔ عرض اور علم میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو علم دیا تھا "عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا " لیکن فرشتوں کو عرض دیا "ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الملٰئِکته" آدم علیہم السلام کو علم دے کر پھر فرشتوں پر پیش کیا۔ اور جن چیزوں کا علم دیا گیا تھا جب فرشتوں سے ان کے نام پوچھے گئے تو وہ نہ بتا سکے۔ کیونکہ وہ عرض کی منزل سے گذرے تھے، علم کی منزل سے نہیں۔ یہاں سے اشارہ مل رہا ہے کہ جس پر کوئی چیز عرض کی جائے اس کے لئے ان کا علم تفصیلی لازم نہیں۔ یعنی عرض کے لئے جاننا ضروری نہیں۔ درود وسلام حضور ﷺ پر پیش ہوتا ہے (معروضته عليّ) نہ کہ پوری تفصیل دی جاتی ہے کہ آپ ﷺ ایک ایک کے بارے میں جانیں کہ یہ کس کی طرف سے ہے؟ ضروری نہیں اور جوامت کے اعمال پیش ہوتے وہ اجمالی ہوتے ہیں تفصیلی نہیں۔ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں، آپ ﷺ اعمال خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ ﴿فوائد عثمانیہ ص ۳۶۶ فائدہ نمبر ۵﴾

چنانچہ عرض اور علم میں فرق جاننے کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مؤلف کلمہ حق کا کہنا کہ "پھر حضرت عثمانؓ نماز میں درود پڑھتے تھے تو حضور ﷺ کو خبر کیوں نہ ہوئی کہ عثمان غنیؓ زندہ ہیں" محض عقلی ڈھکوسلہ ہے۔

مؤلف کلمہ حق کا مزید دھوکہ:

عن ابی هریرہؓ ان رسول الله ﷺ قال مامن احد یسلم علی الا ردّ الله علی روحی حتی ارد علیه السّلام. (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۲۷۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا جب بھی کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے، میرے اوپر میری روح کو متوجہ کر دیا جاتا ہے، پھر میں اس امتی کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث شریف پر مؤلف کلمہ حق نے مندرجہ ذیل اختراعی حاشیہ چڑھایا ہے۔

۱: اس میں ایک راوی یزید بن عبداللہ قسیط ہے جو کہ ضعیف ہے

۲: اس نے حضرت ابو ہریرہؓ کو نہیں پایا اور ضعیف بھی ہے

۳: جب کوئی درود پڑھتا ہے تو روح لوٹائی جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ اس لوٹانے سے پہلے روح کہاں ہوتی ہے؟ نیز ''ردّعلي روحي'' کا ترجمہ ''متوجہ'' کرنا پر لے درجے کی خیانت ہے۔ ﴿کلمہ حق ص ۳۷﴾

الجواب بفضل اللہ التوّاب:

اس حدیث کے راویوں میں، ۱: ابو حاتم محمد بن عوف ۲: عبدالرحمان بن یزید المقری ۳: حیات بن شریح ۴: حمید بن زیاد ۵: یزید بن عبداللہ بن قسیط ۶: اور صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ پہلے دو راویوں کو امام نسائیؒ نے ثقہ کہا ہے (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۸۴) تیسرے نمبر کے راوی کو امام یحیٰی بن معین ثقہ کہتے ہیں (یحیٰی بن معینؒ جرح وتعدیل کے امام ہیں جن کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی اور جنازہ اسی چارپائی پر اٹھایا گیا جس پر حضور ﷺ کا جنازہ مبارک اٹھایا گیا تھا اور لوگ جنازے کے ساتھ چلتے

ہوئے کہہ رہے تھے ''ھذا الذّاب عن رسول اللہ ﷺ الکذب (خطیب بغدادی ج ۴ ص ۱۸۷) یہ وہ ہستی ہیں جو آنحضرت ﷺ سے جھوٹ کو ہٹاتی اور دور کرتی ہے) اور چوتھے نمبر کے راوی یعنی حمید بن زیاد کو تو دار قطنی جیسے متشدد بزرگ نے بھی ثقہ کہا ہے ﴿تہذیب جلد ۳ ص ۳۴۲﴾

اور یزید بن عبداللہ قسیط ، (جن کو مؤلف کلمہ حق ضعیف کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں) کو امام نسائیؒ اور محمد بن معین نے ثقہ اور ''لیس بہ بأس'' کہا ہے ۔ (تہذیب ج ۱۱ ص ۳۴۳) ان راویوں میں کوئی ضعیف یا جھوٹا نہیں اور محدثین میں سے چوٹی کے دس محدث ان کی تصحیح کرتے ہیں جن میں سرفہرست علامہ نوویؒ (۶۷۶ ھ) حافظ ابن حجر (۸۵۲ ھ) علامہ سمہودیؒ (۹۱۱ ھ) علامہ زرقانیؒ (۱۱۱۲ ھ) اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۱۳۵۳ ھ) ہیں باقی یہ کہنا کہ یزید بن عبداللہ بن قسیط نے حضرت ابو ہریرہؓ کا زمانہ نہیں پایا ، صحیح نہیں جس وقت حضرت ابو ہریرہؓ (۵۸ ھ) میں فوت ہوئے تو اس وقت یزید بن عبداللہ بن قسیط ۲۶ سال کے کڑیل جوان تھے ۔

''رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِی'' کے متعلق مماتی پروپیگنڈا:

مؤلف کلمہ حق کہتے ہیں ''سوال یہ ہے کہ لوٹانے سے پہلے روح کہاں ہوتی ہے'' (ص ۳۷) سو اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو ۔ یہاں ''رَدَّ اللّٰهُ'' کا صلہ ''عَلٰی'' لایا گیا ہے ۔ اگر ''فی'' لایا جاتا تو پھر معنی وہی بنتا جو مؤلف کلمہ حق لے رہے ہیں کہ پہلے روح نہیں تھی اب آ گئی ۔ لیکن یہاں ''عَلٰی'' پتہ دے رہا ہے کہ روح مجھ پر لوٹائی جاتی ہے ۔ یا مجھ پر ڈال دی جاتی ہے یعنی روح میرے اندر تھی مگر میں متوجہ نہ تھا جب سلام پڑھنے والوں نے سلام پڑھا تو میں متوجہ ہو گیا حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں ''رَدَّ'' کا صلہ جب فی سے آتا ہے تو معنی دخول کے ہوتے ہیں اور جب عَلٰی سے آتا ہے تو معنی

توجہ کے ہوتے ہیں اس لیے یہاں رَدَّ اللّٰہ عَلَیّ رُوحیُ فرمایا گیا ہے رَدَّ اللّٰہ فی رُوحِــــیُ نہیں فرمایا گیا تو وہ اشکال رفع ہو گیا جو آپ کو پیدا ہوا کہ جب روح لوٹائی گی تو مطلب یہ نکلا کہ روح تھی ہی نہیں اور جب وہ تھی ہی نہیں تو حیات کہاں گئی مگر جب یہ واضح ہو گیا کہ روح ضرور لوٹائی گئی مگر اندر نہیں (کہ اندر تو پہلے ہی سی موجود تھی) بلکہ اوپر۔ اور ظاہر ہے کہ اندر رہتے ہوئے اوپر لوٹانے کا مطلب توجہ کرنے کے سوا دوسرا نہیں ہوتا اس لئے حیات النبی ﷺ اپنی جگہ برقرار رہی اور رَدَّ رُوحــــــی بمعنی توجہ اپنی جگہ باقی رہا۔ (مکتوبات حکیم الاسلام ص ۸۱) اور مولانا محمد منظور نعمانی ؒ فرماتے ہیں ’’ اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف سے متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں پس اس روحانی توجہ والتفات کو رَدِّ روح سے تعبیر فرمایا گیا ﴿ معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۸ ﴾

پرلے درجے کا خائن کون؟:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب ؒ کے ان الفاظ ’’ معنی توجہ کرنے کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا ‘‘ اور مولانا محمد منظور نعمانی ؒ کے الفاظ ’’ توجہ کو رَدِّ روح سے تعبیر فرمایا گیا ‘‘ کو پڑھ لینے کے بعد اب ذرا مؤلف کلمہ حق اپنے الفاظ پر غور کریں ’’ ترجمہ متوجہ کرنا پرلے درجے کی خیانت ہے ‘‘ (کلمہ حق ص ۳۷)

چلی تھی برچھی کسی پہ، کسی پہ آن لگی۔

گویا ان ’’ صاحب ‘‘ کے نزدیک نہ صرف مولانا محمدی صاحب دامت فیوضہم بلکہ اکابر علماء دیوبند بھی ’’ پرلے درجے کے خائن ‘‘ ہیں۔ واہ ری دیوبندیت۔

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

رَدُّ المختار میں مسئلہ حیات النبی ﷺ:

حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب نے اپنی تقریر میں ردّ المختار المعروف شامی کا حوالہ بھی دیا۔ اس پر مؤلف کلمہ حق نے ''عالم جنوں'' میں پتہ نہیں کیا کچھ کہہ دیا۔ لکھتے ہیں ''واقعی شامی فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہی کتاب آپ کے مسلک کے خلاف ہے (مزید لکھتے ہیں) مولانا کو معلوم ہونا چاہیے کہ شامی میں ''یُصَلُّون'' کا لفظ نہیں ہے۔ صرف قبر کی زندگی کا لفظ ہے مولانا نے کمال چالاکی سے ''یُصَلُّون'' کا لفظ بڑھا کر امام شعرانی پر بہتان لگا دیا۔ (اور لکھتے ہیں) جس شامی کو مولانا نے خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے، اسی نے مولانا کے عقیدے کی شام کر دی ﴿کلمہ حق ص ۵۰، ۵۱﴾

الجواب واللہ المعین علی الصوّاب:

مؤلف کلمہ حق کا کہنا کہ ''شامی آپکے مسلک کے خلاف ہے'' یہ کوہ ہمالیہ سے بڑا جھوٹ ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں ''**واما مانسب الاشعری امام اهل السنة والجماعته من انکارِ ثبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان، والمصرح به فی کتبه و کتب اصحابه خلاف ما نسب الیه بعض اعدائه لان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام احیاء فی قبورهم وقد قام النکیر علی افتراء ذاک ابوالقاسم القشیری** (شامی جلد ۳، ص ۳۶۶، باب المغنم)

ترجمہ: امام اہلسنت امام ابوالحسن الاشعریؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے لئے وفات شریفہ کے بعد اس وصف کے ثابت ہونے کا انکار کرتے ہیں، یہ محض افتراء اور بہتان ہے۔ ان کی اور ان کے ہم مشرب احباب کی کتابوں میں اسکے خلاف تصریح موجود ہے۔ یہ ان کی دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ انبیاءؑ اپنی اپنی

قبروں میں زندہ ہیں۔اور امام ابوالحسن الاشعری پر یہ افتراء باندھنے کیخلاف ابوالقاسم قشیریؒ نے زبردست احتجاج کیا ہے۔اس کے علاوہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں''ان الانبیاء احیاء فی قبورھم کما وردفی الحدیث'' ﴿رسائل ابن عابدینؒ جلد۲ص۲۰۳﴾

ثانیاً۔شامی میں''یُصلُّون'' کا لفظ واقعی نہیں ہے۔مگر اس کو مولانا محمدی صاحب مدظلہ کی ''چالاکی'' قرار دینا کہاں کی دیانت ہے؟ یہ مرتب کتاب کا تسامح ہے۔اور مرتب مولانا محمدی نہیں ہیں۔مولانا موصوف کی کیسٹ سن لی جائے۔نیز مؤلف کلمہ حق کی نادانی ملاحظہ ہو کہ کہتے ہیں''امام شعرانی پر بہتان لگادیا۔حالانکہ عبارت شامیؒ کی اپنی ہے۔نہ کہ شعرانیؒ کی۔شامی کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہورہا ہے کہ وہ حیات النبی ﷺ فی القبر کے قائل ہیں اور''رسائل ابن عابدینؒ'' کا حوالہ بھی ہم نے پیش کردیا۔ان حوالہ جات کو مؤلف کلمہ حق''شامی کباب''سمجھ کر ہڑپ کر گئے ہیں۔

وفاتِ نبی ﷺ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ:

مماتی لٹریچر اور اہل سنت والجماعت کی کتب کا جب تقابلی مطالعہ کیا جائے تو حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ یہ بیچارے اندھیروں میں''ٹامک ٹوئیاں'' مار رہے ہیں۔نہ کتاب وسنت سے کوئی سہارا ان کو ملتا ہے اور نہ فقہاءِ احناف یا مشائخ دیوبند کا۔اور نہ آج تک یہ خود سمجھ سکے ہیں کہ ہم اختلاف کس بات پہ کررہے ہیں؟ کسی کتاب میں کچھ کہہ دیا اور کسی میں کچھ! علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ نے حیات النبی ﷺ پر مفصل کتاب لکھی ہے جو ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا جواب حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ آف گوجرانوالہ نے''مسالک العلماء'' کے نام سے دیا تھا جو ڈیڑھ، پونے دوسو صفحات پر مشتمل ہے۔ مسالک العلماء پر اس وقت کے علماء اور رسائل وجرائد نے جو تبصرہ

کیا تھا وہ پڑھنے کے قابل ہے طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم یہاں جھلک دکھا دیتے۔
بہر حال اہل علم جانتے ہیں کہ وہاں قاضی صاحبؒ کے قدم کہیں جم نہ سکے، اور طبعیت پر ناگوار نہ گذرے تو درحقیقت باطل کی نشانی ہے کہ وہ کسی ایک موقف پر نہیں ٹھہرتے۔
آنحضرتؐ کی حیات طیبہ کے منکر جن باتوں کا سہارا لیتے ہیں ان تمام باتوں کا جواب بارہا علماء دے چکے ہیں اس لیے ہم نے شروع میں لکھا تھا کہ مؤلف کلمہ حق نے انہی چبائے لقموں سے رسالے کا پیٹ بھرا ہے۔ مؤلف کلمہ حق تحریر کرتے ہیں۔ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو اس بیماری میں بلایا جس میں آپ ﷺ فوت ہوئے، کچھ راز کی بات کی ان سے تو حضرت فاطمہؓ رو پڑیں، پھر کوئی راز کی بات بتلائی تو وہ ہنس پڑیں، حضرت فاطمہؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے پہلے میرے ساتھ جو سرگوشی کی تو اس میں بتایا کہ میں اس بیماری کے ساتھ فوت ہو جاؤں گا، تو میں رو پڑی، پھر میرے ساتھ سرگوشی کی کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے میری وفات کے بعد تو مجھ سے ملنے والی ہے، تو میں ہنس پڑی (صحیح البخاری باب المناقب) اب مؤلف ''کلمہ حق'' کا ارشاد ملاحظہ کریں۔
کیا حضور اقدس ﷺ روضۂ اطہر میں بنفس نفیس زندہ ہیں تو وفات کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو بھی روضۂ پاک میں دفن کیا گیا؟ حضرت فاطمہؓ کی قبر تو جنت البقیع میں ہے۔تو صحیح بات مان لیں کہ یہ ملاقات جنت میں اللہ کے عرش کے نیچے ہوئی۔ (کلمہ حق ص ۵۷)
اور مولوی عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے بھی اس واقعہ کو تحریر کرنے کے بعد لکھا ''بتائیے یہ ملاقات کہاں ہوئی؟ نبی اکرم ﷺ کی قبر منورہ حجرۂ عائشہؓ میں ہے، اور سیدہ فاطمہؓ کی قبر مقدس جنت البقیع میں ہے۔کیا ان جسموں کا اس دنیا میں ملاپ ہوا؟ ﴿حیات النبیؐ از مولانا عطاء اللہ بندیالوی ص ۴۳﴾

الجواب بفضل اللہ التواب:

آنحضرت ﷺ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ جب دونوں پر دنیا کی موت آئی ہے اور کوئی دنیاوالی موت سے انکاری نہیں تو ان حضرات کا یہ واویلا کہ ”کیا ان جسموں کا اس دنیا میں ملاپ ہوا؟“ نرا احمقانہ، اور مجنونانہ نہیں؟ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے مسلمان کیلئے یہ کوئی مشکل یا پیچیدہ بات نہیں کہ اس کا تعلق برزخ کے احوال سے ہے۔ برزخ کے احوال و کیفیات میں قیاس کی دخل اندازی اہل علم کی شان نہیں، نری گمراہی ہے۔ یہ ملاقات برزخ میں ہوئی ہے۔ اور عالم برزخ میں ارواح واجساد کا باہمی تعلق اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علامہ عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں۔

ان روحانیات الموتیٰ متصلة باجسامهم التی فی قبورهم وان بلیت اجسامهم وصارت ترابا ﴿کشف النورص ۱۲﴾

ترجمہ: مردوں کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ ایک تعلق رکھتی ہیں جو قبروں میں ہیں اگرچہ ان کے اجسام بوسیدہ ہوکرمٹی ہوجائیں۔

اس اعتبار سے یہ ملاقات اگر مقام علیین میں ارواح کے درمیان ہوئی ہو اور چونکہ ارواح کا اجسام سے تعلق ہے اس تعلق کی بناء پر اجسام نے بھی ملاقات کا لطف اٹھایا ہو تو یہ کوئی اچنبھے والی بات نہیں جو عقل میں نہ آتی ہو (بشرطیکہ عقل ہو، اکابر پر عدم اعتماد کی وجہ سے ماؤف نہ ہوگئی ہو) اور مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب کا مندرجہ ذیل بیان بھی حقیقت سے تعلق رکھتا ہے کہ ”آپ کا قیاس استدلال تو قیاس مع الفارق کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ اس واقعہ کا اجتہادی پہلو اس حقیقت کو پوری طرح آشکارا کررہا ہے کہ بوقت فرمان پیغمبر برحق ﷺ اور سیدہ فاطمہؓ کے درمیان ملاقات جسد مع الروح تھی اور سیدہ فاطمہؓ کو جسد مع

الروح ہی ملاقات کی بشارت دی گئی، لہذا یہ واقعہ عالم برزخ کے قوانین کے مطابق ہی ہوگی یعنی اجساد مبارکہ اپنے اپنے مقامات پر ہی موجود رہیں لیکن ارواح کی ملاقات کا لطف وسرور اجسام بھی اٹھائیں۔﴿علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ طبع دوم ص ۵۴﴾

''مولف کلمہ حق'' کا ایک اور مماتیانہ کرشمہ:

مؤلف لکھتے ہیں'' آپ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ امام بیہقیؒ'' والا ہمارا عقیدہ ہے۔اب سنو امام بیہقیؒ کا عقیدہ

ان الانبیاءؑ لایترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلة ، قد یحتمل ان یکون المراد بہ رفع اجسادھم مع ارواحھم.

انبیاءؑ چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں رہتے ، بلکہ ان کو اجسام اور ارواح کے ساتھ اٹھالیا جاتا ہے۔

مولانا ذرا سوچ کر بار بار امام بیہقیؒ'' کا عقیدہ پڑھ کر بتلاؤ کہ تمہارا یہی عقیدہ ہے کہ چالیس راتوں کے بعد انبیاء کرام مع ارواح اپنی قبورِ دنیوی سے اٹھالیے جاتے ہیں۔﴿کلمہ حق ص ۶۱﴾

الجواب السوّی بفضل اللہ القوی:

''مؤلف کلمہ حق'' کی مندرجہ بالا عبارت پڑھنے سے قاری یہی محسوس کرے گا کہ یہ ایک ہی عبارت ہے حالانکہ دو عبارتوں کو ابلیسی مہارت سے ایک کردیا گیا ہے۔بیہقیؒ'' کی عبارت یوں ہے۔''ان الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلة ولکنھم یصلون بین یدی اللہ عزّ وجل حتی ینفخ فی الصور '' وھذا ان صح بھذا للفظ المراد بہ واللہ اعلم لایترکون یصلون الا ھذا المقدار ثم

یکونون مصلین فیہا بین یدی اللّٰہ عزوجل کما رویناہ فی الحدیث الاوّل .
وقد یحتمل ان یکون المراد بہٖ رفع اجسادھم مع ارواحھم (حیات الانبیاء للبیہقی ؒ ص ۴)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''انبیاءؑ کو اپنی قبروں میں چالیس راتوں کے بعد نہیں چھوڑا جاتا۔ مگر یہ کہ وہ (اس کے بعد) صور پھونکے جانے تک اللہ عزوجل کے سامنے نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ الفاظ اگر صحیح ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ اسقدر نماز پڑھ کر وہ پھر اللہ عزوجل کے سامنے نماز میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ جیسا کہ ہم نے پہلی حدیث میں نقل کیا ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے اجسام بمع ارواح اٹھ جاتے ہیں۔

اس سے یہ مراد لینا کہ امام بیہقی ؒ کا اپنا عقیدہ کچھ اور ہے۔ قطعاً غلط ہے۔ ''ان صح'' اور ''واللہ اعلم'' کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ امام صاحب ؒ خود اس روایت سے مطمئن نہیں ہیں۔ نیز فرماتے ہیں ''انبیاء علیہم السلام سب کے سب زندہ ہوتے ہیں اور جہاں اللہ عزوجل انکو ٹھہراتے ہیں، وہیں ٹھہرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے حدیث معراج وغیرہ میں بتلایا کہ

ان النبی ﷺ رای موسیٰ قائماً یصلی فی قبرہ ثم راہ مع سائر الانبیاء علیہم السلام فی بیت المقدس ثم رآھم فی السمٰوٰت و اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فعال لما یرید . ولحیاۃ الانبیاء بعد موتھم صلوٰات اللّٰہ علیہم شواھد الاحادیث الصحیحۃ ﴿حیات الانبیاءؑ بیہقی ؒ ص ۵﴾

حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ پھر آپ نے ان کو بیت المقدس میں تمام انبیاءؑ کے ہمراہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور

انبیاءؑ کی حیات بعد وفات پر احادیثِ صحیحہ میں بکثرت دلائل موجود ہیں۔

''حیات الانبیاء'' رسالہ میں امام بیہقیؒ نے احادیث کو اسناد پر بحث کئے بغیر جمع فرمایا ہے۔

نیز علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ اس میں ایک راوی محمد نامی کمزور حافظے والا ہے۔

حافظؒ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ان الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلته ولکنھم یصلون بین ید اللّٰہ حتی ینفخ فی الصّور، و محمد سیئی الحفظ و ذکر الغزالی ثم الرافعی حدیثا مرفوعا الخ ﴿فتح الباری جلد نمبر ۶ صفحہ ۶۰۳، سطر نمبر ۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

اس مسئلے کو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے؟:

آج کل کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس مسئلے کو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اس عقیدے کو چھوڑا کس محدث نے ہے۔ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب حیات الانبیاء ص ۴ میں لکھا ہے کہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں ''حیات النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومة عندنا علما قطعیا لماقام عندنا من الادلته فی ذالک وتواترت به الاخبار الدالته علیٰ ذالک'' حضور ﷺ کی حیات جو ہے وہ حیات متواتر حدیثوں سے ثابت ہے اور یاد رکھنا متواتر احادیث کا انکار کرنے کا کیا حکم ہے۔

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

ذرا غور کرنا سلطان المناظرین کی علمی و تحقیقی پوزیشن پر۔ لکھتے ہیں (حالانکہ محمدی صاحب مرتب نہیں مقرر ہیں، سلفی) امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب حیات الانبیاء ص ۴ میں لکھا

ہے کہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں حالانکہ امام بیہقی ؒ نے کتاب حیات الانبیاء ۴۴۵ھ میں لکھی اور آپ کی کتاب کے تقریباً چار سو سال بعد ۹۰۰ھ میں علامہ سیوطیؒ پیدا ہوئے اور پھر کتاب لکھی۔ امام بیہقی ؒ نے اس کتاب کا حوالہ کیسے دیا؟ جس کا مصنف ابھی کئی صدیوں بعد پیدا ہونا تھا۔ شاباش مولانا! جب محقق آپ جیسا ہو کہ آگے کا پیچھے، پیچھے کا آگے کر دے اس کو پھر کون منوا سکتا ہے۔ ﴿کلمہ حق ص ۶۲﴾

الجواب بعون الملک الوہاب:

مؤلف ''کلمہ حق'' نے ''آوازِ حق'' میں جب یہ سطور پڑھیں کہ ''امام بیہقی ؒ فرماتے ہیں کہ علامہ سیوطیؒ نے یوں فرمایا'' حالانکہ امام بیہقی ؒ کے چار سو سال بعد امام سیوطیؒ پیدا ہوئے'' بس پھر کیا تھا مؤلف یوں لگے اچھلنے جیسے'' بکری کا میمنا اٹھکیلیاں کرتا ہے۔ مماتی ٹولے میں دیانت یا انصاف دیکھنا'' گدھے کے سر سے سینگ'' تلاش کرنے کے مترادف ہے۔ اب ہم مؤلف کلمۂ حق کے اس اعتراض کے پرخچے اڑائیں گے تو پتہ چلے گا کہ ان بیچاروں کی اپنی علمی و تحقیقی پوزیشن کیا ہے؟ مؤلف کلمہ حق کا یہ اعتراض بچند وجوہ مردود ہے۔

اوّلاً: مؤلف کے پیش نظر رسالہ ''آوازِ حق'' کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اور اس میں یہ کمپوزنگ کی غلطی یا مرتب (قاری اللہ دتہ) کی بے احتیاطی ہے۔ آوازِ حق کا پہلا ایڈیشن بھی ہمارے سامنے ہے۔ اس کے صفحہ ۳۶ پر یہ قول امام سیوطیؒ ہی کی طرف منسوب ہے، انداز تحریر اور انداز تقریر میں فرق ہوتا ہے جب تقریر کو صفحہ قرطاس پر منتقل کیا جاتا ہے تو تقریر کو تحریر کے قالب میں ڈھالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ثانیاً: جب تقریر کے مرتب مولانا محمدی صاحب مدظلہ خود نہیں ہیں، تو مؤلف کلمہ حق کو چاہیے تھا وہ پہلے اور دوسرے ایڈیشن کا تقابل کرتے یا پھر مولانا محمدی صاحب مدظلہ کی وہ تقریر کی

کیسٹ سننے کی زحمت کرتے اور پھر کوئی رائے قائم کرتے۔ مگر یہ سب کچھ تو وہ کرے جس کی نیت انتشار اور اشتعال کی نہ ہو۔ منکرین حیات النبی ﷺ کا ٹولہ تو سرتاپا فسادی، بددیانت، بدخواہ، بدنیت، کم حوصلہ، بزدل اور شرارتی ہے۔ اس لئے تو بغیر تحقیق وجستجو کے رائے قائم کرلی کہ یہ ہے مولانا کی تحقیقی وعلمی پوزیشن!۔

ثالثاً: کیا مؤلف کلمہ حق نہیں جانتے کہ یہ عبارت امام سیوطیؒ کی ہے؟ جو 'انبا و الاذکیا فی حیات الانبیاء'' کے پہلے صفحے پر ہے۔ نہیں جانتے تو اب تسلی کرلیں۔ اور اگر جانتے تھے کہ مذکورہ عبارت امام بیہقیؒ کے رسالہ میں نہیں علامہ سیوطیؒ کے رسالہ میں ہے تو جان لینا چاہیے تھا کہ نوٹ ہوتے وقت یا کتابت کے وقت تسامح ہوا ہے۔ چونکہ اس عبارت کے آگے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں ''وقد الف الامام البیھقیؒ جزأ فی حیات الانبیاء علیھم السلام فی قبورھم'' (ترجمہ) امام بیہقیؒ نے ایک جزو خاص اس بارے میں تالیف کیا ہے کہ انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں'' تو واضح ہوگیا کہ علامہ سیوطیؒ، امام بیہقیؒ کی تائید کررہے ہیں، نہ کہ امام بیہقیؒ سیوطیؒ کی۔ مگر ان دوستوں کی ادائیں نرالی ہیں۔ بہرحال یہ ان کی مجبوری تھی چونکہ رسالے کا پیٹ بھر کر اپنے حواریوں کو بھی تو خوش کرنا تھا۔

اور مؤلف کلمہ حق کا اپنا مبلغ علم یہ ہے کہ'' ۹۰۰ھ میں علامہ سیوطیؒ پیدا ہوئے اور پھر کتاب لکھی'' (صفحہ ۶۲) ۹۱۱ھ میں تو آپؒ نے انتقال فرمایا، اور علامہ موصوفؒ سینکڑوں کتابوں کے مصنف تھے تو گویا مؤلف کلمہ حق کے ''فرمان عالیشان'' کے مطابق انہوں نے یہ سارے معرکے صرف گیارہ سال کی عمر میں جیتے۔ اجی ''محقق صاحب'' لکھ کر لے جاؤ علامہ سیوطیؒ کا سن ولادت ۸۴۹ھ ہے اور سن وفات ۹۱۱ھ ہے۔ مولانا محمدی صاحب مدظلہ کی علمی وتحقیقی پوزیشن تو خیر پہلے سے عیاں تھی۔ اور ایک دنیا ان کو آپ کے سینوں پر ''مونگ دلتے'' دیکھ رہی ہے۔ البتہ آپ کے مبلغ علم کے ساتھ ساتھ بددیانتی

اور تعصب کا پردہ بھی چاک ہو گیا ہے۔ تحقیق و تدقیق کے جہاں میں فکر آخرت کے ساتھ نورِ بصیرت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں سے مؤلف کلمہ حق تہی دامن ہیں۔

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

ہم کتب فقہ سے کھل کر اختلاف کرتے ہیں:

مؤلف کلمہ حق کا اعتراف!

مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب مدظلہ نے اپنی تقریر میں فقہ کی معروف کتاب ''نورالایضاح'' کی شرح ''مراقی الفلاح'' سے حیات النبی ﷺ کا سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر ثابت کیا ہے تو مؤلف کلمہ حق اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں ''نورالایضاح فقہ کی کتاب ہے اس میں جو کچھ حیات کے بارے میں لکھا ہے، ہم اس سے کھل کر اختلاف کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث، اجماع امت اور اکابرین علماء دیوبند میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں، اگر آپ کا عقیدہ نورالایضاح کی طرح ہے تو سن لیں کہ علماء دیوبند کا عقیدہ اس طرح کا نہیں۔ کیونکہ انہوں نے لکھا ہے ''انه ﷺ **حیُّ یرزق متمتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین** '' (نورالایضاح) یعنی آپؐ زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں، تمام لذتوں اور عبادتوں سے متمتع ہوتے ہیں'' یہ عقیدہ اکابرین میں سے کسی کا نہیں، ہم اتنا ضرور مانتے ہیں کہ آپ ﷺ اعلیٰ زندگی سے متصف ہیں، جنت کے رزق آپ ﷺ کو ملتے ہیں، اخروی زندگی سے آپ ﷺ فائدہ مند ہوتے ہیں لیکن دنیا کی تمام نعمتوں سے متمتع نہیں، نہ آپ ﷺ پر ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور

نہ آپ ﷺ دنیا کی تمام عبادات کرتے ہیں ..... یہ صرف مولانا کا عقیدہ ہے اور نورالایضاح والے کی حقیقت اللہ جانتا ہے کہ یہ کلمات انہوں نے خود لکھے یا ان کی طرف کسی نے منسوب کیے ہیں، بہرحال ہم نورالایضاح کے قطعاً مقلد نہیں کہ ان کی بات ہم پر حجت ہو اس کی شرح جو آپ نے لکھی ہے یہ قرآن وسنت، اجماع صحابہؓ، اور اکابرین علماء دیو بند خصوصاً مذہب حنفیہ کے قطعاً خلاف ہے ﴿کلمہ حق ص ٦٦﴾

الجواب الکبیر بعون اللہ الخبیر:

نورالایضاح فقہ کی مشہور کتاب ہے جو ابولاخلاص علامہ حسن بن عمار بن علیؒ (١٠٦٩ھ) کی تالیف ہے۔ یہ کتاب دارالعلوم سمیت ہندوپاکستان نیز عرب وعجم کے مدارس دینیہ میں شامل نصاب ہے۔ مؤلفؒ مصر کے قریب ایک قصبہ شبرابلولہ کے رہنے والے تھے۔ اپنی اس کتاب کی ایک شرح آپ نے خود "مراقی الفلاح" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کی جلالت قدر کے لیے اتنا جان لینا کافی ہے کہ علامہ طحطاوی جیسے جہابذۂ روزگار فضلاء نے اسکی شروح لکھیں۔ آپ اپنے وقت میں علم کے اُچھلتے سمندر تھے۔ احناف کے ہاں اس کتاب کی بہت قدرومنزلت ہے۔ مگر دونمبر حنفی دیوبندی اس سے اعلانیہ، کھل کر اختلاف کررہے ہیں۔ اب مؤلف "کلمہ حق" آہستہ آہستہ غیرمقلدیت کی شاہراہ پر آرہے ہیں۔ آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا؟ مؤلف کے بالترتیب جھوٹ ملاحظہ ہوں۔

١: نورالایضاح والا عقیدہ اکابرین دیوبند میں سے کسی کا نہیں"۔ جی ہاں اگر اکابرین دیوبند سے مراد گجرات کے سید ضیاء اللہ صاحب، سرگودہا کے عطاء اللہ صاحب اور "لاوہ" کے ضیاء الرحمان رحمانی (مرتب کلمہ حق) ہیں تو پھر تو واقعی ان "شیوخ" کا نورالایضاح والا عقیدہ نہیں ہے۔ باقی جو حقیقی اور اصلی دیوبندی ہیں ان کا عقیدہ تو الحمدللہ

فقہاء احناف والا ہی ہے۔ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ کے نام نامی سے کون ناواقف ہے؟ ''مماتی محققین'' کے علاوہ سبھی ان کو اکابر میں شمار کرتے ہیں۔ آپؒ نے اس کتاب یعنی نور الایضاح پر عربی و فارسی دونوں زبانوں میں حاشیہ چڑھایا ہے۔ چنانچہ جس عبارت کو مؤلف کلمہ حق نے اکابرین دیوبند کے مسلک کے خلاف قرار دیا۔ یعنی

''بجميع الملاذ والعبادات غير انّه حُجِبَ عَنْ ابصار القاصِرِين عَنْ شريفِ المقامات'' اس عبارت کے تحت شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

''قوله حجب. فمثله ﷺ بعد وفاته كمثل شمع فى حجرة اغلق بابها فهو مستور عمن هو خارج الحجرة ولكن نوره كما كان بل ازيد والهذا حرم نكاح ازواجه بعدهٗ ﷺ ولم يجر احكام الميراث فيما تركه لانهما من احكام الموت'' (نور الایضاح ص ۱۸۷ حاشیہ نمبر ۶)

پس نبی اکرم ﷺ (کے محجوب ہونے) کی مثال ایسے ہی ہے جیسے شمع کو حجرے میں رکھ کر اس کے دروازے کو بند کر دیا جائے تو وہ شمع اُس شخص سے مستور ہو گئی جو حجرہ سے خارج ہو۔ لیکن اسکی روشنی ایسے ہی ہوتی ہے جیسے کہ پہلے تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہی وجہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح حرام ہے اور جو آپ نے ترکہ چھوڑا اس پر وراثت کے احکام جاری نہیں ہوئے۔ کیونکہ یہ دونوں موت کے احکام میں سے ہیں۔

قارئین کرام!

مؤلف کلمہ حق نے کتنا بڑا جھوٹ ''بغیر ڈکار لئے'' ہضم کر لیا کہ اکابر دیوبند کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ پھر مؤلف کی یہ بات بھی مضحکہ خیز ہے کہ ''اللہ جانتا ہے یہ الفاظ

انہوں نے خود لکھے یا کسی نے ان کی طرف منسوب کیئے''، جن حضرات کے اندر غیر اعتمادی کا یہ عالم ہو وہ بھلا شاہراہ حق واعتدال سے ہٹ کر ''مماتیت'' کی گہری کھائی میں نہ گریں گے تو اور کیا ہوگا؟ تمہارے علاوہ آج تک کسی اور نے بھی یہ بات کہی یا لکھی ہے، کیا اس پر کوئی حوالہ پیش کیا جاسکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

بس مستند ہے میرا فرمایا ہوا۔

مزید مؤلف کا یہ کہنا کھلی نادانی، پرلے درجے کی جہالت، اور نچلے درجے کی حماقت ہے کہ ''دنیا کی نعمتوں سے متمتع نہیں، نہ آپ پر ازواج پیش کی جاتی ہیں، اور نہ آپ دنیا کی تمام عبادات کرتے ہیں (کلمہ حق ص ٦٦)۔ دنیا کی زندگی کا بحث ہی نہیں۔ حیات فی القبر کی بحث ہے۔ آپ ﷺ جو عبادت کرتے ہیں وہ صرف لذت کیلئے ہے۔ احکام شرعیہ کے آپ مکلف نہیں ہیں۔ نیز اکابرین دیوبند میں سے یا متقدمین اہل سنت میں سے کون ہے جو دنیاوی موت سے انکاری ہے؟۔ دنیاوی اعتبار سے آپ ﷺ اموات میں داخل ہیں۔ نہ ہی کوئی برزخ کے اندر ایسی زندگی کا اقراری ہے جس سے جسمانی نشوونما اور احکامات شرعیہ جیسے دنیاوی لوازمات لازم آتے ہوں۔ نہ کوئی (معاذ اللہ) ازواج مطہرات کے پیش ہونے کا قائل ہے۔ تمہارے اذہان پر خوامخواہ ''رضا خانی'' بھوت سوار ہو تو تمہاری قسمت!

بحث حدیث ''مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي''

مؤلف کلمہ حق نے اپنی تحقیق کے دریا بہاتے ہوئے مشہور حدیث ''مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُه'' پر بھی بحث کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ''صاحب الصارم المنکی نے فرمایا جس حدیث میں بذات خود سننے کی تصریح ہے یعنی ''مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُه'' اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

قُلْتُ هذا حديث موضوع على رسولِ الله. میں نے (صاحب

الصارم المنکی) یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پہ گھڑی ہے۔

نیز لکھتے ہیں ''علامہ ابن الہادی اس روایت کو الصارم المنکی میں (من گھڑت) ضعیف کہہ رہے ہیں ﴿ کلمہ حق ص ٦٨ ﴾

الجواب الصّافی بعون اللہ الشافی:

کیا کہنے اس تحقیق انیق کے مؤلف کلمہ حق کو یہ علم بھی نہیں کہ من گھڑت موضوع حدیث کو کہتے ہیں نہ کہ ضعیف کو۔ مگر یہاں نرالی ادائیں دیکھنے میں آرہی ہیں کہ صاحب الصارم المنکی نے اس حدیث کو ضعیف کہا اور پھر بریکٹ میں من گھڑت لکھ دیا۔ ضعیف حدیث وہ ہوتی ہے جس میں کوئی راوی اختلاط، کمیٔ حفظ یا فسق وغیرہ کے طعن سے مطعون ہو اور موضوع وہ جعلی اور بناوٹی روایت ہوتی ہے جسکو کوئی کذاب، دجال راوی خود وضع کرے اور اسکی نسبت آنجناب ﷺ کی طرف کردے۔ موضوع حدیث کا بغیر تصریح وضع کے بیان کرنا حرام اور سنگین جرم ہے۔ اور بعض اہل علم مثلاً عبداللہ بن یوسف الجوینیؒ (المتوفی ۴۳۸ھ) موضوع روایت بیان کرنے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔

شومیٔ قسمت کہ جو مہربان فنِ حدیث اور سند کی ضروری و بنیادی اصطلاحات سے بھی ناواقف ہیں۔ وہ احادیث رسول ﷺ کے پرکھنے کے درپئے ہیں۔ جس طرح دنیا کے لالچی راتوں رات ''کروڑ پتی'' بننے کے خواب دیکھتے ہیں یہ مذہبی ''مداریے'' راتوں رات ابن حجر عسقلانیؒ، شمس الدین ذہبیؒ اور صفی الدین خزرجیؒ بن کر علم اسماء الرجال کے بے تاج بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔ اور اکابرین علماء سے ہٹ کر تحقیق میں اپنا نام روشن کرنا چاہتے ہیں اور تکبر ونخوت کا یہ عالم کہ مولانا محمدی صاحب جیسی ذی علم شخصیت کی ''علمی وتحقیقی'' پوزیشن پر تبصرہ کررہے ہیں۔ مگر ان احباب کے ایسے پروپیگنڈے سے کیا ہوگا۔ کیونکہ!

اُڑائے دُھول کوئی چاند پر، کب دُھول پڑتی ہے؟
کوئی کہتا رہے! ذی علم جاہل ہو نہیں سکتا۔

قارئین کرام اور مؤلف کلمہ حق متوجہ ہوں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا'' مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتہ'' .ومن صَلّٰی عَلي من بعيد اعلمته . وفي روايته من صلّٰی علي نائيا ابلغته . (ترجمہ) جو میری قبر کے پاس درود پڑھے میں خود سنوں گا، جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا۔ یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔

(۱): مرقات جلد ۲ صفحہ ۳۴۷، (۲) مسند امام احمد جلد ۱ص ۴۲۱، (۳) سنن دارمی ص ۳۷۲، (۴) دارقطنی، (۵) مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۴۲۱، (۶) البدایہ والنہایہ جلد ۱ص ۱۵۴، (۷) الجامع الصغیر جلد ۱ص ۹۳، (۸) مشکوٰۃ شریف ص ۸۷، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)
اوران کے علاوہ بھی کئی ایک کتابوں میں موجود ہے۔

جن محدثین نے اسکو صحیح کہا:

۱: علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے میزان الاعتدال اور تلخیص المستدرک میں اسکو صحیح لکھا۔
۲: علامہ سمہودیؒ نے وفاء الوفا میں صحیح کہا۔
۳: علامہ عزیزیؒ نے جامع صغیر کی شرح میں اسکو صحیح لکھا۔ شرح کا نام السراج المنیر ہے (ملاحظہ ہو جلد ۱ص ۵۱۸)
۴: علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں صحیح لکھا۔ ملاحظہ ہو جلد ۹ ص ۲۴۔
۵: صاحب الصارم المنکی ابن عبد الہادیؒ نے بھی مختلف طرق سے اسانید صحیح کیساتھ یہ

روایت نقل کی ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوئ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں" ہر آئینہ خدائے را فرشتگاں اند سیر کنند گاں درزمین می رسانند، را از امت من سلام را، واو بتواتر رسیدایں معنی (فتاویٰ عزیزی ج۲ص۶۹) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں زمین میں سیر کرتے پھرتے۔ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔اور یہ بات تواتر کے درجے میں پہنچی ہوئی ہے۔

مماتی احباب کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ فتاویٰ عزیزی شاہ صاحبؒ نے کہیں سے سرقہ کی ہے۔چونکہ شاہ صاحب کی مشہور زمانہ کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" کو مماتی "چوری شدہ" قرار دے چکے ہیں۔راقم الحروف نے شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو (سرگودہا) کی کتاب "تجلیات صداقت" میں پڑھا کہ شاہ عبدالعزیزؒ کی کتاب ایک کابلی عالم کی کتاب "صواقع کابلی" سے سرقہ شدہ ہے۔یہ بیان تو سرگودہا کے شیعہ محقق محمد حسین ڈھکو کا ہے، ملاحظہ ہو (تجلیات صداقت ص۳) اور سرگودہا ہی کے مماتی جماعت کے محقق "محمد حسین نیلوی" صاحب فرماتے ہیں "تحفہ اثنا عشریہ کی نسبت شاہ عبدالعزیز کی طرف (غلط ہے) ترتیب تو ان کی ہے مگر اصل کتاب ایک کابلی عالم کی ہے﴿ردّ منکرات ص۲۷﴾

ردّ رفض پہ کام کرنے والے احباب جو "تحفہ اثنا عشریہ" کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ مماتی حضرات کا مذکورہ بالا بیان نوٹ کرلیں۔

قارئین کرام! اس حدیث کے راوی یہ ہیں۔

۱: ابوالشیخ اصبہانی

۲: عبدالرحمان بن احمد الاعرج

۳: الحافظ حسن الصباح

۴: سلیمان بن مہران الاعمش

۵: ابو صالح ذکوان

۶: ابو معاویہ محمد بن خازم

۷: عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اس میں ایک راوی اعمش شیعہ ہے، جس کو مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نے تسکین الصدور میں تسلیم کیا ہے ﴿کلمہ حق ۸۷﴾

بالکل غلط ہے۔ حضرت شیخ نے راویوں پر خاصی طویل بحث کر کے مسئلے کو نکھار دیا ہے اور لکھا ہے ''امام اعمش ان مدلسین میں شامل ہیں جنکی تدلیس مطلقاً مضر نہیں ہے۔ ﴿توجیہ النظر ص ۱۷۲، بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۳۰﴾

نیز علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ نے بھی لکھا ہے ''سلیمان بن مہران الاعمش صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، عظیم المرتبت اور جلیل القدر محدث ہیں، ان پر شیعیت کا الزام ہے، مگر ان دنوں شیعیت رفض کے معنوں میں نہ تھی تحریف قرآن، عقیدۂ امامت، اور انکارِ خلاف راشدہ روافض کا مذہب ہے اثنا عشریہ کا، نہ کہ مطلق شیعوں کا ﴿مدارک الاذکیاء فی حیات الانبیاء، المعروف مقام حیات ص ۵۴۵﴾

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ ''فتح الباری میں فرماتے ہیں ''اخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ من صلّی علي عند قبری سمعته و من صلّی نائیاً بلغته'' (ترجمہ) ابو الشیخ نے کتاب ثواب اعمال میں بڑی عمدہ سند سے یہ الفاظ روایت کیئے ہیں کہ جو میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور دور سے

پڑھا ہوا مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حافظ شمس الدین سخاویؒ نے القول البدیع ص ۱۱۶ میں، علامہ ابن حجر مکیؒ نے شرح ہمزیہ میں، حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵ میں، حضرت ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب مرقات ج ۲ ص ۱۰ میں، علامہ سید احمد طحطاویؒ نے طحطاوی مراقی علی الفلاح ص ۴۰۵ میں، قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے مظہری ج ۱۰ ص ۲۲۴ میں، محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اتحاف النبلاء ص ۴۰۵ میں اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰ میں اس حدیث کی تائید و توثیق کی ہے۔ مکمل تفصیل مقام حیات میں ملاحظہ ہو۔

مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کا ارشاد:

ایک خط کا مضمون اور شیخ القرآن کا جواب ملاحظہ ہو۔

بخدمت جناب شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانصاحب مدظلہ العالی۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

المرام اینکہ ہمارے علاقہ میں ایک عالم صاحب نے مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر اطہر پر درود وسلام پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں، یا سن رہے ہیں یہ بالکل صریح شرک ہے۔ اور قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا میرے نزدیک کافر ومشرک ہے۔ جناب والا سے تشریح طلب ہیں کہ کیا واقعی ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ومشرک ہے یا نہیں!

احقر عبدالقادر خاں عباسی

از احمد پور شرقیہ۔

الجواب وھوالموفق للصواب

کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عندالقبر بذاتِ خود آنحضرتؐ درودوسلام سنتے ہیں، سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدہ والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲ صفر ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح لاشئے غلام اللہ خان

جواب درست ہے۔ ناکارہ خلائق غلام ربانی۔

﴿بحوالہ دعوۃ الانصاف فی حیات جامع الاوصاف از مولانا عبدالعزیز شجاعبادیؒ﴾

اس مماتی ٹولے کی کارستانیاں دیکھ کر بزرگ علماء کتنے پریشان اور ان سے نالاں رہے۔ صرف مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کی ایک عبارت پڑھیئے "اس کمپنی کی جو کتاب بھی معرض وجود اور صفحۂ ہستی میں آتی ہے وہ شاہ صاحب کی رہینِ تصدیق ہو کر ظاہر ہو رہی ہے۔ اشاعت التوحید کا کوئی دوسرا بزرگ نہیں ملے گا جسکی قلم نے امت رسول کو ذبح کرنے والوں کو یہ سہارا دیا ہو۔ سرزمین پاکستان میں دیوبندیت کی مٹی پلید کرنے کا جو منصوبہ تیار ہوا ہے اس کا خمیازہ آئندہ نسلیں بھگتیں گیں (دعوۃ الانصاف ص ۱۰۵)

علامہ کشمیریؒ کی عبارت سے مؤلف کلمہ حق کا دجل وفریب:

آپ یقین کیجئے کہ مماتیوں کو دغابازی، فریب اور تحریف میں اتنی مہارت ہے کہ شیطنت سرپیٹ کر رہ جائے۔ مؤلف کلمہ حق نے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی

عبارت سے مذموم مقصد نکالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مگر ہم نے بھی اللہ کے فضل سے چور کو رنگے ہاتھوں پکڑا۔ پہلے مماتی مؤلف صاحب کی تحریف و تلبیس ملاحظہ ہو لکھتے ہیں،

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں

لیس معناہ ان یرد روحہ ای انہ یحیی فی قبرہ بل توجہ من ھذا الجانب الی الجانب (فیض الباری جلد ۲ ص ۶۵)

روح کو لوٹائے جانے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ آپ ﷺ کی روح کا وہاں اعلیٰ علیین سے اس جانب متوجہ ہونا مراد ہے۔

﴿کلمہ حق ص ۶۴﴾

الجواب الریّان بعونِ الرحمٰن:

قارئین کرام!

مؤلف کلمہ حق نے حسب عادت یہاں بھی عبارت مکمل نہیں دی۔ چونکہ مکمل عبارت دینے سے ان کا مقصد نہ نکل سکتا تھا۔ اصل اور پوری عبارت بمع تشریح ملاحظہ ہو۔

مولانا کشمیریؒ حدیث ''رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوحی'' پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

راوہ ابوداؤد فی رد روحہ حین یسلم علیہ لیس معناء انہ یردروحہ ای انہ یحی فی قبرہ بل توجہ من ذٰلک اِلٰی ھذا لجانب فھو حي فی کلتاالحالتین ﴿فیض الباری ج ۲ ص ۶۵﴾

﴿ترجمہ﴾ ابوداؤد کی روایت میں سلام کے وقت آپ ﷺ کی روح لوٹنے کا جو ذکر ہے اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ آپ ﷺ کی روح اس طرح لوٹائی جاتی ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی قبر میں زندہ کیا جائے بلکہ اس سے مراد آپ ﷺ کو اس طرف متوجہ کرنا ہے۔ زندہ تو آپ ﷺ دونوں

حالتوں میں ہیں (یعنی درود شریف پیش ہوتے وقت بھی اور پہلے بھی)

حضرت کشمیریؒ اپنے اس بیان سے واضح کرتے ہیں کہ رَدَّ اللّٰہ عَلَیَّ روحی سے یہ مت سمجھو کہ پہلے روح نہ تھی اب آگئی ہے۔ کیونکہ زندہ تو آپ ﷺ پہلے بھی تھے اور اب بھی۔ مگر مماتی مؤلف کلمہ حق کی چالاکی دیکھیئے کہ ''ھذا الجانب'' سے لے کر ''حالتین'' تک کی عبارت کو ''سوڈا واٹر'' کی بوتل سمجھ کر پی گیا اور ڈکار بھی نہ لیا۔ تُف ہے تمہاری اس روش پر۔ توحید وسنت کے نام پر تم زہر آلود، متعفن، اور کرب آلود فضا سے معاشرے کو دجل وتلبیس کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہو۔ تم نے یہ خوشنما نقاب جو اپنے ''چیچک زدہ'' چہرے پر چڑھا رکھا ہے۔ اب یہ اتر چکا ہے اور تمہاری اصلی شکل قوم کے سامنے آرہی ہے۔

منافقت کا نصاب پڑھ کر ، محبتوں کی کتاب لکھنا
بہت مشکل ہے، خزاں کے ماتھے پہ داستانِ گلاب لکھنا

حضرت نانوتویؒ اور مسئلہ حیات:

مولانا قاسم نانوتویؒ وہ عظیم شخصیت ہیں جس نے دیوبند کی بنیاد رکھی۔ ان کی کتاب (اجوبۂ اربعین) ص ۳۰۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''القصہ حیات جسمانی انبیاءؑ کا بعد موت بھی اقرار ضروری ہے...... حیات جسمانی کا اقرار... روحانی کا نہیں۔ تم بھی اقرار کرو گے۔ انشاء اللہ۔ جو اقرار نہیں کرے گا پھر وہ دیوبندی نہیں کہلوا سکتا۔ (آوازِ حق ص ۲۷)

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

مولانا محمدی صاحب کی مذکورہ بالا جملے پر مؤلف کلمہ حق فرماتے ہیں ''مولانا صاحب سوچ لیں۔ حضرت نانوتویؒ کا عقیدہ آپ کو مہنگا پڑے گا۔ تم نے لکھا ہے جو اقرار

نہیں کرے گا پھر وہ دیوبندی نہیں کہلوا سکتا۔اس بات پر آخر تک قائم رہنا۔اللہ تعالیٰ تم میں انابت پیدا فرمادے تو انشاء اللہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی نکھر آئے اور باہم متحد ہو کر ہم اپنے اصلی مشن توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعت کے رد کا کام کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اور سب لوگوں کو مشرکین کا ایجنٹ بننے سے محفوظ رکھے۔مولانا نانوتویؒ کے بعض تفردات ایسے ہیں کہ تم بھی انکو تسلیم نہیں کرو گے اور نہ باقی تمہارے ساتھ علماء اسکو تسلیم کریں گے عقائد حضرت نانوتویؒ (یہ ہیں) (۱) رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل وتغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔﴿آبِ حیات ص ۲۶) (۲) ارواحِ انبیاء کرام کا اخراج نہیں ہوتا (جمالِ قاسمی ص ۱۵﴾

مولانا صاحب اور ان کے ساتھی ذرا خلوت میں تھوڑی دیر کے لیئے سوچیں کیا تمہارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام کے ابدان سے بوقتِ وفات روح کا اخراج نہیں ہوتا۔اگر یہی عقیدہ ہے تو کھل کر سامنے آئیں چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔اگر یہ عقیدہ بانی دار العلوم والا تمہارا نہیں تو دیوبندی کیسے۔اشاعۃ التوحید والسنۃ پر تو زبان قینچی کی طرح چلتی ہے۔﴿کلمہ حق ص ۷۳﴾

الجواب السدید بعون اللہ الرشید:

یہاں مؤلف کلمہ حق نے خاصی گرمی دکھائی ہے۔اور خوب برسنے کی کوشش کی ہے۔مگر گرجنے والا کم ہی برسا کرتا ہے۔یہ ساری باتیں مؤلف اور ان کی جماعت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔اگر انسان کے اندر عقل سلیم ہو اور وہ سمجھنے کی صلاحیت کے ساتھ طلب بھی رکھتا ہو تو یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو حل نہ ہو سکے۔سوعرض ہے کہ موت کے طاری ہونے پر ایمان لازمی ہے۔اور ماننا لازم ہے کہ موت سے روح اور جسم کا کنکشن منقطع ہو جاتا ہے۔لیکن انقطاع کیسے ہوتا ہے؟ عام خیال تو یہی ہے کہ انقطاع تعلق روح جسم سے

نکل جانے کا نام ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً سید الکائنات ﷺ کی وفات کے متعلق حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ موت کا دوسرا مفہوم لیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں

''حیات انبیاء علیہم السلام کی ذاتی صفت ہے۔ اور اوروں کی عارضی اس لئے پیغمبروں کی حیات کا انقطاع نہیں ہوتا نہ روح نکلتی ہے۔ بلکہ سمٹ کر دل میں مرکوز ہو جاتی ہے۔ اس طرح اس کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اور وہ جسم میں عام دنیوی زندگی کی طرح تصرفات نہیں کرتی نہ دنیاوی امور میں مشغول اور نہ مکلّف ہوتی ہے روح کے سمٹ جانے سے جسمانی حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ یہی انبیاء علیہم السلام کی موت ہے۔''

یہاں حضرت نانوتوی ؒ فرماتے ہیں کہ موت کا اقرار تو ضروری ہے جیسے کہ آیات میں موت واقع ہو جانیکی خبر قبل از وقت دی گئی تھی، مگر انبیاء کی موت کا وقوع اس طرح پر ہوا کرتا ہے۔ قطب زمان حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ نے حضرت مرشد نانوتوی ؒ کی اس تحقیق کی داد دی ہے۔ اور مؤلف کلمہ حق نے جمال قاسمی ص ۱۵ کے حوالے سے جو عبارت تحریر کی اس میں سے بھی حسب عادت وہ تحریف کرنے سے باز نہیں آئے۔ مذکورہ بالا سطور پڑھنے کے بعد آپ حضرت نانوتوی ؒ کا یہ ارشاد پڑھیں گے تو کوئی الجھن نہیں رہے گی فرماتے ہیں

''ارواحِ انبیاء کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نورِ چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں (جمال قاسمی ص ۱۵) یعنی آپ اخراج روح کی بجائے حبس روح کو پسند خیال کرتے ہیں۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں

''باالجملہ موت انبیاء علیہم السلام اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہاں استتار حیات زیر پردہ ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروج موت ہے (آب حیات ص)

باریک بینی کے ساتھ آپ ؒ کی تحقیق انیق کو پڑھیں تو پتہ چلے گا کہ حضرت ؒ معاذ اللہ وفاتِ نبی ﷺ سے انکاری ہر گز نہیں بلکہ کیفیتِ موت میں وہ اپنی رائے دے رہے

ہیں۔اور اپنی اس تحقیق کو اوروں پر ٹھونسنا بھی نہیں چاہتے۔فرماتے ہیں ''ہاں اتنا عرض کیئے دیتا ہوں کہ گو عقیدہ تو یہی ہے اور میں جانتا ہوں انشاء اللہ ایسا ہی رہے گا۔مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں نہ منکروں سے دست و گریباں ہوتا ہوں (لطائف قاسمیہ ص ۵) دیکھیئے یہاں حضرت فرماتے ہیں کہ میرا ذوق اور وجدان یہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں مگر میں اس پر لوگوں کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ بھی اخراج روح کی بجائے حبسِ روح والی میری تحقیق کو مان لیں نہ میں کسی کو مجبور کرتا ہوں۔آپ نفس موت کا قطعاً انکار نہیں فرماتے چنانچہ ایک اور مقام میں لکھتے ہیں۔''میں انبیاء کرام کو انہی اجسام دنیویہ کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں برحسبِ ہدایت ''**كُلُّ نفسٍ ذائقة الموت**'' اور ''**انک میتٌ و انهم میتون**'' تمام انبیاء کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے۔اور اس ظاہری موت کی وجہ سے حضراتِ انبیاء کرام کا قبروں میں مستور ہو جانا بمنزلہ چلہ کشی یا پردہ نشینی یا گوشہ نشینی سمجھا جائے گا۔لیکن انبیاء کرام کی زندگی زیر پردہ موت ظاہر بینوں کی نظر سے مستور ہے۔'' ﴿لطائف قاسمیہ ص ۴، ۵﴾

اب اس تصریحات کو پڑھ لینے کے بعد مماتیت کے منہ پر عبرتناک طمانچہ رسید ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت نانوتویؒ کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ پر موت نہیں آئی۔یہ بہتان عظیم ہے۔آپؒ ہرگز ہرگز موت کے منکر نہ تھے حضرت گنگوہیؒ سمیت پوری جماعت دیوبند کی انکو تائید حاصل تھی۔صرف وہ اپنی رائے میں منفرد تھے۔یہ ان کا ایک ذوقِ وجدانی تھا۔یہ نادان خواہ مخواہ اختلاف کی خلیج وسیع سے وسیع تر کرتے چلے جارہے ہیں۔

مورخہ ۵ اپریل ۲۰۰۶ء کو راقم الحروف نے اپنے ساتھی غلام مرتضیٰ گجر کے ساتھ شہداء مسجد (لاہور) میں عصر کی نماز ادا کی تو وہاں کے خطیب مولانا قاضی یونس انور صاحب موجود تھے۔ یہ مولانا بھی جلے بھنے مماتی ہیں۔ اور بڑے منصوبے کے ساتھ مماتیت کے جراثیم

پھیلا رہے ہیں۔ حافظ غلام مرتضیٰ گجر نے جا کر قاضی صاحب سے اس مسئلہ کی وضاحت پوچھی تو مولانا یونس انور نے بھی خانۂ خدا میں کھڑے ہوکر یہ جھوٹ داغا کہ ''مولانا نانوتویؒ تو وفات کے قائل ہی نہیں'' نیز ان دنوں لاہور کے علاقہ سعدی پارک مزنگ میں حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ نے مسئلہ حیات کو بیان کیا۔ ہمارے ساتھی نے جب قاضی یونس صاحب سے کہا کہ حضرت تونسوی اتنے بڑے عالم ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ منکرینِ حیات کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو قاضی یونس صاحب نے جواب دیا ''تونسوی آج تک جن شیعہ راویوں کی روایتیں اسٹیج پر بیان کر کے انکی تردید انکی کتابوں سے کرتا رہا۔ انہی راویوں سے حیات النبی ﷺ والی روایات مروی ہیں۔'' قارئین کرام! گویا یہ رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ اہل سنت کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) یہ ان حضرات کا خالص جھوٹ ہے۔ مسئلہ حیات پر حضرت نانوتویؒ کا دماغ جہاں تک پہنچا ہے۔ ان ''کوڑھ مغز'' احباب کی وہاں تک رسائی نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ فرماتے ہیں میں نے آبِ حیات کا چھ دفعہ مطالعہ کیا، تب کہیں جا کر سمجھ آئی ہے۔ اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ جیسے ''بحرِ ذخار'' کا جملہ مشہور ہے ''اب بھی مولانا نانوتویؒ کی تحریریں میری سمجھ میں نہیں آتیں اور زیادہ غور وخوض کی مشقت مجھ سے برداشت ہوتی نہیں۔ ﴿اشرف السوانح جلد ۱ ص ۱۳۶، ماہنامہ الرشید کا دار العلوم دیوبند نمبر ص ۳۶۴﴾

اب ہم مؤلف کلمہ حق سے پوچھتے ہیں کہ ''ہم تو بحمد اللہ پہلے بھی کھل کر سامنے آئے تھے۔ اب بھی میدان میں ہیں۔ فرمایئے ہماری زبانیں اشاعت التوحید پر قینچی کی طرح چلتی ہیں یا تمہاری زبانیں اکابر دیوبند پر ''استرے'' کی طرح۔ سوچ کر فیصلہ کریں (بشرطیکہ انصاف ہو)۔ اور خدا کے لیئے آنکھیں کھول کر اکابر کی کتب پڑھیں، جھوٹ اور

افسانوں سے کب تک کام چلاؤ گے۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے ؟ آفتاب کا۔

اہل سنت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ:

مظاہر حق'' مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے اور یہ علمائے دیوبند میں مولانا قطب الدین صاحبؒ نے لکھی ہے اس کے ص ۶۱۷ پر لکھتے ہیں'' اہل سنت والجماعت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ آقائے نامدار فخر دو عالم ﷺ (فداہ ابی وامی) عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ بلکہ کوئی شخص آپ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے تو اس وقت آپ ﷺ کی روح لوٹائی جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ﴿آوازِ حق ص ۶۳﴾

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

مولانا کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ آپ نے اہل سنت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ جو لکھا ہے مظاہر حق سے'' کہ آقائے نامدار ﷺ عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ اس پر ہمارا سو فیصد اتفاق ہے۔ شروع سے ہم یہی بات ثابت کر رہے ہیں اور اسی بات کا آپ انکار کرتے آرہے ہیں۔ آپ کا تو عقیدہ ہے حیوتہ ﷺ دنیویۃ لا برزخیہ اب آپ بھی مولانا قطب الدین کا حوالہ دے کر برزخی حیات کو تسلیم کر گئے۔ اور اسی کو اہل سنت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ لکھا ہے۔ اور اسی عقیدے پر اللہ تعالیٰ آپ کو ثابت قدم رکھے تو کسی قسم کا نزاع نہیں، مزید یہ کہ روح کا لوٹایا جانا تب ہوتا جبکہ پہلے جسد مبارک میں روح نہ ہو اگر پہلے ہی روح جسد مبارک میں موجود ہو تو لوٹائے جانے کا کیا مطلب؟ ﴿کلمہ حق ص ۸۷﴾

الجواب المشکور بعون اللہ الشکور:

''ڈھیٹ پن'' کی انتہاء ہوگئی۔ہم بار بار یہ وضاحت کرتے چلے آرہے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی حیات برزخی ہی مانتے ہیں، دنیاوی حیات کا مطلب ہے دنیاوالے جسم میں روح ہے، جسد عنصری کے ساتھ قبر اطہر میں تشریف فرما ہیں۔المہند کی عبارت میں دونوں استعمال ہوئے ہیں جس سے شک شبے کی گنجائش نہیں رہتی۔ایک ہے حیات دنیویہ برزخیہ، دوسری ہے حیات دنیویہ مخفیہ، جہاں نفی ہے وہ دنیاویہ مخفیہ کی ہے (جہاں انسان احکام شرعیہ کا مکلف ہوتا ہے اور بدن بھی نشو ونما پاتا ہے) اور جہاں اثبات ہے وہ دنیویہ برزخیہ ہے۔کتب اہل سنت میں بڑے آسان پیرائے میں اس موضوع پر علمی ابحاث ہو چکی ہیں۔ مگر منکرین کو یہ دلائل سنانا تو جیسے ''بھینس کے آگے بین'' بجانے والی بات ہے۔یہ بار بار وہی مرغ کی ایک ٹانگ ہانکے جارہے ہیں۔مظاہر حق والی عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے جو یہ کہا گیا کہ ''حضور اقدس ﷺ عالم برزخ میں زندہ ہیں'' اس پر ہمارا اتفاق ہے'' یہی تو وہ تقیہ ہے جس کا سہارا لے کر تم لوگوں کو گمراہ کرتے ہو''۔آپ جسم اطہر کے ساتھ روح کا تعلق نہیں مانتے جبکہ صاحب مظاہر حق سمیت تمام اہل حق علماء ومشائخ جسم اطہر سے روح کا تعلق مان کر دنیوی برزخی حیات کے قائل ہیں۔آپ منکر ہیں تبھی یہ سارے علماء ومفتیان تمہیں اہل سنت سے خارج قرار دے چکے ہیں، باقی حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا عقیدہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔تم ہر ایک کو اپنے جیسا تقیہ باز سمجھتے ہو۔یہ شیعیت پسندی تمہیں مبارک ہو۔ایک طرف تم فقہ کی کتب سے لاتعلقی کا اعلان کر کے ''غیر مقلد'' بنتے ہو۔دوسری جانب عبارات اکابر میں تحریف کر کے ''رضاخانی'' بنتے ہو۔اور بوقت ضرورت تقیہ کر کے ''رفض'' سے بھی پینگیں بڑھاتے ہو۔بایں ہمہ سارے مشرک ٹھہرے اور تم خالص توحیدی مسلمان۔ واہ ری تمہاری توحید! خم ٹھونک کر، آستینِ چڑھا کر اکابرین کے خلاف برسرِ پیکار تم

نظر آتے ہو۔اور پھر دعویٰ کہ اصلی دیو بندی ہم ہی ہیں۔

رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

تمہاری حقیقت ہم نے اپنے رسالہ ''اصلی کہانی'' میں دکھا دی ہے۔فرصت مل جائے تو پڑھ لینا۔انشاء اللہ طبعیت صاف ہو جائے گی۔معارف القرآن ج ا ص ۳۹۷ سے یہ عبارت کیوں پی گئے ہو'' اور ان کو (یعنی شہداء کو) عام اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی، مگر احکامِ ظاہرہ میں وہ عام مردوں کی طرح ہیں، انکی میراث تقسیم ہوتی ہے۔ ان کی بیویاں دوسروں سے نکاح کر سکتی ہیں۔اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاءؑ شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔پس حیات میں سب سے قوی تر انبیاءؑ ہیں۔﴿معارف القرآن ج ا ص ۳۹۷﴾

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ روحانی نہیں، جسمانی حیات کے قائل ہیں:

مؤلف کلمہ حق مفتی صاحبؒ کا ایک اور ارشاد بھی ملاحظہ کرلیں۔اچھا تحفہ ہے انشاء اللہ یادگار رہے گا۔اب دیکھیں گے کہ ''حیات برزخی کے مجمل الفاظ سے کیسے اپنا مطلب نکالتے ہو۔سنو'' کتاب حیاتِ انبیاء کرامؑ مصنفہ مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی میں ہے ''جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلے میں یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، ان کی حیات برزخی صرف روحانی ، بلکہ جسمانی حیات ہے۔جو حیات دنیاوی کے بالکل مماثل ہے۔بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلّف نہیں ہیں۔(حیات انبیاء کرامؑ ص ۵۹)جی اب بولو ورق کون کالے کرتا ہے؟ من مانی تحقیق اور عدم اعتماد علی الاکابر سے چونکہ تمہارے اپنے قلوب و دماغ سیاہ

ہوچکے ہیں اس لئے ہر طرف تمہیں سیاہی نظر آتی ہے۔ کیونکہ!

ساون کے اندھے کو ہراہرا نظر آتا ہے۔

اعرابی والا واقعہ:

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے تفسیر معارف القرآن جلد ۲ ص ۴۶۰ پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ ''حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا۔ اور زار و زار روتے آیت مذکورہ (اذا جآؤک فاسغفرُ اللّٰہ واستغفر لھم الرَّسول) کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کے لئے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی قَدْ غُفِرَلَکَ مغفرت کر دی گئی۔

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

مؤلف کلمہ حق لکھتے ہیں ''خیال رہے کہ اعرابی کا روضۂ رسول ﷺ پر آنے کا واقعہ کسی حدیث کی کتاب کا واقعہ نہیں ﴿کلمہ حق ص ۸۰، سطر آخر﴾

الجواب الاقویٰ بفضل اللہ الاعلیٰ:

اس وقت رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی واں بھچرویؒ کی تحریراتِ حدیث ہمارے سامنے ہے۔ ملاحظہ ہو۔

روي عن عليؓ از بعد دفنه ﷺ جاء اعرابی فقال یارسول اللّٰه جئتک

لتستغفر لی الیٰ ربی فنودی من القبر الشریف قد غفر لک.

(ترجمہ) حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دفن کئے جانے کے بعد ایک اعرابی آیا سو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا ہوں آپ میرے لئے میرے رب سے مغفرت طلب فرمائیں۔ پس قبر مبارک سے آواز آئی کہ بے شک تیری مغفرت کر دی گئی ﴿تحریراتِ حدیث ص ۲۵۶﴾

حضرت مولانا حسین علیؒ نے اس واقعہ کو مقام استدلال میں پیش کیا ہے اور تردید نہیں فرمائی۔ یہ واقعہ علامہ ابن کثیرؒ نے بھی بیان کیا ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲) اس کے علاوہ امام نوویؒ نے کتاب الاذکار ص ۱۸۵، علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفیؒ نے تفسیر مدارک جلد ۱ ص ۳۹۹ میں، علامہ تقی الدین سبکیؒ نے شفاء السقام ص ۴۶، شیخ عبدالحقؒ نے جذب القلوب ص ۱۹۵ میں اور علامہ بحرالعلوم عبدالعلیؒ نے رسائل الارکان ص ۲۸۰ میں نقل کیا ہے۔ اور حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم نے اس پر کافی شافی بحث کی ہے (تسکین الصدور ص ۳۶۳، ۳۶۹) اور حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ لکھتے ہیں کہ مواہب میں بسند امام ابومنصور صباغ اور ابن النجار، ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ محمد بن ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے (وَلَو اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَآ ؤُکَ فَاستغفرُا اللّٰهَ وَاستغفرُ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُ اللّٰهَ توَّابًا الرَّحِیْماً) اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔ پھر دو شعر پڑھے۔ اور محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر

منقول نہیں، پس حجت ہو گیا (نشر الطیب ص ۲۵۴)

سید سمہودیؒ نے وفاء الوفاء میں لکھا ہے۔

والعلماء فهوامن الأيته العموم بحالتى الموت والحيوٰة واستحبو المنا اتى القبران يتلوها ويستغر الله تعالٰى وحكايته الاعرابى فى ذالك نقلها جماعته من الأئمته عن العتبى (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۱۱)

(ترجمہ): علماء نے اس آیت کریمہ سے آپ کی زندگی اور موت دونوں حالتوں کا عموم سمجھا ہے۔ اور انہوں نے اسکو مستحب قرار دیا ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کی قبر مبارک پر جائے وہ اس کو پڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ اور اعرابی کی حکایت اس سلسلہ میں آئمہ کرامؒ کی ایک جماعت نے عتبیؒ سے نقل کی ہے۔

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی علیہ الرحمتہ نے لکھا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰)

اگرچہ مؤلف کلمہ حق اس واقعہ کو "حدیث سے ثابت نہیں" کہہ کر جان چھڑا گئے، اس پر وہ کوئی دلیل نہ دے سکے کہ آخر متقدمین اہل سنت بشمول اکابر دیوبند اور حضرت مولانا حسین علیؒ جو بیان کرتے چلے آئے ہیں تو کس بنیاد پر؟۔ البتہ جس بنیاد پر مماتی سہارا لیتے ہیں وہ علامہ ابن عبدالہادیؒ کی الصارم المنکی ہے۔ (الصارم المنکی کی وجہ تالیف یہ ہے کہ سب سے پہلے حافظ ابن تیمیہؒ نے آنحضرت ﷺ کی زیارت کیلئے سفر اور توسل کا رد کیا تو ان کی تردید میں علامہ عبدالکافی السبکیؒ نے ایک کتاب "شفاء السقام" تالیف کی۔ پھر الشفاء السقام کے رد میں ابن ہادیؒ نے الصارم المنکی لکھی پھر اس کے رد میں علامہ ابن علانؒ نے "المبرد المبکی"، لکھی نیز علامہ عبدالحئی لکھنویؒ نے بھی الصارم المنکی کا اپنی کتاب "السعی المشکور" میں اس کا رد لکھا ہے۔

اس روایت کے متعلق ابن عبدالہادیؒ نے الصارم کے ص ۲۷۶ پر جرح کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کی سند میں ہیثم بن عدی کذاب ہے اور یہ خبر منکر اور موضوع ہے۔ مگر ان کا اس روایت کو بالکل ہی جعلی قرار دینا سمجھ میں اس لئے نہیں آتا کہ وہ خود متردد ہیں کہ آیا ہیثم بن عدی راوی اس میں ہے بھی سہی یا نہیں؟ چنانچہ فرماتے ہیں

واظنـه ابـن عـدی الـطـائی فـان یکن هم فهو متروک کذاب والا فهو مجهول ﴿الصارم المنکی ص ۲۷۶﴾

میرا خیال ہے کہ یہ راوی ہیثم بن عدی الطائی ہے پس اگر وہی ہے تو پھر وہ متروک وکذاب ہے اور اگر نہیں تو مجہول ہے۔

اس لئے حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم نے ابن عبدالہادیؒ کی اس بات کو ''ہوائی فائر'' قرار دیا ہے۔ ﴿تسکین الصدور ص ۳۶۷﴾ اور مزید فرماتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب علامہ ابن عبدالہادیؒ خود اس کی تعیین میں متردد ہیں تو ان کو اس کا حق کیسے اور کہاں سے حاصل ہے کہ وہ قطعیت کے ساتھ اس حدیث کو موضوع قرار دیں؟ ہاں اگر علی التعیین یہ راوی ہیثم بن عدی طائی ہی ہوتا تو کتب اسماء الرجال سے جتنی جرحیں اس پر نقل کی گئی ہیں کہ وہ کذاب اور متروک ہے، وہ بجا ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ یہ روایت ضعیف ہوگی لیکن آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر شفاعت کی التجا کرنا ذمہ دار حضرات فقہاء کرام محدثین عظام اور تعامل علماء سے ثابت ہے۔ اس لئے جواز کے مسئلے کے لئے یہ روایت قابل برداشت ہوگی۔ کیونکہ محدثین کرامؒ کے ہاں یہ طے شدہ بات ہے کہ عقیدہ کے باب میں خبر واحد صحیح بھی معتبر نہیں اور حلال وحرام اور طلاق ونکاح وغیرہ کے سلسلہ میں صحیح یا حسن خبر ہی قابل احتجاج ہو سکتی ہے۔ باقی جواز اور

استحباب کے لئے ضعیف حدیث بھی قبول ہے (ص ۳٦۷)

مؤلف نے مزید تحقیق دانی کے گوہر آبدار لٹائے ہیں۔ فرماتے ہیں ''سب سے بڑے مماتی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہوں نے فرمایا ''ان محمد قد مات'' بے شک حضرت محمد ﷺ فوت ہوگئے۔ اور سب سے پہلے امت کا اجماع بھی ممات النبی ﷺ پر ہوا، محترم حضرت زکریاؒ نے عقائد کی کتاب نہیں لکھی، نہ مسائل کی کتاب، یہ صرف فضائل کی کتاب ہے .... اوجز المسالک میں لکھتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا تو آپ نے رفیق اعلیٰ پسند فرمایا ﴿کلمہ حق ص ۸۴، ۸۵﴾

قارئین کرام!

مؤلف کا کہنا کہ ''سب سے بڑے مماتی'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ کتنی بڑی جسارت اور بکواس ہے۔ کیا آج مماتی ان کو کہا جاتا ہے جو حضور ﷺ کی دنیاوی وفات کے قائل، اور حیاتی وہ جو منکر ہوتے ہیں. لعنت الله على الكذبين۔

حضور ﷺ کی وفاتِ دنیوی کے بعد حیات قبری کے منکر کو مماتی کہا جاتا ہے۔ جو کہتا ہے روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جسم اطہر بے حس و بے شعور ہے وہ مماتی ہوتا ہے۔ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہی عقیدہ تھا جسکو آج تم لئے پھر رہے ہو۔ افضل البشر بعد الانبیاء کے متعلق ایسی ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کیا شیعوں کی حمایت حاصل کرنا چاہتے ہو؟ کہ آج جب اکابر دیوبند نے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔ منکر حیات کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی قرار دے دیا۔ اور یہ بدبخت ٹولہ حسرت کے ساتھ کہتے ہوئے ''صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں'' اب رافضیوں کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ اور ان مماتیوں نے تو آج سے کئی سال پہلے خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔ مولوی احمد سعید خان نے کہا تھا کہ اگر سماع صلوۃ وسلام عند القبر کے قائل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے تو وہ

بھی کافر ہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

﴿بحوالہ دعوت الانصاف فی حیاتِ جامع الاوصاف ص ۲۵﴾

افضل ترین صحابیٔ رسول ﷺ کے متعلق تو یہ الفاظ، اور یہ خود کیا کچھ ہیں، گذشتہ دنوں تلہ گنگ ضلع چکوال جانا ہوا، وہاں احباب نے مولوی احمد سعید صاحب کے ایک جلسے کا اشتہار دکھایا۔ جس میں احمد سعید صاحب کے نام کے ساتھ مندرجہ ذیل القابات تھے۔

''بدر العلماء، شمس الخطباء، محدث زماں، فقیہہ دوراں، نباض سامعین، ماہر علوم آلیہ، استاذ کل، امام المنطق، امام الفلسفہ، قادر الکلام، صاحب اللسان شیریں، قامع البدعۃ الشنیعہ، سحبان السرائیکیہ، العالم الفاضل، عابد وزاہد، فقیہہ النفس، ناصر السنۃ النبویہ، رئیس الموحدین، صوفی، صافی، مفید الطالبین، غیرتِ توحید کا علمبردار، اعرض عن المشرکین کا عملی نمونہ، قاطع رسومات شرکیہ، عاشقِ صادق وصاحبِ احوال، وارثِ العلم شیخ القرآن، علامہ احمد سعید خان ملتانی خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرمائیں گے۔

﴿بحوالہ اشتہار جلسہ منعقدہ ۱۴ اپریل ۲۰۰۶ء، تلہ گنگ﴾

اندازہ کیجئے کہ بزعم خود یہ کیا کچھ ہیں، مگر بدتمیزی و ناشائستگی کیساتھ انکی زبانیں چلتی ہیں تو اصحابِ رسول ﷺ پر یا اکابرین امت پر۔

ناطقہ سر بگریباں ہے ، اسے کیا کہیئے؟
خامہ انگشت بدنداں ہے، اسے کیا لکھیئے؟

نیز دبی زبان سے مولانا زکریاؒ کو اپنا ہمنوا کہنا بھی جہالت ہے۔ خطبۂ صدیق اکبرؓ کے تحت حضرت شیخ الحدیثؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ تمہارے لیے موت سے کم نہیں، دل تھام کے پڑھو

''فانهم يموتون فی قبورهم بل هم احياء'' واما سائر الخلق فانهم يموتون فی القبور ثم يحيون يوم القيامته ، ومذهب اهل السنته والجماعته ان فی

القبر حياةً و موتاً فلا بدمن ذوق الموتتين لكل احد غير الانبياءؑ ۔

﴿الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری جلد۱۴ص۱۶۲﴾

براہین قاطعہ کے نام سے دھوکہ:

مؤلف کلمہ حق نے جھوٹ وغلط بیانیوں کا جوسلسلہ وار کھیل شروع کیا وہ تھمنے میں نہیں آرہا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کی معروف کتاب ''البراھین القاطعہ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں ''مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا عقیدہ۔ نداء اور خطاب اگر فخرِ دوعالم ﷺ کو اس عقیدے سے کرے کہ آپ ﷺ استقلالاً بلا واسطہ سنتے ہیں تو شرک ہے خواہ بضمنِ صلوٰۃ وسلام ہو یا بغیر اس کے ﴿البراہین القاطعہ ص۲۱۶﴾

الجواب وباللہ التوفیق والسداد:

معاف رکھنا براہین قاطعہ کوئی تمہاری اماں جی کے جہیز میں تو آئی نہیں کہ صرف تمہارے ہی پاس ہو اور تم جیسے چاہو اول فول بک کر اپنے غلط عقیدے کی تائید میں پیش کردو۔ اس وقت ہمارے سامنے براہین قاطعہ کا قدیمی نسخہ میرٹھ کا طبع شدہ موجود ہے۔ اس میں ایک جگہ علامہ سہارنپوریؒ لکھتے ہیں ''اس بات کو خوب یاد کرلینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں۔ اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں۔ اور اعمال امت پیش ہوتے ہیں۔ اور جس وقت حق تعالیٰ چاہیں دنیا کے احوال کشف ہوجاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں۔ مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت ونداء اور عرض و حالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں۔ بدون اعلام حق تعالیٰ کے اسکو تسلیم نہیں کرتے۔ اور یہ کہ سب اشیاءَ

علم حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اسکو بھی قبول نہیں کرتے۔ بلکہ جس قدر علم دیا گیا اس قدر جانتے ہیں اور بس۔

﴿براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ ص ۱۹۹، ۲۰۰ طبع میرٹھ﴾

اور براہین کے ص ۲۱۶ کی جو عبارت مؤلف ''کلمہ حق'' نے پیش کر کے اپنے اختراعی عقیدے کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ اسکی وضاحت بھی کر دی جاتی ہے۔ اصل میں مولوی عبدالسمیع رامپوری اعتراض کر رہے ہیں کہ ''یہ اعتراض کہ محفل مولود شریف میں اشعار مخاطب حاضر کے پڑھتے ہیں بہ نسبت سے رسول اللہ ﷺ کے حالانکہ آپ ﷺ غائب ہیں نظر سے، یہ شرع میں جائز نہیں بلکہ کفر ہے..... پھر اقول سے علامہ سہارنپوریؒ جواب دے رہے ہیں کہ ''چونکہ مؤلف کی عادت ہے کہ سائل کے سوال کو ناتمام سمجھ کر نقل کرتا ہے۔ لہذا اصل تقریر کرتا ہوں کہ ناظرین اسکو خیال رکھیں۔ یہ عقیدہ اتفاقی ہے کہ نداء وخطاب اگر فخر دو عالم ﷺ کو اس عقیدہ سے کرے کہ آپ ﷺ بلا واسطہ استقلالاً سنتے ہیں، شرک ہے خواہ بضمن صلوٰۃ ہو خواہ بغیر اس کے کسی وجہ سے ہو۔ اور جو یہ عقیدہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس شئی کو چاہے آپ ﷺ پر منکشف کر دیوے اور ملائکہ درود وسلام پہنچاتے ہیں اور اعمال امت کے بھی پیش ہوتے ہیں۔ تو درست ہے ﴿براہین قاطعہ ص ۲۱۶ و ۲۱۷﴾

اگر مؤلف یہاں تک عبارت پیش کرتے تو کوئی ابہام نہ رہتا۔ مگر چونکہ موحدین کا یہ ''نیا ایڈیشن'' تحریف کرنے پر مجبور ہے۔ دراصل علامہ سہارنپوریؒ فرما رہے ہیں کہ آپؐ بغیر توفیق خداوندی (بلا واسطہ) نہیں سنتے یعنی حضور ﷺ مختارِ کل نہیں ہیں۔ برعکس اس کے رامپوری صاحب آج کے مماتیوں کی طرح بدعتی اور ہٹ دھرم تھے۔

ہاں اللہ تعالیٰ نے روضۂ اطہر میں آنجناب ﷺ کو زندگی دی ہوئی ہے۔ اللہ کے حکم سے آپ

درود وسلام بھی سنتے ہیں اور امت کے پیش کردہ اعمال سے مطلع ہوتے ہیں۔کاذبین کا ایک اور کذب دیکھ کر امید ہے ہمارے قارئین یا تو ان کی ہدایت کے لئے دعا کریں گے یا پھر ان پر "دوحرف" بھیجیں گے۔ہم تو اول الذکر کی توقع رکھیں گے۔

نگاہ اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا:

مؤلف نے اپنے کتابچے میں جتنے بھی اعتراض کئے ہیں بحمد اللہ ان سب کے جوابات دیئے جا چکے ہیں۔مگر یہ صاحبان پھر وہی "مرغ کی ایک ٹانگ" ہانکے جا رہے ہیں۔مؤلف کلمہ حق نے ایک یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے (شب معراج) موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور پھر موسیٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اور پھر چھٹے آسمان پر بھی دیکھا، پھر یونسؑ بن متیٰ کو اونٹنی پر تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا، اور باقی انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں اور آسمانوں پر دیکھا، کیا سب جگہوں پر جسمانی حیات کے ساتھ زندہ تھے؟ کیا انبیاء اپنی قبریں شق کر کے نکلے تھے۔

﴿کلمہ حق ص ۹۴﴾

الجواب العظیم بفضل اللہ الکریم:

مؤلف کلمہ حق کہنا یہ چاہتے ہیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ قبر میں بھی زندہ موجود ہوں بیت المقدس میں بھی موجود ہوں، ملاء اعلیٰ پر بھی تشریف فرما ہوں اور وہاں بھی ہوں، یہاں بھی ہوں۔کیا وہ ہر جگہ موجود ہیں؟ سو عقل سلیم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ تعارض کے لئے وحدتِ زمان شرط ہے اور وہ یہاں مفقود ہے۔علامہ عسقلانیؒ نے لکھا ہے۔

"وصلوٰتھم فی اوقات مختلفۃ وفی اما نحن مختلفۃ لا یردہ

العقل وقد ثبت به النقل فدلّ ذٰلک علیٰ حیاتهم ﴿ فتح الباری جلد نمبر ۱۳ ص ۲۷۸ ﴾

ترجمہ: اور انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر نماز پڑھنا یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ عقل سلیم اس سے متصادم نہیں۔ اور نقل صحیح اسے ثابت کر رہی ہے پس یہ ان کے زندہ ہونے کے لئے شہادت ہے۔

اور امام بیہقیؒ فرماتے ہیں "فی قصة المعراج انه لقیهم فی جماعة الانبیاء فی السمٰوٰت و کلمهم و کلموه و کل ذالک صحیح لایخالف بعضه بعضاً فقد یری موسی علیهم السلام قائماً یصلی فی قبره ثم یسر بموسی وغیره الیٰ بیت المقدس کماأسری بنبینا ﷺ فیراهم فیها کما أخبره . وصلاتهم فی أوقات بمواضع مختلفات جائز فی العقل کما ورد بها خبر الصادق وفی کل ذالک دلالته علی حیاتهم. ﴿ کتاب الانبیاء للبیہقیؒ ص ۱۳، مطبوعہ ادارہ معارفِ الاسلامیہ، سیالکوٹ ﴾

ترجمہ: واقعہ معراج میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ انبیائے کرامؑ کی ایک پوری جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے۔ ان سے کلام فرمایا اور انہوں نے آپ سے باتیں کیں۔ یہ سب مضامین صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے متعارض نہیں ہیں۔ ایک وقت ہے کہ آپ حضرت موسیٰؑ کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفرِ اسراء کرایا گیا۔ جیسا کہ حضور ﷺ کو سفرِ اسراء پیش آیا پس آپ نے وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہم السلام کو دیکھا، پھر سب پیغمبروں کو بھی آسمانوں تک (اپنے اپنے مقام میں) معراج کرایا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوا۔ بس آپ نے وہاں بھی انبیاء کرام کو دیکھا۔ پس انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں نماز پڑھنا اس پر عقلاً کوئی

اعتراض نہیں ہوسکتا اور نقلاً اس پر قول صادق موجود ہے۔ یہ تمام واقعات حیات انبیاء کرام پر دلالت کرتے ہیں۔

البیان المحمود لعلامہ خالد محمود:

اس اعتراض کا جو مفصل جواب حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم نے دیا ہے مناسب ہوگا کہ ہم مختصراً یہاں نقل کردیں فرماتے ہیں ''بعض اوقات یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ قبر کی حیاتِ عنصری اگر تسلیم بھی کرلی جائے تو تمام انبیاء کا اس رات بیت المقدس میں اجساد عنصر یہ سے حاضر ہونا اور پھر ملاء اعلیٰ میں اجسام عنصر یہ سے پہنچنا ہرگز قرینِ قیاس نہیں جواباً عرض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسد عنصری کے ساتھ دوسرے آسمان سے بیت المقدس میں آنا قرین قیاس ہے تو پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی قبور سے وہاں پہنچنا کیوں قرینِ قیاس نہیں؟ پھر حضرت عیسیٰ کا اسی جسد عنصری کے ساتھ ملاء اعلیٰ میں پہنچنا اگر محال نہیں، تو باقی انبیاء کرامؑ کے اجساد مطہرہ کے ساتھ وہاں پہنچنے میں کون سا استعباد ہے۔

اگر مدار عقل پر ہے تو وجہ استعباد بتائی جائے اور اگر نقل پر ہے تو پھر اسے استعبادِ عقلی کے طور پر پیش نہ کیا جائے۔ آخر نقول تو یہاں بھی موجود ہیں۔ اگر کہا جائے کہ اس رات انبیائے کرام کا اصل اجساد عنصر یہ کے ساتھ حاضر ہونا اسے لازم ہے کہ اُن کی قبریں کھلیں اور ایسا ہونا ''اِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ'' (یعنی قیامت کو قبریں اکھاڑیں جائیں گی) اس سے پہلے ایسا کبھی وقوع میں نہیں آسکتا! جواباً عرض ہے کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معراج کی رات بیت المقدس میں آنا کتاب وسنت کی ان نصوص کے کیوں خلاف نہیں، جن میں ان کا آنا قیامت میں مذکور ہے۔ اگر یہ کہو کہ کتاب وسنت میں ان کی جس آمد کی خبر دی گئی ہے وہ آمد اصلاحِ احوال اس زمین پر زندگی گزارنے کے لئے ہوگی، اور یہ آمد قطعاً اس رات واقع نہیں ہوئی، ہم کہیں گے کہ اذالقبور بعثرت وغیرہ آیات میں قبروں کی جس اکھاڑ کی خبر

دی گئی ہے، وہ وہ ہے جو حساب و کتاب اور حشر کے لئے ہوگی اور ظاہر ہے کہ لیلۃ المعراج میں انبیائے کرام کا اپنی اپنی قبور سے نکل کر بیت المقدس پہنچنا ان مقاصد کے لئے نہ تھا علاوہ ازیں اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس رات وہ قبور منورہ نہیں کھلی تھیں، رات کا وقت تھا کون وہاں دیکھ رہا تھا، جو بیان کرے کہ وہ ہرگز نہ کھلی تھیں۔ نیز یہاں کوئی حصر نہیں، خوب سمجھ لیا جائے۔ اگر کہا جائے کہ انبیائے کرام اپنی اپنی قبور سے اصل اجسام عنصریہ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے تو کیا اتنا عرصہ وہ اپنی قبور سے علیحدہ رہے تھے۔ جواباً عرض ہے کہ اگر رات کے نہایت مختصر لمحوں میں آنحضرت ﷺ سدرۃ المنتہیٰ سے ہو کر واپس آ سکتے ہیں اور اس کا کسی کو پتہ نہیں چلتا، بستر بھی گرم رہتا ہے۔ تو باقی انبیائے کرام کے اپنی اپنی قبور سے ایک نہایت مختصر لمحے کے لئے چلے جانے میں اور اس طرح چلے جانے میں کہ کسی کو پتہ نہ چلے اس میں کون سا استحالہ لازم آتا ہے اور کونسا شرعی اصول پامال ہوتا ہے۔ انبیاء کرام اس رات اگر اپنے اجسام عنصریہ کے ساتھ حاضر تھے تو یہ ضروری نہیں کہ اس حاضری کے تحقق کے لئے جو اسباب کارفرما ہوں وہ بھی سب مادی ہوں جہاتِ مختلفہ یہاں ناممکن نہیں، ان نفوس قدسیہ کی مذکورہ حاضری کے لئے جو اسباب عمل میں آئے وہ روحانی تھے۔ پس روحانی طریق سے قبروں کا کھلنا، اور پھر بند ہونا یہ کوئی ایسی بات نہیں جو امرِ محال ہو اور ایسے موقعوں پر بسا اوقات زمان و مکان کی وسعتیں لپیٹ دی جاتی ہیں اور وہاں تراحم تضاد کا وسوسہ بھی باقی نہیں رہتا۔ بایں ہمہ اگر یہ سب انکشافات حقیقت نہ ہوں وادیٔ ارزق، ثنیۂ ہرتسی، اور وادیٔ عسفان کی یہ ملاقاتیں یا لیلۃ المعراج میں انبیائے کرام کا بیت المقدس میں اجتماع اور ملاء اعلیٰ کے مذاکرات، یہ سب امور ابدانِ مثالیہ سے متعلق ہوں اور یہ سب مشاہدات عالم مثال کے قرار دیئے جائیں، تو بھی اس سے لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر شریف میں نماز پڑھنا یہ بھی ایک عالم مثال ہی کا واقعہ تھا۔ امور مذکورہ بالا کو اگر ان

تاویلات پر بھی محمول کر دیا جائے، جو ان کے تذکروں میں بطور احتمال ذکر کی گئی ہیں، تو بھی یہ مقصودِ کلام قطعاً متاثر نہیں ہوتا کہ انبیائے کرام کو اپنی اپنی قبور میں جو حیات حاصل ہے، وہ عنصری اور جسمانی ہے نیز یہ کہ وہ تلذذاً مصروف عبادت ہیں۔ ہاں اگر کہا جائے کہ مذکورہ انکشافات میں اور معراج کی ملاقاتوں میں نہ ابدان مثالیہ تھے اور نہ اجسام عنصریہ، بلکہ ان انبیائے کرام کی ارواح قدسیہ ہی متمثل ہو رہی تھیں تو پھر یہ وہم ہوسکتا ہے کہ پھر ان کے اجسام عنصریہ قبور شریف میں زندہ نہ ہوں گے اس صورت میں ہم عرض کریں گے کہ اگر ارواحِ مقدسہ رفیق اعلیٰ یا حظیرۂ قدسیہ کو اپنا مستقر بنا کر وہاں سے اجسام قبریہ پر اپنی تاثیر دکھا سکتی ہیں اور انہیں فائز الحیات کر سکتی ہیں کہ وہ اجسام عنصریہ بھی اپنی اپنی قبور میں زندہ ہوں تو جہاں اور ارواح متمثل بصورتِ جسمیہ ہو رہی ہوں وہاں سے اجسام قبریہ پر کیوں پرتَو نہیں ڈال سکتیں۔ اور وہاں اتصالِ روح کے نتیجے میں حیات کا تحقق کیوں نہیں ہوسکتا۔ الی آخرہٖ۔ ﴿مدارک الاذکیاء فی حیات الانبیاءؑ ص ۴۷۰ تا ۴۷۳﴾

قارئین کرام! ابن حجرؒ، امام بیہقیؒ کی تصریحات اور حضرت علامہ صاحب کی مذکورہ بالا توضیح پڑھ لینے کے بعد طالبین حق کو منزل مقصود تک جانے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی انشاء اللہ۔ ہاں اگر آنکھوں پر تعصب کی پٹیاں اور دماغ پر نخوت کی گرد چڑھی ہوئی ہو تو پھر اس کا کوئی علاج کم از کم ہماری سمجھ میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دے۔

مؤلف کلمہ حق نے اپنے کتابچہ کے ص ۶۶ پر بھی ایک نرالی چیز پیش کی ہے کہ "وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یاتیک الیقین" (اپنے رب کی عبادت کر جب تک آپ پر موت آجائے) یعنی موت سے پہلے عبادت کر سکتے ہیں، بعد میں عنصری اجسام کے ساتھ نہیں کر سکیں گے"۔ ہم دنیائے مماتیت سے سوال کریں گے کہ اس آیت کے تحت دنیا کے کسی مفسر نے بھی یہ مسئلہ اخذ کیا ہے؟ یا تمہارا "فرما" دینا ہی کافی ہے۔ جس طرح ہر غیر

مقلد کی بغل میں حدیث ہوتی ہے۔اسی طرح مماتیوں کے ہاں بھی سارے مفسر ہوتے ہیں،ان میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسکی آنکھیں بعد میں کھلتی ہیں، مفسر و محقق وہ پہلے ہوتا ہے۔

ہائے رے افسوس! قرآن مجید طبع آزمائی کے لیے رہ گیا ہے۔ان نادانوں کو سوچنا چاہیئے کہ دنیا دار العمل ہے، دار العمل کے بعد وجوب عمل کا انقطاع ہے، نفس عمل کا نہیں۔قرآن پاک میں جس عبادت کا حکم دیا گیا ہے اور جس کا انسان مکلّف ہے، اسکی انتہائے مدت موت ہے، انبیاء کرامؑ جو اُس عالم میں نمازیں پڑھتے ہیں وہ وجوباً نہیں، تلذذاً پڑھتے ہیں۔

ہم بھٹکے ہوئے دوستوں کو مشورہ دیں گے کہ قرآن دانی کے لئے اسلاف سے رشتہ جوڑیں، علامہ ابن عبدالہادیؒ نے لکھا ہے (اختصار کیوجہ سے عربی عبارت نہیں دی جارہی) کہ ''جائز نہیں کہ کسی آیت یا حدیث کا کوئی ایسا معنی اور تاویل کی جائے جو حضرات سلف کے زمانہ میں نہ کی گئی ہو اور نہ انہوں نے وہ تاویل سمجھی ہو اور نہ امت کے سامنے بیان کی ہو۔کیونکہ یہ اس بات کو متضمن ہے کہ سلفؒ اس میں حق سے جاہل رہے۔اور اس سے بہک گئے۔اور یہ پیچھے آنے والا معترض اسکی تہہ کو پہنچ گیا۔اور خصوصاً جبکہ متاخر کی تاویل سلف کے خلاف اس کے برعکس ہو پھر کیونکر وہ قبول کی جاسکتی ہے؟ اور اس تاویل کا بطلان ایسا ظاہر ہے کہ اس کے رد کے لئے کسی بسط کی ضرورت نہیں رہی۔

﴿الصارم المنکی لعلامہ ابن عبدالہادیؒ ص ۴۲۷ طبع مصر﴾

دیوبندیت کا معیار:

المہند علی المفند اہل حق علماء دیوبند کی مسلکی دستاویز ہے اس کتاب میں مشائخ دیوبند کے نظریات کو اصولی شکل دے دی گئی ہے۔ جس کے مرتب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ہیں اور اس وقت کے تمام اکابر علماء کے اس پر دستخط موجود ہیں'' یہ نام نہاد

دیوبندی'' اس عظیم کتاب پر بھی ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ المہند دیوبندیت کا معیار ہے۔ اور باطل کی نشانی ہے کہ وہ معیار کو سب سے زیادہ نشانہ بناتا ہے۔ مماتی ٹولے کے سربراہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب نے تو خیر سے ''المہند'' اور ''آبِ حیات'' جوتیوں پر ڈال کر ''توحید و سنت'' کی خدمت کی تھی (تفصیل ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ اصلی کہانی) اپنے آباء واجداد کے نقش پا پر چلتے ہوئے مؤلف کلمہ حق نے جو بددیانتی کے ریکارڈ قائم کئے ہیں انکی جھلک تو آپ نے ملاحظہ کر لی۔ المہند کے متعلق لکھتے ہیں ''المہند میں لکھا ہوا عقیدہ حیات النبی ﷺ مولانا سہارنپوریؒ نے نہیں بعد میں کسی نے داخل کر دیا ہے۔ کیوں کہ المہند علی المفند احمد رضا خان بریلوی کی کتاب حسام الحرمین کے جواب میں ۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ میں لکھی گئی۔ احمد رضا ۱۳۴۰ھ میں مرا۔ المہند کا پہلا نسخہ سب سے پہلے ۱۳۵۲ھ میں چھپا۔ اس وقت حضرت سہارنپوریؒ کا انتقال ہو چکا تھا ۲۷ سال تک اس خط کو کس نے محفوظ رکھا؟ ﴿کلمہ حق ص ۱۱۵﴾

الجواب الاقوم بعون اللہ الاکرم:

۱۳۵۲ھ میں المہند کی اشاعت ہوئی اور ۱۳۴۷ھ میں علامہ سہارنپوریؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔ پس ثابت ہو گیا کہ اس میں حیات النبی ﷺ والا مسئلہ کسی نے شامل کر دیا ہے'' یہ ہے مماتی محقق کی تحقیق انیق! اس وقت موجود کسی دیوبندی عالم کو پتہ نہ چل سکا کہ کتاب میں نیا مسئلہ داخل کر دیا گیا ہے اس کاروائی کا پتہ لگایا ہے تو ۱۹۵۸ء میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے یا ۲۰۰۶ء میں لاوہ یاڈیرہ کے ''باکمال محققین'' نے۔ غیر مقلدین کہتے ہیں ہم فقہ کو نہیں مانتے۔ کیوں؟ کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے کئی صدیوں بعد مرتب کی گئی۔ شیعہ کہتے ہیں ہم موجودہ قرآن کو نہیں مانتے کیوں کہ حضور ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت عثمانؓ کے جمع کردہ قرآن پر ہمیں اعتماد نہیں۔ اور یہاں توحید و سنت

کے یہ نام لیوا کہتے ہیں چونکہ مولانا سہارنپوریؒ کی زندگی میں مستقل کتاب نہ آئی تھی لہذا یہ کسی اور کا شامل کردہ ہے۔سوال یہ ہے کہ صرف یہ مسئلہ شامل کیا گیا یا کچھ اور بھی ؟۔ ہمارے اکابرین میں سے بے شمار ایسے ہیں جن کی کتب انکی وفات کے کئی سال بعد منظر عام پر آئیں۔گونا گوں مسائل وحالات کیوجہ سے وہ اپنی حیات میں طباعت نہ کرا سکے۔اہل علم ودانش انصاف سے بتائیں کہ اگر مماتیوں کے اس معیار کو مان لیا جائے تو کسی ذخیرۂ اسلامی پر اعتماد رہ سکتا ہے؟اس وقت کے جید اور ذمہ دار علماء حق نے اس کتاب پر تصدیق کی مفتی ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ (جن کی شاگردی پر مولانا محمد حسین نیلوی کو بڑا ناز تھا) نے المہند میں لکھا ''رأیت الاجوبته کلها فوجدتها حقة صریحته لایحوم حول سرادقاتها شک ولاریب . وهو معتقدی و معتقد مشائخی رحمهم الله تعالیٰ (المہند علی المفند ص۹۴) میں نے تمام جوابات خود دیکھے ہیں اور انہیں صریح پایا ہے۔کوئی شک یا ریب اس کے گرد بھی گھوم نہیں سکتا۔پس میرا عقیدہ ہے اور سب مشائخ بھی انہی عقائد پر تھے۔

یہ مماتیوں کا بہت بڑا فریب ہے۔آئے روز المہند علی المفند کے متعلق مختلف بولیاں بولتے رہتے ہیں۔المہند میں حیات النبی ﷺ والی عبارت پر ہم گذشتہ سطور میں بحث کر آئے ہیں۔باوجودیکہ المہند علی المفند ''خان جی بریلی والے'' کے کذب کو طشت از بام کرنے کے لئے منظر عام پر آئی تھی۔مگر بعض منصف مزاج بریلوی حضرات نے بھی اسکی تائید کر دی ہے۔چنانچہ جمعیت علماء پاکستان کے مولانا عبدالستار خان نیازی نے اتحاد بین المسلمین کا جو فارمولہ تیار کیا تھا،اس کے نکتہ نمبر۳ میں ہے ''علماءِ دیوبند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا،مولانا اشرف علی تھانوی،مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری،مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند ابن مولانا محمد قاسم نانوتوی،مولانا عزیز الرحمٰن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند،

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کی مصدقہ کتاب ''المہند علی المفند'' مصنفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصنیفات ''حسام الحرمین'' اور ''الدولتہ المکیہ'' کے جواب میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے اپنے عقائد ونظریات کی وضاحت کی ہے۔ ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے اس پس منظر میں علماء دیوبند ''المہند'' میں درج شدہ فیصلوں کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کر لیں تو تمام متنازعہ فیہ عقائد ونظریات کا نہایت ہی معقول ومدلل جواب مل سکتا ہے۔ ﴿اتحاد بین المسلمین کا چارنکاتی فارمولہ ص ۱۰۵ تا ص ۱۰۶﴾

مزید لکھتے ہیں۔

المہند کی اشاعت کے بعد تمام غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اور موافقت کی راہ کھل جاتی ہے۔ ﴿ص ۱۳۰﴾

قارئین کرام غور فرمائیں۔

جس کتاب کو بیگانے احترام کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ دیوبندی اس کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ المہند کے متعلق یاوہ گوئی وژاژ خائی کرنے کے بعد مزید پردہ اٹھتا ہے کہ اس ٹولے کا واقعی علماء دیوبند کے پاکیزہ مسلک سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں ہے۔ ہم ان کو المہند کے آئینہ میں دیکھیں گے، اور اس معیار پر پرکھیں گے۔ اگر پورا نہ اترے، تو پھر نہ صرف یہ کہ لاتعلقی کا اعلان کریں گے بلکہ اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے انشاء اللہ

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

روئیداد مناظرہ:

گجرات میں ۵ جون ۲۰۰۲ء کو ایک مناظرہ ہونا تھا۔ وہاں انہوں نے مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم مناظرہ کرتے ہیں جس طرح کرنے کا حق ہے جس کو مناظرہ کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کس طرح کا...... ہم نے کہا اس مناظرے کا ثالث اور منصف دارالعلوم دیوبند سے بلاتے ہیں وہ (یعنی مماتی) اس بات سے بھاگ گے

﴿آوازِ حق ص ۷۰، تقریر مولانا محمدی صاحب﴾

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

واقعی گجرات کے ضلع، قصبہ ڈنگہ میں مناظرہ ہونا تھا۔ ہمارے علماء کرام مؤقع پر پہنچ گئے تھے، مولانا صاحب یا تو آئے نہیں تھے یا آکر بھاگ گئے تھے۔ مناظرہ کا ثالث ہمیں منظور تھا کہ دیوبند کا شیخ الحدیث ہو..... مولانا کو پتہ تھا کہ بھارت سے مناظرے کا ثالث نہیں آسکتا، نہ پاکستانی حکومت اجازت دے گی۔ اس لئے جان چھڑانے کا یہی اچھا بہانہ ہے، تا کہ سلطان المناظرین کا بھرم قائم رہے ﴿کلمہ حق ص ۸۹﴾

الجواب الطری بعون اللہ القوی:

مناظرہ ڈنگہ کی اصلی کہانی

شرارت سے .... عہد شکنی تک

منکرین حیات النبی ﷺ میں اگر شرم وحیاء ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوتی تو مناظرہ ڈیرہ غازی خان، اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا مناظروں سے مسلسل فرار کے بعد یہ کبھی مناظرے کا نام نہ لیتے۔ مگر باطل کی عادت ہے کہ وہ شکست کے زخم چاٹنے کے

بعد بھی کہتا ہے ''میں وہ بلا ہوں کہ شیشے سے پتھر کو توڑ دوں''۔ ڈنگہ (گجرات) کے مناظرہ کی روئیداد بھی کچھ ایسی ہے۔ راقم الحروف نے اس مناظرے کی مکمل روئیداد جاننے کے لئے گجرات میں ابن امام اہل سنت جناب حضرت مولانا عبدالحق خانصاحب بشیر مدظلہ سے رابطہ کیا تو مولانا موصوف نے اس مناظرے کی مکمل روئیداد بصورت تحریر بندہ کو ارسال کی۔ قارئین کرام روائیداد پڑھیں اور پھر فیصلہ کریں کہ سفید دن میں یہ ''مداری'' کیسے کیسے کرتب دکھا کر عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ وزیر آباد کے ایک عالم دین نے ڈنگہ ضلع گجرات میں اپنی تقریر کے دوران مسئلہ حیات النبی ﷺ کو بیان کیا۔ جس پر ایک مقامی مماتی مولوی صاحب نے چیلنج بازی شروع کردی۔ مقامی سنی دیوبندی احباب نے مناظرے کا چیلنج قبول کیا اور فریقین کے درمیان ۵ جون ۲۰۰۲ء کی تاریخ طے ہوگئی مناظرے کی شرائط یہ تھیں۔

ا: مناظرہ مخصوص جگہ پر ہوگا۔

۲: فریقین کی طرف سے پندرہ پندرہ افراد مقام مناظرہ میں آئیں گے۔

۳: مناظرہ ۵ جون ۲۰۰۲ء بروز بدھ صبح ۱۰ بجے ہوگا۔

۴: دیوبندی مناظر ثابت کرے گا کہ حدیث ''مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِی سَمِعتہ'' آئمہ اہل سنت والجماعت اور اکابرین دیوبند کے نزدیک معتبر و مستند ہے اور اسی کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں۔

۵: مماتی مناظر ثابت کرے گا کہ سماع النبی ﷺ کا عقیدہ قرآن مجید کی آیات محکمات، احادیث صحیحہ مشہورہ ومتواترہ اور آئمہ احناف سے ثابت نہیں۔

۶: ریکارڈنگ کی اجازت ہوگی۔

ان شرائط پر فریقین کے مقامی ذمہ دار حضرات کے دستخط موجود ہیں۔ جب

ثالثوں کا تعین زیر بحث آیا تو حضرات علماء دیو بند نے کہا چونکہ فریقین خود کو دیو بندی کہلواتے ہیں لہذا اس مناظرہ کا ثالث دارالعلوم دیو بند سے بلایا جائے گا۔ یا دارالعلوم دیو بند یہاں پاکستان سے کسی کو مقرر کردے، اس کے لئے ہر قسم کے اخراجات کو برداشت کیا جائے گا۔ لیکن مماتی دوست اس پر آمادہ نہ ہوئے اور بضد تھے کہ مقامی ثالث ہونا چاہیے۔ بالآخر ۲ جون ۲۰۰۲ء کی میٹنگ میں طے پایا کہ مناظرہ نہیں ہوگا بلکہ فریقین اپنے اپنے دلائل لکھ کر امامین الحرمین الشریفین سے رجوع کریں گے۔ وہ دلائل پڑھ کر فیصلہ کریں گے کہ ان عقائد والے افراد کے متعلق کیا حکم ہے؟۔ اس پر بھی فریقین کے دستخط موجود ہیں۔

مماتیوں کا دھوکہ:

قارئین کرام!

مذکورہ بالا تحریر قرآن مجید کو ضامن بنا کر مرتب کی گئی تھی۔ چنانچہ مسلک حق دیو بند کے ذمہ دار ساتھیوں نے اپنے مناظرین علماء کرام کو مناظرے کو منسوخی کی اطلاع دے دی۔ مگر مماتیوں کی دھوکہ دہی اور عہد شکنی دیکھیئے کہ منسوخی مناظرہ کے اعلان کے بعد مورخہ ۵ جون ۲۰۰۲ء کو خالی میدان میں اپنے مناظرین لاکر بٹھادیئے اور دور دور سے لوگوں کی بسیں بھر کر لائے۔ جبکہ معاہدہ میں طے ہوا تھا کہ اگر مناظرہ ہوگا تو جانبین سے صرف پندرہ پندرہ افراد آئیں گے۔ یہ عہد شکنی، خلاف ورزی اور دھوکہ دہی کی وہ بدترین مثال ہے جسکی نظیر نہیں ملتی۔

﴿نوٹ! اس مناظرہ کی روئیداد چھپ چکی ہے، ملاحظہ کرلی جائے مناظرہ ڈنگہ کی اصل کہانی ناشر اہل سنت والجماعت دیو بند ڈنگہ، گجرات﴾

''مؤلف کلمہ حق'' اور دیگر منکرین حیات ذرا اپنی ''کرتوتوں'' پر نظر کریں۔ خالی میدان دیکھ

کر ''گیدڑ بھبھکیاں'' لگانے والے یہ مصنوعی ''توحیدی'' لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے کتنے ''پاپڑ بیلتے'' ہیں۔

مولانا محمدی صاحب اور اہل حق کا بھرم توحید پہلے بھی قائم تھا اور آئندہ بھی رہے گا۔ انشاء اللہ۔ البتہ مماتیوں کی ''جعلی دیوبندیت'' کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ گیا ہے۔ اپنی گھر کی ''خبریں'' پورے حوصلے سے سُنیے اور پھر جذباتی ہونے کی بجائے ٹھنڈے دل کے ساتھ اپنی اداؤں پر غور کیجئے۔

بڑے صبر کا یہ ہے مرحلہ، بڑے حوصلے کا مقام ہے
ترے لب پہ نہ آئے اف کہیں، رہ عشق میں یہ روا نہیں

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ پر تبصرہ:

(مولانا محمدی صاحب سے جلسے میں سوال کیا گیا کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کو چیلنج کیا تھا اور آپ مناظرے پر نہیں آئے تھے۔ (محمدی صاحب کا جواب) ہر شخص کا ایک میدان ہوتا ہے، حضرت شیخ الحدیث مناظر نہیں، حضرت شیخ ساری زندگی فرماتے رہے کہ میری کتاب (تسکین الصدور) کا جواب دو۔ لیکن آج تک کسی ماں نے ایسا بچہ جنم نہیں دیا جس نے شیخ کی کتاب کا جواب لکھا ہو (آوازِ حق ص ۱۷)

تبصرہ مولف کلمہ حق:

مولف کلمہ حق لکھتے ہیں۔

ماشاء اللہ آپ کو تسلیم ہے کہ مولانا سرفراز خانصاحب مناظر نہیں ہیں، اگر حضرت مناظر ہوتے تو مولانا آپ سے سلطان المناظرین کا لقب چھن جاتا۔ پیر طریقت ولی کامل

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے مناظرے کے چیلنج کے جواب میں آپ کی جماعت میں کوئی مناظر پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو اس وقت پیر بخاریؒ اس دنیا سے کوچ کر چکے تھے یہ گر بھی سمجھا دیں کہ جس جماعت میں کوئی مناظر ہی نہ ہو تو اس جماعت کے آپ سلطان المناظرین کیسے بن گئے۔ ﴿کلمہ حق ص ۱۱۲،۱۱۳﴾

الجواب العمیم بعون اللہ الکریم:

مؤلف کلمہ حق اور دیگر منکرین حیات النبی ﷺ کا حضرت شیخ دامت فیوضہم کے متعلق تأثر دینا کہ آپ مناظر نہیں ہیں، اپنے آپ کو خوش فہمی میں رکھنے والی باتیں ہیں، ہر فتنے کے ساتھ آپ نے جو چومکھی لڑائی لڑی ہے اس کی مثال جماعت دیوبند میں نہیں ملتی۔ تسکین الصدور کی اشاعت کے بعد یہ ایسے تبصرے کرنے لگ گئے ہیں ورنہ اس سے پہلے تو حضرت شیخ مدظلہ کی دیگر کتب ''المنہاج الواضح'' اور ''تبرید النواظر'' وغیرہ بغلوں میں لے کر اہل بدعت کا مقابلہ کر کے پھولے نہیں سماتے تھے پھر جب خود یہ ''بدعت'' کی پٹڑی پر چڑھے۔ اور صفدری تلوار سر پر پڑی تو لگے بچگانہ باتیں کرنے۔ حضرت نے صلاحیت کے باوجود تقریری مناظرہ کی بجائے تحریری مناظرے کا میدان اختیار کیا اور تحریری مناظرہ تقریری مناظرے سے مشکل ہے۔ فرمایئے مولانا حسین علیؒ کا جو پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے ساتھ مناظرہ طے ہوا تھا اس کے متعلق کچھ علم ہے؟ رئیس الموحدینؒ پر کیا تبصرہ کرو گے؟ اور اس مناظرہ کے متعلق تو بعض اکابر علماء سے بڑی عجیب باتیں سنی گئی ہیں۔ رہا یہ کہنا کہ ''سید صاحب کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے کوئی پیدا ہی نہیں ہوا؟ جانے دیجیے جناب! سید صاحب کے مناظروں کی داستانیں بڑی ''دکھ بھری'' ہیں۔ علاقہ جنڈانوالہ (ضلع بھکر) میں تو علامہ امین صفدرؒ کے ساتھ مناظرہ کے لیے آمادہ ہی نہیں ہوئے جبکہ شاہ جی

وہاں پہنچ بھی گئے تھے۔اور دوسرے مناظروں کی روئیداد حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ نے اپنی کتاب ''حیاتِ انبیاء کرام'' کے ابتداء میں دے دی ہے۔باقی مولف کلمہ حق کا مولانا محمدی صاحب کو یہ کہنا کہ ''جب سید صاحب کا انتقال ہوا تو اس وقت آپ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔یہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔سید صاحب کا انتقال ۲۰ مئی ۱۹۹۹ء کو ہوا تھا۔اور یہ کوئی ''پہلی جنگ عظیم'' کا زمانہ نہیں۔مولانا محمدی صاحب اس وقت بھی اپنی للکار سے مماتیت کے دانت کھٹے کر رہے تھے۔یہ سب مؤلف کلمہ حق کی طفلانہ باتیں ہیں۔

کیا تسکین الصدور کا جواب لکھا گیا؟:

مؤلف حضرت شیخ مدظلہم کی کتاب تسکین الصدور کے متعلق لکھتے ہیں ''شیخ التفسیر والحدیث محقق زماں حضرت مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب نیلویؒ نے ''تسکین الصدور'' اور ''سماع موتیٰ'' کے جواب میں ''الکتاب المسطور المعروف بہ ''ندائے حق'' لکھی۔جس کا جواب دینے کے لئے مولانا سرفراز خان نے ''المسلک المنصور'' کتاب لکھی۔جس میں بہت سارے مقامات پر تسکین الصدور کے خلاف، حضرت نیلوی کی تائید کر گئے۔﴿کلمہ حق ص ۱۱۳﴾

الجواب الکافی بعون اللہ الشافی:

''تسکین الصدور'' کا جواب لکھنے والوں نے کوشش تو بہت کی۔مگر اہل دانش وبینش جانتے ہیں کہ انہوں نے منہ کی کھائی۔ندائے حق کے اندر اور تو بہت کچھ ہے، مگر تسکین الصدور کا جواب نہیں۔بالکل ایسے جیسے ''مقام حیات'' کا جواب ''مسالک العلماء'' سے دیا گیا تو خود قاضی شمس الدین صاحبؒ کو کتاب چھپنے تک علم نہ ہو سکا کہ میں کیا لکھ رہا ہوں؟

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

اور محض اوراق سیاہ کرنے کا نام جواب نہیں ہے۔ مؤلف کلمہ حق نوٹ کرلیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' کے جواب میں شیعوں نے درجن بھر کتابیں لکھی ہیں جن میں ''عبقات الانوار'' تیس جلدوں میں .... نزھۃ اثنا عشریہ ۱۲ جلدوں میں .... تشئید المطاعن ۳ جلدوں میں .... برہان السعادۃ ، بوارق موبقہ ، صوارم الہیات ، شوارق النصوص ، بارقۂ ضیغمیہ اور چار جلدوں میں ''ذوالفقار حیدری'' شامل ہیں۔ تو اب کیا کہا جائے گا کہ شیعوں نے ''تحفہ کا جواب دے دیا ہے؟ باطل نے ہمیشہ لایعنی باتوں سے کتابوں کے پیٹ بھرے ہیں (بالکل ایسے جیسے رسالہ کلمہ حق ہے) قرآن مجید لاریب کتابِ خداوندی ہے۔ مگر دیانند سرسوتی کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کا ایک باب قرآن مجید پر اعتراضات وتنقیدات کے لئے وقف ہے۔ ''صحاح ستہ'' جیسے ذخیرہ احادیث کے ساتھ منکرین حدیث نے کیا حشر کیا؟ اور اصحاب رسول ﷺ پر مطاعن ومثالب کی جو انتہا کی گئی وہ کسی ذی عقل سے پوشیدہ ہے؟ ﴿اور اکابر واسلاف پر ''طنز ومزاح'' کا فن تو مماتی بھی خوب جانتے ہیں﴾۔ تو کیا ایسی حرکات کو خزینۂ اسلام کا جواب کہہ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

صرف تسکین الصدور نہیں، عقیدہ حیات النبی ﷺ پر اکابر نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں موجود وزنی دلائل اور ٹھوس باتوں کا جواب قیامت تک دنیائے مماتیت نہیں دے سکتی۔ میدان آج بھی حاضر ہے۔ ''چیں بجبیں'' ہونے کی بجائے طبع آزمائی کرلیجیے۔

زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

مسئلہ سماع موتیٰ:

مؤلف کلمہ حق نے اپنے رسالے کا اختتام کرتے ہوئے عام موتیٰ کی بحث بھی چھیڑی ہے اور لکھا ہے کہ ''چند حوالہ جات درج کیے جارہے ہیں کہ مسلکِ احناف مسئلہ سماع موتیٰ میں کیا ہے؟ اور جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ حنفی ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ (اس کے بعد علامہ طحطاویؒ، ابن الہمامؒ، علامہ عینیؒ، شاہ محمد اسحاق دہلویؒ، حضرت گنگوہیؒ، مفتی عزیز الرحمان دیوبندیؒ، مولانا کفایت اللہ صاحبؒ اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی عبارات تحریف کرکے پیش کِی ہیں اور میدان مارنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مسئلہ سماع موتیٰ ہمارا موضوع بحث نہیں اصل اختلاف حیات انبیاء کرامؑ کے مسئلہ پر ہے۔ مگر چونکہ مؤلف کلمہ حق نے ''مسلمان'' اور ''حنفی'' ہونے کا معیار ہی یہی رکھا ہے کہ جو مردوں کے سماع کا قائل ہے وہ حنفی کیسے ہوسکتا ہے؟ سو مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر مختصر بحث کرکے مسئلے کی اصل حقیقت سے قارئین کو آگاہ کردیا جائے۔

الجواب المستحسن بعون اللہ ذوالمنن:

یاد رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع میں کوئی اختلاف نہیں مگر عام مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ اس میں امت کے اندر ابتداء ہی سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ عہد صحابہؓ میں بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔ عفیفۂ کائنات سیدہ اماں عائشہ صدیقہؓ نے ابتداءً عام موتیٰ کے سماع سے اختلاف کیا ہے۔ لیکن ام المومنین، صدیقہ بنت صدیقؓ کا ہم خیال کوئی اور صحابی بھی ہوا ہو۔ ہماری نگاہ سے کوئی ایسا قول نہیں گذرا۔ مولانا نور محمد تونسوی صاحب نے بھی لکھا ہے ''بندہ عاجز کے محدود مطالعہ کے مطابق کوئی صحابی رسول ﷺ سیدہ عائشہؓ کا ہم خیال نہیں ہوا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال (الحیات بعد الوفات ص ۳۵۱)

حضرت عمرؓ، حضرت ابوطلحہؓ، ابن عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، عبیدہ بن عامرؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ اور جن صحابہؓ نے انکی روایات کو سنا اور بلا نکیر خاموش رہے، وہ بھی اسی نظریئے کے قائل ہیں۔ مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں بھی لکھا ہے کہ ''امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہیں۔ کچھ علماء کرام کی رائے یہ رہی کہ مردے سنتے ہیں جبکہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بناء پر سماع موتیٰ کی نفی کی ہے اور مولانا طاہر پنج پیری بھی فرماتے ہیں'' میں سماع موتیٰ کے قائلین کو کافر تو درکنار گمراہ بھی نہیں کہتا ہوں۔

﴿ماہ نامہ تعلیم القرآن راولپنڈی شمارہ بابت جولائی، اگست، ۱۹۸۴ء﴾

مؤلف کلمہ حق نے حضرت گنگوہیؒ کی نامکمل عبارت سے بھی اپنا مطلب تراشا ہے۔ ترمذی شریف پڑھاتے وقت حضرت گنگوہیؒ نے جو کچھ ارشاد فرمایا حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ (والد گرامی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ) نے اس کو کتابی شکل دے کر جمع فرمایا اور اس کا نام ''الکوکب الدری'' ہے چنانچہ حضرت گنگوہیؒ بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں'' اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَھْلَ القبُور '' اس حدیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جو سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ ان میں حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ہیں۔ علاوہ ازیں ان کا استدلال اور روایات سے بھی ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ میت کے پاس جب دو فرشتے منکر ونکیر حاضر ہوتے ہیں۔ تو اس وقت وہ قبر سے واپس آنے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ سنتی ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ میت کے دفن ہونے کے بعد فرشتوں کے جلدی آنے سے کنایہ ہے۔ حقیقت مراد نہیں ہے۔ اور جو حضرات سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ اس خطاب کے صحیح قرار دینے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ یہ سلام فرشتوں کے

واسطہ سے میت کو پہنچتا ہے اور جو حضرات سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں ان میں حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں "اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" کیونکہ جب کفار کو عدم سماع میں مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے ورنہ یہ تشبیہ درست نہ ہوتی اور جو یہ کہا گیا ہے کہ یہ "وَمَا رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہ رمٰی" کے قبیل سے ہے تو یہ تام نہیں کیونکہ اس بناء پر بعد کا یہ ارشاد "اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا" صحیح نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت واقتدار پہلی جزو میں ہے اسی طرح دوسری میں بھی ہے پس کیسے صحیح ہوگا کہ ایک نوع آں حضرت ﷺ کے لئے ثابت کیا جائے اور دوسری کی نفی ہو۔ باقی سماع موتیٰ ثابت کرنے والے جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے کنوئیں پر کھڑے ہو کر مقتولین بدر کو خطاب کیا تھا۔ اور یہ صاف طور پر سماع موتیٰ پر دال ہے تو اس کا جواب منکرین نے یہ دیا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مقتولوں کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کا خطاب سن لیں۔ اور یہ ان کی زجر وتوبیخ اور ان کے عذاب کے اضافہ کے لئے تھا اور بعض نے یہ جواب دیا کہ آپ نے ان سے اس لئے خطاب کیا تا کہ زندہ مشرکینِ قریش کا غصہ اس سے اور بڑھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے جو یہ فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے تو اس کا معنی یہ ہے کہ تم ان سے زیادہ نہیں جانتے۔ ﴿الکوکب الدری ج۱ص۳۱۹﴾

نیز حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں "بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا (فتاوی رشیدیہ ج ص۲۳)۔ اور حضرت ملا علی قاری کے متعلق "العرف الشذی ص ۳۵۳" پر ہے کہ لوگوں کی زبانوں پر جو مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مردے نہیں سنتے لیکن ملا علی قاری نے ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس مشہور قول کی آئمہ

سے بالکل کوئی اصل نہیں ہے'' ان ابا حنیفة لاینکر سمع الاموات " تحقیقی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سماعِ موتیٰ کے منکر نہیں ہیں۔ مولوی محمد حسین نیلوی صاحب نے ''الشفاء الصدور'' میں جب عدم سماع موتیٰ کا قول امام صاحب کی طرف منسوب کیا تو حضرت الشیخ صفدر دامت فیوضھم نے تفصیلی بحث کرتے ہوئے جواب دیا

''کوئی امام بھی سماع موتیٰ کا منکر نہیں، خصوصاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امت مسلمہ کی اکثریت سماع موتیٰ کی قائل ہے'' (سماع الموتیٰ ص ٦٧) مزید لکھتے ہیں ''حضرات احناف میں کتنے جلیل القدر بزرگ فقیہہ اور علماء دیوبند میں کتنے اکابر مسئلہ سماع موتیٰ کے بھی قائل ہیں ص ا۷)

مزید اختلاف:

گذشتہ سطور میں آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ عام موتیٰ کی بحث میں اختلاف شروع سے چلا آرہا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت عائشہؓ وامام ابوحنیفہ کو سماع موتیٰ کا منکر کہا ہے اس سے قبل حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ عدم سماع کا قول امام صاحب کی طرف سرے سے غلط ہے۔ اور سیدہ عائشہؓ کے متعلق تو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ انہوں نے بعد میں رجوع کرلیا تھا۔ اور اس مسئلہ میں وہ جمہور صحابہ کرامؓ کی ہمنوا ہوگئیں تھیں۔ اور رجوع کی وہ صحیح روایات بھی تائید کرتی ہیں جو حضرت ابن ابی ملیکہؒ سے مروی ہیں۔

قال توفیّ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ باالحبشي قال فحمل الی مکته فدفن فیها فلما تدمت عائشهؓ اتت قبر عبدالرحمن بن ابی بکرؓ فقالت الیٰ قوله ثم قالت واللّٰه لوحضرتک ماذُفِنتَ الا حیث مُت ولوشهدتک مازرتک

(ترمذی ج ا ص ۱۲۵ مجمع الزوائد ج۳ ص ٦٠)

(ترجمہ) عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ مقام حُبشی پر وفات پا گئے اور ان کو اٹھا کر مکہ مکرمہ لایا گیا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا جب حضرت عائشہؓ (حج کے موقع پر آئیں) تو ابن ابی بکرؓ کی قبر پر آئیں تو (مرثیے کے دو شعر پڑھے) کہا بخدا اگر میں تیری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو تُو وہاں ہی دفن کیا جاتا جہاں تیری وفات ہوئی تھی۔ اور اگر میں اس وقت موجود ہوتی تو اب تیری قبر کی زیارت کے لئے نہ آتی۔

یہی روایت نقل کرتے ہوئے امام اہل سنت علامہ مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر نے فرمایا ''ظاہر بات ہے کہ اگر یہ محض تحسّر اور افسوس کے طور پر خیالی رنگ میں حضرت عبدالرحمٰنؓ سے خطاب ہوتا تو حضرت عائشہؓ کو ان کی قبر پر حاضر ہو کر یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی، وہ مدینہ طیبہ میں یا دور ہی سے ایسا کہہ دیتیں۔ یہ خطاب اُن کے رجوع کا واضح قرینہ ہے۔ ﴿سماع الموتیٰ ص ۲۹۵﴾

حیرت ہے کہ یہ مماتی اختلافی مسئلہ کو تو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے جیسے ''مؤلف کلمہ حق'' کہتے ہیں۔ اور دیگر مماتیوں سمیت یہاں لاہور کے ایک مماتی مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ ''احناف کے نزدیک نص قطعی کی وجہ سے سماع اموات ثابت نہیں'' (بہجۃ المہتدی لایضاح الترمذی ص ۳۹۶) مگر حیات وسماعِ انبیاء کرام علیہم السلام کا جو اتفاقی عقیدہ ہے اس کا سرے سے انکار کرتے ہوئے اجماع امت سے ٹکر لے رہے ہیں۔ فوا اسفاء

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا عقیدہ اور ''مؤلف کلمہ حق'' کی مزید خیانتیں:

مؤلف ''کلمہ حق'' نے جھوٹ کے جو انبار لگائے ہیں، ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ اگر یہ ''کلمہ حق'' ہے تو پھر کذب کس بلا کا نام ہے؟۔ لکھتے ہیں ''مولانا شاہ محمد اسحاقؒ کے شاگردِ خاص مولانا بشیر الدین قنوجی اپنی کتاب تفہیم المسائل ص ۲۷ میں تحریر فرماتے ہیں ''الغرائب

فی تحقیق المذاہب'' میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا جو نیک لوگوں کی قبروں پر آتا، ان کو سلام دیتا، اور ان کو خطاب کر کے کہتا۔ **ھل لکم من خبر** ۔کیا تمہیں کوئی خبر نہیں کہ میں کئی مہینوں سے تمہارے پاس آرہا ہوں۔ " **ولیس سوالی منکم الا الدعا**'' میرا مطالبہ تم سے صرف یہ ہے کہ تم اللہ سے میرے لیے دعا کرو۔ '' **فسمع ابو حنیفه** '' امام حنیفہؒ نے اس شخص کی یہ گفتگو سن لی۔ اور فرمایا'' **ھل اجابو لک** '' کیا قبر والوں نے تجھے کوئی جواب دیا؟ اس شخص نے کہا آج تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا'' **سحقاً لک وتربت یداک** '' دور ہو تجھ سے (رحمت الٰہی) تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ تو ایسے اجسام سے کیوں گفتگو کرتا ہے۔ '' **لا یستطیعون جوابا ولا یملکون شیًا ولا یسمعون صوتاً** '' جو تیری بات کا جواب نہیں دے سکتے۔ وہ کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتے، اور کوئی آواز نہیں سن سکتے۔ پھر امام ابوحنیفہؒ نے بطور دلیل '' **وما انت بنسمع من فی القبور** '' تلاوت فرمائی۔

نوٹ! فتاوٰی غرائب وہ کتاب ہے جس کے حوالے فتاوٰی عالمگیری میں بکثرت پائے جاتے ہیں ﴿کلمہ حق ص ۱۲۷﴾

الجواب الحثیث بتوفیق اللہ اللطیف:

کرنے آئے وہ میری آشفتہ حالی کا علاج
اپنے جو بکھرے ہوئے گیسو بنا سکتے نہیں

تفہیم المسائل کے مصنف علامہ بشیر الدین قنوجیؒ غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاںؒ کے استاذ تھے اور شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ مؤلف ''کلمہ حق'' نے ''الغرائب فی تحقیق المذاہب'' کا حوالہ دیا ہے پاکستان کا کوئی منکر حیات مولوی یہ بتلا سکتا ہے کہ یہ کس کی تالیف ہے؟ اس کے مصنف کا نام کیا ہے؟ کون سے زمانہ میں یہ کتاب لکھی گئی؟ مصنف

کس مسلک ومشرب سے متعلق تھے؟ اور متقدمین علماء وفقہاء کے نزدیک اس کی پوزیشن کیا ہے؟ انتہائی غیر معروف ومتعارف اور مجہول کتاب کا حوالہ مستند احادیث اور جمہور امت کے واضح اقوال کے نزدیک کیا وقعت رکھتا ہے؟ پھر لطف کی بات یہ کہ فقہاء احناف کو مسئلہ سماع موتیٰ کے مثبت ومنفی پہلو میں اس کتاب کا حوالہ دستیاب نہیں ہوا۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ مسائل کا غیر متداول اور مجہول کتب سے نقل کرنا سرے سے ناجائز ہے (موضوعات کبیر ص ۱۰۴) مولانا عبدالحئی لکھنویؒ (المتوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں ''صرح فی فتح القدیر من باب القضاء انه لایحل النقل من الکتب الغریبة (الفوائد البهیه ص ۱۹۰) فتح القدیر کے باب القضاء میں تصریح موجود ہے کہ کتب غریبہ سے نقل کرنا حلال نہیں ہے۔

اور مولانا لکھنویؒ علامہ ابن نجیم مصریؒ کا ارشاد بھی نقل کرتے ہیں ''لا تجوز الفتوی من التصانیف الغیر المشهورة (مقدمه عمدة الرعایته ص ۱۱) غیر مشہور تصانیف سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن کا ارشاد

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب جن کے مسئلہ سماع موتیٰ میں مختلف فتوؤں میں سے ایک مبہم عبارت مؤلف کلمہ حق نے ص ۱۲۹ پر دی ہے وہ فرماتے ہیں '' سماع موتیٰ میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہؓ کے زمانہ سے ہے۔ بہت سے آئمہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں جن سے عدم سماع معلوم ہوتا ہے مگر امام صاحبؒ سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۱۶۱ ۴)

معلوم ہوا یہ فتاویٰ غرائب والا حوالہ انتہائی شاذ اور نا قابل اعتبار ہے۔ اور امام صاحبؒ کا اس حوالے سے قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور مؤلف کلمہ حق کا امام صاحبؒ کی طرف بلا

تحقیق یہ منسوب کرنا ''مماتی ڈھکوسلے'' سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

علامہ طحطاویؒ کا نظریہ:

سید احمد طحطاوی حنفیؒ لکھتے ہیں

واخرج ابن عبدالبر فی الاستذکار والتمهيد بسند صحيح عن ابی عباسؓ قال قال رسول ﷺ مامن احدیمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفهُ فی الدنیا فیسلم علیه الاّ عَرَفه ورد علیه السلام (طحطاوی ص ۳۴۱)

ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب الاستذکار اور التمہید میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی تشریح کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے، جسکو وہ دنیا میں پہنچانتا تھا، نہیں گذرتا جسکو وہ سلام کہے؛ وہ (قبروالا) اسکو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

نوٹ! حدیث کو پوری سند کے ساتھ نقل کرنے کو اصول حدیث میں تخریج اور اخراج کہتے ہیں اور اس سے قبل ہم حضرت مولانا حسین علی واں بھچرویؒ کا حوالہ بھی پیش کر چکے ہیں کہ وہ بھی میت کے پہچاننے کے قائل ہیں ﴿ملاحظہ ہو تحریرات حدیث ص ۲۵۷﴾

شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کا نظریہ:

مؤلف ''کلمہ حق'' شاہ صاحبؒ کا نظریہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں ''نزد اکثر حنفیہ سماعِ موتیٰ ثابت نیست'' (مأتہ مسائل ص ۵۰) ﴿کلمہ حق ص ۱۲۹﴾

حالانکہ یہ ایک مفصل عبارت ہے اور اس کا پس منظر بھی کچھ اور ہے۔ ہم یہاں سب سے پہلے حضرت شاہ صاحبؒ کا اپنا نظریہ پیش کریں گے۔ بعدازاں مؤلف کلمہ حق کی دی ہوئی

عبارت پر تبصرہ کریں گے اور انشاء اللہ مماتیت کی ''دھجیاں بکھرنے'' کا قابل دید سماں ہوگا۔جھوٹ،فریب،اور ''کانٹ چھانٹ'' تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔بایں ہمہ پکے ''توحیدی'' ہیں۔خدا جانے ''بدعتی ہوتے تو کیا کیا گل کھلاتے؟ بہرحال حق و باطل کا فیصلہ ارباب انصاف خود کرلیں گے۔شاہ صاحبؒ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

سوال: سماعتِ موتیٰ سلام زائر در شرع آمدہ یا نہ؟ (جواب) سماعتِ موتیٰ سلام زائر رادر شرع مشکوۃ ملا علی القاری از سیوطیؒ نقل نمودہ ھکذا عبارتہ قال سیوطی واخرج العقیلی عن ابی ہریرہؓ (مأتہ مسائل ص ۳۶)	سوال: کیا قبور کی زیارت کرنے والے کے سلام کو مردوں کے لئے سننے کا ثبوت شریعت سے ثابت ہے یا نہیں؟ (جواب) مردوں کا زیارت کرنے والے کے سلام کے سننے کا ثبوت ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوۃ میں امام سیوطیؒ سے نقل کیا ہے اور سیوطیؒ کی عبارت اس طرح ہے کہ امام عقیلی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث کی تخریج کی ہے۔

ثابت ہوا کہ شاہ محمد اسحاقؒ بھی مردوں کے لئے سماع کے قائل ہیں اور اسی کو فی الجملہ سماع کہا جاتا ہے۔مؤلف کلمہ حق کا شاہ صاحبؒ کو مطلقاً منکرین سماع موتیٰ میں شمار کرنا بالکل غلط ہے۔

''نزد اکثر حنفیہ سماعت موتیٰ ثابت نیست'' کی تحقیق:

اب ہم ''مؤلف کلمہ حق'' کے مذکورہ بالا قول کی طرف آتے ہیں جو انہوں نے شاہ صاحبؒ کی ''مأتہ مسائل'' سے ثابت کر کے آخری فیصلہ سنا دیا کہ ''وہ بھی سماعُ کے قائل نہیں'' اور احناف کی اکثریت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔سو اسکی اصل حقیقت ملاحظہ ہو۔

دکھاؤں گا تماشہ، دی اجازت گر زمانے نے
ہر ہر داغ اک زخم ہے، سرو چراغاں کا

دراصل کتب فقہ اور کتب فتاویٰ میں ایک بحث ہے کہ اگر کسی آدمی نے دوسرے آدمی سے کلام نہ کرنے کی قسم اٹھالی اور دوسرا شخص فوت ہوگیا اب قسم اٹھانے والے نے اس کی قبر پر جاکر گفتگو کی تو حانث نہ ہوگا۔ اس فقہی عبارت کو حضرت شاہ صاحبؒ نے اختصار کے ساتھ یوں نقل کیا ہے۔

سوال: سماعت موتیٰ کلام احیاء سوائے سلام درشرع جائزاست یا گناہ؟ کدام گناہ؟ (جواب) عادت و تکیه سائل است درہر جامی پُرسد جائز است یا گناہ؟ کدام گناہ؟ بنابر تکیه کلام خود نیزایں جامی پُرسد که جائز است یا گناہ؟ والّا ایں مقام پُرسیدن بایں عبارت نمی سزد زیراکه جو ازو گناہ درافعال و اعمال میشود وایں متعلق باخبار است که ایں امر ثابت است یا نه؟ پس جواب ایں است که " نزد اکثر حنفیه سماعت موتیٰ ثابت نیست " چنانچه از کافی شرح وافی و فتح القدیر، حاشیه ہدایه صراحةً واشارةً که قریب بتصریح است واز مستخلص شرح کنز وعینی شرح کنزو کفایه شرح ہدایه معلوم می شود چنانچه عبارات آنہا مرقوم می شود ودر دیگر کتب ہم موجود بنا بر طول عبارت ہر نقل عبارت ایں پنج کتب اکتفاء نموده شد ﴿ مأته مسائل ص۴۲ ﴾

سوال: سلام کے بغیر مردوں کا زندوں کے کلام کا شرعاً سننا کیسا ہے؟ جائز ہے یا گناہ؟ اور

اگر گناہ ہے تو کیسا؟ (جواب) سائل کی عادت اور تکیہ کلام یہ ہے کہ وہ ہر جگہ یہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے یا گناہ؟ اور گناہ ہے تو کیسا؟ اپنے اسی تکیہ کلام کی وجہ سے یہاں بھی وہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے یا گناہ؟ ورنہ اس مقام میں اس طرح پوچھنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ جواز اور گناہ افعال و اعمال میں ہوتا ہے اور یہ سوال اخبار کے متعلق ہے کہ یہ معاملہ ثابت ہے یا نہ۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ احناف کی اکثریت سے سماع موتیٰ ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ کافی شرح وافی اور فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں صراحۃً اور اشارۃً جو تصریح کے قریب ہے۔ اور شرح کنز اور عینی شرح کنز اور کفایہ شرح ہدایہ کے ملخص سے یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ ان کی عبارت لکھی جارہی ہیں اور دوسری کتب میں بھی یہ موجود ہے۔ مگر طوالت کے خوف سے صرف پانچ عدد کتب کی عبارت نقل کرنے پر ہی ہم اکتفاء کرتے ہیں

شاہ صاحبؒ یہاں کہنا یہ چاہتے ہیں کہ چونکہ قسم کا مدار عُرف پر ہے اور عُرفِ عام میں لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ مُردے نہیں سنتے۔ جیسے کوئی شخص بات پر توجہ نہ دے رہا ہو یا کوئی نصیحت اس پر اثر نہ کر رہی ہو تو کہہ دیا جاتا ہے کہ ''یہ بالکل مردہ'' ہے۔ یا جس طرح قرآن وحدیث، اقوال آئمہ اور فرامینِ مشائخ دیوبند اچھے بھلے، جیتے جاگتے بندے پر اثر انداز نہ ہو رہے ہوں تو اس کو ''مماتی'' کہہ دیا جاتا ہے۔ اور امام اہل سنت، آبروئے دیوبند، پاسبان مسلک حق حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہ بھی لکھتے ہیں ''یعنی ان کے سننے کو کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا کیونکہ تکلیفی زندگی باقی نہیں رہتی۔ اس لئے قسم اٹھانے والا باوجود کلام کرنے کے حانث نہیں ہوگا۔ ﴿سماع الموتیٰ ص ۳۳۷﴾

مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ نے لکھا ہے ''لیکن عُرف یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس عدم تکلم سے حالتِ حیات میں عدمِ تکلم مراد ہے (عمدۃ الرعایہ ج ۲ ص ۲۵۴) اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں'' فاذا حلف احدانه لا یکلم فلاناً فلا یفهم من اهل العرف

الاالتکلیم فی حالتہ الحیوۃ فلا یحنث بتکلیمہٖ میتاً واللّٰہ تعالیٰ اعلم (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۷۹) ترجمہ: پس جب کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا۔ تو اس سے اہل عرف یہی سمجھتے ہیں کہ زندگی کی حالت میں کلام کرنا مراد ہے۔ لہذا مردہ کے ساتھ کلام کرنے کی وجہ سے وہ حانث نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ واضح ہوگیا کہ عرف عام میں گفتگو کرنے نہ کرنے کا تعلق زندوں سے ہوتا ہے۔ اور مردہ چونکہ مکلّف نہیں ہوتا اور عادۃً اسکی آواز سنی بھی نہیں جاتی۔ اس لئے عام عادت کے لحاظ سے میت سے وہ کلام نہیں جو زندہ سے ہے۔ یہ حقیقت ہے شاہ صاحبؒ کی عبارت کی۔ جس کا مماتی '' محقق'' نے ''بتنگڑ'' بنا دیا۔ عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے یہ توضیح کافی وافی اور صافی شافی ہے۔ اور جنہوں نے ''جھوٹ کی پٹاری'' پر ''کلمہ حق'' لکھ رکھا ہو۔ ان سے کوئی کیا توقع رکھے:

بقول غالب مرحوم!

ہم کو ان سے ''وفا'' کی ہے امید ــــ جو نہیں جانتے وفا کیا ہے؟

مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ کا نظریہ:

مفتی صاحبؒ کے متعلق ہم گذشتہ سطور میں لکھ آئے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں۔ سماع موتیٰ میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف دورِ صحابہؓ سے چلا آ رہا ہے ..... غرض یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قول فیصل ہونا اس میں دشوار ہے۔ پس عوام کو سکوت اس میں مناسب ہے۔ جبکہ علماء کو بھی اس میں تردّد ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم جلد پنجم﴾

مفتی صاحبؒ کی عبارت سے بھی واضح ہوگیا کہ عام موتیٰ (نہ کہ سماع انبیاء) کے سماع میں اختلاف موجود ہے۔ اور مؤلف کلمہ حق کا ان کو اپنا ہمنوا بنانا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا نظریہ:

جہاں تک حیات انبیاء علیہم السلام کا تعلق ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے المہند پر دستخط موجود ہیں۔ اور بعض مماتی یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مفتی صاحبؒ نے بغیر دیکھے دستخط کر دیئے تھے مگر اللہ تعالیٰ جب ذلیل کرنے پر آجائیں تو پھر ٹھکانہ کہاں مل سکتا ہے کیونکہ مفتی صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں۔ ''**رأیت الاجوبته کلها فوجدتهاحقة صریحة لایحوم حول سرادقاتهاشک و لاریب** (ترجمہ) میں نے تمام جوابات دیکھے ہیں سب کو ایسا حق صریح پایا کہ اس کے اردگرد بھی شک یا ریب نہیں گھوم سکتا (المہند علی المفند ص ۹۵)

''رأیت'' کا جملہ قصر مماتیت پر ایٹم بم بن کر گر رہا ہے۔ چنانچہ جب کہیں سے کوئی سہارا نہیں مل سکتا تو پھر ''تپتے صحرا'' میں کسی ''پیاسے اونٹ'' کی طرح دیوانہ وار بھاگتے ہوئے کہتے ہیں ''المہند کونسا آسمانی صحیفہ ہے؟ (نغمہ توحید گجرات ص ۲۱، جولائی ۲۰۰۴ء)

مگر یاد رہے مفتی صاحبؒ تو عام اموات کے ساتھ بھی روح کا ایسا تعلق مانتے ہیں کہ جس سے میت عذاب وراحت کو محسوس کر سکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کرے ﴿کفایت المفتی ج ۱ ص ۹۶﴾

مولانا محمد منظور نعمانیؒ، وکیل مسلکِ دیوبند:

مؤلف کلمہ حق کے ترکش کا آخری تیر ملاحظہ ہو

مولانا نعمانی علیہ الرحمتہ کے حوالے سے لکھتے ہیں ''حضرت امام ابوحنیفہؒ سماع اموات کے منکر ہیں۔ ہمارے اکابر علماء حضرت امام اعظم اور جمہور علماء کی طرح حضرت ام المومنین کے مسلک کو راجح اور قوی سمجھتے ہیں۔ ﴿کلمہ حق ص ۱۳۰﴾

مولانا نعمانیؒ کی یہ عبارت کہاں ہے؟ کس کتاب کے کونسے صفحے پر ہے؟ مؤلف کلمہ حق نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ شاید خواب میں کہیں سے کوئی سن لیا ہوگا اور خواب خیال کی باتوں کو سپرد قلم کر کے اپنے تیئں ''محقق'' بن بیٹھے۔ بہرحال جہاں تک حقیقت پسندی کا تعلق ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کو مسلک دیوبند میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ اور آپ کوئی ایسی گمنام شخصیت نہیں ہیں کہ جن کی طرف غلط بات اناپ شناپ کر کے منسوب کر دی جائے۔ یاد رہے کہ مولانا ابتداء میں عام موتیٰ کے سماع کے منکر تھے جیسا کہ ان کی کتاب ''ستہ ضروریہ ص ۳۶'' پر اس کا ذکر موجود ہے مگر تینتیس سال تک سماع موتیٰ کا انکار کرنے کے بعد آپؒ نے امام العصر مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق پر بنیاد رکھ کر اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اور آپؒ سماع موتیٰ کے مُقر ہو گئے تھے ﴿الفرقان لکھنؤ جمادی الاوّل ۱۳۸۶ھ﴾ نیز سماع الموتیٰ ص ۱۹۱﴾

حرف آخر:

الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ منکرین حیات النبی ﷺ کے کتابچہ ''کلمہ حق'' کا ہم نے مفصل جواب دے دیا ہے۔ قارئین ہمارے اس جوابی رسالہ کو پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اگر اس ٹولے کو اپنے حال میں ''سرمست'' چھوڑ دیا جائے تو یہ کیا کیا گل کھلائیں گے؟ ان کے ''جبڑوں'' سے گستاخیٔ رسول ﷺ اور ''توہین اکابر'' کا تعفن اٹھ رہا ہے۔ کاش علماء کرام اس عظیم فتنے کی دسیسہ کاریوں کو سمجھیں اور پھر اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے میدانِ عمل میں اتر آئیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے اس گستاخ ٹولے کے چہرے سے نقاب اتار کر حق وصداقت کا ''زناٹے دار تھپڑ'' رسید کر دیا ہے۔ اور اسی پر بس نہیں۔

ان عادت العقرب عدنالها وكانت النعل لها حاضره.

اگر بچھو دوبارہ لوٹا تو اس کے لئے ہمارا جوتا بھی حاضر ہے۔

اللہ تعالیٰ عصر حاضر کے تمام فتنوں سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے آمین بجاہِ النبی الکریم ﷺ

فقط والسلام۔

غلام آستانہ مشائخ دیوبند

حافظ عبدالجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت، کھاڑک

ملتان روڈ، لاہور۔ 19 جولائی 2005ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو مجھ کو دیتے ہیں دھمکیاں جلانے کی — منائیں آج خیر وہ اپنے آشیانے کی
ملے گا آپ کی ہر بات کا جواب یہیں — مگر اٹھایئے پہلے قسم نہ جانے کی

رسالۂ لاجواب

سَوطُ العَذاب
عَلَى العَنِيدِ الكَذَّاب

از قلم، حقیقت رقم

حافظ محمد عبدالجبار سلفی

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علیٰ سید الانبیاءؑ والمرسلین ، وعلیٰ الہٖ واصحابہ الطیبین الطاھرین خصوصاً علیٰ سید الخلفآءِ الراشدین المھدیین امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم . وللاٰ خرۃ خیرلَکَ من الاولیٰ . صدق اللّٰہ العظیم.

قارئین باتمکین کی خدمت میں عرض ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ اس گناہ گار، سیاہ کار نے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر خامہ فرسائی کی اور اکابر علماء اہل سنت دیوبند کے مسلک ومشرب کو تحریراً تقریراً بیان کیا۔ جو کتب ورسائل بندہ نے سپردِ قلم کیئے ان میں ایک رسالہ ''جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی'' بھی ہے اگر چہ یہ رسالہ نہایت عجلت میں لکھا گیا تھا مگر جہاں جہاں پہنچا علماء کرام اور طلباء عظام نے ''تحسین وآفرین'' کے ڈونگرے برسائے۔ یہ رسالہ جہاں اپنوں کے لئے باعث تسکین ہوا وہاں ''خرمن مماتیت'' پر ''برق سوزاں'' بن کر گرا اور منکرین حیات النبی ﷺ میں ایک اضطراری کیفیت پیدا ہوگئی۔ ہمارے رسالے میں جو حقائق موجود ہیں ان کی تردید کوئی منکر حیات مولانا نہ کر سکے البتہ منڈی بہاؤالدین کے ایک ''حکیم صاحب'' کو ''جوارش جالینوس'' اور ''لعوقِ سپستاں'' فروخت کرنے سے کچھ فرصت ملی تو انہوں نے بارہ صفحات پر مشتمل ایک خط ''عبدالجبار سلفی حیاتی مولوی کے نام خط'' کے عنوان سے لکھا اور یوں مماتیوں کی کمر سے بوجھ اتارنے کی ناکام کوشش کی۔ مثل مشہور ہے: ''نیم حکیم خطرہ جان'' اور اگر نیم حکیم محقق بھی بن جائے تو پھر کہا جاتا ہے ''نیم ملاں خطرۂ ایمان''۔ یہ حکیم جی نہ صرف جان کے بلکہ ایمان دشمنی پر بھی ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ ہمیں بعض دوستوں نے کہا کہ اس خط کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ صاحب مکتوب کی اپنی کوئی حیثیت نہیں مگر چونکہ مسلک کا مسئلہ ہے اور موصوف

اس خط کی کاپیاں تقسیم کررہے ہیں اس لیئے ہم نے اپنی یا فریق مخالف میں سے کسی ذات کو نہیں دیکھنا مسلک کی صداقت کو بیان کرنا ہے۔ چنانچہ بعض کرم فرماؤں نے بندہ کو حکم دیا کہ اس کا جواب ضرور لکھا جائے۔ ''بسم اللہ مجریٰہا و مرسٰہا'' کہہ کر قلم ہاتھ میں پکڑا اور ''کشتی تحقیق'' پر بیٹھ کر تعاقب شروع کررہے ہیں۔ رہے نام اللہ کا۔ اور اپنے جوابی رسالے کا نام سوط العذاب علی العنید الکذاب '' تجویز کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے کی توفیق دے اور اکابرین اہل سنت دیوبند کے ساتھ محبت دعقیدت نصیب فرماوے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

خاکپائے اکابرین اہل سنت دیوبند

حافظ محمد عبدالجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور

۵ جولائی ۲۰۰۶ء بروز بدھ بوقت ۱۰:۳۰ شب

خط یا گالی نامہ:

حکیم مشتاق صاحب نے اپنے خط کی ابتداء تسمیہ سے نہیں کی "توحید وسنت" کے یہ جدید "اشاعتیے" دل کی بھڑاس نکالنے میں اتنے بے چین ہیں کہ اللہ کے نام سے ابتداء ہی نہیں کرتے۔ حکیم صاحب نے راقم الحروف کو خوب برا بھلا کہا ہے مثلاً فریبی، جعل ساز، ضدی، متعصب (صفحہ نمبر ۱) عبدالجبار حیاتی مولوی زہر کا پیالہ پی سکتا ہے...... اگر اس میں کچھ شرم وحیاء موجود ہے (صفحہ نمبر ۲) حیاتی مولوی اپنی خباثت کا اظہار کرتا ہے (صفحہ نمبر ۶) مولوی عبدالجبار کے جگر میں آگ لگی ہوئی ہے (صفحہ نمبر ۷) اگر حیاتی مولوی میں ایمانی غیرت ہے (صفحہ نمبر ۹) حیاتی مولوی اپنی مکروذہنی اختراع کا اظہار گاہے بگاہے کرتا رہتا ہے (صفحہ نمبر ۱۱) دھوکہ باز، بے غیرت انسان (صفحہ نمبر ۱۲)

قارئین کرام! جب انسان دلائل کا جواب دینے سے عاجز آجائے تو پھر وہ یہی زبان استعمال کرتا ہے جو حکیم صاحب کر رہے ہیں۔ آخر فرعون نے بھی تو کہہ ہی دیا تھا "اِنِّی لَاَ ظُنُّکَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا" میرے گمان کے مطابق تو اے موسیٰ تجھ پر جادو ہو گیا ہے اور مزید کہا "اِنَّ رَسُوْلَکُمُ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْن" تمہارا پیغام لانے والا جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور باؤلا ہے، ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ، نیز مشرکین مکہ آنحضرتؐ کو (العیاذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "مَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْن" تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ۔ تو یہ سلسلہ ابتداء سے چلا آرہا ہے اہل باطل جب دلائل کا توڑ نہ کرسکے، بیہودہ زبان پر اتر آئے۔ مدمقابل خواہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے یعنی انبیاء علیہم السلام ہی کیوں نہ ہوں۔ تو پھر ماوشما کی کیا حقیقت ہے؟ لہذا ہمیں اس سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آپ اپنا کام کرتے جائیں ہم اپنا!

ذکر کانٹوں کا آپ کی فطرت
ہم تو کرتے ہیں بات پھولوں کی

حکیم صاحب کا پہلا مغالطہ:

مولوی عبدالجبار سلفی صاحب نے ایک کتابچہ شائع کیا ہے۔ جس کا نام ''جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی'' رکھا ہے۔ لیکن قارئین کرام کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ عبدالجبار حیاتی مولوی صاحب نے اس کتابچہ میں کتنے دجل وفریب اور جعل سازی سے کام لیا ہے۔ مولوی صاحب ''جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی'' کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ اس شخص (سید عنایت اللہ شاہ بخاری) کے لیے غالباً ہدایت کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ حیاتی مولوی صاحب نے سید عنایت اللہ شاہ بخاری پر ہدایت کے دروازے بند ہونے کا فتویٰ شاید اس لیے صادر فرمایا کہ شاہ صاحب نے قران پاک کی آیات کے مقابلہ میں ''المہند علی المفند'' اور ''آبِ حیات'' کی عبارات کو قبول نہیں فرمایا۔ اس لیے حیاتی مولوی صاحب کو شاہ جی سے بہت تکلیف اور مروڑ ہے۔ قارئین کرام اس سے اندازہ لگائیں کہ عبدالجبار حیاتی مولوی صاحب کو قرآن پاک کی آیات سے کس قدر چڑ ہے اور اس کے مقابلے میں المہند وغیرہ کی عبارات سے کس قدر الفت اور محبت ہے۔ ﴿مکتوب ص ۱﴾

جواب:

اولاً:

حکیم جی کو ہماری عبارت سمجھنے میں سخت مغالطہ ہوا ہے کیونکہ شاہ صاحب کے متعلق ہدایت کے دروازے بند ہونے والی بات راقم الحروف کی نہیں بلکہ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ کی ہے۔ اور اصل واقعہ جس بناء پر حضرت جہلمیؒ نے یہ بات فرمائی تھی اس

کو حکیم صاحب ''خمیرہ گاؤ زبان'' سمجھ کر چٹ کر گئے ہیں۔ اصل میں کشمیر کے ایک علاقہ ڈھڈیال میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی کتاب آب حیات کو شاہ صاحب نے جوتیوں پر ڈالا تھا جس پر مولانا جہلمیؒ نے فرمایا کہ ''اس شخص کے لئے غالبًا ہدایت کے دروازے بند ہو چکے ہیں ﴿بحوالہ ماہ نامہ حق چار یارؓ لاہور کا حضرت جہلمیؒ نمبر ص ۱۲۵﴾

ثانیاً:

آپ کا یہ فرمانا کہ'' شاہ صاحب نے المہند اور آب حیات کی عبارات کو قرآن پاک کے مقابلہ میں قبول نہیں کیا'' سخت دھوکہ اور فریب ہے۔ المہند علی المفند اکابر دیوبند کی متفقہ دستاویز ہے۔ اس کو قرآن پاک کے مخالف قرار دینا جملہ مشائخ دیوبند کو قرآن پاک کا مخالف قرار دینے کے مترادف ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

قرآن کے نام پر تم فراڈ کرتے ہو۔ آخر خارجی جو ہوئے۔ قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ کیا کوئی دیوبندی اپنے اکابر کو مخالف قرآن کہہ سکتا ہے؟ اور اگر کہے تو کیا وہ دیوبندی رہ سکتا ہے؟ الحمد للہ ہم اصلی دیوبندی تو اپنے بزرگوں کے نام کی مالا جپتے ہیں۔ ان کی تحقیق کو آنکھیں بند کر کے قبول کرتے ہیں۔ اور تم جعلی دیوبندی رات دن اکابر کے خلاف بدزبانی کرتے ہو۔ اگر تمہارے اندر خشخاش بھر بھی ایمان اور انصاف کی رمق ہوتی یا کوئی ادنیٰ سی انسانوں والی خصلت ہوتی تو شیطان کے بہکاوے میں آکر یوں ژاژ خائی کبھی نہ کرتے۔ اسی دریدہ دہنی کی وجہ سے ہم نے آپ کو جعلی کہہ کر آپ کی اصلی کہانی قوم کے سامنے رکھی۔ جس پر آپ ہم سے خاصے برہم ہوئے ہیں۔ ہمیں شاہ صاحب سے کوئی تکلیف یا مروڑ نہیں ہے۔ تکلیف اور مروڑ تو تمہیں ہو رہا ہے کہ راقم الحروف نے مشائخ دیوبند کی ترجمانی کر کے مماتیت کی دکھتی رگ کو کیوں دبایا ہے؟۔ اور حکیم ہو کر بھی آپ کوئی

ایسی ’’پھکی‘‘ تیار نہ کر سکے جو آپ کے مروڑ کو رفع کر سکے۔

دوسرا مغالطہ:

حکیم صاحب لکھتے ہیں۔

المہند کے صفحہ نمبر ۱۴ پر موجود ہے ’’حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں یہ حیات دنیا کی سی ہے ’’یعنی یہ حیات دنیاوی ہے برزخی نہیں‘‘ اور المہند کے ص ۱۵ پر ہے ’’یہ حیات برزخی ہے‘‘ محترم جناب مولوی عبدالجبار حیاتی صاحب المہند کے ص ۱۴ اور صفحہ ۱۵ والی عبارات کو بار بار توجہ سے پڑھیں لیکن ضد اور تعصب کی عینک اتار کر اور اپنے ضمیر کو حاضر کر کے فیصلہ دیں کہ ان دونوں عبارتوں میں کتنا بڑا تضاد ہے اور کتنی بڑی فاحش غلطی موجود ہے۔ اسی طرح آبِ حیات کے ص ۳۶ پر بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں ’’انبیاء بدستور زندہ ہیں‘‘ المہند کے ص ۱۴ والی عبارت کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک میں دنیاوی حیات ہے برزخی نہیں ہے‘‘ اور آبِ حیات کے ص ۳۶ والی عبارت ’’انبیاء بدستور زندہ ہیں‘‘ یہ دونوں عبارتیں قرآن پاک کی آیات کے خلاف ہیں۔ اگر عبدالجبار حیاتی کے اندر کچھ انسانی غیرت موجود ہے اور قرآنی آیات کی کچھ شرم و حیا موجود ہے اور شریر النفس نہیں یعنی تاویلیں گھڑ لینے والے نہیں ہیں تو المہند کی یہ دونوں عبارتیں قرآن پاک کی آیات سے ثابت کرنی ہونگی۔ بلفظہٖ ﴿مکتوب ص ۲﴾

جواب:

جس طرح بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں اسی طرح حکیم صاحب اور باقی مماتیوں کو المہند کی ایک عبارت سے دو مفہوم نظر آتے ہیں۔ حکیم جی آپ گیدڑ کی طرح مارا ہوا شکار کھانے کے عادی ہیں، خود شکاری نہیں ہیں۔ یعنی یہ اعتراض آپ کے بڑے

کرتے آئے ہیں اور منہ کی کھاتے آئے ہیں، ابھی حال ہی میں ہماری کتاب ''لطمۃ الحق'' شائع ہوئی ہے۔ اس میں ہم نے تفصیل کے ساتھ المہند کی عبارت پر بحث کر کے تمہارے اعتراض کے تار پود بکھیر دیئے ہیں امید ہے آپ نے لطمۃ الحق کا مطالعہ کیا ہوگا۔ سو مختصراً عرض ہے کہ حیات دنیوی سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دنیا والے جسم اطہر میں روح مبارک موجود ہے اور برزخ کا مطلب واضح ہے کہ آنجناب ﷺ تریسٹھ برس کی عمر گزارنے کے بعد دنیا سے تشریف لے گئے اور قبر شریف میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حیات عطا فرمائی ہے۔ برزخ پردے کو کہتے ہیں۔ پھر برزخ کے مختلف درجات ہیں۔ المہند میں جہاں برزخی حیات کی نفی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو حیاتِ برزخی تمام انسانوں کو حاصل ہے وہ انبیاء کو حاصل نہیں کیونکہ انکی حیات ان سے ارفع ہے اور جہاں حیات برزخی کا اثبات ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ مطلق دنیاوی حیات نہیں جس میں جسم کی نشو ونما ہوتی ہے، انسان عبادت کا مکلّف ہوتا ہے۔ اور روضۂ اطہر میں انبیاء علیہم السلام کا عبادت کرنا تکلیفاً نہیں تلذذاً ہے۔

نوٹ!

اس موضوع پر ہمارا ایک رسالہ ''حیات برزخی اور مماتیوں کا فریب'' کے نام سے زیر طبع ہے جو جمعیت اشاعت التوحید لاہور کے ایک رسالے کا جواب ہے اس کا مطالعہ انشاء اللہ مفید رہے گا۔

اور حضرت نانوتویؒ کی عبارت ''انبیاء علیہم السلام بدستور زندہ ہیں'' پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ دنیا والی حیات کا تسلسل مانتے ہیں اور موت کا (معاذ اللہ) انکار کرتے ہیں تو یہ تمہارا نہ صرف بہت بڑا جھوٹ اور جہالت ہے بلکہ ایک عالم ربانی پر الزام ہے۔ حضرتؒ حیات فی القبر پر بحث کر رہے ہیں نیز اپنی مایہ ناز

کتاب اجوبۂ اربعین میں فرماتے ہیں ''القصہ حیات جسمانی انبیاء علیہم السلام کا بعد موت بھی اقرار ضروری ہے (اجوبۂ اربعین ص ۳۰۰) ہم نے اس عنوان پر بھی ''لطمۃ الحق'' میں تسلی بخش بحث کردی ہے اور مماتیوں کے دجل اور اسلاف دشمنی سے پردہ اٹھایا ہے۔

تیسرا مغالطہ:

مماتی حکیم صاحب لکھتے ہیں۔ آبِ حیات کی عبارت قرآنی آیات کے صریح خلاف ہے تو پھر عبدالجبار حیاتی مولوی صاحب زہر کا پیالہ تو پی سکتا ہے لیکن اپنے اعلان کے مطابق دونوں عبارتیں قرآنی آیات سے ثابت نہیں کرسکتا۔ (اور اس سے قبل لکھتے ہیں) بانی دارالعلوم دیوبند کی قبر پر کروڑ ہا رحمتیں ہوں ﴿مکتوب ص۲﴾

جواب:

حکیم صاحب کی ''حکمت'' ملاحظہ ہو کہ حضرت نانوتویؒ کی عبارت قرآن پاک کے خلاف ہے اور پھر یہ بھی کہ ''اللہ ان کی قبر پر کروڑ ہا بار رحمتیں کرے''۔ اسے کہتے ہیں ''من حرامی جُحتاں ڈھیر''۔ بانی دارالعلوم دیوبند کو مخالف قرآن کہہ کر ''بریلی کے خان جی'' کی قبر کو ٹھنڈا کیا جارہا ہے اور ساتھ رحمت کی دعائیں کی جارہی ہیں تاکہ دیوبندیت سے اخراج بھی نہ ہو۔ قیامت کی نشانی ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جو اہل علم کی آبرو ہیں، جنہوں نے قرآن پاک کی خوشبوؤں سے ایک جہان کو معطر کیا اور جن کا دارالعلوم دیوبند آج بھی امت مسلمہ کی راہنمائی کررہا ہے وہ تو قرآن پاک سمجھ نہ سکے اور یہ بہاؤ الدین کی ''منڈی'' میں بیٹھ کر ''لبوب کبیر'' اور ''خمیرہ ابریشم'' بیچنے والے قرآن مقدس سے نابلد، دین سے کورے، علم سے بے بہرہ، عقل وخرد سے بیگانے اور اخلاق وتمیز سے ناآشنا ''قرآن دان'' بن کر اسلاف کی داڑھیوں پر دھول اڑانے آگئے ہیں۔ اجی منہ دھو کر آیئے!

یہ مرزائیت و رضا خانیت کے ٹاؤٹ دیوبندیت میں گھس کر مسلک حق کو بدنام کررہے ہیں۔حکیم جی! قرآن مجید میں شہداء کی حیات عبارت النص سے ثابت ہے اور پوری امت کے مفسرین دلالتہ النص سے انبیاء کی حیات ثابت کرتے ہیں۔کیا پوری کی پوری امت گمراہ ہے اور صراط مستقیم پر تم چند ''مٹھی بھر'' سرپھرے ہو۔ہمارے پاس آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر پر قرآن وحدیث، آثار صحابہ ؓ، اجماع امت اور اقوال سلف کا ذخیرہ ہے اور تمہارا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ کو قبر مبارک میں حیات حاصل نہیں تم اپنے اس دعوے پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل تو درکنار کسی ''اس بازار'' کے آدمی کا قول بھی نہیں دکھا سکتے۔تمہاری دیوبندیت کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔آج تک آپ نے اپنے عقیدے کو تقیہ کی چادر میں لپیٹا ہوا ہے۔اور مرزائیوں کی طرح چور دروازہ نکال کر انتشار پھیلا رہے ہو۔جس طرح عورت اپنے ناجائز بچے کو چھپاتی ہے، مماتی اپنا عقیدہ ایسے ہی چھپاتے ہیں۔اور جب تعاقب ہوتا ہے تو پھر بزرگوں کو برا بھلا کہہ کر اپنی خفت مٹاتے ہیں۔مگر جوں جوں ان کی اسلاف دشمنی بڑھ رہی ہے، ان کی خباثتیں اُتنی ہی ابھر کر منظر عام پر آرہی ہیں کیونکہ ۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
اندر میلش طعنۂ پاکاں نہد۔

چوتھا مغالطہ:

مماتی مکتوب نگار لکھتے ہیں۔

علامہ سرفراز خانصاحب اور ان کے حواریوں کی تحقیق بانی دارالعلوم دیوبند کی تحقیق کے مقابلہ میں خودساختہ ہے جو ۵۸ء میں اختراع کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ پر

موت آ چکی ہے لیکن قبر مبارک میں دفن ہوتے ہی پھر آپ ﷺ کو وہی دنیاوی حقیقی زندگی مل گئی ہے۔ حالانکہ قرآن وسنت اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے قبر مبارک میں دنیاوی زندگانی کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے البتہ موت کا ذکر ہے جس کو ہزاروں انسانوں نے دیکھا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے آپ ﷺ کی موت کا اعلان کیا جس پر لاکھ سے زیادہ صحابہ کرامؓ نے تصدیق فرمائی بلفظہ۔ ﴿مکتوب ص ۳﴾

جواب:

''روندی یاراں نوں لے لے ناں بھراواں دا'' بحث تو آپ کی میرے ساتھ ہے، اصلی کہانی ہم نے لکھی اور حضرت شیخ دامت فیوضہم پر برسنے کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ ''تسکین الصدور'' نے آپ کا جینا حرام کیا ہوا ہے ہمارے سینوں کی تسکین ہے تمہارے لیے تو جلن ہے اور یہ جلن تمہیں چین نہیں لینے دے رہی۔ اور حضرت شیخ مدظلہم کا عقیدہ ۵۸ء کا ایجاد شدہ نہیں ہے۔ اپنی شیطنت کا بوجھ دوسروں پر کیوں رکھتے ہو؟ ۵۸ء مماتی عقیدے کی ابتداء ہے۔ جب سید صاحب اور ان کے ''پجاریوں'' نے اجماعی عقیدے کا انکار کر کے اودھم مچایا۔ حیات النبی ﷺ کے عقیدے میں ہمارے شیخ دامت فیوضہم تمہاری طرح لاوارث اور اکیلے نہیں ہیں اللہ کے فضل سے متقدمین ومتاخرین، صحابہؓ وتابعین، فقہاء ومؤرخین اور محدثین ومفسرین کا ہاتھ آپ کی پشت پر ہے۔ اور آپ نے تسکین الصدور، سماع موتیٰ اور الشہاب المبین لکھ کر تمہارے ''بخیئے'' ادھیڑ کے رکھ دیے ہیں نیز پندرہ سے زائد جید علمائے حق دیوبند نے تسکین الصدور پر تقاریظ لکھی ہیں۔ ان سارے حقائق سے طوطا چشمی کر کے تم فقط مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ کو مجرم ٹھہرا رہے ہو۔ حیرت ہے۔ اور حکیم جی تم جو ''توحید وسنت'' کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہو۔ کوئی ایک کتاب پیش کرو جو تمہارے وڈیروں نے شرک وبدعت کی تردید میں لکھی ہو۔ تم

بک بک کر کے بھی فیض ہمارے ہی گھر سے حاصل کرتے ہو! جی ہاں بالکل! مسئلہ حاضر ناظر ہو تو حضرت شیخ کی کتاب ''تبرید النواظر'' تمہاری بغل میں ہوتی ہے۔ مسئلہ علم غیب ہو تو شیخ مدظلہ کی کتاب ''ازالۃ الریب'' کی طرف بھاگتے ہو۔ مختارِ کل کی بحث ہو تو حضرت شیخ کی کتاب ''دل کا سرور'' اٹھا لیتے ہو۔ اور بدعات و رسومات سے بچنے کے لیے حضرت شیخ کی کتاب ''راہِ سنت'' کے علاوہ تمہیں کہاں پناہ مل سکتی ہے؟ اور شیعوں کا تابوت تمہارے گھر کے دروازے پر آتا ہے تو حضرت شیخ کی کتاب ''ارشاد الشیعہ'' کی جانب لپکتے ہو۔ اور جب خود بدعت کی پٹڑی پر چڑھتے ہو اور صفدری تلوار سر پر پڑتی ہے تو گز گز بھر زبانیں نکال کر کہتے ہو ''یہ ان کا اختراع ہے'' گویا میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو۔ سنو حکیم جی! اگر مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہ، کتاب وسنت کے جام نہ بانٹتے تو آج تم بھی کسی ''سرکار'' کے مزار پر ہنڈیا چاٹ رہے ہوتے۔ اور کسی ''لاثانی'' کے دربار پر دھمال ڈال رہے ہوتے۔ حضرت شیخ کا فیضان آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

خدا رکھے بہت اونچا ہے معیارِ نظر اُس کا
بوقت فیض جس نے اپنے بیگانے نہیں دیکھے

خطبہ صدیق اکبرؓ:

ہم تقریباً اپنے تمام رسائل میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دنیاوی موت کا اعلان فرمایا اور ہم دنیاوی موت کے قائل ہیں۔ اور فرمایا کہ اللہ آپ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائیں گے۔ یعنی روضۂ اطہر میں آپ ﷺ کے بدن میں لوٹائی جانے والی روح پھر کبھی نہیں نکلے گی۔ آپ ﷺ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ آنحضرت ﷺ

کی وفات پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے اور حیات فی القبر پر بھی۔ ہم صحابہ کرامؓ کے اجماعی عقیدے کو بسر و چشم قبول کرتے ہیں اور اس عقیدے پر فخر کرتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

علامہ عینیؒ کا ارشاد:

علامہ بدرالدین عینیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) "أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ارادہ باالموتتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وھما موتتان المعروفتان المشھورتان فلذلک ذکرھما باالتعریف وھماموتتان لکل احد غیر الانبیاء علیھم السلام فانھم لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء واما سائر الخلق فھم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامۃ.

﴿عمدۃ القاری جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۶۰﴾

ترجمہ:

دو موتوں سے ایک وہ مراد ہے جو دنیا میں آتی ہے اور دوسری وہ ہے جو قبر میں آتی ہے۔ یہی دو معروف و مشہور موتیں ہیں۔ ہاں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں وہ اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں بخلاف دیگر مخلوق کے کہ (سوال و جواب کے بعد) وہ قبروں میں وفات پا جاتے ہیں اور پھر قیامت کے دن وہ زندہ ہوں گے۔

فرمائیے خطبہ صدیقؓ ہمارے حق میں ہے یا تمہارے؟ اب علامہ عینی حنفیؒ پر بھی فتویٰ لگا دو۔ آخر "توحید و سنت" کی خدمت جو کرنی ہے اور وہ اسی صورت میں ہے کہ اپنے اسلاف پر طنز کرو۔ فوا اسفا۔

پانچواں مغالطہ:

حکیم صاحب لکھتے ہیں ۔ مذکورہ کتابچہ کے صفحہ نمبر ۱۰ پر عبدالجبار حیاتی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ حیات النبی ﷺ کا تو شیعوں نے بھی انکار نہیں کیا، جناب محترم ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ دین حق کو جتنا نقصان شیعوں نے پہنچایا ہے شاید ہی کسی نے پہنچایا ہو۔ اس مسئلہ کا موجد بھی سب سے پہلے شیعہ مذہب ہے۔ جن کی مستند کتاب اصول کافی میں ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر میں دنیاوی زندگی سے حیات ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، زائر کو دیکھتے ہیں اور اس کی بات سنتے ہیں اور آپ ﷺ کی خدمت میں بیویاں پیش کی جاتی ہیں ۔ شیعوں کی کتابوں سے یہ مسئلہ اہل سنت کی کتابوں میں آیا اور اسی طرح اس مسئلہ کو علامہ سرفراز خانصاحب نے اپنی کتابوں کی زینت بنایا۔ بلفظہ۔

جواب:

مسئلہ حیات النبی ﷺ جیسے اہل سنت کے اجماعی اور بنیادی عقیدے کو شیعوں کا عقیدہ قرار دینا بہت بڑی جسارت اور مماتی ٹولے کی جہالت ہے۔ اور حکیم جی کی یہ عبارت بھی ان کے مبلغ علم کا منہ چڑا رہی ہے یعنی "اس مسئلے کا موجد سب سے پہلے شیعہ مذہب ہے" حالانکہ "موجد" کہنے کے بعد "سب سے پہلے" کے الفاظ کی ضرورت نہیں رہتی ۔ چونکہ موجد کہتے ہی اسے ہیں جو کسی کام کو ابتداً سرانجام دے ۔ حکیم صاحب نوٹ کر لیجیے ہمارے ساتھ ٹانگ اڑانے کا آپ کو اچھا خاصا فائدہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہم نے اپنے کتابچہ میں یہ لکھا تھا کہ شیعہ مذہب جس کا باوا آدم ہی نرالا ہے حیات النبی ﷺ کا انکار تو انہوں نے بھی نہیں کیا۔ باقی اصول کافی ج ۱ ص ۴۵۶ والی روایت میں جو روضۂ اطہر میں ازواج پیش ہونے والی بات ہے یہ اہل سنت کا مذہب نہیں، شیعی

مغلظات ہیں (اگر چہ شیعہ علماء بھی اس روایت کو سندی طور پر صحیح تسلیم نہیں کرتے ملاحظہ ہو حاشیہ اصول کافی اور الشافی ج ۳ ص ۲۸) دوسری بات یہ ہے کہ جن مسائل میں شیعہ وسنی متفق ہیں کیا انکو یہ کہہ کر ترک کر دیا جائے گا کہ یہ "شیعوں کا مذہب ہے" شیعہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں لہذا جمعیت اشاعت التوحید والے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا انکار کر دیں اور پھر موحدین کے خلاف مضامین لکھیں کہ توحید والا عقیدہ شیعہ کتب سے اہل سنت کی کتابوں میں آیا اور شیعہ حضور ﷺ کو بھی مانتے ہیں لہذا رسالت کا بھی انکار کر دو اور آج ہی سے اعلان کر دو کہ ہماری جماعت کا نام "اشاعت التوحید والسنۃ" کی بجائے "اشاعۃ التبلیس والفتنۃ" ہے۔ آپ کو شرم آنی چاہیے کہ یہ ایسا اتفاقی و اجماعی عقیدہ ہے کہ شیعہ شرالبریہ بھی انکار نہیں کرتے اور ہم نے "اصلی کہانی" میں ایک شیعہ رائٹر شاہد زعیم فاطمی کا مندرجہ ذیل حوالہ بھی دیا تھا کہ "سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو جو توحید کا ہیضہ ہوا تو اس نے حیات النبی ﷺ کے مسلمہ عقیدے کا انکار کیا" (پردہ اٹھتا ہے جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۳۶)

نکل جاتی ہے سچی بات جس کے منہ سے مستی میں

فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

چھٹا مغالطہ:

حکیم صاحب لکھتے ہیں" آج کل عبدالجبار حیاتی مولوی صاحب کے نزدیک المہند معیارِ حق ہے کبھی زمانہ تھا اس وقت ان کے نزدیک صحابہ کرامؓ اور قرآن وسنت معیارِ حق ہوا کرتے تھے چونکہ صحابہ کرامؓ اور قرآن وسنت سے تو حیاتی مولوی مایوس ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اب ان کا معیار المہند پر اٹک چکا ہے۔

جواب:

دیگر مماتیوں کی طرح حکیم صاحب کو الٹی سیدھی ہانکنے کی "چاٹ" سی پڑ گئی ہے۔ اور المہند کے نام سے تو مماتی مسلسل قبض کا شکار ہیں۔ حکیم جی رفع قبض کے لیے "اطریفل زمانی" استعمال کریں۔ خود بھی اور جماعت والوں کو بھی یہی مشورہ دیں۔ اور وہ اطریفل زمانی ہے اعتماد علی الاکابر۔ یہ عدم اعتماد علی الاکابر والا مرض آپ کو دھیرے دھیرے کہیں "ربوہ" ہی نہ پہنچا دے۔ نہ تو آپ کے نزدیک المہند قابل اعتماد ہے، آب حیات بقول آپ کے قرآن پاک کے خلاف ہے (العیاذ باللہ) تو پھر معیار ہے کیا؟ جناب من آپ اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں۔ دیوبندیت کا معیار المہند علی المفند ہے۔ الحمد للہ ہم آج بھی ایمان کے لیے اصحاب رسول ﷺ کو معیارِ حق ہی سمجھتے ہیں۔ اور اکابر علماء دیوبند اور ان کی متفقہ دستاویز المہند اور آبِ حیات کو اس لیے آنکھوں سے لگاتے ہیں کہ یہ شخصیات اور ان کی کتابیں اس معیار پر پورا اترتی ہیں۔ المہند ہو یا آبِ حیات تسکین الصدور ہو یا مقامِ حیات، ان میں کوئی ایک بات بھی قرآن وسنت اور اجماع صحابہؓ سے متصادم نہیں ہے۔ ہم ان احمقوں کی کس کس حرکت پہ رونا روئیں؟ جب بقول تمہارے علماء دیوبند کی کتابوں میں خلافِ کتاب وسنت عقائد موجود ہیں (العیاذ باللہ) تو پھر تمہاری کیا مجبوری ہے کہ تم خود کو دیوبندی کہلواتے ہو۔ رضاخانی کیوں نہیں بن جاتے؟ غیر مقلد کیوں نہیں کہلواتے؟ معلوم ہوتا [illegible] تمہارے [illegible] مفادات وابستہ ہیں۔ حکیم جی ہمیں تو کہتے ہو کہ تمہارا شیعوں والا عقیدہ ہے تم جو تقیہ بازی کرتے ہو آخر یہ کس کا عقیدہ ہے؟ آج ہی مسلک دیوبند سے لاتعلقی کا اعلان کر دو پھر جو جی میں آئے کرو۔ مگر دیوبندیت کے مقدس نام پر تمہیں شفیع محشر آقائے دو جہاں ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ تمہارا ایسا تعاقب ہوگا کہ جہاں جاؤں گے خلقت خدا تم پر "دو حرف" بھیجے گی۔ پھر

تمہاری قسمت میں ہدایت ہوگی تو زہے نصیب !وگرنہ ناک کے ساتھ لکیریں کھینچ کر کہو گے کہ ہمارا مسلک دیوبند کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

ساتواں مغالطہ:

ہم نے اپنے رسالے اصلی کہانی میں مماتی ٹولے کے ایک رہنما عطاء اللہ بندیالوی کے والد جناب مولانا محمد امیر صاحب کے ایک مکتوب کا ذکر کیا تھا جس میں انہوں نے بریلوی پیر کو" بگڑی بنانے والا" کہا تھا۔ حکیم صاحب ہماری اس مبنی برحقیقت بات کا جواب تو کہیں سے نہ لا سکے البتہ یوں تبصرہ پیش کرتے ہیں" دراصل مولوی صاحب کے اندر جس پوشیدہ بیماری کی وجہ سے آگ لگی ہوئی ہے اس کا وہ برملا اظہار نہیں کر پارہے۔ وہ یہ ہے کہ علامہ سرفراز خانصاحب نے جو عقیدہ" سفارش در سفارش کرانے کا" ان کو تحریر کر کے دیا ہے یعنی سب سے پہلے زائر روضۂ انور پر کھڑا ہوکر حضرت عمرؓ سے سفارش کی درخواست کرے پھر حضرت ابوبکرؓ سے کرے پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں سفارش کی درخواست کرے اور حضور ﷺ اللہ کی بارگاہ میں سفارش کریں اس مذکورہ سفارش در سفارش کرانے کے عقیدے پر نیلوی صاحب نے گرفت کرتے ہوئے چیلنج دیا ہے کہ واہ رے " دیوبندیت جدیدہ ترمیم شدہ" یہ ہے وہ پوشیدہ بیماری کی آگ جس کا جواب بنانے کے لیے وہ بے تاب ہیں جو آگ عبدالجبار حیاتی مولوی صاحب کے جگر میں لگی ہوئی ہے۔ جس کو مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کے والد محترم کا سفارشی خط بھی ٹھنڈا نہ کر سکا۔ سوائے ذلت ورسوائی میں اضافہ کرنے کے۔ بلفظہ۔

جواب:

ہماری بات کا جواب تو پھر نہیں دیا اِدھر اُدھر کی ہانک کر حکیم صاحب اپنے دل کو

مطمئن کرنا چاہتے ہیں اور مماتی ٹولے میں اپنے نمبر بنانا چاہتے ہیں کہ دیکھو میں نے "اصلی کہانی" کا جواب دے دیا ہے۔ہم نے دعویٰ کیا ہے کہ مولوی بندیالوی صاحب کے والد صاحب نے ایک بدعتی پیر کو "بگڑی بنانے والا" کہہ کر "جدید موحدین" میں اپنا نام روشن کیا ہے۔حکیم صاحب سے اس کا جواب تو بن نہ پڑا۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے "دعویٰ توحید" کی "دال میں کچھ کالا کالا" ہے

یہ اڑی اڑی سی رنگت، یہ کھلے کھلے سے گیسو

تیری صبح بتا رہی ہے، تیری رات کا فسانہ

اور ایک ہی جست لگا کر حضرت شیخ تک جا پہنچے کہ آپ سفارش در سفارش کا عقیدہ رکھتے ہیں یعنی ہماری حضرت شیخینؓ کے آگے اور انکی حضور ﷺ کے آگے۔حکیم صاحب ذرا جواب پڑھیے اور سر میں "خاک ڈال کر" واویلا کیجئے کہ ہماری دغابازی کے تار پود بکھر گئے ہیں۔ دراصل حضرت شیخ مدظلہم نے اپنی کتاب لاجواب "رسالۂ سدیدہ پُر از فوائدِ مفیدہ، افاضۂ مفیضہ عجالۂ انیقہ مسمّٰی بہ" سماع الموتیٰ" اور "تسکین الصدور" میں لکھا ہے کہ جب زائر آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے اور طلب دُعا کی التجا سے فارغ ہو جائے تو پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے سلام عرض کرے اور یوں کہے کہ آپ میرے لیے آنحضرت ﷺ سے میری مغفرت کی دُعا کی سفارش کریں۔اس عبارت پر حکیم جی اور ان سے قبل ان کے وڈیرے لب کشائی کرتے آئے ہیں۔مگر منہ کی کھاتے آئے ہیں۔کیونکہ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے اس پر امام ابن الہمامؒ، حضرت ملا علی قاریؒ، علامہ بحرالعلوم، علامہ رحمت اللہ السندی الحنفیؒ، علامہ شرنبلالیؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ وغیرہ احناف فقہاء و علماء کرام کے حوالہ جات پیش کئے۔مگر مماتیوں کو تو صرف حضرت شیخ مدظلہم کے نام نامی اسم گرامی سے "جلن" ہے۔اور آج تک کوئی ایسا "شربت بزوری" تیار نہیں ہوا جو اس جلن کو

ختم کر سکے۔ حکیم صاحب کا تیار کردہ ''بزوری'' بھی دو نمبر نکلا۔

بہر حال مشہور حنفی عالم حضرت علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالیؒ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ آپ ''حضرت شیخینؓ'' کی قبور کے پاس حاضری دینے کا مستحب طریقہ بتلاتے ہوئے انتہائی محبت وعقیدت کے پھول برساتے ہوئے والہانہ انداز میں فرماتے ہیں۔

جئنا كما نتوسل بكما الى رسول الله ﷺ يشفع لنا ويسئل الله ربنا ان يتقبل سعينا ويحينا على ملته ويميتنا عليها ويحشرنا فى زمرته ثم يدعولنفسه ولوالديه الخ. ﴿نور الایضاح ص۱۹۳﴾

ترجمہ:

ہم تم دونوں کے پاس آئے ہیں۔ تمہیں وسیلہ کے طور پر آنجناب ﷺ کے روبرو پیش کرتے ہیں۔ تاکہ آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمارے پروردگار سے التجا کریں کہ وہ ہماری کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں آپ کی ملت پر زندہ رکھے اور اسی پر وفات دے اور آپ کے گروہ میں ہمارا حشر کرے۔

حکیم صاحب ذرا جرأت کریں اور بتائیں کہ یہ بات صرف حضرت شیخ مدظلہم کہہ رہے ہیں یا آپ سے پہلے علماء احناف کہتے چلے آرہے ہیں۔ دلائل کی دنیا میں اتر کر بات کرنا معنی رکھتا ہے۔ ایک شیخ الحدیث جس نے ساری زندگی توحید وسنت کی خدمت کی، فتنوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا، اپنے بیگانے جس کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے معترف ہیں۔ جن کے شاگرد آج دنیا میں پھیل کر دین حق کی خدمت میں مصروف ہیں، عرب وعجم کے علماء وفضلاء کو جس کی تحقیق پر اعتماد ہے جس مردِ قلندر نے اکابرین دیوبند کے مسلک ومشرب کے چہار دانگ عالم ڈنکے بجادیے۔ جس نے بدعات کے ایوانوں میں ہلچل مچادی،

جس عالم ربانی نے رسومات کے اندھیروں میں سنتوں کے دیپ جلائے، جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے کئی ''شب بیدار'' اور ''زندہ دار'' بے قرار و بے تاب رہتے ہیں۔ جس کا نام سن کر بڑے بڑے ''جبال علم'' آنکھیں جھکا دیں۔ جس کے علم کے سمندر کی موجوں سے بڑے بڑے فتنوں کے ''طرم خان'' ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔ ایسے عالم حق کو مماتی اسٹیجوں سے طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا وہ بے غیرتی اور اوچھا پن ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

آٹھواں مغالطہ:

حکیم صاحب رقمطراز ہیں۔ عبدالجبار حیاتی مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''پوری امت میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سید عنایت اللہ شاہ بخاری پہلے شخص ہیں جنہوں نے عند القبر صلوٰۃ وسلام سننے کا انکار کیا ہے'' حضرت علامہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے عند القبر سماع کا انکار کر کے عین قرآن وسنت اور صحابہ کرامؓ کے مشن کی خدمت کی ہے۔ ورنہ علامہ سرفراز خانصاحب اور ان کے حواریوں نے تو ''قوم'' کو مشرک بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

جواب:

سبحان اللہ! ''چوری الٹا سینہ زوری'' یا ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' پوری امت مسلمہ کے اجماعی عقیدے سے ٹکرا کر سید صاحب قرآن وسنت کے خادم رہے اور ہم اکابرین اہلسنت کے پاکیزہ مسلک کا دفاع کرنے والے ''مشرک'' ٹھہرے۔ تمہاری لغت میں مشرک وہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ٹھہرائے بلکہ وہ مشرک ہے جو مماتی کذابوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلائے۔ تمہارے وڈیروں نے بدعتی کو '' بگڑی بنانے

والا'' تسلیم کیا ہے۔ تمہارے مقررین حضرات صحابہ کرامؓ کی گستاخی کرتے رہے۔ اولیاء اللہ پر طنز کرتے رہے۔ اور سارے مماتی حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ بایں ہمہ سارے پکے توحیدی اور صحابہؓ کے مشن کے وارث ہیں۔

علامہ سرفراز خانصاحب کو چیلنج:

حکیم صاحب کافی ''اوٹ پٹانگ'' کہتے ہوئے رقمطراز ہیں ''اللہ کے پیارے کلام قرآن پاک میں ہے ''نہ اہل قبور کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زائر کا کلام سنتے ہیں اور دوسری آیت کریمہ میں (اہل قبور) مردہ ہیں (اب بھی) زندہ نہیں ہیں'' اس میں دنیاوی حیات فی القبر کی نفی ہے'' اب بھی اگر عبدالجبار حیاتی مولوی صاحب ضد پر اڑے رہیں اور قرآن وسنت کے حکم کو ماننے سے مسلسل انکار کرتے رہیں تو پھر پوری دنیا کے حیاتی مولوی اور علامہ سرفراز خانصاحب کو چیلنج ہے کہ اہل سنت والجماعت کے کسی عالم دین محدث اور مفسر قرآن سے حوالہ پیش کریں جس نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہو'' کہ مذکورہ دونوں آیات کریمہ کے حکم سے انبیاء علیہم السلام اور حضور ﷺ مستثنیٰ ہیں، اور حضور ﷺ پر مذکورہ دونوں آیات کریمہ کا حکم لاگو اور نافذ نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں ہے کوئی حیاتی مولوی یا بریلوی مولوی اس چیلنج کو قبول کرنے والا۔ اگر عبدالجبار حیاتی مولوی میں ایمانی غیرت ہے اور اسے اپنے آپ پر اصلی دیوبندی ہونے کا زعم اور دعویٰ ہے تو پھر سلف صالحین میں سے کسی ایک عالم دین اور مفسر قرآن کا حوالہ اور ثبوت پیش کر کے فی حوالہ ایک ہزار روپیہ نقد حاصل کریں۔ لیکن عبدالجبار حیاتی مولوی صاحب یہ کام اتنا آسان نہیں ہوگا جتنا ایک موحد انسان کو بدعتی بنا کر اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی کے فتوے چھپوا کر شائع کر دینا آسان ہے۔

جواب:

واہ کیا خوب ہے! ساری زندگی ''معجون'' اور '' پھکی'' بیچنے والے اب علماءِ حق کو چیلنج دے رہے ہیں کہ آؤ قرآن ہم سے سیکھو۔ پنجابی مثل مشہور ہے ''ذات دی کوڑھ کرلی، شہتیراں نو جپھے'' بندہ کم از کم اپنی اوقات ہی دیکھ لیتا ہے۔ '' گجرات، سرگودھا اور لاہور کے اشاعتی محققین کے گھٹنوں میں پانی تو رہا نہیں'' اب یہ ڈاکٹر، ڈرائیور اور جہال مطلق ہمارے اکابر کا مقابلہ کر کے اپنے بڑوں کی قبروں سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں۔ کیا پدی؟ کیا پدی کا شوربہ؟ حکیم صاحب نے اپنے دعوے میں ایک آیت تحریر کی ''اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ'' ۔ حالانکہ اس آیت میں مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ یہ بت، مورتیاں یا فرشتے جن کو تم خدا سمجھ کر پرستش کر رہے ہو اگر ان کو مصیبت کے وقت پکارو گے تو یہ اولاً تمہاری بات سن ہی نہ سکیں گے کیونکہ بتوں میں سننے کی استطاعت نہیں، رہ گئے فرشتے اور انبیاء تو فرشتے نہ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اور نہ ہر ایک کی باتوں کو سماعت کرتے ہیں۔ اور انبیاء کو اذن باری تعالیٰ کے بغیر سفارش کی اجازت ہی نہیں۔ اس آیت کے تحت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں ''اس آیت سے نہ اس کا (یعنی سماع موتیٰ کا) اثبات ہوتا ہے اور نہ نفی۔ اس بحث کے دلائل دوسرے ہیں۔ ﴿معارف القرآن جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۳۲۹﴾

اس آیت کا سماع موتیٰ سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو۔

۱: تفسیر حقانی:

اگر تم ان کو پکارو بھی تو تمہارا پکارنا نہیں سنتے اس لیے کہ وہ جمادات بے حس و حرکت ہیں ﴿جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۱۲۸﴾

۲: موضح القرآن:

بُت مراد ہیں۔

۳: تفسیر بے نظیر:

کفار انبیاءؑ اور ملائکہ کو غائبانہ پکارتے ہیں۔ ﴿صفحہ ۳۸﴾

۴: مواہبُ الرحمٰن:

کیونکہ جن مورت کو بناتے ہیں وہ تم سے زیادہ عاجز ہیں کیونکہ تم میں اللہ تعالیٰ نے روح رکھی ہے اور ان میں کچھ بھی نہیں۔

۵: جواہر القرآن:

غائبانہ پکار مراد ہے ﴿جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۹۷۲﴾

۶: بلغۃ الحیر ان:

غائبانہ پکار مراد ہے ﴿صفحہ ۵۱ تا ۵۲﴾

۷: جمل علی الجلالین:

بانہ جماد لیس من شانہ اسماع ﴿صفحہ ۲۹۰، جلد ۳﴾

۸: تفسیر ابن کثیر:

ای من الاصنام ﴿جلد ۳، صفحہ ۵۵۱﴾

۹: روح المعانی:

بُت یا عیسیٰ علیہم السلام اور فرشتے پکارنے والے سے دور ہیں۔ ﴿جلد ۲۲، صفحہ ۱۸۲﴾

۱۰: فتح القدیر للشوکانی":

جمادات ہیں۔ ﴿جلد۴، صفحہ ۳۴۳﴾

۱۱: تفسیر خازن:

ان تدعوھم الاصنام ﴿جلد۴، صفحہ ۳۰۰﴾

حکیم جی یہ نسخے وصول کریں۔ افاقہ ہوجائے تو خیر۔ ورنہ مطلع کرنا انشاء اللہ مزید علاج کریں گے۔

اور آپ نے جو سماع موتیٰ پر اس آیت کا حصہ پیش کیا "وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دونہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قطمیر" اس کا بھی مسئلہ ہذا کے ساتھ تعلق نہیں، یہ بھی تمہاری جہالتوں کا نمونہ ہے۔ جلالین شریف میں ہے "وھو الاصنام" اس سے بت مراد ہیں ﴿جلالین ص ۳۶۵ قدیمی کتب خانہ کراتشی﴾

جناب حکیم صاحب! آپ نے ہمیں خط لکھ کر بڑی بغلیں بجائی ہوں گی کہ میں نے ایک رسالہ "اصلی کہانی" کا جواب دے دیا ہے۔ جبکہ اصلی کہانی میں ہم نے تمہاری جعلی دیوبندیت سے پردہ اٹھاتے ہوئے جتنی باتیں درج کی تھیں ان میں سے آپ نے کسی ایک کا جواب نہیں دیا۔ اور وہی چبے چبائے لقمے پیش کر کے سستے داموں محقق بننے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا پہلا مطالبہ تو یہ ہے کہ ہم نے جتنے رسائل تمہاری خدمت میں پیش کئے ان سب کا جواب دو۔ اور جواب بھی وہ جسے اہل انصاف جواب کہہ سکیں اپنے نامۂ اعمال کی طرح محض اوراق سیاہ نہ کرو۔ دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ "اصلی کہانی" کا حرف بحرف جواب دو۔ انشاء اللہ مماتی احباب الٹے لٹک کر بھی حقائق کا سامنا نہیں کر سکیں گے۔ ہم نے اپنے رسالہ "جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی" میں مندرجہ ذیل الزامات کی روشنی میں مماتیوں کو "جعلی دیوبندی

ثابت کیا ہے۔

۱: بانی فرقۂ مماتی نے آبِ حیات اور المہند علی المفند جوتیوں پر ڈال کر اکابر علماء دیو بند کی توہین کی ﴿اصلی کہانی ص ۲﴾

۲: سید ضیاء اللہ شاہ بخاری نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ''گندگی'' قرار دیا۔ (نعوذ باللہ) ﴿اصلی کہانی ص ۳﴾

۳: احمد سعید خان صاحب نے قائلین سماع عند القبر کو کافر کہا اور خلیفہ بلا فصل حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان اقدس میں گستاخی کی۔ ﴿صفحہ ۴﴾

۴: بانئ فرقہ مماتی نے قائلین سماع عند القبر کو ابو جہل کا ٹبر کہا (جس کی زد میں جلیل القدر صحابہ کرامؓ سمیت پوری امت آتی ہے)

۵: سید نیلوی شاہ صاحب نے جمہور فقہاء کو ''ایرے غیرے نتھو خیرے'' کہا۔

۶: مماتی ٹولے کے ایک لیڈر نے علامہ ابن کثیرؒ کو بہت بڑی گالی دی ﴿تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''اصلی کہانی ص ۷﴾

۷: سید صاحب نے اہل بدعت کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا۔

۸: مماتی ٹولے کے ایک رہنما نے حضرت مولانا حسین علیؒ واں بھچروی کی توہین کی۔

وغیرھم .....

حکیم صاحب ذرا جرأت کیجئے، پھکڑ بازیوں اور غُل غپاڑے سے یہ بوجھ نہیں اترے گا۔ حقائق کی دنیا میں آیئے اور انسانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے عقیدے کو کتاب وسنت، اجماع صحابہؓ، فقہاء احناف اور اکابرین علماء دیو بند سے ثابت کیجئے۔ آپ کے وزیرے تو یہی حسرت لے کر دنیا سے چلے گئے۔ چلو تم ہی طبع آزمائی کر کے دیکھ لو۔

مماتی ترکش کا آخری تیر:

اہل باطل کی عادت ہے کہ دلائل و براہین کی تلوار جب سر پر پڑتی ہے تو وہ تاب نہ لاتے ہوئے گالیاں دینے پر اتر آتے ہیں۔ یہی حال مماتی ٹولے کا ہے، بے ایمانی، بدتمیزی، جھوٹ اور گالیاں بکنا ان کا شیوہ ہے۔ چنانچہ اسی ''جماعتی دستور'' پر عمل کرتے ہوئے حکیم صاحب اپنے مکتوب کے آخر میں ہم سے یوں مخاطب ہیں۔

''بھیڑیا نما ڈاکو، دھوکا باز، بے غیرت انسان، یہودیت کا نمونہ پیش کرنے والا وغیرہ۔

جواب:

وَاِذَا خاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوا سَلٰمًا .

''جواب جاهلاں باشد خموشی''

فقط

خاکپائے اکابرین اہل سنت علمائے دیوبند

حافظ محمد عبدالجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت نیو مدینہ کالونی

کھاڑک ملتان روڈ لاہور۔

ادارہ مظہر التحقیق کی نشریات کا مختصر خاکہ 0321-4145543

نام کتاب	نام مصنف
تازیانہ عبرت:	مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیرؒ
السیف المسلول لاعداء خلفاء الرسولؐ (غیر مجلد)	مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیرؒ
تازیانہ سُنت رد رفض و بدعت	مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیرؒ
فیض باری ردِ تعزیہ داری	مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیرؒ
خارجی فتنہ (2) جلدیں	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
بشارت الدارین بالصبر علی شہادت الحسینؓ	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
علمی محاسبہ	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
مشاجرات صحابہؓ اور راہ اعتدال (2 جلدیں)	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
خلافت راشدہ و امامت	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
مودودی مذہب	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
سنی مذہب حق ہے؟	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
دفاع حضرت امیر معاویہؓ	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
ایک اجمالی نظر	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
جوابی مکتوب	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
ہم ماتم کیوں نہیں کرتے	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
کشفِ خارجیت (زیر طبع)	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
سنی مؤقف	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
احوالِ دبیر (جدید)	حافظ عبدالجبار سلفی
القول المعتبر فی حیاتِ خیر البشر (مجموعہ چار کتب)	حافظ عبدالجبار سلفی
نجوم ہدایت (جدید)	حافظ عبدالجبار سلفی
عبداللہ چکڑالوی اور فتنہ انکارِ حدیث	حافظ عبدالجبار سلفی
علامہ عنایت اللہ خان المشرقی (احوال و افکار)	حافظ عبدالجبار سلفی
مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ کا مسلک	حافظ عبدالجبار سلفی
ہدایت المرزائیہ	مولانا نور اشرف صاحب
توضیح مسئلہ تقلید	مولانا نور اشرف صاحب
میزان عدل	مولانا نور اشرف صاحب
دیوبندی بریلوی اختلاف کا جائزہ	مولانا نور اشرف صاحب
اسلامی فقہ	مولانا نور اشرف صاحب
علماء دیوبند پر چند اعتراضات کی حقیقت	مولانا نور اشرف صاحب
اصحاب جنہ و اصحاب نار	مولانا نور اشرف صاحب
توضیح مسئلہ رفع یدین و قراۃ خلف الامام	مولانا نور اشرف صاحب